خیابان فارس

یعنی

ترجمہ کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کوسچن"

مصنفہ

ہز اکسلنسی دی رائٹ آنریبل جارج نیتھنیل کرزن

پی - سی - جی - ایم - ایس - آئی - جی - ایم - آئی - ای
از امرائے آئرلینڈ

ایم - اے - ایل ایل - ڈی - ڈی - سی - ایل - ایف - آر - ایس
وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند

مترجمہ

ظفر علی خان بی - اے (علی گڈھ)

متوسل سرکار نظام

جلد اول

در حیدرآباد دکن باہتمام محمد ابراہیم خان اکبرآبادی طبع شد

(سنہ ۱۹۰۲ء)

فہرست مضامین جلد اول

مقدمہ

دوسرا باب

راہ و رسد

تیسرا باب

لندن سے عاشق آباد تک سفر

چوتہا باب

ماوراءالنہر

پانچوان باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

ساتوان باب

مشہد

آٹھوان باب

خراسان کے سیاسی وتجارتی حالات

نوان باب

معاملات سیستان

دسوان باب

از مشہد تا بہ طہران

مقدمہ

اشیاء قابل دید و مشاہدہ یہ ہین۔ بادشاہون کے دربار بالخصوص اوس حالتین جبکہ سفرا اونکے حضور مین باریاب ہون۔ عدالتہائے دینوی و مذہبی جبکہ وہ مقدمات کی سماعت مین مصروف ہون۔ کلیسا اور صومعے اور اونکے آثار ماضیہ بلاد و امصار کی فصیلین۔ شہرپناہین۔ بندرگاہ۔ قدیم یادگارین۔ کھنڈر۔ کتبخانے۔ مدارس۔ مناظرے اور خطبات۔ کشتیان۔ جہاز اور بحری قوت کے لوازم۔ بڑے بڑے شہرون کے قرب وجوار کی سرکاری اور تفریح عام کی عمارات و باغات۔ سلاح خانے۔ آلات حرب کے مخازن۔ گولی بارود کے ذخیرے۔ ساہوکارے۔ مہاجنی کوٹھیان۔ مال کے گودام۔ سواری۔ پھکیتی۔ فوجی قواعد اور اسی قسم کے دوسرے کرتب۔ کھیل تماشے جنکے دیکھنے کے لئے شرفا جاتے ہون۔ خلعت و جواہرات کے توشہ خانے۔ شیشہ آلات اور بلورین ظروف اور دوسری نادر اور کمیاب چیزین۔ غرضکہ جو کچھ بھی عجیب اور بے عدیل معلوم ہو اوسے دیکھنا چاہیئے۔

(دیکھین کا اٹھارہوان مضمون جسکا موضوع سفر ہے)

اس کتاب کے مقاصد سہ گانہ



پنی سیاحت کی داستان کے شروع کرنے سے پہلے مین اس ابتدائی باب مین اون سہ گانہ مقاصد کو اپنے ناظرین پر واضح کرنا چاہتا ہون جو اس کتاب کی تصنیف کے متعلق میرے پیش نظر ہین - مینے ایران سے جو پہلا مراسلہ اخبار "ٹائمس" کو لکھا تھا اگر مین اوسکے شروع کی عبارت کا اس مقام پر اقتباس کرون تو شاید بہترین طریقہ پر اس کتاب کی اصلی غرض کی تصریح ہوسکے گی۔

"شاہ ایران کے ۱۸۸۹ء کے سفر انگلستان اور اوس خاطر و مدارات نے جو ملک مین سرکاری طور پر اور خلایق عامہ کی طرف سے اون کے لئے عمل مین لائی گئی - ایران اور مسئلہ ایران کی اوس دلچسپی کو پھر تازہ کردیا ہے جس مین چند سال سے (شاہ موصوف کے ممالک محروسہ کے بعد اور اُس روز افزون بے توجہی کے باعث جو اہل انگلستان کو اپنی فوری اغراض کے علاوہ دوسرے امور کے متعلق پیدا ہوگئی تھی) ضعف آچلا تھا - جس گرمجوشی اور تپاک کے ساتھ ابنائے ملک کے ہر طبقہ نے ملکہ معظمہ سے لیکر ادنیٰ ترین رعایا تک اس جلیل القدر مہمان کا استقبال کیا اور برطانیہ کلان کے عظمت و جلال اور اہل برطانیہ کی رفاقت و اخلاص کا نقش اوس کے دل پر بٹھانے کی جو کوششین کیگئین وہ اس امر کی شاہد تھین کہ شاہ کجکلاہ کو محض اسی نظر سے نہین دیکھا گیا کہ وہ ایک مشرقی حکمران ہے جسے ممالک غیر میں سفر کرنے کی چاٹ لگی ہوئی ہے اور اسلئے بزم معاشرت کی جدید ترین شمع ہونگی

حیثیت سے سب لوگون کو اوس کی جھلک دیکھنی چاہیئے بلکہ اوسکی وقعت کا پلہ اس سے بھی بھاری تھا۔ گو یتیقن کی روشنی اس پر نہ پڑی تہی لیکن پھر بھی لوگون کو یہ خیال ضرور تھا کہ جس شاہنشاہ کی سواری اس تزک و احتشام اور جلوس کے ساتھہ دریائے ''ٹیمس'' کی شاہراہ پر لائی گئی ہے۔ جسے قصر گلڈ ہال مین دعوت دیگئی ہے اور جسے سلطنت کے خاص خاص صنعتی مراکز کی سیر کرائی گئی ہے وہ انگریزی قوم کا رفیق اور شریک ہونیکے علاوہ مشرق مین ہماری تدابیر مملکت کے انفصال کا ایک مہتم بالشان جزو ہے۔ جن لوگون کو سیاست و تدبیر ملکی کی شاہانہ اغراض کی طرف سے بے پروائی تہی وہ بھی اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ قلمرو ایران انگریزی اور انگلستان کی وساطت سے) ہندوستانی اشیا کی تجارت کے لئے ایک وسیع اور نفع رسان منڈی بن سکتی ہے اور اگر روپیہ اور فائدہ کے خیال کے علاوہ اور کوئی خیال مرکوز خاطر نہ بھی ہوتا ہم ایران کے حکمران کے ساتھہ دوستانہ تعلقات قایم رکھنا ایک پرزور خواہش ہونی چاہیئے۔ لیکن اسکے ساتھہ ہی باوجودیکہ یہ امر مسلم تھا کہ شاہ ایران کا سفر غیر معمولی طور پر نتیجہ خیز ہے اور اس گرمجوشی کے ساتھہ اونکا استقبال اور تواضع کرنی قرین مصلحت ہے پھر بھی اخبارون کی تحریرات اور اراکین بیت العوام (ہاوس آف کامنز) کی آرا سے اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ اکثر لوگ ایسے ہین جنھون نے زمانہ کی علامات کی تعبیر غلط کی ہے یا جو اون کی تعبیر سے قاصر رہے ہین اور اشارۃً و کنایۃً ہی نہین بلکہ علانیہ طور پر بھی اس امر کا اظہار کیا گیا کہ ایک ایسے شاہنشاہ کی آؤ بھگت غالباً غرض آمیز موانست کی ان علامات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جن سے

اسکے معاوضہ مین کسی بات کی توقع نہین ہوسکتی اس قدر نمایش سے کام لینا اور شورو غل مچانا کچھ مضحکہ انگیز سا معلوم ہوتا ہے۔ غرضکہ مسئلہ ایران کے پیچ درپیچ اور مہتم بالشان حقایق کا مفہوم اوس وقت ناکامل طور پر سمجھا گیا اور جو مقدمہ کہ اصل مین نہایت ہی معقد اور مغلق تدبر کی شان لیے ہوئے تھا اوس پر اسطرح سے بحث کیگئی کہ گویا وہ ایک اتفاقی فرض ہے جسکی انجام وہی سے خوش آیند طور پر عہدہ برا ہو کر بعد مین بلا تردد اوسے صفحہ خاطر سے محو کر دینا چاہیئے۔

چونکہ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے تصورات لوگون کے ذہن مین ابھی تک جاگزین ہین اور مجھے یقین ہے کہ یہ تصورات غلط ہین اور ممکن ہے کہ اون سے بربادی بخش نتایج مترتب ہون اس لیئے جو کچھ مین نے اپنی آنکھون سے ایران مین دیکھا ہے اوس سے استشہاد کر کے مسئلہ ایران کے مالیہ وما علیہ کو بیان اور اس بات کو اپنے انگریزی ناظرین پر ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اس بعید مملکت کے ساتھہ اونکی کیا کیا اغراض متعلق ہین۔ کیون وہ ایران کے سیاسی مسئلہ اور اوسکے نشوونما کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور ہین۔ ایران کے ساتھہ اتحاد قایم ہونے کے کیا معنی ہین۔ اور اوس سے کیا کیا نتایج حاصل ہوسکتے ہین۔ اور کیون یہ امر خارج از امکان ہے کہ شاہ ایران اور اونکی رعایا کو بے اعتنائی سے دیکھا جائے۔ بہت سے مسایل ایسے ہین جن پر مجھے اپنے سفرنامہ کے ضمن مین بحث کرنی پڑے گی۔ یہ مسائل شاہ کی گورنمنٹ کے طرز نظم ونسق کے موجودہ رجحان۔ مملکت ایران کے انتظام کے اسلوب۔ کیفیت۔ محاسن یا معایب۔ شاہ کے سفر یورپ سے

اصلاحون کے منتج ہونے کے احتمال ۔مسئلہ وراثت تخت وتاج ۔ فوج کی کمیت وکیفیت قلمرو ایران مین ریلوے کے اجرا اہل ایران کے سیاسی رجحانات ۔ روس اور برطانیہ کلان کی رسوخ واثر کے مدارج کی نسبتی تعیین ۔ ان دونون دولتون کے اغراض ومقاصد ۔ مسئلہ خراسان کے مفہوم اور اوس کی وقعت ۔ اور اون خطرات پر مشتمل ہین جن مین انگریزی تجارت کا غیرون کے مقابلہ مین ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ کے مختلف صوبہ جات مین پڑنا بیان کیا جاتا ہے ۔

مسٹر چارلس میگگریگر متوفی نے ۱۸۷۵ء مین شاہ کے سفر اوّل یورپ کے بعد اپنے سفر ایران کے اثنا مین حسب ذیل راے ظاہر کی ۔

"میرے خیال مین شاہ کا جو استقبال ہم نے کیا اوس سے کچھ بھی مفید اثر نہین پیدا ہوا ایرانی جانتے ہین کہ ہمین روسیون کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے ۔ اور اسلیئے وہ اس معاملہ پر محض سیاسی پہلو سے نظر ڈالتے ہین ۔ اور گو جس گرمجوشی اور تپاک سے اونکے شاہ کا استقبال لندن مین کیا گیا اوس سے اون کی نگاہون مین اوس کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے پھر بھی ہماری حالت مین اس سے کچھ ترقی نہین ہوئی ۔ میری دانست مین ایرانیون کو یہ خیال ہے کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ جب روس کے ساتھ چپقلش ہو تو ایرانی ہماری طرف ہون اور اس کمک کیلیئے ہم اونہین بیش قرار معاوضہ دینگے ۔ اگر انکا ایسا خیال ہے تو مجھے نہایت افسوس ہے"

"مین اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرونگا کہ آیا یہ خیال شاہ ایران کی رعایا کی ذہن مین ابھی تک سمایا ہوا ہے یا نہین ۔ اور گذشتہ سولہ سال کے عرصہ مین فن تدبیر مملکت کے

ابتدائی اصولون کی تحصیل مین اونھون نے کس حدتک ترقی کی ہے۔ غرضکہ مین اپنے مراسلات مین ایران پرایک انگریز اور بالخصوص ایک انگریزی مدبر کی حیثیت سے بحث کرونگا کسی ملک مین جو شخص عرصہ دراز سے مقیم ہو وہ اُس ملک کے باشندون کے رسم و رواج و عادات کو بوجہ احسن بیان کرسکتا ہے اور اس کام کے لئے موزون بھی ایسا ہی شخص ہوتا ہی اگر ایک سیاح اس کام کو اپنے ذمہ لیگا تو اوس سے لامحالہ غلطیان سرزد ہون گی کیونکہ جو رائے وہ قایم کریگا وہ تعجیل اور نقایص سے ملو ہو گی۔ لیکن ایک سیاسی مسئلہ کا تصفیہ بلاخوف وخطر ایک مدبر پر چھوڑا جاسکتا ہے اور اس تصفیہ مین غلط نتایج کے استنباط کا احتمال نہین ہوسکتا اگر یہ کوشش کیجائے جیسی کہ اس صورت مین کی گئی ہے کہ مسئلہ مزبور پر تنگ حوصلگی یا خودغرضی کے پہلو سے نظر نہ ڈالی جاے بلکہ اغراض سلطنت کو ملحوظ اور اون تعلقات کو مرعی رکھ کر اسپر بحث کیجائے جو اس کو اجتماعی حیثیت سے ایشیائی سیاست مدن کے وسیع تر مسئلہ کے ساتھ ہین اور جسکا یہ ایک ممتاز جزو ہے"

اس کا تعلق قلمرو ہند کے ساتھ

کرہ بالا فقرون مین مینے کافی وضاحت کے ساتھ اس کتاب کے سیاسی پہلو کو دکھایا ہے۔ مجھے اس امر کے اخفا کی ضرورت نہین کہ میری اصلی غرض وغایت بھی اسی پہلو کا دکھانا ہے اور بجائے اسکے کہ مین کوئی سفرنامہ لکھون جسے عام لوگ ایک دفعہ پڑھ جائین اور پھر اُٹھا کر بھی نہ دیکھین۔ مین اس بات کو بدرجہا اولیٰ وانسب خیال کرتا ہون کہ کوئی ایسی سیاسی تصنیف میرے قلم سے نکلے جو اون خاص لوگون کے پسند آئے جنکی

معلومات وسیع ہین۔ میری اس خواہش کی یہی وجہ نہین کہ فن سیاست مدن سے متعلق اگر کسی کتاب کی تصنیف مین کامیابی ہوئی تو وہ دیرپا ہوگی۔ حالانکہ سیر وسیاحت کی کسی داستان کے ساتہہ لوگون کو دلچسپی ہوئی بھی تو وہ عارضی اور بے ثبات ہوگی۔ بلکہ اوسکا منشا یہ ہے کہ وسط براعظم ایشیا کی سلطنتون اور حکومتون کے حالات سے بحث کرتے وقت کوئی امر زیر بحث ایسا ضروری اور نتیجہ خیز نہین جیساکہ وہ حصہ ہے جو مشرق کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کرنے مین وہ لین گی یا دے سکتی ہین۔ ترکستان۔ افغانستان۔ ماوراالنہر[ف۱] اور ایران ایسے نام ہین جنہین سنکر بہت سے لوگون کے ذہن مین بُعد مسافت عجیب و غریب انقلابات۔ اور اون افسانون اور حکایتون کے جادو کے سوا جسکے دہوئین کوئی دم مین اڑا جاتے ہین اور کوئی خیال پیدا نہین ہوتا۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو مین یہ کہون گا کہ میرے نزدیک وہ شطرنج کے مہرے ہین جو ایک ایسی بساط پر چنے ہوئے ہین جسپر ربع مسکون کی حکومت کی بازی کھیلی جارہی ہے۔ اس خیال کے مطابق برطانیہ عظمی کی آیندہ قسمت کا فیصلہ نہ یوروپ مین ہوگا نہ اون سمندرون پر جن پر اوس کا پھریرا اڑ رہا ہے اور نہ اوس برطانیہ عظمی تر مین جسکی بنا اوسکی

ف۱ ابتدائی زمانہ کے اسلامی مورخین دریائے آکسس یعنی جیحون کو لفظ " النہر" سے تعبیر کرتے تھے اور اس لحاظ سے اوس علاقہ کو جو دریائے جیحون کے بائین جانب واقع ہے اور جسکے شمال مین یورالسک۔ جنوب مین سطوح مرتفع خراسان و افغانستان۔ شمال مشرق مین خیوا اور بخارا۔ جنوب مشرق مین افغانی ترکستان اور مغرب مین بحیرہ اخضر واقع ہے ماوراالنہر کہتے تھے۔ زمانہ حال کے جغرافیہ مین جس صوبہ کی حدود اربعہ حدود متذکرہ بالا پر منطبق ہوتی ہین وہ بحیرہ اخضر کی دہنی جانب واقع ہونے کے باعث انگریزی مین ٹرانس کیسپیا یعنی ماوراالخضر کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن چونکہ یہ دونون علاقے دراصل ایک ہی ہین اس لیئے مین نے ٹرانس کیسپیا کا ترجمہ ماوراالنہر کیا ہے۔ مترجم

اولاد و احفاد نے ڈالی ہے۔ بلکہ اوس برّاعظم مین جہان سے ہمارے اولین آبا و اجداد ترک وطن کرکے آئے تھے اور جہان اون کی اولاد فتح و نصرت کے ساتھ پھر واپس آئی ہے ہندوستان کے بغیر سلطنت برطانیہ قایم نہین رہ سکتی۔ ہندوستان کا قبضہ کرۂ زمین کے مشرقی حصہ مین شاہنشاہی کی التمغہ سند ہے جب سے کہ ہندوستان کے وجود کا علم ہوا ہے اوس وقت سے اسکے حکمران نصف دنیا کے فرمان فرما رہے ہین۔ جس خواہش نے سکندر۔ تیمور اور بابر کو دریائے انڈس کی طرف بڑہنے کی تحریک کی اوسی نے پرتگیزون کے حق مین شاہنشاہی کا وہ قلیل المیعاد قبالہ لکھدیا جسکے فرسودہ پرزون کو اونہون نے ابھی تک حرزجان بنا کر رکھ چھوڑا ہے۔ اوسی نے گذشتہ صدی مین ایران کے ایک شاہ کو دس سال تک مشرقی متخاصمین کا حَکَم بنائے رکھا اوسی نے فرانس کو وہ سلطنت وے ہی دی ہوتی جسے قومی تردون اور روشن تر ستارۂ بخت نے ہماری قوم کو عطا کیا اور یہ وہی ہے جو آج کے دن تک دیو شمال[۱] کے سمند حرص پر تازیانے برسا رہی ہے اور اوسکے رگ و پے مین موجین مار رہی ہے۔ باوجودیکہ سیاسی حیثیت سے ہمارے زمانہ مین خانگی مسائل متعلقہ سیاست مدن ایک ایسی وقعت اور اہمیت کی شان لیے ہوئے ہین جو یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے اور باوجودیکہ عام رجحان یہ ہے کہ مغرب کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا جائے اور واجب الاتباع نظایر اور تدبر و سیاست کی مثالون کیلئے نوخیز لوگون اور ایک صبیح رنگ کی قوم سے استشارہ کیا جائے پھر بھی ایک شخص ضرور ایسا

[۱] دیو شمال سے مراد روس ہے۔ مترجم

ملے گا۔ جسکے مرقع تصویرین زمانہ قدیم کی شبیہین کھینچی ہین۔ جو اپنے ہموطنون کو یہ بات یاد دلاتا ہے کہ گو مغرب مین اونکو یہ اختیار باقی نہین رہا کہ

"جس کو چاہا دے دیا اور جس سے چاہا لے لیا"

پھر بھی وہ مشرق کے وصی اور ولی ہین اور دنیا مین ہیچ رنگ کی دوسرے درجہ مین سب سے بڑی آبادی اونکے زیر حکومت ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ صیانت وحفاظت کا کوئی ایسا دقیقہ اٹھا نہ رکھنا چاہیئے جسکے ذریعہ سے دوامی طور پر علم سیاست مدن کے اون عمدہ ترین نتائج سے استفادہ کیا جائے جو انسان کو اپنے اسلاف سے میراث مین پہونچے ہین۔

تاریخ وجغرافیہ

علاوہ اوس تعلق کے جو ایران کو ایشیا کے دقیع اور وسیع تر سیاسی مباحث سے ہے اور جو میرا اصلی اور ابتدائی مقصود ہے۔ ایک دوسری غرض بھی جو اہم ہونے مین اوس سے کچھ کم نہین ہمیشہ میرے پیش نظر رہی ہے اور نحوا اور وسعت کے اعتبار سے اوس نے تدریج اسقدر ترقی کی ہے کہ مجھے یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر اس ضخیم کتاب کا موضوع اکیلی بھی غرض ہوتی تو اسے غیر حق بجانب نہ کہا جا سکتا۔ یہ غرض اس خواہش پر مشتمل ہے کہ مین ایران کی حالت موجودہ کو قطع نظر اون تعلقات کے جو اوسے دول خارجہ سے ہین بیان کرون۔ اوسکے مختلف صوبون۔ باشندون۔ قوانین وخصوصیات۔ منظرون۔ شہرون محلون۔ معبدون اور کھنڈرون کے مختصر حالات قلمبند کرون۔ موجودہ صدی اور بالخصوص گذشتہ پچاس سال مین (یہ وہ زمانہ ہے جو موجودہ شاہ کی عہد حکومت پر قریب قریب منطبق ہوتا ہے)

جسطرح پیرایران اقوام کے سیاسی خانوادہ مین شریک ہوا اوس کا سراغ لگاؤن اور جو کوششین کہ اس مملکت نے ایک ایسے تمدن و شایستگی کا غیر موزون لباس پہننے کے متعلق کی ہین جو اوسے زیب نہین دیتین اونہین تفصیل وار حیز تحریر مین لاؤن۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو شخص یہ تحقیق کرنا چاہے کہ ناصر الدین شاہ کا ایران کیسا ہے۔ وہان کسطرح پہونچ سکتے ہین کس راستہ سے وہان جانا چاہیئے اور کتنے دن کا وہ رستہ ہے۔ وہان کی کیا کیا اشیا لینے یا دیکھنے کے قابل ہین۔ جن لوگون نے اوس سے پہلے ایران کا سفر کیا ہے اونہون نے کیا کچھ کیا۔ کون سی نئی بات دریافت کی یا اسکی نسبت کیا رائے ظاہر کی۔ اور اب خود اوسکے لئے کیا کرنا باقی ہے۔ ان صفحون مین وہ باتین دریافت کرسکے جن کا وہ متلاشی ہے۔ اس کتاب مین اوسے نہ صرف ایران کی موجودہ حالت کے کوایف معلوم ہونگے۔ بلکہ وہ اون وسائل اور ذرایع کے حلقون کو جداگانہ طرز پر دیکھہ سکیگا جن سے اس حالت کی زنجیر تیار کی گئی ہے اور جن سے آگاہ ہونے کے بغیر نہ تو وہ اون نتایج کو سمجھہ سکتا ہے جو اوس سے منتج ہونگے اور نہ آیندہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی کرسکتا ہے۔ غرضکہ ایران کے حالات کے قلمبند کرنے کے متعلق مین اون مساعی سے کام لونگا جو مجھہ سے قابل تر مصنفون نے دوسرے ممتاز ممالک پر مبذول کی ہین لیکن جنہین دو سو سال سے کسی انگریزی مصنف نے ایران پر صرف نہین کیا یعنی اس قلمرو کی ہو بہو اور پورے قد کی تصویر اتارنا۔

سیاحت

بالآخر مین مسافر کی زندگی کے اون حالات کو جو مشرق مین سفر کرنے سے پیش

آتے ہین اور سیاحت کے اون واقعات کو جو گو ہمیشہ اہم نہین ہوتے لیکن پھر بھی تازگی کی ایک شان لئے ہوتے ہین قلمبند کرنے سے اس تصنیف مین وہ دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرونگا جسکے نہونے کی صورت مین ناظرین کی طبیعت اِسکے پڑھنے سے شاید کسی حدتک اُکتا جاتی۔

ایرانی قوم کے حالات کی دلچسپی

اہل انگلستان کو ایرانیون کے حالات سے دلچسپی پیدا کرانا کوئی زیادہ مشکل نہین ہے[۱] اونکا وہی نسب ہے جو ہمارا ہے تین ہزار سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اونکے آبا واجداد نے اوسی پراسرار آریہ ورت کی سطوح مرتفع کو خیرباد کہا جہان سے ہمارے اسلاف پہلے ہجرت کر چکے تھے۔ جس مقام سے اونہون نے نقل مکان کیا وہ ایک عرصہ سے علوم وفنون

[۱] مجھے ڈر ہے کہ بہت سے انگریزون کے دلون مین ایران کا خیال آتے ہی ہرؔوڈوٹس کے قصون، مور کی نظمون اور شاہ کے جواہرات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ مجموعی اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہرؔوڈوٹس نے قصون کے مقابلہ مین زیادہ تر تاریخی حالات قلمبند کئے اور شاہ کے جواہرات کی خوبی اور چمک دمک مین کوئی کلام نہین ہوسکتا لیکن مجھے افسوس ہے کہ مور پر بوجہ اوس مبالغہ واطراء عظیم کے جس سے اوس کی نظم بھری پڑی ہے۔ ذمہ داری کا بہت بڑا بار عاید ہوتا ہے۔ ایران کے جو حالات اوسنے بیان کئے ہین اون کو اصلی حالات سے اوسی درجہ مشابہت ہے جتنا کہ لیسٹر کے چوک کے الحمرا کو ابوعبداللہ کے دلفریب اور بے نظیر محل کے ساتھ۔ جو سے بند میر کی گلگشت کا بیان ایسا ہی سراب آسا ہے جیسا کہ عنادل شیدا کا "شراب عنبرین کشمالہ" کو اصل کشم کے بجبر دیرانہ سے مقابلہ کرنے پر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور جب لٹرل نے یہ اشعار لکھے تھے کہ

مور امیتو یہ سنتا ہے کہ صفاہان پہ جب ۔۔۔ چادر نور چڑھاتی ہے قمر کی طلعت

گاتے ہین فارسی مین لوگ تمہاری غزلین ۔۔۔ گر یہ سچ ہے تو ہو تم یار بڑے خوش قسمت

تو ضرور اوسنے مور کی لاعلمی کے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہوگا اور ہمارے شاعر کی انانیت کا اوسکی خاطر سے دم بھرا ہوگا۔

کا مسلسل و متصل گو غیر نتیجہ خیز مبحث بن رہا ہے[51]۔ انڈو یورپین خانوادہ کے وہ پہلے افراد تھے جنہون نے خالص توحید کو اپنا ایمان قرار دیا۔ اونہین مین زردشت کا ظہور ہوا جو مشرق کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤن مین زمانہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر تھا بشرطیکہ اوسکا ظہور حقیقت مین کبھی ہوا بھی ہو[52]۔ یزدان و اہرمن کے روح کو تزکیہ بخشنے والے عقیدے نے وہین نشو و نما پایا اور اوستا نے تدوین کی شکل پکڑ کر وہان اوس آگ کو روشن کیا جو اگرچہ اپنے آبائی آتش خانون مین قریبًا بجھ گئی ہے پھر بھی اوسکا ایک دھیما مگر مستقل شعلہ بمبئی کی دولت و آسایش کے فانوس مین جل رہا ہے۔

تاریخ ایران کا ڈراما

تاریخ ایران کی شاندار منازل کو ہم جون جون طے کرتے ہین ہماری نظر کے

---

[51] مین اس امر سے واقف ہون کہ آجکل یہ دعوی کیا جا رہا ہے کہ آریہ لوگ ایشیا سے نہین آئے لیکن فی الحال مجھے سارٹیئن تھیوری (ملاحظہ ہو "اقوام آریہ کی قدامت قبل زمانہ تاریخ" مصنفہ ڈاکٹر شریڈر و مترجمہ ایف بی جیونس - اور "آریون کی اصلیت" مصنفہ کپتان آئی زک ٹیلر ۱۸۹۰ء) کے تسلیم کرنے مین بھی تامل ہے اور اسکینڈی نیوین تھیوری (دیکھو "تاریخ آریہ" مصنفہ مسٹر پنکا ۱۸۸۶ء) کے باور کرنے سے بھی مین جھجکتا ہون کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہین اونکے بعد کوئی تیسرا نظریہ جو ابھی تک معرض شہود مین نہین آیا میرے سامنے نہ پیش کر دیا جائے لہذا مین ابھی اوس قدیم مفروضہ کو سب پر ترجیح دیتا ہون کہ آریون کا اصل وطن ایشیا تھا جسکی تائید پروفیسر جے اشمٹ نے ایک مضمون مین جو رسالہ "ٹرینزکشنس آف دی رایل اکیڈیمی آف برلن" مین ۱۸۹۰ء مین شایع ہوا تھا نہایت شد و مد سے کی ہے۔

[52] اس شرط کی قید مجھے پھر اس لئے لگانی پڑی ہے کہ پروفیسر ڈارمسٹیٹر جیسے فاضل جید کی راے مین زردشت کے وجود کی اصلیت اس سے زیادہ نہین کہ وہ "طوفان کے عالمگیر فسانہ کا ماحصل ہے"۔

سامنے بہت سے ایسے لوگون کے نام گذرتے ہین جنکو ہم بچپن سے اچھی طرح پر جانتے ہین۔ روایات اور فرضی حکایات سے جنکو بمقابلہ کسی دوسرے ملک کے ایران سے زیادہ تعلق ہے۔ قطع نظر کرکے ہمین کیخسرو۔ دارا۔ اور اخشیارشا کی جلیل القدر اور عظیم الشان صورتین نظر آتی ہین جنکے ہاتھون کی لکھی ہوئی تحریر زبان حال سے اونکی شہرت اون محلون اور عمارتون سے پکار رہی ہے جہان اوہنون نے حکومت کی تھی اور جشن برپا کئے تھے۔ اسکو بعد کچھ شہاب ثاقب جونہی نوع انسان کو تعجب مین ڈال گئے یا اُن پر بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہوئے۔ سکندر۔ چنگیز خان۔ تیمور۔ نادر شاہ کی شکل مین دوڑتا ہوا گذرتے ہین اور آتش افشانی اور خونچکانی کرتے ہوئے غائب ہو جاتے ہین۔ روما کی جمہوری سلطنت کے لیے سب سے زیادہ مصیبت ناک وہ زمانہ تھا جبکہ کیرسے کے میدان جنگ کریسیس کی فوجون کے کشتون کے پشتے لگ گئے۔ دو دفعہ روما کے ایک قیصر کو ایک ایرانی بادشاہ ایرانی فاتح کے آگے گردن اطاعت جھکانی پڑی ایک تو اوسوقت جبکہ قیصر ولیرین نے اپنی گردن شاپور اوّل کے جوتے کی ایڑی کے نیچے رکھی اور ایک اوسوقت جبکہ قیصر رومینس دیوجانس کو الپ ارسلان سلجوقی ہزبر اعظم نے قید کرلیا۔ ایک تیسرے روما کے قیصر جولین کا جسے ایک زمانہ جانتا ہے میدان جنگ مین مارا جانا شاپور ثانی کے لیے بمنزلہ ایک ایسی فتح کے ہوگیا جو لڑائیان جیتنے سے بھی زیادہ قیمتی تھی۔ پھر دو دفعہ مشہور ومعروف خسرو نوشیروان اور اوسکے پوتے خسرو پرویز کے عہد مین سرحد ایران بحر روم کے ساحل سے جاملی اور اوسکی سطوت وجبروت کا ڈنکا بازنطیم کی چار دیواری کے اندر جا بجا۔

اسکے بعد حضرت عمرؓ کی تلوار چمکی اور قرآن کے شعلہ جوالہ کی لپٹ نے ہرطرف آتش افشانی کی ازمنۂ مابعد مین بڑے بڑے لوگون مثلاً ابو ابن سینا[1] فردوسی - عمر خیام - سعدی - حافظ کے نام ایران کے صفحۂ حکمت وشعر وسخن کے عنوان طراز ہوئے اور اوسکے لئے ایک ایسی میراث چھوڑ گئے جسکی شہرت کا فنا ہونا محالات سے ہے - بالآخر ایک ملکی خاندان شاہی اور اوسکے ساتھ ایک ملکی خصوصیتون کے رنگ مین ڈوبا ہوا مذہب نمودار ہوا اور ایران کی تاریخ کے گذشتہ تین سو سال کے جسقدر کارنامون مین عظمت وشکوہ اور ثبات واستقلال کی شان پائی جاتی ہے وہ آجکے دن تک شاہ عباس اعظم سے منسوب کئے جاتے ہین - اسکے بعد کمتر درجہ کے فرمانرواؤن کے نامون کا ایک سلسلہ ہماری نظر کے سامنے گذرتا ہے اور اندرونی خانہ جنگیون اور قومی کشاکشون کا ایک مسلسل نظارہ ہمارے دیکھنے مین آتا ہے جسکے اثنا مین روس اور انگلستان میدان مین نمودار ہوتے ہین - یہ واقعات ہمکو موجودہ زمانہ تک لے آتے ہین اور ہم دیکھتے ہین کہ سلطنت ایران جسکی حدود اب بہت ہی کم رہ گئی ہین لیکن پھر بھی سمٹی ہوئی خوب ہین ایک ترکی خاندان کے زیرنگین ہے اور دنیا کے روبرو ناصرالدین شاہ کی مشہور ومعروف ذات کو پیش کرتی ہے - اگر ایران کو کسی اور لحاظ سے وقعت کی نظر سے دیکھے جانیکا استحقاق نہ بھی حاصل ہو پھر بھی اوسکے لئے کیا یہ شرف وامتیاز کچھ کم ہے کہ اوس کی ڈہائی ہزار سال کی مسلسل ومتصل قومی تاریخ موجود ہے جو دنیا کے بہت کم ملک پیش کرسکتے ہین -

---

[1] مصنف کی مراد مشہور حکیم بوعلی سینا سے ہے - مترجم

انگلستان اور ایران کے تعلقات



سکے علاوہ جو خاص تعلقات ایران کو انگریزی قوم کے ساتھہ مختلف زمانون اور بالخصوص موجودہ صدی مین رہے ہین اوسکے لحاظ سے لازم ہے کہ انگریزون کو ایران سے دلچسپی ہو اور جس انگریز نے اپنے ملک کی تاریخ کو بامعان نظر پڑہا ہے وہ اس لزوم کا نظر انداز کرنا پسند نہ کریگا۔ شاہ ایڈورڈ اول کے عہد مین برطانیہ کلان نے ایک معتبر سفیر کو اپنی طرف سے پورے اختیارات دیکر مغل شاہنشاہ ارغون کے دربار مین بھیجا جسکے علاقہ مین اوسوقت ایران شامل تھا۔ اسکے قریباً تین صدی بعد ایک سفیر صفوی خاندان کے دوسرے شاہنشاہ کے پاس ملکہ ایلزبتھ کے خطوط لایا۔ شاہ چارلس اول نے بھی اپنا ایک ایلچی ایران بھیجا تھا مگر اوس کا یہان پہونچکر انتقال ہوگیا۔ سولہوین اور سترہوین صدی مین انگریزی کارپردازون نے شمالی یوروپ اور بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے ساتھ تجارتی روابط قایم کرنے مین مساعی جمیلہ سے کام لیا۔ ان دونون صدیون کے درمیان انگلستان کو اپنی بحری قوت کے روزافزون تفوق کی وجہ سے پہلے تو خلیج فارس کی تجارت کا ایک حصہ ملا اور پھر پوری طرح سے یہ تجارت اوسکے ہاتھ مین آگئی۔ بالآخر موجودہ صدی کے آغاز کے ساتھہ انگلستان اور ایران مین قریبی تعلقات کا ایک ایسا سلسلہ قایم ہوگیا جو باوجودیکہ دو دفعہ تو سیاسی کشاکش اور ایک مرتبہ جنگ سے ٹوٹ چکا ہے پھر بھی اوسکا وجود برابر قایم رہا ہے۔ انہین تعلقات کی وجہ سے انگلستان کو کئی موقعون پر وہ شہرت حاصل ہوی کہ جسکے مہتم بالشان ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور گوان تعلقات پر بہت سی غلطیون اور

کسی قدر ندامت کا داغ لگا ہوا ہے اور بہت سی مثالین ایسی بھی پائی جاتی ہین کہ کبھی تو ہم شد و مد کے ساتھ ان روابط کے متعلق سلسلہ جنبانی کی گئی کہ اوسپر انتشار و ہیجان کے الفاظ صادق آنے لگے اور کبھی ایسی غفلت اور کاہلی سے کام لیا گیا کہ ضعف و اضمحلال کی تعریف کا اوسپر اطلاق ہونے لگا لیکن با این ہمہ انھین تعلقات کی بدولت انگلستان و ایران ایک ایسے قریب کے سیاسی رشتہ سے مربوط ہین جو مملکت اول الذکر کو ایشیا کی کسی دوسری خود مختار حکومت کے ساتھ نہین۔

میرے سفر کے چار حصے

حکایت کو مین اب شروع کرنے والا ہون اوسکے ضمن مین مین مذکرہ صدر زمانون مین سے اکثر کی یادگارون اور مندرجہ بالا اشخاص مین سے بعض کے کارنامون پر نظر ڈالون گا۔ میرا سفر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک تاریخی دلچسپی یا سیاسی امتیازہ اور نیز جداگانہ طور پر اپنی اپنی خصوصیات کی شان لئے ہوئے ہے۔ اِن چارون حصون مین علی الترتیب ایران کے شمالی و مشرقی۔ وسطی اور جنوبی و مغربی صوبہ جات اور جنوب کی بحری شاہراہ سے بحث ہوگی۔ اور اگر مین استعارہ سے کام لون تو مین اونکو ایک تاگے سے تعبیر کر سکتا ہون جس مین میتے اون ممالک کے متعلق جن مین نے خود سفر کیا ہے یا جو اون سے ملحق تھے ایسے تمام کوائف و معلومات کو پرو دیا ہے جن کا مصدر میرا اپنا سفر ہے جو حسب ذیل اجزا پر مشتمل ہے۔

(۱) ۸۵۰ میل کا سفر بذریعہ سواری اسپ خراسان کے سرحدی صوبہ مین اور وہان سے

دارالسلطنت طہران تک۔

(۲) ۸۰۰ میل کا مشہور سفر (یہ بھی گہوڑے پر) طہران سے بوشہر تک

(۳) شط العرب اور دریاے قارون کی مرحلہ پیمائی اور۔

(۴) خلیج فارس کا کشتی کا سفر۔

(۱) خراسان



اب مین اپنے ناظرین کو اون مقبوضات کی سیر کراؤنگا جو زمانہ کی غارت گری سے بچکر خراسان کے پاس جو کسی زمانہ مین ایک عظیم الشان سلطنت ہوتی تہی رہ گئے ہین۔ ایک وہ زمانہ تہا کہ مملکت خراسان مین مرو کا علاقہ شریک تہا۔ خیوا تک اس کی سرحد پہیلی ہوئی تھی۔ ہرات اور قندہار اس مین شامل تہے اور دریاے جیحون اسے سیراب کرتا تہا۔ اور گو اب اسکی عظمت وشوکت قایم نہین رہی پہر بہی یہ صوبہ (جو ہیبتناک پہاڑون اور دشوار گذار گہاٹیون سے مستحکم ہے جسمین جابجا ایسے میدان پہیلے ہوئے ہین جن مین مشہور ومعروف دارالسلطنتون کے آثار ابہی تک باقی ہین اور جس مین کم از کم ایک شہر[۵۱] اب بھی ایسا ہے جو تمام دنیا مین مشہور ہے) ایسے بہت سے مباحث کی جولانگاہ ہے جو موثر اغراض سلطنت اور دلچسپ و معنی خیز ہین صدہا سال سے یہ مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد اقوام کا میدان کارزار بن رہا ہے اور جنگ کی دستبرد کے علاوہ قتل وغارت کا بازار یہان خوب گرم رہا ہے۔ ایشیا مین کم علاقے ایسے ہونگے جنکا رقبہ خراسان کے رقبہ کے مساوی ہو

[۵۱] اس سے غالباً مشہد مراد ہے۔ مترجم

اور اُن مین اسقدر ہی آدمی قتل ہوئے ہون جتنے کہ خراسان مین۔

صوبجات ملحقہ

ایک قدرتی امر ہے اور اس کتاب کی ضخامت کا بھی یہی اقتضا ہے کہ اپنے سفر کے اس حصہ کے حالات بیان کرتے وقت مین صوبجات یا اضلاع ملحقہ کے جدید ترین کوایف قلمبند کرون۔ ان کوایف کے اکثر حصہ کا ماخذ وہ تحقیقات ہے جو مینے بطور خود اس نواح مین کی اور اجتماعی حیثیت سے نہایت لایق اور مستند لوگون نے اوس کی نظر ثانی کی ہے۔ اسمین مشرق کی طرف سرحد ایران و افغانستان اور سیستان کے مسایل کی حقیقت داخل ہے جہان سرحد ہندوستان کا مسئلہ ایک زبردست حریف کی شکل مین آکر ظاہر ہوتا ہے اور ایران کے ترکی کے مقبوضات واقع بحر اخضر کے واقعات بھی ان مین شریک ہین۔ اس حصہ کے طبعی حالات اور اقلیم ایران کے دوسرے حصون کی طبعی خصوصیات مین ایسا حیرت انگیز تخالف اور تناقض پایا جاتا ہے کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ہم سرزمین ایران کے کسی حصہ کے بجائے کرۂ ارض کے متقابل حصہ (امریکہ) مین آگئے ہین۔ اسکے علاوہ کوایف مسطور شمال مغربی اور مغربی صوبہ جات کے حالات پر مشتمل ہین جہان بڑے بڑے شہر موجود ہین۔ غیر ممالک کے ہر قوم و ملت کے لوگ آباد ہین اور نہ مٹ سکنے والے آثار قدیمہ پائے جاتے ہین۔ اسی طرح ایران کے جنوبی حصون کے حالات پر بحث کرتے وقت مین اون بعید المقام اور غیر معروف جنوب شرقی و جنوب غربی صوبہ جات کے حالات قلمبند کرونگا جو زمانہ کے تمدنی رجحانات

کا ایک عرصہ دراز سے مقابلہ کرتے چلے آئے ہین - اور جن مین اب تک خانہ بدوشی کا وہ تمرد اور شورش پائی جاتی ہے جو ایک زمانہ مین اہل ایران کی خصوصیات کا ایک غیر تغیر پذیر جز و تھی -

(۲) صوبجات متوسط

ان کو خیر باد کہتے وقت مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے دربار کی تصویر کا ایک رخ دکھاؤنگا جو عظمت و شان کے لحاظ سے زمانہ سابق مین سلاطین مغلیہ کے دربار کا ہمسر تہا اور ایک ایسے طرز حکومت کا نقشہ کہینچکر بتاؤنگا جسپر باستثنائے چین مشرقیت کا سب سے زیادہ رنگ چڑہا ہوا ہے اور بالآخر ایک ایسے شہر کی سیر کراؤنگا جس مین ایک ایشیائی دارالسلطنت کی ناقابل تغیر خصوصیات کے ساتھہ یوروپ کے مستعار لوازم تمدن ملے ہوئے نظر آئینگے - طہران سے ایک شاہراہ (جسکے عرفی مفہوم کا اطلاق صرف نوّے میل کے ایک ٹکڑے پر ہوسکتا ہے) اوس عظیم الشان سطح مرتفع کی تدریجی حدود و فاصل کی طرف ہماری رہنمائی کرے گی جو سطح سمندر سے بحساب اوسط ... ۴ سے لیکر ... ۵ فٹ تک بلند ہوگی - اور جو ایران کے بیچون بیچ واقع ہے - اس سطح مرتفع کے کثیر التعداد سلسلہ ہائے کوہ شمالی اور جنوبی سمندرون کے مابین آرہ کے دندانون کی طرح حایل ہین - جو کم یا زیادہ وسعت کے میدان ان پہاڑون کی دامن مین واقع ہین اون پر ہم کو بڑے بڑے مگر ویران شہرون کی شکل مین گئی گذری شان و شوکت - شرمناک بے عنوانی اور اندرونی انحطاط کی محسوس یادگارین نظر آئینگی - تم اپنے اوہام و تعصب اور رموز و اسرار کے

پردہ کے پیچھے سے اون دمکتے ہوئے سنہری قبون کی جہلک دکھا رہا ہوگا۔ جو اولیاء کے مزارون اور شہنشاہون کے مقبرون پر سایہ افگن ہین۔ اصفہان اپنے محلون کے اُجڑے ہوئے کروفر۔ اپنے باغون کی خزان رسیدہ فضاؤن اور اپنے عظیم الشان پلون کی شکستہ حالی سے جو کسی زمانہ مین چھ لاکھ پچاس ہزار کی آبادی کی دہمک ست گونجا کرتے تھے ایک حسرت اور درد سے بھری ہوئی داستان سنا رہا ہوگا۔ گوکہ اسکے پررونق بازارون کی گھما گہمی سے ابھی تک اس بات کا ثبوت ملتا ہو کہ بنج بیوپار مین یہان کے لوگ سرگرمی سے مشغول ہین اور قومی تجارت فروغ پر ہے۔ شیراز جس مین کبھی حافظ کے دلکش ترانون کی شکر ریز صدا آتی تھی اور جو سعدی کے فلسفہ آمیز کلام کی شورانگیزی کا نمکدان تہا ان شعراء کے مقابر کو اپنی آغوش مین لئے ابھی تک اون پر نازان نظر آرہا ہوگا لیکن اِسکے دلفریب چمنستان۔ اسکے رقص کنان فوارے اور اس کی جانفزا بہارین اون لوگون کے ساتھ چلی گئی ہین جو اونکی مدح مین رطب اللسان تہے اور جنکا اب فقط نام باقی رہ گیا ہے جسکی یاد آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے۔ اسی نواح مین اور زمانہ حال کے ان کھنڈرون سے بالکل ملحق ایک زیادہ عظیم الشان تصور اور ایک قدیم تر عہد سلف کے آثار کچھ فاصلہ پر واقع ہین۔ یہان ابھی تک میدان پردہ سفید سنگ مرمر کا مقبرہ کھڑا ہے جسمین غالباً کسی زمانہ مین کیخسرو کی نعش ایک سونے کے تابوت مین محفوظ تھی۔ اس سے تہوڑے ہی فاصلہ پر دارا کا مقبرہ جسپر کسی بےدرد نے نباشی کا ستم ڈھایا ہے ایک عمودوار گہاٹی کے ڈھلوان پہلو سے حسرت بھری نگاہ کے ساتھ ٹکٹکی جمائے نظر آتا ہے۔

اسکے مقابل اصطخر کا شاہانہ چبوترہ اپنے بوسیدہ ستونون کو اپنی ہتیلی پر اٹھائے کہڑا ہے اور ملبہ کے ڈہیرون مین سنگتراشی کی صنعت کے اون نمونون کو دکہاتا ہے جنہون نے کسی زمانہ مین اخشیارشا کے محلون اور ارتخششت کے طاق ورواق کو زینت بخشی تہی۔

آثار قدیمہ

اگر مین عہد سلف کی ان مشہور ومعروف یادگارون کی سیر مین تہوڑا سا وقت اور صرف کرون تو غالبًا میرے ناظرین کو مجھ سے شکایت نہ ہوگی۔ یہ یادگارین ہمین بتاتی ہین کہ دولت وعظمت اور طمطراق کے لحاظ سے ازمنہ وسطی کے ایران کو زمانہ حال کے ایران پر جسقدر تفوق عظیم حاصل تہا اوس سے بھی زیادہ عہد سلف کے ایران یعنی ہیروڈوٹس اور زنوفن کے ایران کو ازمنہ وسطی کے ایران پر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے فضیلت حاصل تھی اور اب بھی اوسکے کہنڈرون کو دیکھکر ہمین اوس کی اس فوقیت کا سراغ ملتا ہے اگرچہ ان قدیم اور تاریخی یادگارون کو بحث مین لاتے وقت مین اون تفاصیل کا اعادہ نہین کرونگا جو مقام وقوع اور عمارت کی حیثیت سے ان سے متعلق ہین کیونکہ ایسی تفاصیل دوسری زیادہ تر اصطلاحی کتابون مین شرح وبسط کے ساتھ درج ہین۔ پھر بھی مین علوم وفنون جدیدہ کی معلومات وتحقیقات سے استفادہ کرون گا۔ مجھے اون لوگون کے ساتھ ہمدردی نہین ہے جو ایک ملک مین جسکے حالات لایق اور مشہور مصنفون نے لکھے ہون ادہر اودہر چکر لگا کر اپنا سفرنامہ لکھہ ڈالتے ہین اور سمجھنے لگتے ہین کہ ایک سیاح کی بیاض کی مجہول الکیف یادداشتون کا رطب ویابس مواد متعدد علما وفضلا کی مساعی کے ماحصل سے بہتر ہے۔ جس وقایع نگار سفر کو

کچھ بھی پاس وضع یا خودداری کا خیال ہو وہ "پیونیر" کے مدیر کے خیال کے مطابق جو سترہوین صدی مین گذرا ہے اِن علما وفضلا کی تحقیقاتون سے فائدہ اُٹھائے گا - مدیر مسطور لکھتا ہے کہ "مجھے علوم وفنون والسنہ وجغرافیہ ونقشہ جات وکتب - یا حال ماسبق کے متعلق کافی معلومات حاصل ہین کیونکہ اِنکے بغیر عام اور معمولی درجہ کے سیاح اپنے سفر کے حالات آسانی اور عمدگی کے ساتھ قلمبند نہین کرسکتے اور نہ اپنی ذات کو اور نہ دوسرونکو زیادہ فائدہ پہونچا سکتے ہین" اسکے ساتھہ ہی وقایع نگار مسطور کو چاہیئے کہ مشاہدہ اور جایز نکتہ چینی سے کام لیکر اپنے چشمدید واقعات کو صحیح صحیح بیان کرے -

(۳) جنوب مغربی صوبہ جات



تمہارے جنوب مغرب مین مین اپنے ناظرین کی توجہ ملک کے ایک ایسے حصّہ کی طرف منعطف کرونگا جو قدرت کے عطیون سے جنکی انسان نے کبھی تو قدر کی اور جنہین کبھی اوسنے اپنے پاؤن تلے روندا مالامال ہے اس حصّہ ملک مین کشتی چلانے کے قابل دریا اون میدانون مین بہتے ہین - جنپر کسی زمانہ مین سبزہ کا زمردین فرش بچھا تھا لیکن جواب اجڑ کر پتھریلے ویرانون کی شکل مین بدل گئے ہین - یہان اصول فن عمارت کے عظیم الشان نتائج جو علم آب کی صنایع وبدایع اور اوس زمانہ کے لوگون کی بلند نظری اور اولوالعزمی کی دیرپا یادگار ہین اور جن کے نشان قرون مابعد مین نہین ملتے اسوقت رائیگان بہنے والے دریاؤن اور غیر مزروعہ اراضی کے درمیان شکستہ پلیاپیون کی شکل مین قایم ہین - یہ وہی سرزمین ہے جہان کسی زمانہ مین بڑے بڑے شہر زینت دہ لب

بڑی

دریا تھے جہان شاندار اور خوبصورت محل بلند ٹیکرون پر

۔ اور اسکے ساتھہ جب مشرقی سیاحت

اور دیوان خانون کی عظمت ورفعت کی شان دکھلاتے

شامل ہونگے تو وہ لوگ بھی اسکے

سکندر اور شاپور جیسے جلیل المرتبہ شہنشاہ یا توکشورسے

مدوطور پر نہین پڑھتے اسکے علاوہ

دریا کی رو کے ساتھ بہے چلے جاتے تھے اور یا آرام وآ

عجیب انگیز اور نتیجہ خیز کیون نہ ہون

لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے

بہاہی حسرتناک اور عبرت انگیز کیون

عرصہ کے لئے اوس صنعت وحرفت وتجارت کے شارونک اشتیاق پھڑک اوٹھے جیس

قیام کرونگا جسمین ازسرنوجان پڑی ہے اور موجودہ نسل کا یہ فیون کا مخزن ہے۔ اور چونکہ ایران

دہکا کر ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل کردے ئے جاتے ہین جو ایشیائی زندگی

اور قطعہ زمین موجود ہے جو زمانہ سلف کی تاریخ مین اس ین۔ اور ایسی گہری نیندین ہین کہ زمانہ

سرحد کو وہ وسیع جہانہ سیراب کرتا ہے جس مین سے دجلہ فہ ہے۔ اوسکا جواب تک نہین دیتے

فارس مین ڈالے ہین۔ یہ وہ سرزمین ہے جسکی قدرومنزاس برس پہلے ایران کے مفصلات

ناپاک تاریخ کی نظرون مین یکسان ہے۔ ہم یہان باغ عدن ہو اور اونکے تشخص کی خصوصیت

پراسرار مقام مین جا پہونچتے ہین۔ جہان مٹی کے برتنون اور ائیہو۔ لیکن بحالت موجودہ تو ایران

کے درمیان نوبخت نصر کے حروف تہجی ترشے ہوئے پتھر کے ؟ اور گو ایرانی امرا روسی ساخت

ہیکلون اور بابل کے مینارون کی داستان الف ابجد سے لیکر تا گھڑیان جیب مین رکھتے

سے پکار پکار کر سنا رہے ہین۔ یہ وہی مقام ہے جہان حضرت دانیال ۔۔تا ۔ پھر بھی ایرانی قوم کی

گوئیان کین۔ جہان بنی اسرائیل کے شیون وبکا کی صدا بلند ہوئی اور جہان سک

کچھ بھی پاس وضع یا خودداری کا
سترہوین صدی مین گذرا ہے ا
لکھتا ہے کہ "مجھے علوم وفنون وا
متعلق کافی معلومات حاصل ہین
حالات آسانی اور عمدگی کے سا
فائدہ پہونچا سکتے ہین" اسکے سا
سے کام لیکر اپنے چشم دید واقعا

(۳)



تنہا ہے جنوب مغرب
حصہ کی طرف منعطف
کبھی تو قدر کی اور جنہین کبھی اوسنے ا
کشتی چلانے کے قابل دریا اون مید
فرش بچھا تھا لیکن جواب اجڑ کر ہیچ
فن عمارت کے عظیم الشان نتائج
بلند نظری اور اولوالعزمی کی دیر
اسوقت رائیگان ہین
کی شکل مین قایم ہین۔

ریر پکھڑے ہین جو سند باد جہازی زمانہ گذشتہ کے عربی
یہان سے ہم المداین کی رفیع القدر محراب کو مشاہدہ کرسکتے
ریاستان یہان سے ہمکو افق مین نظر آسکتے ہین۔

۴) خلیج فارس

ور بحری سرحد کے کنارہ کنارہ کشتی مین سفر کرتا ہوا مین اپنے
ے حصہ ملک اور ایک ایسے سمندر کی طرف متوجہ کرونگا جسکے
ہین واقف ہوسکینگے اور ساتھ ہی جنگجو عرب قومون ۔ بحری
تاہون کا ذکر کرونگا جنکا غلغلہ ایک زمانہ مین یوروپ
ر کے اون حصون سے استشارہ کرونگا جنکو پرتگال
تجارتی بیڑون نے اپنی جولانگاہ بنایا ہے۔ اگر اسکے
سلجھانے کی خواہش پیدا ہو جس سے تاریخ کی بساط بچھ گئی
ور قوم کا نہایت گہرا رشتہ ہے۔ تو مین اس کے ساتھ
ون گا کہ برطانیہ کلان نے ایک ایسے زمانہ مین جو جنگی اور استحصالی
ے کمتر درجہ پر ہے اوس حق کو جو اوس نے اپنی ایشیائی ملک گیری
ن حاصل کیا تھا اب تک قایم وبرقرار رکھا ہے۔ اور انگریزون کا نام ان
ن مین ابھی تک خوش نظمی اور آزادی کا مترادف ہے۔

مشرق کی غیر تغیر پذیری

مواد میری داستان کو رنگین بنائے گا۔ اور اسکے ساتھ جب مشرقی سیاحت کے قرین قیاس مگر غیر معمولی واقعات شامل ہونگے تو وہ لوگ بھی اسکے مطالعہ سے گریز نہ کرینگے جو کسی کتاب کو مسلسل اور باقاعدہ طور پر نہین پڑھتے اسکے علاوہ جب مین زمانہ گذشتہ کے واقعات کو خواہ وہ کیسے ہی تعجب انگیز اور نتیجہ خیز کیون نہ ہون بیان کرتے کرتے زمانہ حال کے حوادث کا ذکر۔ خواہ وہ کیسا ہی حسرتناک اور عبرت انگیز کیون نہ ہو۔ چھیڑونگا تو ضرور ہے کہ اس قسم کے ناظرین کی رگ اشتیاق پھڑک اوٹھے جس ملک مین ریل نہین وہ بلاشبہ و شک دلفریبیون اور دلبستگیون کا مخزن ہے۔ اور چونکہ ایران کے بہت سے حصون مین ابھی تک ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو ایشیائی زندگی کی مقامی خصوصیتون اور رواجون کی لکیر پیٹ رہے ہین۔ اور ایسی گہری نیندین ہین کہ زمانہ حال کا تمدن اونکے دروازہ پر جو دستک دے رہا ہے۔ اوسکا جواب تک نہین دیتے اسلیئے ایران پر بھی وہی قول صادق آتا ہے۔ اب سے پچاس برس پہلے ایران کے مفصلات کے شہرون پر دارالسلطنت کا روغن گو کسی قدر چڑھ گیا ہو اور اونکے تشخص کی خصوصیت جو وقار و انحطاط کی معجون مرکب تھی۔ گو کسی قدر ضایع ہوگئی ہو۔ لیکن بحالت موجودہ تو ایران مشرق مین مشرقیت کی شان سب سے زیادہ لیئے ہوئے ہی اور گو ایرانی امرا روسی ساخت کی بروہم گاڑی مین سوار ہوتے ہون اور ایرانی سوداگر فرانسیسی گھڑیان جیب مین رکھتے ہون۔ اور ایرانی کاشتکار مانچسٹر کے کپڑے کے جبے پہنتے ہون۔ پھر بھی ایرانی قوم کی

باطنی حالت وہی ہے جو پہلے تھی اور پرانے دستورون اور رسمون سے اوسے ایک متعصبانہ موانست (جس سے گو ہمیشہ غیر مضر نتایج مترتب نہین ہوتے) ہے۔ ہم ابھی تک چارڈن فلسفی کے ان الفاظ کو دہرا سکتے ہین:۔

صُورت اشیا مثلاً عادات۔ عمارات۔ باغات وغیرہ مین جو تغیرات و انقلابات آئے دن ہمارے یوروپ مین برپا ہوا کرتے ہین۔ وہ ایشیا مین نہین ہوتے۔ مشرق مین لوگ تمام باتون مین غیر متغیر ہین۔ اہل مشرق کی عادات وخصایل آج کے دن تک وہی ہین جو زمانہ قدیم مین تھین۔ اور اس لئے اگر کوئی شخص اس یقین کو اپنے ذہن مین جگہ دے کہ اس حصہ دنیا مین اشیا کی خارجی صورت (مثلاً وہان کے لوگون کی عادات و رواجات) اب بھی وہی ہے جو دو ہزار برس پہلے تھی تو بیجا نہ ہوگا۔ البتہ اگر کوئی تبدیلیان ہوئی ہین تو وہ مذہب کے باعث ظہور مین آئی ہین۔ لیکن وہ اسقدر کم ہین کہ قابل لحاظ نہین ہوسکتین۔

مشرق کی دائمی دلفریبی

مین دوسرونکو اوس بات کے سمجھانے کی کوشش کرتا ہون جسے مجھے بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ مین خود کامل طور پر سمجھ نہین سکا یعنی مشرق کی حیرت افزا اور بے انداز دلبستگی۔ مسٹر اسٹینلی نے اپنے ایک خط مین ایک دفعہ لکھا تھا کہ سوڈان مین بھی کیا مقناطیسی اثر ہے جس نے گارڈن اور دوسرے بہت سے بہادرون کو افریقہ کے قعر تیرہ و تار مین ہلاک ہونے کے لئے کھینچ لیا اور معلوم نہین کہ کتنی انسانی قربانیان اور ابھی چڑھین گی جب اسکی خون کی پیاس کہین جا کر بجھے گی۔ اسی قسم کا ایک اثر گو وہ اسقدر جیہ

خطرناک نہین مسافر کو کشان کشان ایشیا مین لاتا ہے اور فاصلہ اور وقت کی خفیف مزاحمتون
کی طرف سے بے پروا بنا کر اوسکے دل مین صرف یہی اشتیاق آمیز خواہش پیدا کرتا ہے کہ
وہ آگے بڑہا چلا جائے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ وسیع منظرون۔ دامن ہائے کوہ تک بے حجابانہ
پہیلے ہوئے میدانون۔ اپنے دامن سے میدانون کی حاشیہ طرازی کرنے والے پہاڑون
بے سڑک کے رستون۔ بے پشتہ یا بے خندق کی سڑکون۔ اور سطے منازل و طریقہ سفر
کے ذرایع کے بے روک انتخاب مین جو لطف اور مسرت حاصل ہوتی ہے وہ ہرگز انگلستان
کے وسائل نقل و حرکت کی یکرنگی اور زندگی روزمرہ کے تکلفات کے روکھے پن مین حاصل
نہین ہوتی۔ اسکا باعث ایک حد تک اوس اطمینان کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے جو اپنے
کام کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دینے کی اوس خواہش کے پورا ہونے سے پیدا ہوتا ہے
جسے نوکرون چاکرون کا ایک جم غفیر بھی مٹا نہین سکا۔ اور نیز اسے جان جوکھون مین ڈالنے
کے اوس شوق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جسے انیسوین صدی بھی زائل نہین کر سکی۔
یا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ مشرق کی سرزمین مین اُن نظارون کی دید مین محو ہو کر جہان زندگی اور
اوس کے حوالیات مین ہزارہا سال سے کوئی تبدیلی واقع نہین ہوئی۔ جہان خانہ بدوش
ابراہیم ابھی تک اپنے مویشیون کے گلون کو لیے ہوئے دشت نوردی اور بادیہ گردی
کرتے پھرتے ہین جہان ربیکا ابھی تک کنوئین سے مشک مین پانی بھر کر لاتی ہے۔
جہان وحشیانہ چپقلشین حضرت ایوب کی غریب الوطنی کے مصائب و آلام کی یاد کو تازہ
رکھتی ہین۔ مغربی شخص اپنے مصنوعی تمدن کا خول اتار دیتا ہے اور اُسے یہہ محسوس

ہونے لگتا ہے کہ مین اپنے آباو اجداد کی نسل سے پھر آملا ہون اور اوس سرزمین کی ہوا میرے رخساروں پر مروجہ جونبانی کر رہی ہے۔ جس مین کبھی میرے اسلاف نے پرورش پائی تھی۔

مغرب اور مشرق کا مقابلہ



ب اور مشرق کی زندگی کے حوایج اور سامان معیشت کے محسوس اور مستقل اختلافات پر خامہ فرسائی کرنا تحصیل حاصل ہے۔ جس شخص نے مشرق خاص مین سرسری طور پر بھی سفر کیا ہوگا وہ ان اختلافات کی حیرت انگیز بے پایانی سے بیخبر نہین۔ جن ملکون مین نہ گہاٹ ہین نہ بندرگاہ۔ نہ ریلین ہین نہ اسٹیشن۔ نہ شاہراہین ہین نہ بازار (جن معنون مین کہ ہم ان لفظون کا استعمال کرتے ہین) نہ سرائین ہین نہ ہوٹل۔ نہ پلنگ ہین نہ میزین اور نہ کرسیان بلکہ جہان ایک مسافر کے لیے یہی ساز و سامان کافی ہوتا ہے کہ اوسکی پاس سواری کی ایک زین کے علاوہ اگر اور کچھ ہو تو صابن کی ایک ٹکیا ہو۔ اون مین اور ہماری ملک مین فی الحقیقت بعد المشرقین حایل ہے اور اوسکے عجایبات فی الواقع شوق و تحیر کے پہلو مین چٹکیان لیتے ہین۔ کوئی ایسا وقت بھی ہے کہ یہان ایک نہ ایک عمامہ کا سحر ہمکو از خود رفتہ نہ بناتا ہو۔ یا غبار آلودہ گلیون مین سے گذرتی ہوئی اون برقعہ پوش شکلون کے معمے کے حل کرنے مین جنہین عورتون سے تعبیر کیا جاتا ہے ہماری عقل چکر مین نہ آتی ہو؟ کیسا عجیب اور انوکھا ہمکو معلوم ہوتا ہے وہ منظر جہان نہ کہیتون کے گرد جہاڑیون یا درختون کی باڑ ہے۔ نہ جنگل ہین۔ نہ چراگاہین ہین اور نہ کہیت۔ جہان روشن و تابناک مطلع مین ننھی ننھی چیزین کٹی ہوئی سے نظر آتی ہین۔ جہان شہرون پر دہوئین کی گھٹا چھائی ہوئی دکھائی نہین دیتی اور جہان

مکانوں کی ہموار چھتیں روشن والوں اور آتش دانوں سے شق نہین ہین - یہان کے کف دست میدانوں کی پہنائی پر جو بے اختیار کر دینے والی خاموشی طاری ہے وہ انگلستان کے سہانے جنگلوں کی اون دلکشا آوازوں سے کسدرجہ مختلف ہے جن سے ہمارے کان آشنا ہین - اور کیسی جانفزا ہے وہ آب و ہوا جسے دہند اور کہر اور ابخرے مکدر نہین کرتے بلکہ جہان نیر اعظم اپنی عمودی شعاعوں کی برچھیان نصف النہار پر سے پھینکتا ہے!

ایران اور انگلستان کا بے پایان اختلاف

مشرقی ممالک مین میں پھرا ہوں اون مین ایک بھی ایسا نہین جسے ایشیائی اور یوروپی مناظر کے اختلافات کے لحاظ سے ایران کی ہمسری کا دعویٰ ہو - انگریزی ناظرین کو جنکے قدرتی مناظر کے خیالات کا ماخذ محض یوروپ ہے اوس تناقض و تخالف کا تصور دلانا مشکل ہے جو یوروپ کے نظاروں کو ایران کے نظاروں سے متمیز کرتا ہے - یورپ مین پہاڑ بالعموم نیلی یا نافرمانی رنگت کے ہوتے ہین - حالانکہ ایران مین پہاڑوں کا رنگ شعلہ کی طرح سرخ ہوتا ہے یا بہورا - یا فاختئی - یوروپ مین جب کھیت گھاس یا زراعت کے سبز پوش سے ڈھکے ہوئے نہین ہوتے تو کلر متوں کی سرخی کے باعث ارغوانی نظر آتے ہین لیکن ایران مین صحرا اور کھیت مین اگر کوئی فرق ہے تو وہ یہ ہے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۸ سطر آخیر - مینے ایک چھوٹی سی چیز مثلاً ایک جھونپڑی یا عمارت کو متعدد و بار کم از کم بیس میل کے فاصلہ سے دیکھا ہے - اور ایران مین جس شخص نے سفر کیا ہے اوسے ماننا پڑے گا - کہ بسا اوقات اوسے منزل مقصود کے سراب نے یاس و حرمان کا منھ دکھایا -

کہ صحرا کی رنگت بہوری ہوتی ہے اور کھیتون کے ساتھ آبپاشی کی نالیون کی خشک تہ بھی ہمکو نظر آتی ہے۔ انگلستان کا مثال کے طور پر پیش کیا جاسکنے والا گاؤن علیحدہ علیحدہ اور اکثر خوبصورت مکانات پر جو عظیم الشان اور سالخوردہ درختون مین چھپے ہوئے ہوتے ہین مشتمل ہوتا ہے لیکن ایک ایرانی گاؤن کی حقیقت جسے نظیر کے طور پر پیش کیا جاسکے کچی مٹی کے غلیظ بھونپڑون کے ایک مجموعہ سے زیادہ نہین جو بادی النظر مین افقی اور عمودی خطوط سے متشکل اور ایک بوسیدہ کچی مٹی کی دیوار سے محصور ہوتا ہے۔ بحیرہ اخضر کے صوبجات اور چند کوہستانی وادیون کے علاوہ اور کسی حصہ مین جنگل نہین پائے جاتے اور ایران مین ایک بھی ایسا بن نہین جسے بن کہا جاسکے۔ یہان مسافر کئی کئی دن سفر کرتا رہے اور اوسے گہاس کی ایک پتی تک نظر نہ آئے۔ نہ یہان دریا بہتے ہین جنکے کنارون پر سبزہ و ریاحین کی رونق نظر آئے اور نہ یہان کوئی ندی

ریزۂ سنگ سے تا رآب پہ دلکش زمزمہ گاتی ہے۔

یا تو کوئی جوش و خروش سے جھپٹنے والا سیل تمہارا سد راہ ہوتا ہے اور یا کسی حقیر سے نالے کو عبور کرتے وقت بمشکل تمہارے گھوڑے کے سم تر ہوتے ہین۔

اندرونی تناقص

عرصہ کے بعد یہ احساسات ایسے عامیانہ اور دلچسپی سے اس درجہ معرا ہو جاتے ہین کہ مجھے تو دلبستگی کا سامان اوس اختلاف مین اتنا نظر نہین آتا جو مشرق و مغرب کی زندگی کے اسالیب مین ہے جتنا کہ اوس تناقص مین جو خود مشرقی زندگی

کے عناصر و کیفیات مین پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا تناقض ہے جو غیر ذی روح اور انسانی دنیا مین یکسان طور پر محسوس ہوتا ہے۔ وسیع اور بسیط میدان بغیر کسی ڈھلوان یا نشیب و فراز کے یہان دفعتہً آسمان سے باتین کرتی ہوئی اور ڈراونی پہاڑ کی چوٹیون پر منتہی ہو جاتی ہین موسم سرما کا بھیانک اور اجڑا ہوا سمان فصل بہار کی مختلف الالوان جلوہ نمایون سے یکایک بدل جاتا ہے اور گو یہ رنگین عارضی ہوتی ہے لیکن اسکی دلکشائی اور روح افزائی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہزارہا قسم کے رنگ برنگ کے پھولون اور سبزہ کا فرش زمین پر کوسون بچھا نظر آتا ہے۔ سبز اور مزروعہ مقامات کی بھی یہ حالت ہے کہ ادہر ہم نے پانی کا سحر زا حصار چھوڑا اور ادہر وحشتناک صحرا نے اپنی مہیب شکل ہمین دکھائی اور اس اچانک تبدیلی سی دل پر کچھ ایسا اثر ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دفعتہً وادی حیات سے بادیۂ ممات مین پہونچ گئے۔ خزان اور جاڑے کے مہینون مین دن کے وقت تو حرارت کی جان بخشی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا جسم مین سیرون خون دوڑ گیا حالانکہ رات کے وقت اور طلوع آفتاب سے قبل سردی کی وہ شدت ہوتی ہے کہ مغز استخوان منجمد ہوا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہان مغنی قدرت کو اپنی معجز نما اور بے انتہا سرون کی چنگ کی پنچم اور کھرج کے تارون پر ہی مضراب لگانے مین مزا آتا ہے۔

فریب زندگی

جو آثار قدیمہ کہ اشارے اور کنایہ سے ایران کے شہرون اور اون کے باشندون کو اپنے اسرار کی حقیقت کا درس دے رہے ہین۔ اونکے سبق کا اثر ایسا

نہین کہ رائگان جائے۔ شہر اور اہل شہر دونون اوس کی کیفیت سے متکیف ہین۔ اجاڑ ویرانون اور خانہ بدوش لوگون کے خیمون کے اطراف مین

ازنقش ونگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

ننھے ننھے بے قاعدہ طور پر پرورش پائے ہوئے بچے بڑے ہو کر صحیح الجسم اور تنومند جوان نکل آتے ہین۔ برخلاف اسکے عورتون کی حسن کی دوپہر قبل از وقت ڈھل جاتی ہے اور وہ ایسی بدصورت نکل آتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایران مین جس طرح کہ ایک قصبہ اپنے باغیچون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹ سے گھرا ہوا کچھہ دور سے دیکھنے پر حسن وخوبی کا جواہر ریزہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب اسکے پاس جاکر دیکھو تو کچی مٹی کے جھونپڑون کے ایک مجموعہ کی شکل مین منتقل ہوجاتا ہے اور جس طرح کہ ان مکانون کے بیرونی حصہ کو دیکھہ کر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اُن کے اندر پھولون کی کیاریان اور حوض اور سامان عیش وراحت ہوگا جیسا کہ بعض دفعہ فی الحقیقت ہوتا ہے اسی طرح اہل ایران کی ظاہری شکل وصورت اوس تناقض کی داستان سناتی ہے جو اوسے اونکے باطن سے ہے ایرانیون کی خصلت۔

"اونچی دوکان پھیکا پکوان"

کی مصداق قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ اپنے بال بچون کے ساتھہ گو کیسی ہی شفقت اور سلوک سے پیش آتے ہون لیکن اپنے دوسرے ابنائے جنس کے مصائب وآلام کو دیکھکر اس بے اعتنائی سے منھہ پھیر لیتے ہین۔ کہ اونکو وحشی کہا جاسکتا ہے۔ ان کی وضع وروش مین بظاہر ایک شان پائی جاتی ہے لیکن ساتھہ ہی ان مین بھونڈا پن اور کرختگی بھی اسقدر ہے

کہ اونہین صورت مین انسان اور سیرت مین بہایم سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ ایک ہی
شخص ایک وقت تو کبر و نخوت سے اکڑتا نظر آتا ہے اور دوسرے وقت اس تملق اور انکسار
سے کام لیتا ہے کہ فراشی سلام کرتے کرتے اوس کی کمر دوہری ہوئی جاتی ہے۔ تہذیب و تمدن
کے اصول سے بوجہ احسن آگاہ ہونے پر بھی اونکا خبط اوہام پرستی زایل نہین ہوئی۔ اونکے
اوضاع و اطوار کو جنکے سامنے بادی النظر مین اہل پیرس کے اخلاق بھی ماند ہین اگر
غور سے دیکھا جائے تو مکر و دروغ بافی اور گندم نمائی و جو فروشی کے سوا اون مین اور کچھہ
نظر نہ آئے گا۔ قانون اخلاق کے مقررہ ضوابط کی دکھانے مین تو نہایت سختی کے
ساتھہ پابندی کرتے ہین لیکن عمل کرنے مین نہایت شرمناک بدکرداری اونکا وتیرہ ہے۔ مذہب
کا تقید اور سختی کبھی تو یہان تک بڑہ جاتی ہے کہ آتش تعصب سے لوگون کی روح جل اوٹھتی ہی
اور کبھی ایسی آزادی کی ہوا چل جاتی ہے کہ لا اوریون کی سب بے اعتنائی اوس مین حلول کرجاتی
ہے۔ نظام سلطنت کو اس لحاظ سے کہ اوسکی ترکیب سادہ ہے زمانہ قدیم کے اوس طرز حکومت
سے تشبیہہ دیجاسکتی ہے۔ جسمین قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ پر فرمانروائی کرتا تھا اور اس اعتبار
سے کہ اوس کو غلط کاری کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے گر اور ڈھب یاد ہین۔ اوس طرز
سلطنت سے تشبیہہ دیجاسکتی ہے جسکے اصول کی بنا فلارنس کے ایک مدبر میکیاول نے
پندرہوین صدی کے آخر اور سولہوین صدی کے شروع مین ڈالی غرضکہ ایران کے طرز زندگی مین
شان و شوکت بھی پائی جاتی ہی اور پھوہڑپن اور غلاظت بھی ہین یہان کے لوگ رذیل بھی ہین اور شریف
بھی۔ اور عجم کے مرقع مین ایک طرف تو چشم ظاہر بین کی دلفریبی اور دوسری طرف مکر و زور کی

حیلہ بازی کی تصویر کھینچی ہوئی نظر آتی ہے۔

کتب سیاحت

اس باب کے ختم کرنے سے پہلے مین اون تصنیفات کے متعلق کچھ لفظ کہنا چاہتا ہون جو ایران کے حالات کے بارہ مین بالخصوص سیاحت اور تحقیقات کے مضامین پر لکھی گئی ہین۔ کم ملک ایسے ہونگے جن کا سفر اسقدر قلیل التعداد لوگون نے اختیار کیا ہو لیکن جن کے حالات مین پھر بھی اسقدر کثیر التعداد کتابین لکھی گئی ہون۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ جو شخص اس ملک مین وارد ہوتا ہے۔ اوسکے مشاہدون اور تجربون کا نزالا پن اوسکے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ ان تصنیفات کی فہرست مین ایسی کتابین بھی پائی جائینگی جو نہایت قابلیت اور محنت سے لکھی گئی ہین۔ اور ان کی قدر قیمت ابھی تک نہین گھٹی بلکہ اس لحاظ سے اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ جس فہرست کا مینے ذکر کیا ہے اوس مین بعض نہایت ہی ناکارہ اور بیسر وپا کتابین بھی شامل ہین۔ مین عنقریب ایک دوسری جلد مین تاریخ وسیاحت ایران کے متعلق اون تصنیفات کی ایک کامل فہرست شایع کرنے کا قصد رکھتا ہون جو مین مختلف کتابون کے مطالعہ اور موجودہ وسایل معلومات سے مرتب کرسکا ہون۔ لیکن فی الحال مین ذیل مین ایک نقشہ درج کرتا ہون جو میری ذاتی کتب بینی کا ماحصل ہے۔ اس نقشہ مین اون تمام سیاحون کے نام شریک ہین جنہون نے میرے علم مین دسوین صدی کے شروع سے ایران مین خود سفر کرکے وہان کے تاریخی اور جغرافی حالات کو قلمبند کیا ہے اور اس کے متعلق ہماری معلومات کے صحیفہ کے حجم

کو بڑہایا ہے اور جن کی تصنیفات معدودے چند مستثنیات کو چھوڑکر عام طور پر دستیاب ہوسکتی ہین۔ ہرایک سیاح کے نام کے مقابل مین نے اوسکے سفر یا سکونت ایران کی تاریخ بھی لکھہ دی ہے۔ اوسکی تصنیف کی اشاعت کی تاریخ کا درج کردینا مینے اس لئے مکتفی نہین خیال کیا کہ اوس سے ناظرین کو ٹھیک حالات معلوم نہ ہوسکین گے۔ اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جاے کہ ان اعداد کے جمع کرنے مین مجھے ہر صورت مین مصنف کی اصلی تصنیف سے جو بعض حالتون مین عسیر الحصول تھی استشارہ کرنا پڑا اور بہت کم صورتین ایسی ہین جنہین مینے تصنیف متعلقہ کو بالاستیعاب نہین پڑہا تو غالبًا ناظرین کو اس امر کا اعتراف ہوگا کہ ایسی فہرست کی تدوین مین جو ایران کے متعلق اپنی قسم کی پہلی فہرست ہے کچھ محنت صرف نہین کی گئی۔ ذیل کے نقشہ مین مینے کسی ایسی تصنیف کا نام شریک نہین کیا جو کسی یورپین کی طبعزاد نہ ہو یا جسکا ترجمہ بعد کو یوروپ کی کسی زبان مین نہ ہوا ہو۔

سنہ ۹۰۰ء لغایت سنہ ۱۰۰۰ء	سنہ ۱۰۰۰ء لغایت سنہ ۱۱۰۰ء	سنہ ۱۱۰۰ء لغایت سنہ ۱۲۰۰ء	سنہ ۱۲۰۰ء لغایت سنہ ۱۳۰۰ء
علی ابوالحسن مسعودی سنہ ۹۱۳ء لغایت سنہ ۹۱۵ء ابواسحق الاصطخری	ناصر خسرو سنہ ۱۰۳۵ء لغایت سنہ ۱۰۵۰ء	ادریسی سنہ ۱۱۵۰ء ربی بنجمن ٹیوڈیلائی سنہ ۱۱۶۰-۱۱۷۳ء	یاقوت سنہ ۱۱۸۰-۱۲۲۹ء پادری ولیم ڈی ابروکوئیس سنہ ۱۲۵۳ء نکولو میفیو و مارکو پولو سنہ ۱۲۷۱-۱۲۹۴ء ابوالفدار سنہ ۱۲۷۳-۱۳۳۱ء
سنہ ۱۳۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۰۰ء	سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۶۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء
سیر ہوسینو ٹوٹی سنہ ۱۳۰۰ء	لیودوویکو ورٹومیئس تھیما سنہ ۱۵۰۳ء	سر انتھونی و سر رابرٹ شرلی سنہ ۱۵۹۹-۱۶۲۷ء	آدم اولیریئس سنہ ۱۶۳۳-۳۸ء

سنہ ۱۳۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۰۰ء	سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۶۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء
پادری اوڈورک ڈی پورڈینان سنہ ۱۳۲۵ء	ایک گمنام سوداگر سنہ ۱۵۰۲-۱۵۰۷ء	جی مین ویرنگ سنہ ۱۵۹۹-۱۶۰۰ء	پادری گیبریل ڈی شنان سنہ ۱۶۲۸-۵۰ء
ابن بطوطہ سنہ ۱۳۴۲ء	جیوونی انجیولیلو سنہ ۱۵۱۰ء	جان کارٹ رائٹ پادری سنہ ۱۶۰۰ء	جے بی ٹیورنیر سنہ ۱۶۲۹-۵۵ء
پادری بی پیگولاٹی سنہ ۱۳۴۰ء	انٹانیو ٹنزیرو سنہ ۱۵۲۹ء	ڈان جوان ڈی پرشیا سنہ ۱۶۰۰ء	جے۔ اے۔ ڈی منڈیلسلو سنہ ۱۶۳۸-۴۰ء
پادری جوہنی ڈی مارگنالی سنہ ۱۳۵۰ء	گبریل ڈی لوئٹز سنہ ۱۵۴۶-۵۰ء	سر جان ملڈن ہال سنہ ۱۶۰۰ء	ہیر بیٹنگ سنہ ۱۶۴۵ء
ڈان رائی گانزیلز ڈی کلیوجو سنہ ۱۴۰۵ء	سدی علی سنہ ۱۵۵۶ء	ایس کے زلانکی بینی سنہ ۱۶۰۲ء	پی آرر گورڈی سنہ ۱۶۵۰ء
عبد الرزاق سنہ ۱۴۴۱-۵۸ء	اہلکاران وافسران (برٹش) مسکووی ٹریڈنگ کمپنی یعنی انتھونی جنکنسن	پیڈرو ٹکسیرا سنہ ۱۶۰۴ء	ڈان پیڈرو سیبیٹیاؤ کوبیرو سنہ ۱۶۵۰ء
نکولو کانٹی سنہ ۱۴۱۹-۴۴ء	رچرڈ چینی - آرتھر ایڈورڈس - لارنس چیپمن - لایونل پلمٹری	پی آر۔ پال سائمن سنہ ۱۶۰۷ء	پی آر الگزنڈر ڈی روڈس سنہ ۱۶۵۶ء
ایتھینیسیس نکیٹن سنہ ۱۴۷۰ء	کرسٹوفر برو سنہ ۱۵۶۲-۸۰ء	جوزف سیلبنک سنہ ۱۶۰۹ء	پی آر مینوئل گاڈنہو سنہ ۱۶۶۳ء
جوزیفا باربیرو سنہ ۱۴۷۴ء	سیزر فریڈریکو سنہ ۱۵۶۳ء	فرے گیسپر ڈی سین برنارڈینو سنہ ۱۶۱۱ء	پی آر انجیلو ڈی لابراس سنہ ۱۶۶۴-۷۸ء
امبروڈیو کنٹرینی سنہ ۱۴۷۴-۵ء	دی۔ ڈی۔ بلینک سنہ ۱۵۷۰ء	جان کروتھر و رچرڈ اسٹیل سنہ ۱۶۱۵-۱۶ء	جے ڈی تھیونیا سنہ ۱۶۶۴-۷ء
ہیرانیمو ڈی سینٹو اسٹیفینو سنہ ۱۴۹۹ء	ونسنشیو ڈی الیسینڈری سنہ ۱۵۷۱ء	ٹامس کاریٹ سنہ ۱۶۱۶ء	سر جے چارڈن سنہ ۱۶۶۵-۷۷ء
	جان نیوبری سنہ ۱۵۸۱-۵ء	پیٹرو ڈیلا ویلی سنہ ۱۶۱۶-۲۳ء	اے ڈالیر ڈیسلانڈیز سنہ ۱۶۶۵ء
	ریلف فچ سنہ ۱۵۸۳-۵ء	ڈان گریشیاس ڈی سلوے فیگیوروا سنہ ۱۶۱۸ء	ایچ۔ ڈی۔ جیگر سنہ ۱۶۶۵ء
	جے۔ ایچ۔ وان لنشوٹن سنہ ۱۵۸۳-۹ء	گائس ناہز سنہ ۱۶۱۹-۲۰ء	جان اسٹرائیز سنہ ۱۶۷۱-۲ء
	سی لیمبرٹ سنہ ۱۵۹۸ء	نکولس ہیم سنہ ۱۶۲۳ء	ایف پیٹس ڈی لاکرائے سنہ ۱۶۷۴-۶ء
	انٹونیو ڈی گوویا سنہ ۱۵۹۸ء	سر ٹامس ہربرٹ سنہ ۱۶۲۷-۸ء	جان فرائیر سنہ ۱۶۷۶-۷ء
		پی آر پیسفک ڈی پراؤنس سنہ ۱۶۲۸ء	پی آر ایس این سنین سنہ ۱۶۸۳ء

سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء

وان کمپفر	سنہ ۱۶۹۳-۸ء
پی اردلا	سنہ ۱۶۸۹-۹۰ء
گیمیلی کریری	سنہ ۱۶۹۴ء
پی آر ڈی لامیز	سنہ ۱۶۹۸ء
ایف سی شلنگر	سنہ ۱۶۹۹ء

سنہ ۱۷۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۰۰ء

کپتان اے ہملٹن	سنہ ۱۷۰۰-۲۰ء	جونس ہنوے	سنہ ۱۷۴۳-۸ء	ابی ڈی بوشیپ	سنہ ۱۷۸۶ء
جے پی ڈی ٹورنیفورٹ	سنہ ۱۷۰۱ء	پی آر ڈسوینیز	سنہ ۱۷۴۴ء	جان ٹیلر	سنہ ۱۷۹۰ء
کارنیلس لی برن	سنہ ۱۷۰۳-۴ء	ڈاکٹر جے کک	سنہ ۱۷۴۷ء	جی۔ اے آلیور	سنہ ۱۷۹۶ء
پی آر کروزنسکی	سنہ ۱۷۰۵-۲۵ء	بارتھالومیو پلیسٹ	سنہ ۱۷۵۰ء	جان جیکسن	سنہ ۱۷۹۷ء
جان بیل ساکن انٹرموری	سنہ ۱۷۱۶-۷ء	لفٹنٹ۔ ای۔ بی۔ آئیوز	سنہ ۱۷۵۸ء		
بیسل بیٹسٹریس	سنہ ۱۷۱۶-۳۰ء	کارسٹن نیبور	سنہ ۱۷۶۱-۵ء		
دوری افندی	سنہ ۱۷۲۰ء	الیس جی گیملین	سنہ ۱۷۷۱-۲ء		
پی آر بشود	سنہ ۱۷۲۲ء	آر۔ ہیبلوٹ	سنہ ۱۷۷۳-۴ء		
کپتان بی۔ ایچ۔ بروس	سنہ ۱۷۲۲-۳ء	ابراہام پارسنز	سنہ ۱۷۷۵ء		
پی آر لیند۔ وڈی۔ ایس سیسیلیا	سنہ ۱۷۳۵-۶ء	جی۔ فارسٹر	سنہ ۱۷۸۳-۴ء		
جے آٹر	سنہ ۱۷۳۷-۹ء	کانٹ دی فریس ساویاف	سنہ ۱۷۸۴-۵ء		
دوانگریز	سنہ ۱۷۳۵ء	پی۔ ایس۔ پیلاس	سنہ ۱۷۸۵ء		
عبدالکریم	سنہ ۱۷۴۲ء	ڈبلیو فرینکلن	سنہ ۱۷۸۶-۷ء		
پی آر ہیٹرت	سنہ ۱۷۴۱-۷ء	سر ایچ جونز بریجز	سنہ ۱۷۸۶ء و سنہ ۱۸۰۸ء		

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

سر جے میلکم	سنہ ۱۸۰۰-۱۰ء	موسو وان کاٹزیبو	سنہ ۱۸۱۷ء	لال موہن	سنہ ۱۸۳۲ء
جے اسکاٹ ویرنگ	سنہ ۱۸۰۲ء	کرنل جے جانسن	سنہ ۱۸۱۷ء	لفٹنٹ ٹی ایس پاول	سنہ ۱۸۳۳-۴ء
پی اسیڈی جابرٹ	سنہ ۱۸۰۵-۶ء	سر آر کیر پورٹر	سنہ ۱۸۱۸-۲۰ء	میجر ہیڈ نسٹم	سنہ ۱۸۳۴ء
کرنل اے-ڈی ہانٹمس	سنہ ۱۸۰۶-۹ء	لفٹنٹ ٹی لملڈن	سنہ ۱۸۱۹-۲۰ء	بیرن ٹامس کارف	سنہ ۱۸۳۴-۵ء
پی-اے ڈی-گارڈین	سنہ ۱۸۰۷ء	پی گارڈن	سنہ ۱۸۲۰ء	پادری جے پرکنس	سنہ ۱۸۳۴-۴۳ء
کپتان ٹرول سیر	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	سی-جے-رچ	سنہ ۱۸۰۲-۱ء	سر ایچ-رالنس	سنہ ۱۸۳۴-۶۰ء
اے ڈیری	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	جے-بی فریزر	سنہ ۱۸۲۱-۳۴ء	کرنل ڈبلیو اسٹوئرٹ	سنہ ۱۸۳۵-۶ء
پی ٹینکابین	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	آنریبل جی-کیپل	سنہ ۱۸۲۴ء	آچرا ایلا ئے	سنہ ۱۸۳۵-۷ء
کرنل ترینل	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	ایم-آکورٹ	سنہ ۱۸۲۶ء	الگزینڈر شوڈزکو	سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
جے پی موریسز سنہ ۱۸۰۸-۹ء و	سنہ ۱۸۱۱-۵ء	سر جے-ای الگزینڈر	سنہ ۱۸۲۶ء	جنرل-ایف-آر چیسنی	سنہ ۱۸۳۵-۷ء
کپتان ڈبلیو پی گرانٹ	سنہ ۱۸۰۹ء	کپتان-آر مگنان	سنہ ۱۸۲۶-۳۰ء	ڈبلیو-ایچ اینسورتھ	سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
سر ایچ پاٹنجر و کپتان کرسٹی	سنہ ۱۸۱۰ء	ٹی-بی-آرمسٹرانگ	سنہ ۱۸۲۸-۹ء	دی فانٹینئیر	سنہ ۱۸۳۵-۸ء
جنرل ڈبلیو مانیتھ	سنہ ۱۸۱۰-۳۱ء	ٹامس لکاک سنہ ۱۸۲۸-۲۹ء - سی بیلینجر	سنہ ۱۸۲۹ء	میجر ڈارکی ٹاڈ	سنہ ۱۸۳۶-۷ء
سر جے میکڈانلڈ کنیئر	سنہ ۱۸۱۰-۳۰	ای-اسمتھ و ایچ-جی ڈوایٹ	سنہ ۱۸۲۹ء	سر جے میکنیل	سنہ ۱۸۳۶-۸ء
سر ڈبلیو آؤسلے	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	اے این گرووز	سنہ ۱۸۲۹ء	سر جسٹن اور لیڈی شیل	سنہ ۱۸۳۶-۵۳ء
پادری ایچ مارٹن	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	ای-این مینٹیز سنہ ۱۸۳۰ء		کپتان-آر-ولبرہیم	سنہ ۱۸۳۷ء
ڈبلیو پرائیس	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	کپتان اے کوتائی	سنہ ۱۸۳۰ء	یوجین بوری	سنہ ۱۸۳۸-۴۰ء
جے-بی-روسو	سنہ ۱۸۱۲ء	سارجنٹ گبنس	سنہ ۱۸۳۱ء	حاجی عبدالنبی	سنہ ۱۸۳۸ء
کرنل جی ڈرووِل	سنہ ۱۸۱۲-۱۳ء	ڈاکٹر جے والف	سنہ ۱۸۳۱-۳۴ء	کپتان لیم	سنہ ۱۸۳۸-۹ء
ایم فریگین	سنہ ۱۸۱۲ء	جی فاؤلر	سنہ ۱۸۳۱-۶ء	پرنس شہزادہ ای سالٹیکاف	سنہ ۱۸۳۸-۹ء
جے ایس بکنگھم	سنہ ۱۸۱۶ء	جے ایس-اسٹوکیولر	سنہ ۱۸۳۱-۲ء	کپتان-اے-کونولی	سنہ ۱۸۳۹ء
لفٹنٹ ڈبلیو ہیوڈ	سنہ ۱۸۱۷ء	سر اے برنس	سنہ ۱۸۳۲ء		

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ایچ۔ ٹیکسپیر	سنہ ۱۸۳۹-۴۰ء	ڈبلیو۔ کے لافٹس	سنہ ۱۸۵۰-۹ء	سر لیوئیس پیلی	سنہ ۱۸۶۲-۷۲ء
اے فلینڈن وپی کاسٹی	سنہ ۱۸۳۹-۴۱ء	ایم۔ چریکاف	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	آرم۔ ویمبری	سنہ ۱۸۶۲-۳ء
ڈاکٹر اے گرانٹ	سنہ ۱۸۴۰ء	آر۔ بی۔ بننگ	سنہ ۱۸۵۱ء	سر۔ او۔ سینٹ جان۔	سنہ ۱۸۶۴-۶ء
بیرن سی۔ ڈی۔ بوڈ	سنہ ۱۸۴۰-۱ء	جے بریزن	سنہ ۱۸۵۱ء	کاؤنٹ جے۔ ڈی راشورٹ	سنہ ۱۸۶۴ء
سر اے۔ ایچ لیرڈ	سنہ ۱۸۴۰-۲ء	زار نوٹا	سنہ ۱۸۵۲-۳ء	الیف میشن	سنہ ۱۸۶۵ء
ای۔ ایل سٹفورڈ	سنہ ۱۸۴۰ء	ایچ۔ گارنیئر	سنہ ۱۸۵۲ء	وایکاونٹ پالنگٹن	سنہ ۱۸۶۵ء
کانٹ ڈی سرسی	سنہ ۱۸۴۰ء	کانٹ جے۔ اے ڈی گابینو	سنہ ۱۸۵۵-۸ء	ڈاکٹر ایس ہاس لنشٹ	سنہ ۱۸۶۵-۹ء
ڈاکٹر۔ ایف۔ فاربس	سنہ ۱۸۴۰ء	مسٹر جے۔ آوٹرم	سنہ ۱۸۵۷ء	ڈاکٹر جے ای۔ پالک	سنہ ۱۸۶۵-۸۲ء
جی۔ آسکیپولیٹی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	ڈبلیو۔ اے شفرڈ	سنہ ۱۸۵۷ء	میجر بی۔ لاؤٹ	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
لفٹنٹ ڈبلیو۔ بی۔ سیلبی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	کپتان سی۔ ایچ ہنٹ	سنہ ۱۸۵۷ء	سی جی۔ ولس	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
ڈاکٹر جی۔ پی۔ بیجبر	سنہ ۱۸۴۲ء	کپتان۔ سی۔ کلارک	سنہ ۱۸۵۷-۷۳ء	اے۔ ایچ۔ مونسی	سنہ ۱۸۶۶-۷ء
ڈبلیو آر۔ ہالمس	سنہ ۱۸۴۳-۴ء	این۔ ڈی۔ خانیکاف	سنہ ۱۸۵۸ء	کرنل۔ ای۔ سی۔ راس	سنہ ۱۸۶۷-۹۰ء
این۔ ایل۔ وسٹرگارڈ	سنہ ۱۸۴۳ء	ڈاکٹر او پلا	سنہ ۱۸۵۸ء	ڈی۔ ڈبلیو۔ فریشفیلڈ	سنہ ۱۸۶۷ء
ایم۔ وگینر	سنہ ۱۸۴۳ء	ای۔ ڈیوہاسٹ	سنہ ۱۸۶۰ء	جی۔ میگلیوناف	سنہ ۱۸۶۸ء
لفٹنٹ۔ آر۔ مریچ	سنہ ۱۸۴۳ء	آر جی۔ واٹسن	سنہ ۱۸۶۰ء	پادری۔ اے۔ ایل کیٹس	سنہ ۱۸۷۰ء
کام جے۔ ای جونس	سنہ ۱۸۴۴-۷ء	جے۔ آسمیٹن	سنہ ۱۸۶۰ء	کرنل ایون اسمتھ	سنہ ۱۸۷۰-۲ء
جے۔ پی فیریئر	سنہ ۱۸۴۵ء	ایم۔ ڈی۔ بلاکویل	سنہ ۱۸۶۰ء	جے بیسٹ	سنہ ۱۸۷۱-۸۵ء
ایچ ڈی سیل	سنہ ۱۸۴۸ء	اے۔ بی۔ ایسٹوک	سنہ ۱۸۶۰-۲ء	ڈبلیو بریٹل بینک	سنہ ۱۸۷۲ء
مس آیڈا پلیفر	سنہ ۱۸۴۸ء	ڈاکٹر ایچ۔ بروش	سنہ ۱۸۶۰-۱ء	بیرن میکس وان تھیل مین	سنہ ۱۸۷۲ء
ڈاکٹر ایف اے بوسی	سنہ ۱۸۴۸-۹ء	جے اشر	سنہ ۱۸۶۱ء	کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش	سنہ ۱۸۷۲ء
ای۔ کیتھ ایبٹ	سنہ ۱۸۴۹-۵۹ء	سر ایف۔ گولڈاسمڈ	سنہ ۱۸۶۱-۷۲ء	ڈاکٹر ایچ ڈبلیو۔ بیلیو	سنہ ۱۸۷۲ء
آنریبل آر کرزن	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	ایف۔ ڈی۔ فلیپی	سنہ ۱۸۶۲ء	ڈاکٹر جی روزیریو	سنہ ۱۸۷۲ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ڈبلیو ٹی بلینفورڈ سنہ ۱۸۷۲ء
کرنل وال بیکر و کپتان ڈبلیو گل سنہ ۱۸۷۳ء
پی اے گورڈ نیکاف سنہ ۱۸۷۴ء
کپتان آنریبل جی نیپیر سنہ ۱۸۷۴ء
الیف اسٹولز و الیف سی انڈریاز سنہ ۱۸۷۴-۸۱ء
اے بروا ونیرا سنہ ۱۸۷۴-۵ء
سر سی میکگریگر سنہ ۱۸۷۵ء
ایچ بیلنٹائن سنہ ۱۸۷۵ء
ٹی۔ الیس۔ اینڈرسن سنہ ۱۸۷۵-۶ء
اے آرنلڈ سنہ ۱۸۷۵ء
ڈاکٹر۔ ای۔ ٹیٹز سنہ ۱۸۷۵ء
ای۔ اے۔ فلائیر سنہ ۱۸۷۶-۷ء
سر۔ آر۔ مرڈک اسمتھ سنہ ۱۸۷۶ء
کپتان پشین سنہ ۱۸۷۷ء
سیڈیم۔ سی۔ سرینا سنہ ۱۸۷۷-۸ء
کے۔ ڈی۔ کیاشں سنہ ۱۸۷۸ء
ڈاکٹر جی۔ رڈی سنہ ۱۸۷۹-۸۰ء
جنرل گراڈیکاف سنہ ۱۸۸۰ء
جنرل پیٹروس وچ سنہ ۱۸۸۰ء
جنرل۔ اے۔ ایچ شنڈلر سنہ ۱۸۷۷-۹۱ء

اے لیسو سنہ ۱۸۸۰ء
کرنل۔ سی۔ ای اسٹوئرٹ سنہ ۱۸۸۰-۹۱ء
ای۔ او ڈانوون سنہ ۱۸۸۰ء
اے۔ کانڈی۔ اسٹیفن سنہ ۱۸۸۱-۵ء
ایم ڈیولیفائے و جے ڈیو لیفائے سنہ ۱۸۸۱-۶ء
ای اسٹیک سنہ ۱۸۸۱ء
جنرل گستیجر خان سنہ ۱۸۸۱ء
کرنل ایچ۔ ایل۔ ویلس سنہ ۱۸۸۱-۹۱ء
ای۔ آر سول سنہ ۱۸۸۲ء
ایچ موسر سنہ ۱۸۸۳ء
سر جی۔ ڈبلیو بنجمین سنہ ۱۸۸۳-۵ء
اے۔ رائلی سنہ ۱۸۸۴ء
کرنل۔ ایم۔ الیس۔ بیل سنہ ۱۸۸۴ء
کپتان۔ آر ایچ۔ جننگس سنہ ۱۸۸۴-۵ء
فر۔ ہاؤسے سنہ ۱۸۸۵ء
اے نکولسکی سنہ ۱۸۸۵ء
جے۔ آر پریس سنہ ۱۸۸۵ء
ہیڈن سوین سنہ ۱۸۸۵ء
جے ڈی۔ ریز سنہ ۱۸۸۵ء
ڈاکٹر۔ اے۔ راڈلر سنہ ۱۸۸۵ء

کپتان۔ اے۔ سی۔ ییٹ سنہ ۱۸۸۵ء
جی بائولیٹ سنہ ۱۸۸۶ء
ٹی اسٹیونس سنہ ۱۸۸۶ء
ایچ بائینڈر سنہ ۱۸۸۶ء
کرنل۔ اے لی سوریئیر سنہ ۱۸۸۷ء
لفٹنٹ آر ای گلنڈ سنہ ۱۸۸۷ء
لفٹنٹ ایچ۔ بی۔ واگن سنہ ۱۸۸۸-۹۱ء
جے بی بینٹ سنہ ۱۸۸۸ء
ایچ ڈی ونٹ سنہ ۱۸۸۸ء
ایم۔ وان پراسکوٹز سنہ ۱۸۸۸ء
کانٹ ڈی۔ سیبرن سنہ ۱۸۸۸ء
ای۔ جی۔ براؤن سنہ ۱۸۸۸ء
ایچ ایف بی۔ لنچ سنہ ۱۸۸۹ء
ڈاکٹر پی۔ الیف۔ ٹرابن برگ سنہ ۱۸۸۹ء
مصنف کتاب ہذا سنہ ۱۸۸۹-۹ء
میجر ایچ اوسایر سنہ ۱۸۹۰ء
مسز بشپ (مس ایسابلا برڈ) سنہ ۱۸۹۰ء

تقسیم باعتبار زمانہ

کرہ بالا فہرست مین جونام شریک ہین اون مین سے بعض کی نسبت اس مقا
پر کسی قدر رائے زنی کرنا جس سے اونکے زمانہ ظہور کی تعیین اور نسبتی قابلیت
وفضیلت کا اندازہ لگانے مین سہولت ہوسکے بیجا نہ ہوگا - قرون اولی مین جو فتوحات اسلام
کے بعد گزرین ایران کے بہت کم سفرنامے لکھے گئے لیکن پھر بھی ہمکو مختلف ملل ونداہ
کے زایرون - مثلاً ربی بنجیمن ہسپانیہ کے ایک یہودی - ابن بطوطا تنجیر کے ایک بربر - اور
ولیم ڈی ربرو کوئیس اوراوڈوریکس ڈی پورونیان کیتھولک پادریون کے زہد وورع کا شکر
گزار ہونا چاہیے جس نے اونکو اکثر دیار وامصار کی مرحلہ پیمائی کا شوق دلایا - اسی زمانہ مین مارکو
پولو کی عظیم الشان شبیہ خرامان خرامان اسٹیج پر جلوہ گر ہوتی ہے - پندرہوین صدی کے
آخری حصہ مین وینس کی تجارتی فوقیت کا ثبوت وہان کے بعض تجار اور امرا کے ایران مین
آنے سے ملتا ہے - علی ہذا القیاس ایک صدی بعد انگلستان کے روزافزون تجارتی فروغ
کی شہادت انگریزی تاجرون کی ایک جماعت سے بہم پہونچتی ہے - جو شمال اور جنوب کی
طرف سے ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قایم کرتے ہوئے نظر آتے ہین - ڈان رائی
ڈی کلیویجو - ہسپانوی سفیر نے جسے ہنری ثالث شاہ کیسٹیل نے تیمور کے دربار مین سمرقند
بھیجا تھا اپنی سفارت کے حالات ایک نہایت گرانمایہ شکل مین قلمبند کرنے سے ایک
قایم کی تھی اوسکی تقلید اون کثیر التعداد سفرا نے کی جنہین تاجوران یورپ نے سنہ
مین شاہ عباس اعظم کے دارالخلافہ اصفہان مین سفارت پر مامور کرکے بھیجا - سر انتھانی

وسر رابرٹ شرلی نے جو آپس مین بھائی بھائی تھے اور سر ٹامس ہربرٹ نے جو سر ڈاڈ
مور کاٹن سفیر شاہ چارلس اول کے ساتھ آیا اور جس نے حالات ایران پر ایک نہایت ہی
دلچسپ کتاب لکھی انگریزی پہلو سے ایران کے واقعات قلمبند کیے ڈان گرشیاس ڈی
سلوا جسے فلپ ثالث نے خدمت سفارت پر مامور کیا گویا ہسپانیہ کا سرکاری وقایع نگار تھا
آدم اولیریس اوس سفارت کے حالات کو ضبط تحریر مین لایا جو ہالسٹین کے ڈیوک نے
ایران بھیجی تھی۔ پادری پیسیفک ڈی پراونس راہب نے فرانسیسی پہلو سے ایران کے
حالات لکھے۔ اور کمپفر متوطن وسٹفیلیا ایران مین اوس سفارت کا میر منشی ہو کر گیا جو چارلس
یازدہم شاہ سوئڈن نے بھیجی تھی۔ سترہوین صدی ایران کے منتہائے عروج کا زمانہ ہونے
کے علاوہ وہ دور ہے جس مین غیر ممالک کے لوگون نے اسکے بہت سے سفرنامے لکھے
اس زمانہ مین بہت سے قابل وقابل سیاح تجارتی وتحقیقاتی اغراض سے یکے بعد دیگرے
نہایت سرعت کے ساتھ اس ملک مین آئے اور اپنی مساعی اور اون مواقع کے حالات
کو جو اونہین ایک دول خارجہ سے ربط ضبط بڑھانے والے دربار کی تائید سے حاصل
ہوئے۔ ایسی کثیر التعداد تصنیفات کی شکل مین چھوڑتے گئے۔ جنھین اگر یادگار زمانہ کہا جائے
تو غیر موزون نہ ہو۔ ... ان کتابون مین اہل ایران کی قومی زندگی کے کوایف کے ہر پہلو سے
اور تفصیل ووضاحت کے ساتھ موقعہ موقعہ کی تصویرین اور نقشہ بھی دے
بعض حالتون مین اونکی صحت مین کلام ہے۔ ان سفرنامون مین نہ صرف اوس
ایرانیون کی عادات اور رسوم ورواجات کا حال اور صفوی خاندان کے بادشاہون

[Left margin fragments:] ڈاکٹر جی۔ / جنرل گراڈ / جنرل ہیٹر کہ / جنرل۔ا۔

کے جاہ وجلال اور تزک واحتشام کی کیفیت مندرج ہے بلکہ ان مین پہلی مرتبہ مفصل طور پر اصطخر اور دوسرے مقامات کے عظیم الشان کھنڈرون کے باتصویر حالات سپرد قلم کئے گئے ہین جنکی طرف مشاہیر علمائے یوروپ کی توجہ پہلے ہی منعطف ہوچکی تھی اور جنکی نسبت مضحکہ انگیز خیالات اونکے ذہن مین سما گئے تھے۔ پادری ڈیلا ویلی ایک معزز خاندان کے رومائی کو جسنے نسطورین فرقہ کی ایک خاتون سے بغداد مین شادی کر لی تھی لیکن جس کا انتقال اوسکے اثنائے قیام ایران مین ہوگیا۔ اگرچہ گبن نے طول کلامی اور خود نمائی کا الزام دیا ہے لیکن پھر بھی وہ ان ضخامت آئین مصنفین مین سب سے پہلا شخص ہے جو سخن پروری اور خودبینی ایسے عیوب ہین جنکو تنقید اوس مصنف مین اغماض کی نگاہ سے دیکھ سکتی ہے جو عہد عتیق کے دھندلے پردون کو اوٹھا کر ہمین اون رازون کی سیر کراتا ہے جو پردہ کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ اسکے بعد جین بپٹسٹ ٹیورینر مشہور فرانسیسی جوہری صوفی اعظم (شاہ ایران کو اوس زمانہ مین لفظ صفوی کو بگاڑ کر یوروپ اسی نام سے پکارتا تھا) اور سلاطین مغلیہ کے دربارون مین تاجرانہ حیثیت سے آتا ہے پھر چارڈن ظاہر ہوتا ہے۔ یہ متورع اور مشہور و معروف شخص پراٹسٹنٹ مذہب کا ایک فرانسیسی جوہری تھا جس نے سفرنامہ ایران لکھنے کے بعد اپنی عمر کے آخری حصہ مین آئین نینٹیز کی تنسیخ سے ہجرت کر کے انگلستان چلا گیا اور جب وہ مرا تو اوسے شہر لندن کے ایک بہت ... کیا ... اور نائٹ (انگریزی مین سر کا خطاب) ہونے کا ... ۱۰۶۱ء جو مثال ... انگریز حیثیت سے فرانسیسیون ... سیاح ... سترہوین صدی ... اپنے ... لندن ... ۱۷۱۳ء اور ... دن

ہا کے طبیب کی باری آتی ہے جسکی تحریرات الوکھے پن اور ظرافت مین ہربرٹ سے
ں کم ہون گی اور ان سب کے بعد کا رئیس لابرن ولندیز کا ظہور ہوتا ہے جسکا ناپنے کا
اور پنسل ہر وقت ساتھ رہتی تھی اور جو اون مصنفین کی غلطیون کا بلا تامل اعلان کرنے
کے ساتھ جو اوس سے پہلے گذرے اپنے جانشینون کے حظ نکتہ چینی کے لئے کچھ کم
سواد نہین چھوڑ گیا ہے۔

اٹھارہوین صدی

کے

سکے بعد کے زمانہ یعنی اٹھارہوین صدی مین ایران سیاسی شورش ہو کر لیا جو چارس
رہا اور چونکہ یہ صورت حالات سیاحت یا علمی تحقیقات کے لئے موزوں کا زمانہ ہو نے
لئے اسی نسبت سے غیر ملک کے مصنفین کی تصنیفات اس ملک کے حالات سے لکھے
ں کم ہوگئین۔لیکن باین ہمہ جان بیل ستوطن اینٹر موری کروزنسکی۔متعدد رومن کیتھولک پادرے
یون اور آٹر اور بالخصوص جونس ہینوے کی تصانیف مین ہمکو اس عہد کی خونریزیون اور ات
نہ جنگیون کے ہولناک واقعات کا شرح و بسط کے ساتھ پتہ چلتا ہے۔جان بیل ل
روسی سفارت کے بطور طبیب کے متعین تھا جو پیٹر اعظم نے خاندان صفوی کے باے
نشاہ شاہ سلطان حسین کے پاس بھیجی تھی۔کروزنسکی اسی عہد مین مسیحی ف تو غیر
جنہیلین کا پیشوا تھا۔آٹر نے اوس عہد مین ایران مین سفر کیا جبکہ نادر شاہ لوسے
جنگ کہ بعض حالتون مین اونکی چڑھائی کی۔ اور جونس ہینوے ایک زیرک ئے
ایرانیون کی عادات اور رسوم جس نے بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے بادشاہون دس

ساتھ انگریزی تجارت کا تعلق قایم کرنے کے خارج از امکان منصوبہ کی تجدید کرنے کا
قدم ... اسی صدی کے آخری حصہ مین جی۔ فارسٹر نے جو ہندوستان سے روانہ ہوکر
پہلی مرتبہ افغانستان اور ایران کی راہ سے انگلستان پہونچا۔ شمالی اقطاع مین اپنے خوفناک
سفر سے جغرافیہ کے متعلق ہماری معلومات کو بہت کچھ بڑھایا۔ اور جنوب مین کریم خان زند
صوبہ دار شیراز کی بے تعصبانہ اور ہر دلعزیز حکومت کے حالات کو انگلو انڈین فوج کے
...ٹ فرینکلن اور کارسٹن نیبور نے جو جزیرہ نمائے عرب کے مہتم بالشان سفر سے واپس
نمایان کیا ہے۔ اسی زمانہ مین گیمیلن اور آلیور نے ایران کے عمدہ حالات لکھکر اپنے
اکین
...مین بلحاظ تعبیر ... فرانس کی شہرت کے برقرار رکھنے مین حصہ لیا۔

انیسوین صدی

... کی شکل اس ق...
...ار دی ہور ہو کر ... نکے ... وین صدی کے پردہ کا ایک کنارہ اٹھا کر ہم ایک ایسے عہد کی دہلیز کے
...اور ... قدم رکھتے ہین جس مین یوروپ کی تدبر و سیاست نے ایران مین داخل
... کے تمام رستون کو از سر نو کھول دیا اور سفیرون اور ایلچیون کے ساتھ ساتھ بہت
...ے ... سیاح حکمت ایران مین وارد ہوئے اور دونون طبقہ کے لوگون نے اپنے تجربون
...ہدون کو مساوی محنت و جانفشانی سے قلمبند کیا۔ سر جان میلکم کی ۱۸۱۵ء اور ۱۸۲۹ء ...
...تمام موزون ... سیاحون نے انیسوین صدی ... کر ذیل مین کیا جاتا ہے۔ دو کتابین ...
...قطرہ تک ضایع نہ ... تحقیقات یا آثار قدیمہ کی سر ... براری اور ... پرشیا" "تاریخ ایران" الفنسٹن

"تاریخ ایران" اگرچہ اوس زمانہ مین لکھی گئی جبکہ فن تاریخ نویسی مین فلسفہ کی روح نہ پڑی تھی لیکن پھر بھی انگریزی مین کوئی کتاب ایران کے تاریخی حالات کے متعلق اسکی ٹکر کی نہین - "مرقع ایران" بھی ایک نہایت ہی دلفریب کتاب ہے اور نوادر و لطائف کا مخزن ہے - ایک دوسری کتاب جسے متذکرہ بالا سفارتون کے نتائج کے جزو سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - کپتان میکڈانلڈ کا "جاگریفیکل میمائر" (تذکرہ متعلق فن جغرافیہ) ہے - یہ کپتان میکڈانلڈ وہی ہین جو بعد مین سر جے میکڈانلڈ کنیئر کے لقب سے ملقب ہوئے اور اون کا یہ تذکرہ ایک عرصہ تک ایران کے حالات متعلقہ فن جغرافیہ مین معلومات کا عطیہ سمجھا

جاتا تھا سفارتہائے مسطورہ کے نتائج کے منجملہ وہ سفر اور تحقیقاتین بھی ہین جو پارس
نے عروج کا زمانہ ہو
ہین جو متعدد برطانوی یا ہندوستانی افسرون بالخصوص گرانٹ - پا
زنامے لکھے
نے کین - اسی زمانہ مین نپولین کے قاصد جنرل گارڈین کی فرانسیسی
ہے بعد دیگرے
ہمراہ متعدد لایق لایق مصنف لیتی گئی - جن مین ٹروہیر - ٹریزیل - ٹانر
کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاسکتا ہے - لیکن ڈوپری کی تصنیف سب سے

سر ہارڈ فورڈ جونس نے ۱۸۰۹ء مین اپنی محنتون اور مصیبتون کی سرگذشت کو خود قلمبند
کے سکے ساتھ موریر بھی تھا جس نے اس موقعہ کو اور دو سال بعد سر گور آوسلی
ہ سلطانی کے موقعہ کو غنیمت پا کر دو نہایت مستند
ی عہد مین مسیحی فرقہ سنجہ بھی دے گئے
لان کا پتا ستنے موزخ نہ تھے عہد مین ایران مین سفر کیا جبکہ نادر شاہ مین نہ صرف اوس
ایرانیون کی عادات چڑھائی کی - اور جونس ہینوے ایک زیرک ن کے بادشاہون
جس نے بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران

علوم مین بڑا ماہر تھا اور ہیز ڈبلیو پرائس نے قلمبند کیا۔ ۱۸۱۷ء مین کوٹز بو کاونٹ ریز بولاف
کی روسی سفارت کی سرگذشت کو حیز تحریر مین لایا۔ ۱۸۳۵ء مین کرنل اسٹوئرٹ سر ہنری ایلیس
کا میر منشی ہوکر آیا اور محمد شاہ کے نظام سلطنت کی ایک دلاویز تصویر کھینچا گیا۔ اسکے بعد سر
جسٹن شیل سفیر انگریزی نے اپنی بی بی کو ایک مفید اور معلومات سے بھری ہوئی تصنیف کے
مرتب کرنے مین مدد دی۔ کاؤنٹ ڈی گابینو نے طہران مین بطور سفیر مقیم ہونے کے
... اغراض ... مرعی رکھکر متعدد عالمانہ کتابین تصنیف کین۔ اور دوسری سفارتون
... اکین ... عمدہ عمدہ کتابین لکھین۔ چنانچہ بیرن ڈی بوڈ روسی سفارت کے میر منشی نے
... مین بختیاری کے دلچسپ حالات کو جو اوس نے ۱۸۴۰ء مین اختیار کیا تھا ایک
... کی شکل مین قلمبند کیا۔ ایسٹوک نے جو بیس سال بعد انگریزی سفارت مین اسی
... ماموری ہوکر ایک عمدہ کتاب لکھی اور موسیو باربیر ڈی مینارڈ مستشرقی مصنفین کی تصانیف
اور ... تراجم ... کی وجہ سے درجہ اوّل کے فرانسیسی علما مین شمار ہونے لگا۔
... مین ایران جو روز افزون شہرت حاصل کر رہا تھا۔ اوس سے متاثر ہوکر متعدد
... انگریز سیاحون نے انیسوین صدی کے پہلے دس سال کے بعد سے اس
... کی تحقیقات یا آثار قدیمہ کی سراغ برآری اور بعد مین اس تحقیق و تفتیش کی
... موزون طور پر درج ہین۔ اوس سے ایک کو بھی بجائے ... کاٹ ویرنگ۔ بکنگھم۔
... قطرہ تک ضایع نہ کرون گا۔
... چودہ صدی سے ...
... رہی ...

جسکے خزاین مین اوسوقت تک کمی نہ آئی جب تک آوس نے متعدد ... انشا ... اور بہت سے لطیف و دلچسپ افسانے دنیا کے سامنے پیش نہیں کئے۔ ... طبقہ کے مصنفین وہ ہین جنکا تعلق افسرانہ حیثیت سے ہند کے دیوانی و فوجی محکمہ جات کے ساتھ تھا اور جو انگلستان کو جاتے ہوئے ایران مین سے ہوکر گذرے۔ ان مین سے محکمہ فوج کے متعلق کرنیل جانسن۔ کپتان آرتھر کونولی۔ (جو لیفٹننٹ ... ہوا) اور سر الگزینڈر برنس جو کابل کے حسرتناک سانحہ کا شکار ہوا اور محکمہ ملکی ... کے متعلق ... آر ... بی۔ بننگ اور ای۔ اسٹیک کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے ... ہوکر گذرے ...

سنہ ۱۸۵۱ء مین فارسی زبان مین اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھنے کے باعث ... کے عروج کا زمانہ ہو ... حالات کے متعلق حقیقت مین ایک ایسی اچھی کتاب لکھی کہ اوس سے بہتر اور ... مفرنانے لکھے ... نہین لکھی گئی اور اسٹیک نے اپنی جدت طراز تحقیقاتون کی رونق کو خیالات ... کے بعد دیگرے ... بندش کی چستی اور طرز ادا کی دلفریبی سے دوبالا کر دیا۔ اس صدی کے ... لبد کچھ کچھ فصل سے ایران کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو انگریزی اور ... قلمبند کی ... پادریون نے بڑہایا ہے جنھون نے شمالی سرحد پر نسطورین فرقہ کے عیسائیون ... وسلی ... بڑے بڑے شہرون مین ارمنی عیسائیون کے درمیان ایران کو اپنا ... بنایا۔ اسی زمانہ مین بعض ... کے اوس عہد مین ایران مین سفر کیا جبکہ نادر شاہ ... نہ صرف اوس کے بادشاہون ... نام میجر رالسنن کا ... چڑہائی کی۔ اور جونس ہینوے ایک زیرک ... ایرانیون کی عادات ...

ہو تو اوس وقت دیکھنا چاہیئے۔ جبکہ وہ قدرت کی عظمت وشان کی لفظی تصویر کھینچ رہے
یا پرانے کھنڈرون کی حسرت ناک داستان بیان کر رہے ہون۔ ایسے موقعون پر اونکی
وجد کی وہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہ حال مین آنیوالے فقیر بھی اون سے سبق لے سکتے ہین
اوس طبقہ کے مصنفین کی نسبت جنکی تعداد روز افزون ترقی پر ہے۔ جو ایک ملک کی سیاحی
کا یہی مفہوم سمجھتے ہین کہ ایک سیل کی طرح اوس مین سے گذرتے ہوئے چلے جائین جو ایسی
تصنیفات کا جو اون سے قابل تر لوگ پہلے لکھہ گئے ہون اوّل تو مطالعہ ہنین کرتے یا کرتے بھی ہین
تو محض اس غرض سے کہ سرقہ کے مرتکب ہوکر اوسکے مضامین کو اپنا طبعزاد بتائین اور جو معنی
سمجھتے ہین تو غلط تعبیر و تاویل کرتے ہین تو غلط ہجہ تک کرتے ہین تو غلط مین کچھ ہنین کہنا
چاہتا۔ ایران اس قسم کے وقایع نگارون کا بھی موقت بنا ہے۔ لیکن جس قسم کی کتابین وہ
لکھتے ہین۔ اونکے لئے بمقابلہ دوسرے مقامات کے یہان کمتر مواد دستیاب ہوسکتا ہے
اس مواد کے بہم پہونچانے کیلئے بہت کچھ محنت کی ضرورت ہے۔ یہان ریل کی سڑکین
ہنین ہین کہ ان حضرات کو سفر مین جسمانی آرام ملے اور دماغ کے خیالی ڈہکوسلون کے بجائے
ضخیم اور کثیر الحجم کتابون کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ غرضکہ ممالک محروسہ شاہ ایسا میدان ہنین
ہے اونہین عمدہ مال غنیمت مل سکے۔ اسکے علاوہ جس بیاض نسیان مین ان لوگون
نام موزون طور پر درج ہین۔ اوس سے ایک کو بھی نجات دلانے کے لئے مین سیاہی
قطرہ تک ضایع نہ کرون گا۔

مین اڑہائی دن

دوسرا باب

راہ ورسد

(اس باب کو صرف سیاح کے نام سے معنون کیا جاتا ہی)

افریقہ کے آتش بار اور ریگ فشان صحرا — یا قاف کے بے توفیق اور وحشت انگیز
کیا جانئے بنتے ہین موقف میری چکر کا — جہلم مین پڑے جا کر یا تا و میری سنجیدہ بار

(رباعیین)

معلومات کی ضرورت

انگلستان سے روانہ ہونے کے قبل احباب نے مجھ سے استفسار کیا کہ مین کس راستہ سے سفر کرنیکا قصد رکھتا ہون اور جب مین واپس آیا تب بھی مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ مین کس راہ سے گیا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ باوجودیکہ آجکل عام طور پر مسافرون کی رہنمائی اور رہبری کے لئے ہدایتی دستور العمل جاری ہین پھر بھی جغرافیہ کے متعلق تفصیلی اطلاع ایسے عام طور پر شایع نہین کہ ایک علیحدہ باب [illegible] اون مختلف راستون کی تصریح ہو جس سے مسافر ایران جا سکتا ہے اور وہان [illegible] بتایا جا سکتا ہے اور جس مین اون تدابیر کی توضیح ہو جن پر اوسے آغاز سفر سے پہلے [illegible] ضروری متصور ہو۔ مسافر کے لئے راہ اور زاد راہ دونون کے انتخاب

جنرانام میجر را

ایرانیون کی عام

اسقدر پہلو موجود ہین کہ کچھ ہدایات ان دونون امور کے بارہ مین مناسب معلوم ہوتی ہین۔ راستون اور فاصلون کے جو نقشے ہمنے دئے ہین۔ اون کا ماخذ قابل اعتماد ذرایع ہین اور وہ جدید ترین معلومات پر مشتمل ہین۔ کوئی کتاب اسوقت ایسی موجود نہ ہوگی۔ جس مین اونہین اسطرح پر ایک جگھ جمع کیا گیا ہو۔

ایران کا موقعہ

ایران اگرچہ دور ہے لیکن رسائی سے دور نہین۔ طبعی لحاظ سے یہ ملک شمال اور جنوب کی طرف دو سمندرون سے محدود ہے اور اس سلئے قیاس معًا اس بات کو چاہتا ہے کہ یہان بڑی آسانی سے پہونچ سکتے ہین۔ اس کا مشرقی اور مغربی سرحدی علاقہ وسیع اقطاع سے جو غیر مخالف مگر مختلف النسل اقوام کے قبضہ مین ہین ملحق ہے اور ایران مین داخل ہونے کے دوسرے ابواب کو جو اسقدر آسان نہین ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ زیادہ تر مسافر اسی وجہ سے اوّل یا تو بحیرہ اخضر اور یا خلیج فارس کے سواحل پر لنگر انداز ہوکر سرزمین ایران مین داخل ہوتے ہین۔ موجودہ دار السلطنت طہران بحیرہ اخضر سے سڑک کے راستہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسی سلئے اکثر مسافر یہی راستہ اختیار کرتے [illegible] سترہوین صدی عیسوی مین جبکہ خاندان صفوی کے سلاطین کا پایہ تخت اصفہان تھا [illegible] خلیج فارس سے قریب تر ہے تو قدرتی طور پر مسافر خلیج مسطور کے بندرگاہون پر جہاز سے [illegible]تے تھے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی حصہ مین بھی جبکہ قا[illegible]نے علم گردن افرازی بلند کر رکھا [illegible] اور مسافرون کے لئے خوف و خطر کا کمین گاہ بن رہا تھا تو یورپین سیاح [illegible] ازراہی دن

سیاح بالخصوص جنوبی راستہ کو ترجیح دیتے تھے اور اس خصوصیت کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ انگلستان اور فارس کے تعلقات کی شیرازہ بند اوس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی تھی اور ان کی نگرانی کا صدر مقام کلکتہ تھا یا بمبی - چنانچہ سرجان میلکم - سرہار فورڈ جونس اور سر گور آوسلی کی سفارتون نے شاہنشاہ فارس کے ممالک محروسہ مین اول اول بوشہر کو اپنا مقام ورود قرار دیا -

ترتیب باب

اس امر کو مسلم قرار دینے کے بعد کہ ایران مین داخل ہونے کے آسان ترین اور واضح ترین یہی رستے ہین - مین شمالی راستون مین سے اول اوس راستہ کا ذکر کرونگا جس سے انزلی ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین - اور پھر شمال کیطرف کے باقی راستون کا حال لکہون گا - اسکے بعد مین مشرقی جنوبی اور مغربی راستون کو علے الترتیب بیان کرون گا -

(۱) سفر طہران براہ انزلی

بحیرہ اخضر کا ایرانی بندرگاہ یا یون کہیئے کہ لنگر اندازی کا مقام (کیونکہ ایران مین کوئی ایسا بندرگاہ نہین کہ جسپر لفظ بندرگاہ کے صحیح مفہوم کا اطلاق ہو سکے) انزلی ہے انزلی ایک گاؤن ہے جو سمندر کے کنارے ایک نشیب والے قطع زمین پر جسنے ایک وسیع مگر پایاب سمندر سے ملی ہوئی جھیل کو محیط کر رکھا ہے واقع ہے - اس جھیل کا نام مرداب ہے اسکے جنوبی کنارہ پر سمندر سے کسی قدر دور رشت کا بڑا قصبہ آباد ہے مسافر ا

ایران رشت میں لنگر انداز ہونے کا بیان عام طور پر اسی لحاظ سے کیا کرتے ہیں۔

انزلی پہونچنے کا ذریعہ

انزلی میں "رشین کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے دخانی جہازوں میں جو باکو سے روانہ ہوتے ہیں پہونچتے ہیں۔ یوروپ سے باکو تک پہونچنے کے کئی طریقے ہیں۔

اوّل۔ قسطنطنیہ تک ریل میں آسکتے ہیں اور وہاں سے دمیسیجیریز یا آسٹرین لائیڈ یا روسی دخانی کشتی میں سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہیں۔ جس میں تین یا چار دن لگیں گے اور پھر وہاں سے ریل میں سوار ہوکر طفلس کے راستہ سے ۳۲ گھنٹہ میں باکو پہونچ سکتے ہیں۔

دوم۔ ریل پر سوار ہوکر برلن اور کراکو کی راہ سے اوڈیسہ اور وہاں سے روسی جہاز میں سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہیں۔

سوم۔ طفلس میں سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو سے والڈیکو کاس تک ریل پر اور وہاں سے مشہور سڑک داریل کی راہ سے جو ۱۳۶ میل لمبی ہے گھوڑے گاڑی کے ذریعہ سے گرجستان میں داخل ہوکر پہونچ سکتے ہیں۔

چہارم۔ باکو پہونچنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ روس کی سرحد میں زارٹسن جو دریائے والگا کے کنارے واقع ہے ریل پر آئیں اور وہاں سے کشتی پر سوار ہوکر ندی آسترخان تک آئیں اور پھر وہاں سے "کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے کسی جہاز پر سوار ہوکر بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر پیٹرا اور دربند سے گذرتے ہوئے جس میں اڑہائی دن

صرف ہونگے باکو پہونچین شاید وقت کے اعتبار سے یہ نہایت قریب کا راستہ ہے ۔ بہر حال کسی صورت مین مسافر کو یہ یقین نہین ہونا چاہیئے کہ اُسے لندن سے باکو تک پہونچنے مین آٹھہ یا نو دن سے کم مدت لگے گی ۔

بحیرہ اخضر کے جہازات

۵ مئی سے نومبر تک "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے جہاز ہفتہ مین ایک دفعہ اور بعض اوقات دو دفعہ انزلی آتے ہین اور باکو سے علی العموم یکشنبہ کی رات کو روانہ ہوتے ہین ۔ باقی مہینون مین اونکی آمد و رفت کسیقدر بے قاعدہ ہوتی ہے لنکران کے روسی بندرگاہ (کسی زمانہ مین یہ ایران سے تعلق رکھتا تھا) اور استارا کے سرحدی گاؤن مین دوشنبہ کی دوپہر کو لنگر کرنے کے بعد انزلی مین جو ۱۹۷ بحری میلون کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ یہ جہاز ۳۰ سے لیکر ۳۶ گھنٹہ کے اندر یعنی سہ شنبہ کی صبح کو کسی وقت پہونچتے ہین ۔

انزلی مین جہازون کی لنگراندازی

لیکن یہان پہونچکر سفر ایران کی تکلیف دہ خصوصیات کا احتمال شروع ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ ریتیلی جھال[لہ] پر بسا اوقات لہرون کی طغیانی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافرون کو کشتیون

لہ ۔ یہ جھال جہازون کے لئے ایسی روکاوٹ ہے کہ جو جہاز پانچ فیٹ سے زیادہ پانی مین ڈوبے رہتے ہون و
دخل نہین ہو سکتے بلکہ انہین باہر رہنا پڑتا ہے ایران کی گورنمنٹ سے بارہا تقاضا کیا گیا ہے لیکن اوسنے ا
درستی کے متعلق کوئی کارروائی نہین کی شاہ کی چھوٹی سی دخانی کشتی الموسوم بہ "ناصر الدین" کا حال جو بالعموم مرداب
رہتی ہے ۔ آگے چلکر ایک فصل مین جسکا عنوان بحری قوت ہے درج کیا گیا ہے ۔

پر خشکی تک پہونچانا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے اور جاڑون مین تو اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ناشاد سیاح کئی کئی گھنٹون تک منزل مقصود کو اپنی نظرون کے سامنے پاتا ہے مگر سوا اسکے کہ موجون کے تھپیڑے کھائے اور اوس سے کچھ نہین بن پڑتا اور پھر اوسے الٹا باکو کو جانا پڑتا ہے جہان ایک ہفتہ تک مٹی کے تیل کی بو سے دماغ پراگندہ اور حواس کو مختل کرنے کے بعد اوسے پھر اپنے سابق کے تجربہ کے دہرانے کے لئے انزلی واپس آنا پڑتا ہے ۔

مرداب

اگر انزلی مین طوفان برپا نہ ہو تو مسافر کو ایک چھوٹی سی دخانی ناؤ مین سوار کرکے خشکی پر اتارا جاتا ہے ۔ جہان انزلی کا چنگی خانہ اور ایک کسیقدر بوسیدہ مگر خوشنما پنج منزلہ گرمیون کے رہنے کا بنگلہ جو شاہ کی ملک ہے واقع ہے ۔ اس مکان پر آسمانی سرخ اور دھانی رنگ کا روغن چڑھا ہوا ہے ۔ اور نیچے کے درجون سے اوپر کے درجون کی آرایشی حالت اچھی ہے ۔ سب سے اوپر کا درجہ شاہ کجکلاہ کے ورود کے لئے مخصوص ہے ۔ لیکن اس کا آرایشی سامان نہایت ویرانی کی حالت مین ہے اور اکثر تو ایک چٹائی کے غلاف کے چڑھے رہنے کے باعث جو اسے یہان کی بے حدمی سے محفوظ رکھنے کے لئے اوڑھا دیا جاتا ہے ۔ نظر ہی نہین آتا ۔ یہان سے بذریعہ [illegible] ناؤ کے مرداب کو جس کا پاٹ دس میل ہوگا ۔ پونے دو گھنٹہ مین عبور کرتے ہین یہ [illegible] مین ہوا کے طوفان چلتے رہتے ہین اور جو زیادہ عمیق نہین مشرق سے لیکر مغرب [illegible]

تک ۳۰ میل لمبی ہوگی اور شمالاً جنوباً اسکا زیادہ سے زیادہ عرض ۱۲ میل ہوگا۔ انواع واقسام
کے آبی جانور مثلاً ماہی خور۔ قاز۔ راج ہنس۔ بطین۔ جلکوّے۔ پنڈبیاں۔ چینابطخین۔
کلنگ۔ غواص۔ بگلے اور چھے اس میں آباد ہین۔ پانی کی سطح پر انکا ٹڈی دل چھایا رہتا
ہے اور چھوٹے چھوٹے جزیرون اور سرکنڈون کے جھاڑون مین انہون نے اپنی کمین
گاہین بنا رکھی ہین۔ اس آبی شکار کے علاوہ شکاری کو اوس شاداب قطعہ زمین مین جو سمندر اور
پہاڑون کے درمیان واقع ہے جنگلی جانورون کا شکار بکثرت ملسکتا ہے۔ جھیل کے جنوب
کی جانب دخانی ناؤ کو چھوڑکر ایک دیسی ساخت کی ناؤ مین سوار ہوتے ہین۔ جو مسافرونکو ایک
کھاڑی کے رستہ سے پانچ میل تک لیجاکر پیربازار کے ماہی گیرون کے گاؤن مین جا اتارتی ہے

پیربازار

پیربازار (جو غالباً پیلہ بازار یعنی ریشم کے بازار کا بگاڑ ہے اور جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے
کہ یہان ریشم کا کام تیار ہوتا ہے) ایک کاروانسرا سے چند مکانون اور چھپرون اور کچھہ
ماہی گیرون کے گھرون پر مشتمل ہے۔ ماہی گیر اس مقام پر ندی کے پاٹ مین قریب قریب
لکڑیان نصب کر کے ایک جنگلہ نما کھانچا لگا دیتے ہین۔ اور اس طریقہ سے ایک قسم کی مچھلی
جو روہو سے مشابہت رکھتی ہے۔ بہ تعداد کثیر آسانی سے پکڑی جاتی ہے۔ ناقص اور بوسیدہ
گاڑیان یہان موجود رہتی ہین جنمین تازہ وارد مسافر سوار ہوکر ایک نہایت ہی خراب
راستہ سے جسپر ابھی نام کو کٹائی ہو رہی ہے چھہ میل کا فاصلہ جنگل مین سے
ہوا رشت مین جا پہونچتا ہے۔ دریائے رشت جسے شاہ رود بار کہتے ہین۔ بائین جا

بہتا ہوا سمندر میں جا ملتا ہے اور دائین طرف نالیون اور دلدلون کی کیچڑ مین سانپ اور
کچھوے رینگتے ہوئے نظر آتے ہین۔

رشت

رشت کے حالات مین ایک آیندہ فصل مین بیان کرون گا۔ جس مین ایران کے شمالی صوبجات کا ذکر ہے اور جس مین سے ایک صوبہ یعنی صوبہ گیلان کا یہ سب سے بڑا شہر ہے۔ یہان اسکا حوالہ محض اسلئے دیا گیا ہے کہ یہ پہلا شہر ہے جسمین داخل ہونے سے مسافر سرزمین ایران مین اول اول اپنا قدم رکھتا ہے اور جہان سے ایران کے سفر اندرونی کے لئے وہ روانہ ہوتا ہے۔ اس شہر اور اسکے قرب وجوار کے منظر کو دیکھکر مسافر کے دل مین ایرانی مناظر و زندگی کے متعلق جو خیالات قایم ہون گے اونھین اوسے بہت جلد اپنے دل سے محو کرنا پڑیگا کیونکہ ایران کی عام خصوصیات مین اور اون مین ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ عدن اور ڈوور مین اور اس فرق سے آگے چلکر اوسے افسوس کے ساتھ آشنا ہونا پڑیگا۔ رشت مین وہ سرخ کھپریل کے مکان۔ مسجدین۔ بازار کھیتون کے گرد درختون یا جھاڑیون کی باڑین اور باغات پائے گا۔ جنھین دیکھ کر اوسکا تصور دوسری سرزمینون کی طرف منتقل ہوگا۔ اور جنگلون کی شادابی اور ندی نالون کی روانی سے ایرانی اراضیات کی زرخیزی کا ثبوت ملے گا۔ لیکن اوسے چاہیئے کہ ان دونون مناظر کی خوب جی بھر کر سیر کرلے کیونکہ رشت کی واجبی مگر دلکش عمارتی شان شہر کے ساحل کے علاوہ اوسے اور کہین نظر نہ آئے گی اور جنگلون اور دریاؤن

کے بجائے تہوڑی دیر مین سنگلاخ بیابان اور پہاڑون کی بے شجر چوٹیان نمودار ہونگی۔

انتخاب ذرایع طے مسافت سواری چاپار

شت مین مسافر کو ایرانی مسافرت کی اون کیفیتون کا پہلا تجربہ حاصل ہوگا جنکی لذات و آلام کے متعلق مجھے اثنائے سفر مین بہت کچھ کہنا پڑے گا۔ ایران مین سفر کرنے کے دو ہی عملی طریقے ہین۔ یا تو اوسے بذریعہ سواری چاپار یعنی سرکاری ڈاک کے گھوڑون پر چوکی بہ چوکی سفر کرنا پڑتا ہے اور یا بار برداری اور سواری کا خود انتظام کر کے ایک قافلہ کی حیثیت سے منزلین طے کرنی پڑتی ہین۔ سرکاری ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے مین گو تکان اور تکلیف تو بیحد ہوتی ہے لیکن سفر بہت جلد کٹتا ہے اور اپنے طور پر سفر کرنے مین گو اتنی تکلیف اور بے آرامی نہین ہوتی لیکن اوس سے بے انتہا جی اکتا جاتا ہے اور چونکہ روز روز اونہین جانورون پر سواری کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے منزلین اسقدر دیر مین کٹتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایک صورت مین تو مسافر کی حقیقت ذی روح رخت سفر سے زیادہ نہین ہوتی۔ جو روانگی کے مقام سے منزل مقصود تک اس قدر سرعت کے ساتھ منتقل کردیا جاتا ہے جو یا تو درمیانی اور بعض اوقات قابل نفرین حیثیت کے گھوڑون گے کے امکان مین ہو۔ یا جسکی تاب اوس کی خواہش یا طاقت لاسکتی ہو۔ وہ اپنا سا کی پیٹھ پر لادکر اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔ "چاپار خانون" یا ڈاک کی چوکیون مین ج برابر فاصلہ پر واقع ہین سوتا ہے۔ اشیاء خوردنی یا تو ہمراہ لے جاتا ہے یا رسم بخ لیتا ہے۔ سواری اور رہایش کا کرایہ مقررہ شرح سے ادا کرتا ہے۔ شاہ راہ سے

ایچ نہ ادہر کو ہٹتا ہے اور نہ ادہر کو۔ اپنے پیچھے مڑکر دیکھتا تک نہین اور صرف ایک دہن اوسکے جی مین سمائی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ آگے بڑہا چلا جائے۔

سفر بذریعہ کاروان

سفر کا دوسرا طریقہ بہت کچھہ دور اندیشی و تیاری کا محتاج ہے۔اس کے لیے خیمہ دفتر گاہ اور ساز و سامان خریدنا پڑتا ہے بار برداری اور سواری کے جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور انکی نگہداشت کے لئے نوکر رکھنے پڑتے ہین اور ایک بڑے قافلہ سے جسقدر ذمہ داریان متعلق ہوتی ہین اون سب کا بار اُٹھانا پڑتا ہے۔لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور ہے کہ مسافر کو اپنی نقل و حرکت پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے اور چونکہ وہ کسی حالت مین سرعت کے ساتھ سفر نہین کرسکتا کیونکہ باربرداری کے جانورون پر بحساب اوسط ۲۵ میل روزانہ سے زیادہ مسافت طے کرنے کا بھروسا نہین کیا جاسکتا۔اس لئے اوسکو تضیع اوقات کی خوب فرصت ملجاتی ہے پس اپنے مقاصد اور مذاق و رجحان طبیعت کے لحاظ سے مسافر کو سفر کے ان دونون طریقون مین سے ایک کے انتخاب کرنے مین بہت کم وقت کا سامنا ہوگا۔اگر ایسکے ہوتے [illegible] ہو کہ رستہ مین کہین قیام کئے بغیر آگے بڑہا چلا جائے

۱ ہندوستان مین آجکل پاؤنڈ کا جو بہاؤ ہے اوسکے حساب سے ، پنس [illegible] نہ ہو اور اچھا تنومند و مستعد بھی ہو تو

۲ بہترین اصول یہ ہے کہ اگر کاروان کے ذریعے سفر کرنا ہو تو یورپین ملازم ہمراہ نہ لے جائے۔ لیکن یہ ہمراہ ہو سفر بذریعہ کاروان اوسکے ہمراہ لانے سے قافلہ مین صرف ایک متنفس اور بڑہ جاتا ہے حالانکہ اوسکے وجود سے بہت کچھہ فائدہ اور آرام مل سکتا ہے۔

ایک درجن سے کم ہین اور خاص خاص شاہراہون سے متعلق ہین) تو وہ کاروان سے
ذریعہ سے سفر کرنا پسند کرے گا۔ دونون صورتون مین غالبًا اوسکے لیئے یہی امر قرین
مصلحت ہوگا کہ طہران تک بسرعت ممکنہ سفر کرے۔ وہان پھونچ کر آیندہ کے سفر کے
متعلق وہ تجویزین قایم کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ یہ انتظام کرسکتا ہو کہ اوسکا کوئی دوست پائیہ تخت سے
ایک غلام کو بھیجدے جو اوسے انزلی یا رشت مین آملے تو اوسے اوس عذاب سے نجات
حاصل ہو جائے گی جسمین بصورت اخریٰ اوسے ایک اجنبی قوم اور ایک غیر زبان کے
ساتھ ابتدائی کشمکش کرنے کے باعث مبتلا ہونا پڑتا اور ایرانی چاپار خانون اور بارگیرون سے
سابقہ پڑنے کے جانکاہ امتحان کی سختی اوسکے لیئے کسی قدر کم ہو جائے گی۔ اس رائے
کی تائید مین حسب ذیل دلائل بھی پیش کیجا سکتی ہین۔

اوّل یہ کہ اوسے رشت سے کوہدم تک جو اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے گاڑی مل سکتی ہے
اور اس لیئے ضرور نہین کہ وہ سفر سواری اسپ کوہدم سے پہلے شروع کرے۔

دوم یہ کہ رشت اور طہران کے درمیان ڈاک کی چوکیون کی حالت ساز و سامان کے
اعتبار سے دوسری رستون کی چوکیون کے مقابلہ مین بہتر

سوم یہ کہ ان چوکیون کے گھوڑ... اس یا طاقت لاسکتی ہو۔ وہ اپنا...
...کے بلکہ او... ...چاپار خانون" یا ڈاک کی چوکیون مین ج...
برابر فاصلہ پہ واقع ہے ...ضیار خوردنی یا تو ہمراہ لے جاتا ہے یا رستہ...
لیتا ہے سواری اور... ...ایہ مقررہ شرح سے ادا کرتا ہے شاہراہ...

کرسکتا ہے۔

سواری "چاپار" کا خرچ

اس ضمن مین یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ ایک گھوڑے کے لئے ایک "قران"، پنس[۵۱] فی فرسخ (جسکے اندازاً ۳½ میل سے لیکر چار میل تک ہوتے ہین) ہوتا ہے۔ کم سے کم تعداد گھوڑون کی جو ایک مسافر کو مطلوب ہوتی ہے ایک تو اپنے لئے ہے ایک اپنے دیسی ملازم[۵۲] کے لیئے اور ایک چاپار شاگرد یا بارگیر کے لئے جو مسافر کو دوسری چوکی تک پہونچا کر گھوڑونکو اپنے آگے ہانکتا ہوا واپس لے آتا ہے۔ اگر مسافر کے ہمراہ بہت سا سامان ہو تو ایک اور یابو کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن اس ٹٹو کی شوخیان کچھ عجیب انداز کی ہوتی ہین ۔ اڑیل ایسا ہوتا ہے کہ لگام اسکے منہ مین دیکر اگر لیجانا چاہو تو چلنا نہین اور جب ذرا موقعہ پاتا ہے تو ترنگ مین آکر دولتیان جھاڑتا ہوا سڑک چھوڑکر جنگل مین بھاگ جاتا ہے اور تعاقب و تلاش کے بعد اوسے کوڑے مار کر واپس لانا پڑتا ہے اور اس سے سفر مین اسقدر ہرج اور طبیعت اسقدر برہم و آشفتہ ہوتی ہے کہ بہت کم شخص ایسے ہونگے جو اپنے سفر کو ایسے غیر محدود طور پر بڑہانے کے بجائے

---

۵۱ ہندوستان مین آجکل پاونڈ کا جو بھاؤ ہے اوسکے حساب سے ، پنس ، ۷ کے مساوی ہوتے ہین۔ (مترجم)

۵۲ بہترین اصول یہ ہے کہ اگر کاروان کے ذریعے سے سفر کرنا ہو تو یورپین ملازم ہمراہ نہ لے جائے۔ بہ حالت سفر بذریعہ کاروان اوسکے ہمراہ لانے سے فائدہ مین صرف ایک متنفس اور بڑھ جاتا ہے حالانکہ اوسکے وجود سے بہت کچھ فائدہ اور آرام مل سکتا ہے۔

نہایت خوشی سے اپنے سامان مین اتنی کمی نہ کردین کہ بار برداری کے لئے علیحدہ ٹٹو کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اسکے علاوہ جیساکہ مین ابھی بیان کرونگا تعجب معلوم ہوتا ہے کہ جن تین گھوڑونکا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ اسقدر سامان کیونکر لیجا سکتے ہین۔ ہر منزل کا کرایہ "چاپارچی" یعنی ڈاک منشی کو "چاپار خانہ" مین جہان تازہ دم یابو لئے جاتے ہین پیشگی دینا پڑتا ہے اور ہر منزل کے ختم ہونے پر بارگیر کو جو تمہارے ہمراہ آیا ہو۔ اگر معمولی منزل ہو تو ایک قران اور اگر بہت لمبی منزل ہو تو دو قران انعام کے طور پر دینے پڑتے ہین۔ مین نے بارہ سو میل سے زیادہ کا سفر انہین ڈاک کے گھوڑون پر کیا اور ان بارگیرون کو ہمیشہ انعام دیتا رہا لیکن ان حضرات کی رکھائی اور بے اعتنائی کچھ ایسی ہے کہ انعام لینے سے جو مسرت انگیز کیفیت دل مین پیدا ہوتی ہے اوس سے بھی یہ متاثر نہین ہوتے اور ان مین سے کسی نے اتفاقی طور پر بھی اظہار شکر گذاری نہین کیا۔ چونکہ ایرانی مسافرون سے انکو کبھی کچھ نہین ملتا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ جب کوئی یورپین اونھین انعام دیتا ہے تو وہ اوسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ہم نے اسکو خوب الو بنایا۔ چاپار خانہ مین جہان مسافر شب باش ہوتا ہے اور جہان اوسے پانی ایندھن اور ممکن ہو تو دودھ اور انڈے دستیاب ہو سکتے ہین۔ ڈاک منشی کو صبح کے وقت روانہ ہونے سے قبل اوسکی خدمت کی نوعیت کے لحاظ سے دو سے لیکر چار قران تک دینے پڑتے ہین۔ سوا سامان رسد کے خرچ کے جو رستہ مین دیہات سے خریدا جاتا ہے باقی مصارف بس یہی ہین۔ اور اسکے لئے کئی سو قران جو باکو مین ایک قران یا دو قران کے سکون کی شکل مین مل سکتے ہین۔ یا طہران سے منگوائے جا سکتے ہین

ضروری ہین - انہین کیسون مین ڈانکر سوار بالعموم اپنے قبور مین رکھہ لیتا ہے اور اگر سفر لمبا ہو تو انکی وجہ سے نہایت تکلیف ہوتی ہے لیکن اور کسی سکہ کا رواج نہ ہونے کے باعث ادای کی اور کوئی سبیل ممکن نہین ہے - مسافرون کو ان ابتدائی ہدایات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو سفر اوسکے سامنے ہے اگرچہ اوس مین آرام نہین لیکن وہ سستا ضرور ہے - پس رشت یا کوہ دم مین پہونچنے پر اوسے چاہیئے کہ ڈاک گھر مین جا کر وہان سے اپنا تذکرہ یعنی گھوڑون کی ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر کے بعجلت ممکنہ روانگی کی تیاری کر دے - کہین وہ ایسا نہ کرے جیسا کہ میرے ایک دوست نے کیا تھا کہ ایک مشروع مزاور کو طلب کر کے یہ کہا کہ سامان ہوٹل مین لیچلو - رشت مین ایک انگریزی اور نیز ایک روسی قونسل متعین ہے - انگریزی قونسل کچھہ عرصہ سے یہان موجود نہ تھا لیکن حال مین ایک نیا انگریزی قونسل مقرر ہو کر آگیا ہے پس اگر استمداد ہی کی ضرورت پڑے تو ایک ہموطن سے باعتبار اسکے کہ وہ سرکاری شان اور حیثیت رکھتا ہے چارہ جوئی کیجا سکتی ہے -

راستہ کی کیفیت

رشت اور طہران کا درمیانی علاقہ سرسری طور پر تین حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے - اول وہ قطعہ جو رشت سے پہاڑون تک پھیلا ہوا ہے اور جو اوس گنجان جنگلون سے ڈھکے ہوئے وسیع طبقہ کا ایک جزو ہے جو مغرب مین تالیش سے شروع ہو کر مشرق مین

ریفیکا امپیریل بینک نے حال مین بینک نوٹ جاری کئے ہین لیکن چونکہ اونہین صرف اونہین شہرون مین بھنایا جا سکتا ہے جہان کہ اونکا اجراعمل مین آیا ہو اس لئے مجھے شبہ ہے کہ آیا ڈاک کی چوکیون مین بھی نوٹ لے لئے جاتے ہین یا نہین -

استرآباد تک چلا گیا ہے اور ساحل بحیرہ اخضر کی عریض دہار ہی مین چارسو میل تک پھیلا ہوا ہے۔

دوم۔ کوہستان البرز کی وہ شاخین اور اوسکا وہ اصلی سلسلہ جسکا ارتفاع درہ البرز کے بلند ترین حصون مین سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فیٹ سے بھی زیادہ ہے۔

سوم۔ وہ سطح مرتفع جو جانب جنوب واقع ہے اور جو قزوین سے ڈہلتی ہوئی طہران کو چلی جاتی ہے۔

رشت اور قزوین کے درمیان مفصلہ ذیل منزلین ہین لہ۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل (تخمیناً)
رشت سے کوہدم	۶	۱۶
کوہدم سے رستم آباد	۵	۱۸ ½
رستم آباد سے منجل	۵	۱۷ ½
منجل سے پے چنار	۵	۱۳
پے چنار سے مزرعہ	۵	۲۰
مزرعہ سے قزوین	۵	۲۱
میزان	۳۱ ۲/۵	۱۰۶

لہ زمانہ حال کے مفصلہ ذیل مصنفون نے سفر طہران براہ انزلی کی کیفیت قلمبند کی ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹ
(سنہ ۱۸۶۰ع) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۲۹۳ الخ و جلد دوم صفحہ ۱ تا ۱۴۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷ - کرنیل ویلینٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۷ ؛ اے آرنلڈ (۱۸۷۷ء) "سفر در پر شیا بائی کاروان" (سفر ایران بذریعہ کاروان) جلد اول فصل ہشتم نہم و دہم ؛ سفرنامہ اے ایچ شنڈلر (۱۸۷۷ء) جلد چہاردہم ؛ چارلس بیگر یکر (۱۸۷۳ء) "جر نی تہرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۷۶ تا ۸۱ ؛ ای - او ڈانووین (۱۸۸۲ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول صفحہ ۲۹۶ تا ۳۴۷ ؛ ای - آر سال (۱۸۹۲ء) "سلے کاکس اے لا پارس" (از قاف تا بہ فارس) فصل یازدہم تا پانزدہم ؛

۵۲ کل فرسخون کو اگر چار سے ضرب دیجائے تو کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ حاصل ضرب اصلی میلون کی تعداد کے مساوی ہو جسکی وجہ یہ ہے کہ فرسخ پیمایش کی اکائی ہے اور اس لئے اس کی کسر محسوب نہین ہوتی - مثلاً ۱۲½ میل کے بھی چار فرسخ ہون گے اور ۱۶ میل کے بھی ۴ ہی اور اسی حساب سے اونٹ کرایہ دینا پڑے گا - اسکے علاوہ فرسخ کا طول ملک کے مختلف حصّون مین زمین کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور اہل ایران ایک فرسخ کی تعبیر اوس فاصلہ سے کرتے ہین جو ایک لدا ہوا خچر ایک گھنٹہ مین طے کرلے - چنانچہ پہاڑی علاقہ مین فرسخ بالعموم تین میل سے زیادہ نہین ہوتا حالانکہ میدان مین بعض دفعہ چار میل سے بھی بڑھ جاتا ہے - لفظ فرسخ جیساکہ لکھے پڑھے لوگ جانتے ہین قدیم فارسی لفظ پارہ سنگ کا معرب ہے جسے یونانی Παρασάγγης لکھتے ہین - اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس وجہ تسمیہ سنگ یعنی پتھر ہین جو سڑک کے کنارہ مقررہ فاصلہ پر بطور نشان رکھہ دئے جاتے ہین مجوسیون کی مقدس کتاب زنداوستا مین ایک مقام پر اس اصطلاح کی یہ خارج از تعیین تعریف درج ہے :- "فرسخ اوس فاصلہ کو کہتے ہین جہان سے ایک دوربین شخص ایک اونٹ کو دیکھہ سکے اور یہ بتا سکے کہ وہ اونٹ سفید ہے یا سیاہ" بخلاف اسکے ترکستان مین معیار فاصلہ کا تعین نظر کی وساطت سے نہین کیا جاتا بلکہ آواز کے توسل سے اور وہان فرسخ سے مراد ہوتا ہے وہ فاصلہ جہان سے نقارہ پر چوب پڑنے کی آواز سنائی دیسکے - حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اصل پارہ سنگ بابل کا ایک قدیم ناپنے کا پیمانہ تھا جو بابلی گز پر مبنی ہے جو ۲۳۰۰۰ گز کے مساوی ہوتا تھا - لیکن زمانہ حال کے فرسنگ کو اوسکے ساتھہ اوسی نسبت سے تفاوت ہے جس نسبت جنگل کا گز مختلف ہے - اسکی اوسط مقدار ۳۰۶۱۵ میل ہے جو بابل کے شاہی گز کے مطابق ہے - یاد داشت متعلقہ طول فرسخ مرتبہ جرنیل اے - ایچ - شنڈلر مندرجہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جیوگرافیکل سوسائٹی" سلسلہ جدید جلد دہم صفحہ ۵۸۴ الی ۵۸۸ مطبوعہ ۱۸۸۸ء

رشت سے قزوین تک کا سفر



رشت سے روانہ ہوکر مسافر کو اوّل اوس طبقہ مین سے گذرنا پڑتا ہے جو گھنی درختون سے ڈھکا ہوا ہے۔ سڑک ایک جنگل کو کاٹتی ہوئی جاتی ہے جس مین اگرچہ عفونت انگیز اجزے اُٹھتے ہین مگر شکار کثرت سے دستیاب ہوتا ہے یہان نہ صرف خرگوش لومڑی تیتر اور اس قسم کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانور جن سے ہم انگلستان مین بخوبی آشنا ہین ہمکو ملتے ہین بلکہ بھیڑیے چرخ۔ گیدڑ۔ چیتے۔ شیر۔ سیاہ گوش۔ اور جنگلی سور بھی پائے جاتے ہین۔ بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاقہ کے شیر بالعموم آدم خوار نہین ہوتے ان مین سے اکثر کا قد بہت بڑا ہوتا ہے۔ مین نے ایک شیر کی کھال جو رشت کی نواح مین مارا گیا تھا دیکھی اور ایک مشہور ہندوستان کے شکاری نے بیان کیا کہ جسقدر کھالین شیرون کی اوس نے ہند مین دیکھین اون سب مین یہ بڑی تھی۔ چونکہ یہ جنگل اسقدر گھنا ہے کہ اوس مین نفوذ ممکن نہین اور اسکے علاوہ یہان کے ابخرات فاسد تپ آور ہین۔ اسلئے یورپ کے قرب وجوار مین جو چند شکارگاہین انگریزون کی دستبرد سے بچ رہی ہین اون مین اسکا بھی شمار ہے۔ کوہستان البرز مین بلندی پر جاکر بڑے بڑے جانورون کا شکار جو مرتفع مقامات مین رہتے ہین دستیاب ہوتا ہے۔ یعنی جنگلی پہاڑی بھیڑین اور عظیم الجثہ ریچھ۔ بارہ میل کی مسافت کے طے کرنے کے بعد چڑھائی شروع ہوجاتی ہے اور کوہ دم سے روانہ ہونیکے بعد سڑک بہت جلد پہاڑ کے بیچ مین داخل ہوتی ہے۔ سڑک کے اس حصّہ پر کسی زمانہ مین گول سنگریزون کا فرش ا +

تھا لیکن ایران کی اکثر دوسری چیزوں کی طرح یہ سڑک بھی اب برباد اور ویران ہو گئی ہے
اور بعض حصوں میں اسکی حالت دلدل سے بہتر نہیں جسمیں مسافر پھنس جائے تو دقت سے نکلے
اور جہاں پر اتار شروع ہوتا ہے وہاں اسکی شکل بہاڑ ایک تدریجی ڈھلوان کے آئینہ سے
مشابہ ہے۔ کوہ دم سے گذر کر سفید رود کا بایاں کنارہ آتا ہے اور دلفریب منظروں میں
سے گذرتے ہوئے جہاں جنگلوں کے درمیان سہانے مرغزار اور گھاٹیاں بکھرے
ہوئی ہیں دریا کے کنارے کنارے رستم آباد تک جاتے ہیں۔ یہاں سے بلندی شروع
ہو جاتی ہے اور نباتات کا وجود مفقود ہونے لگتا ہے۔ جنگل کے گنجان درختوں کے
بجائے زیتون کے پودے نظر آنے لگتے ہیں اور بالآخر چھوٹی چھوٹی کانٹے دار جھاڑیوں
کے کھیت دکھائی دیتے ہیں۔ نظارہ زیادہ وحشت افزا اور مہتم بالشان ہوتا جاتا ہے
حتی کہ منجل کی منزل پر پہونچنے سے کچھ دور پہلے دریا کو ایک سات محراب والے پل کے
ذریعہ سے عبور کرنا پڑتا ہے جو جا بجا ٹوٹا ہوا ہے اور جسپر بعض دفعہ ہوا درہ کی تنگی سے
تنگ ہو کر غصہ سے سائیں سائیں کرتی ہوئی تھپیڑے مارتی ہے۔ منجل اور پے چنار
کے مابین سڑک اول لوشن کے پل تک شاہ رود کے کنارہ کنارہ جاتی ہے اور وہاں
دریائے پے چنار کے ساحل کا دامن تھامے ہوئے جو سفید رود سے ملتا ہے
آگے بڑھتی ہے اور یہاں سے بصد دقت و زحمت مصیبت زا نشیب و فراز کے صدمے
اٹھاتی اور وحشت افزا چٹانوں اور کراڑوں کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کرتی آہستہ آہستہ
قضران پر سطح سمندر سے ۵۰۰۷ فیٹ بلند جا پہونچتی ہے۔ جاڑوں کے موسم میں

یہ مقام نہایت خوفناک ہوجاتا ہے۔ کئی کئی دن تک برف راستہ کو بند کئے رکھتی ہے اور جن اونٹون اور خچرون کی ہڈیون کے ڈھیر اسکی سفاک و بیدرد سطح پر بکھرے پڑے ہین۔ اون کی تعداد ان گنت ہوگی۔ پھر بھی اتنا غنیمت ہے کہ یہان ایک گانون اور ایک بڑی کاروان سرا واقع ہے۔ یہان سے اس سلسلہ کوہ کے زاویۃ الراس پر پہونچنے کے بعد دوسری طرف مزرعہ تک اتار ہی اتار ہے۔ مزرعہ ایک ایراتی گاؤن ہے جو اون نفرت انگیز کھٹملون کی وجہ سے مشہور ہے جنہین ایرانی کبھی غریب گز اور کبھی شب گز کہتے ہین اور جنکا علمی نام زبان لاطینی مین آرگاس پرسیکس ہے۔ سفر ایران کے جقدر مصائب و آلام ہین اونمین یہ کھٹمل بھی ایک بڑی مصیبت ہین۔ موضع آغا بابا سے گذرنے کے بعد ہموار زمین آجاتی ہے اور مسافر اپنے خستہ ماندہ گھوڑے کو مہمیز لگا کر بے اختیار پویہ مین ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جلدی سے قزوین مین جو کسی زمانہ مین ایک بڑا آباد شہر ہوتا تھا اور جسکے وسیع انگورون کے باغ اور میوون کے حدیقے اوس کی نظر کے سامنے ہین۔ پہونچ جائے

قزوین

قزوین جسکی آبادی چالیس ہزار بیان کیجاتی ہے۔ لیکن جو غالباً اس عدد کی دو تہائی سے زیادہ نہین پہلا بڑا شہر ہے جسمین مسافر وارد ہوتا ہے۔ اسکو دیکھکر اوسکے دل مین ایران کے بطور نمونہ پیش کئے جاسکنے والے شہر کا جسکی بہت سی مثالین اوسے آگے چلکر ملین گی۔ تصور پیدا ہوسکے گا۔ ایران کے اکثر بڑے شہرون کی طرح قزوین کو بھی

اپنے زمانہ مین اصفہان-شیراز-طہران-تبریز-سلیمانیہ-اردبیل-نیشاپور اور مشہد کیطرح ایران کے پایہ تخت ہونے کا اعزاز حاصل ہوچکا ہے- لیکن اپنے اکثر ساتھیون کی طرح اسکی عظمت وشان کا آفتاب بھی اب غروب ہوگیا ہے اور غیر آباد عمارتین اور بوسیدہ کھنڈر زبان حال سے اوس مقام کی داستان بیان کررہے ہین جس مین کبھی زندگی کی چہل پہل کی رونق نظر آتی تھی اور جو شہنشاہانہ تزک واحتشام کے زیور مین سرتاپا غرق تھا- کہتے ہین کہ اس شہر کی بنا شاپور ثانی ذوالاکتاف[1] نے ڈالی اور یہ منجملہ اون مقامات کے تھا جنہین ۴۸۳ھ مین حسن صباح اوس جماعت کے مشہور ومعروف سردار نے جو حشاشین کے لقب سے تعبیر کی جاتی ہے مسخر کیا- حسن صباح کا عربی خطاب شیخ الجبل تھا- جو عیسائی کہ محاربات صلیبی مین شریک تھے اونہون نے اس لفظ کا ترجمہ یورپ مین جاکر پہاڑی بڈہا کیا- چنانچہ یورپ مین حسن صباح پہاڑی بڈہے کے نام سے مشہور ہے- اوس نے اپنی جماعت مین مریدون کے جمع کرنے کا جو عجیب طریقہ اختیار کر رکھا تھا اوسے مارکوپولو نے

[1] اسیٹوک (جلد اول صفحہ ۲۱۲) کہتا ہے کہ اس شہر کی بنا سنہ ۲۵۰ء مین پڑی لیکن شاپور ثانی کی حکومت کا زمانہ سنہ ۳۱۰ء سے لیکر ۳۷۹ء تک کا ہے بعض لوگون کا بیان ہے کہ قزوین کا بانی شاپور اول (۲۴۱-۲۷۲ء) تہا قدیم مورخین نے قزوین کے جو حالات لکھے ہین اونکے لئے دیکھو تصانیف اصطخری (ڈی رگوزم ۱ صفحہ ۲۰۰)-یاقوت (ڈکشنری جاگریفیک (لغات جغرافیہ) صفحہ ۴۳۵-۴۴۱) اور ناصر خسرو (سفرنامہ) مسٹر شیفر نے سفرنامہ ناصر خسرو کو طبع کیا ہے اور اوس کے صفحہ ۱۲ پر قزوین کے مقامی مورخین کے نامون کی فہرست درج کی ہے جن مین سے بعض نے نہایت شہرت حاصل کی- اس ضمن مین تاریخ قزوین مصنفہ بی-ڈی-مینارڈ (سنہ ۱۸۵۷ء) بہی دیکھو-

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ اوسکا ناقابل محاصرہ قلعہ التموت (یعنی آشیانہ عقاب) یہان سے صرف تیس میل کے فاصلہ پر پہاڑون مین واقع تھا۔[۵۱] قزوین شاہان خاندان صفویہ کے زمانہ عروج مین اپنی شہرت اور عظمت کے نصف النہار پر پہونچا۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ طہماسپ اول (۱۵۷۶-۱۵۲۴ء) نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا[۵۲] جسکی وجہ مورخین نے مختلف طور پر بیان کی ہے بعض کا قول ہے کہ وہ تبریز کو ترکون کی دستبرد سے بچانے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اوس نے اپنا دارالسلطنت قزوین مین منتقل کر دیا اور بعض کی رائے ہے کہ وہ اردبیل سے جہان اوسکے خاندان کی فلاکت و زوال کو سب جانتے تھے کچھ دور چلا جانے کا خواہشمند تھا اس لئے اوس نے قزوین کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ پچاس سال تک دارالسلطنت رہ کر قزوین نے آخر یہ دولت امتیاز اصفہان کے حوالہ کی کیونکہ شاہ عباس اعظم کو اپنے وسیع ممالک کے لئے ایک جنوبی پایہ تخت زیادہ موزون اور بہتر مرکز معلوم ہوا۔ پیٹرو ڈیلا ویلی اطالیہ کا سیاح شاہ عباس کے حین حیات

---

[۵۱] قلعہ التموت کو (جو ضرور ہے کہ بعد اسکے کہ ہلاکو خان مغل نے اوسے مسخر اور منہدم کیا از سر نو تعمیر کیا گیا ہو) بعد کے زمانہ مین خاندان صفوی کے بادشاہون نے بڑے درجہ کے معتوب شخصون کا قیدخانہ بنا رکھا تھا جب اونکا وجود ناگوار گذرتا تو اونہین اوس بلند چٹان پر سے جسپر قلعہ بنا ہوا ہے نیچے گرا دیا جاتا۔ دیکھو چارڈن کی تصنیف (مطبوعہ انگلستان) جلد نہم صفحہ ۱۱۵۔ حال کے زمانہ مین قلعہ التموت کے جو حالات لکھے گئے ہین اونکے لئے دیکھو مسٹر جے شیل کا مضمون "طہران تا التموت" (طہران سے التموت تک کا سفر) مندرجہ رسالہ جاگرفیکل سوسائٹی جلد ہشتم صفحہ ۱۴۳۰۔

[۵۲] دیکھو "پیراڈائز لاسٹ" (فردوس گم گشتہ) باب دہم سطر ۴۳۴ تا ۴۳۶ مصنفہ ملٹن۔

مین ۱۶۱۸ء مین یہان تھا لیکن وہ کہتا ہے کہ "سوائے بادشاہ کے محل کے پھاٹک اور بڑے میدان یا چوک کے اور مجھے یہان ایسی کوئی شئے نظر نہین آئی جو شاہانہ سکونت کی شان کے زیب دینے والی ہو" بخلاف اسکے سر ٹامس ہربرٹ جو اوس سفارت کے ہمراہ بطور مورخ کے مقرر ہو کر آیا تھا جسے شاہ چارلس اول نے بہ سرکردگی سر ڈاڈ مور کاٹن عباس اعظم کے پاس بھیجا اور جو سر رابرٹ شرلی اور سر ڈاڈ مور کاٹن کے ساتھ (بعد اسکے کہ ۱۶۲۷ء مین بمقام اشرف شاہ ایران کے پاس اونکے باریاب ہونے سے کوئی مفید نتیجہ نہین پیدا ہوا) یہان آیا بیان کرتا ہے کہ "باستثنائے صفاہان[لہ] عظمت و شان کے لحاظ سے قزوین سلطنت ایران کے دوسرے کسی شہر سے کم نہین اس کی فصیل کا دور سات میل اور اسکی آبادی دو لاکھ ہے" یہان بیچارے سر رابرٹ شرلی نے اوس عتاب کی وجہ سے جکا اوسے مورد بنایا گیا کڑھ کڑھ کر اور بادشاہون کی تلون مزاجی کا خیال دل مین لانے سے غم کھا کھا کر ۱۳ جولائی ۱۶۲۷ء کو جان دی اور اوسے دروازہ کی دہلیز کے تلے دفن کیا گیا[لہ] اور چند ہی دن کے بعد اوسکا رفیق سر ڈاڈ مور کاٹن بھی مرض پیچش مین مبتلا ہو کر

[لہ] ہربرٹ نے نامون کے ہجہ کرنے مین صحت کا خیال نہین کیا بلکہ جو آواز اوسکے کانون کو بھلی معلوم ہوئی اوس کے لحاظ سے اوسنے اوسکا تلفظ لکھنے مین ادا کیا۔ مثلاً جلفہ کا اوسنے جیلفینا بنا دیا۔ طہران کا تائی رون ریحان کا لیری جان ٹاپاٹ شاہ گزشتہ صدی مین انگریزی کارخانہ کے اہلکار شاہ طہماسپ کو شاہ ٹامس کر کے لکھتے تھے مین اس سوقیانہ نام کو سنکر بلاشبہ لوگ یہ کہتے ہونگے کہ اسمین تو کوئی شہنشاہانہ شان نہین پائی جاتی۔

[لہ] مین ہربرٹ کی نرالی اور انوکھی طرز تحریر کی مثال پیش کئے بغیر نہین رہ سکتا وہ لکھتا ہے کہ "اسی وجہ سے دو ناگہانی قیان ظہور مین آئین۔ نہین نہین مینے غلط کہا! مجھے یون کہنا چاہیے تھا کہ یہی اوس ناوک اجل کے لگنے کا باعث ہوا

انتقال کرگیا[۵۱]۔ چارڈن جو نصف صدی بعد ۱۶۷۴ء مین قزوین آیا بیان کرتا ہے کہ "اسکی شہرپناہ کے کھنڈر باقی رہ گئے ہین اور وہ تمام ساز و سامان جس سے ایک عالیشان دربار کا ترک و احتشام نمودار ہوتا تھا ناپید ہو گیا ہے لیکن پھر بھی اس مین بارہ ہزار مکانات اور ایک لاکھ کی آبادی موجود ہے اور امرا و اعیان اُسکے محلون سے جو نسلاً بعد نسلٍ باپ سے بیٹے کو ترکہ مین پہونچتے رہے ہین ابھی تک اس مین ایک خاص شان پائی جاتی ہے"[۵۲]۔ سنہ ۱۷۲۲ء مین افغانون اور سنہ ۱۷۲۵ء مین ترکون نے اسکو فتح کیا اور اوس وقت سے لیکر ابتک ذلزلون کی وجہ سے اسے بہت بڑا نقصان پہونچتا رہا ہے۔ اسکے عہد سلف کی عظمت و شان کو وہ شاہی محل جسے طہماسپ نے تعمیر کیا تھا اور جس مین عباس اعظم نے تجدید و ترمیم کی یاد دلاتا ہے۔ یہ محل اب ویران حالت مین ہے لیکن اس کا عالیشان دروازہ جسے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۷۷۔ جس نے اوسکو آگے بڑھنے سے روک دیا کیونکہ ۲۳ جولائی کو اوسنے اپنی مصیبتون کے نازک رشتہ سے قطع تعلق کیا اور دنیا کے اس مرحلہ بے ثبات سے کوچ کرکے داعی اجل کو لبیک کہا" "سم اپرس ٹریول" (چند سال کا سفرنامہ) طبع سوم صفحہ ۲۱۲۔

[۵۱] "اسطرح کی بدولیون اور متخالف طبایع کی مخالفتون اور چودہ دن تک مرض پیچش مین مبتلا رہنے کے باعث (جسکی وجہ میرے خیال مین حد سے زیادہ میوہ کا استعمال اور طارس کی ہوا کی حد سے زیادہ سردی تھی) ہمارا متقی اور معتمد سفیر سرڈاڈ مور کاٹن ۲۳ جولائی کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گیا" منہ صفحہ ۲۱۳

[۵۲] دیکھو سفرنامہ حصہ دوم صفحہ ۳۸۲ - ۳۷۸۔ نیز دیکھو قزوین کے حالات مرقومہ پادری جان کارٹ رایٹ مندرجہ "پرکاس پلگرمس" جلد ثانی باب نہم فصل چہارم جو اوس نے سنہ ۱۶۰۰ء مین قلمبند کئے۔ جان اسٹرائینز نے بھی ۱۶۷۱ء مین قزوین کے حالات لکھے ہین جو اوسکے سفرنامہ کی جلد ثالث کی چودھوین فصل مین درج ہین۔

علی کپی کہتے ہین اصفہان کے محل کے رفیع القدر دروازہ کی طرح ابھی تک بحالت اصلی موجود ہے۔ مسجد جامع جسے ہارون الرشید نے آٹھوین صدی مین ابتدائً تعمیر کیا تھا ایک وسیع عمارت کی شکل مین دو آسمانی رنگ کے کھپریل والے مینارون اور بڑے بڑے ویران صحنون کو لئے ہوئے ابھی تک استداد زمانہ کی مدافعت کر رہی ہے۔ لیکن سب مین بڑی مسجد مسجد شاہ ہے جسے آغا محمد اور فتح علی شاہ نے طہماسپ اور عباس کی قدیم مسجد کے آثار پر از سر نو تعمیر کیا۔ بہرحال گو قزوین کی وہ اگلی سی شان اب نہین رہی تاہم کئی ایک اعتبار سے یہ اب بھی ایک ممتاز مقام ہے۔ رشت اور تبریز سے طہران کو جو سڑکین جاتی ہین اور نیز قم کو جو سڑک گئی ہے[۵] ان سب کا اتصال قزوین ہی مین ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہان کے انگورون کے باغ جن مین نہایت اچھا انگور پیدا ہوتا ہے اور پارچہ بافی کا کام جو یہان بکثرت ہوتا ہے اسکی وقعت کو بڑھا دیتا ہے۔ اور انحطاط پذیر رفتہ عظمت و جلال کے آثار کے ساتھ تجدید پذیر خوشحالی اور ترقی کے نشانات نظر آتے ہین۔ شہر کے پھاٹک زمانہ حال کی طرز کے نہایت خوشنما بنے ہین اور ایک نہایت ہی عمدہ سرا (جسکے مقابل کی سرا ایران مین اگر ہے تو ایک اور ہے) یہان موجود ہے۔ اس سرا کی عمارت ہمان خانہ کہتے ہین ڈاک کی چوکی سے ملحق ہے اور ایک بڑے باغ مین جو کشادہ نون سے معمور ہے واقع ہے یہ ایک دلکشا دو منزلہ مکان ہے جسکے آگے ایک

---

۵ یہ وہ سڑک ہے جس پر سے اکثر سیاحون مثلاً اسٹرائپر، چارڈن، ڈی برن وغیرہم نے سترہوین اور اٹھارہوین صدیون مین طہران کے پایہ تخت قرار دے جانے سے پہلے سفر کیا۔

سائبان ہے گورنر (والی) قزوین جسکا مکان یہان سے تھوڑی دور پر ہے اس سرا کا مالک ہے اور اس کی آمدنی اوسکے پاس جاتی ہے - سرا کے کمرے سازوسامان سے آراستہ ہین اور کھانا بھی نفیس ملتا ہے اور مسافر کو عیش و راحت کے یہ لوازم تعجب مین ڈالدیتے ہین - قزوین مین ایرانی اور انڈو یوروپین محکمہ جات تار برقی کا ایک مشترکہ دفتر بھی ہے - محکمہ ثانی الذکر تار برقی طہران کو تبریز سے ملاتا ہے اور ایرانیون کے زیر اہتمام وہ سلسلہ تار برقی ہمہ جو رشت تک گیا ہے -

گاڑی کی سڑک طہران تک

قزوین کے مہمان خانہ سے مسافر کو یوروپین وضع کی بے کمانی کی چوپہیہ کشتی نما کھلی گاڑیان جن مین چوکڑا لگتا ہے طہران تک باقی کا سو میل کا سفر طے کرنے کے لئے مل سکتی ہین - اوسے چاہیئے کہ اس موقعہ کو غنیمت جان کر اوس سے فائدہ اٹھائے کیونکہ جس سڑک پر سے اوسکا گذر ہوگا وہ منجملہ صرف ان دو بنی ہوئی سڑکون کے ہے - جو ایران مین موجود ہین - اور جس باآرام طریقہ سے وہ سفر کرے گا اوس سے پھر کئی مہینون تک وہ استفادہ نہین کر سکے گا - قزوین سے طہران پورے ۲۴ فرسخ یا ۹۶ میل ہے اور چھہ منزلون مین جو قریباً سولہ سولہ میل کی ہین منقسم ہے - قیام کے مقام جہان اینٹ کی معدہ عمارتین بنی ہین اور شب باشی کا سامان مناسب طور پر مہیا ہے - کاوان وہ - کشلک ینغی امام - حصارک اور شاہ آباد ہین - یہ فرض کر لینا غلطی مین داخل ہوگا کہ گاڑی کی اس سڑک کو کچھ بھی اوس شے سے مشابہت ہے جسے یوروپ مین لفظ سڑک سے تعبیر کیا

جاتا ہے۔ یہ محض زمین کی ایک صاف شدہ عریض رہاری ہے جسپر سے بہتر کنکر ہٹا دیے گئے ہین مگر جسپر نہ تو کٹائی کیگئی ہے اور جسے نہ ہموار کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس بے نظیر شاہراہ پر ۲۴۰۶ پاؤنڈ (لعہ۱۲ روپیہ) فی میل کے حساب سے لاگت آئی بیان کیجاتی ہے۔ طہران مین اگر مسافر نے قیام یا فرو کشی کا انتظام پہلے سے نہ کر رکھا ہو یا اوسے کوئی دوست ایسا نہ ملے جو اوسے اپنے گھر لیجا کر اوتارے تو وہ دو چھوٹے ہوٹلون مین سے کسی ایک مین جا کر ٹھہر سکتا ہے جو بڑے میدان کے قریب ایسے موقعہ پر واقع ہین جہان سے سب مقامات قریب پڑتے ہین۔ ان ہوٹلون کا مالک ایک فرانسیسی پریوو نامی ہے جو پہلے شاہ کا طباخ تھا۔

ڈاک کی سڑک

قدیم ڈاک کی سڑک جسپر (چاپار) کا شیدائی جانا پسند کرے گا۔ گاڑی کی سڑک کے جنوب کو جاتی ہے اور "چاپار خانون" کے نام عبد اللہ آباد، سفر خوجہ (جسے سفر خواجہ بھی کہتے ہین) اور تشنگ آباد اور میان جب ہین۔ اس راہ پر مقام کریج ہین جو دو موخر الذکر منزلون کے مابین طہران سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر ہے ایک محل یا شکار منزل سلیمانیہ نامی جو شاہ کی ملک سے ہے اور جسے اوسکے پر دادا فتح علیشاہ نے ۱۸۱۲ء مین تعمیر کیا تھا واقع ہے۔

جب سر گور اوسلی اپنی سفارت طہران سے ماہ مئی ۱۸۱۲ء مین موریر کے ہمراہ اس راستہ سے واپس آیا (دیکھو موریر کا دوسرا سفر" صفحہ ۱۹۹) تو یہ مکان بن رہا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا نام کردستان کے ایک ضلع سلیمانیہ کے نام پر رکھا گیا جسکو فتح علی شاہ کے ایک بیٹے نے فتح کر لیا تھا اور جو مال غنیمت اس چڑھائی مین ہاتھ لگا اوسی سے اوسکی تعمیر کا خرچ ہوا۔

سلیمانیہ نہر کرمیج کے کنارہ پر جو کوہستان سے نکلتی ہے واقع جسکا مصفی اور پاکیزہ پانی فتح علیشاہ مشکون مین بھروا کر ہر روز طہران منگوایا کرتا تھا واقع ہے اور اسمین دو بڑی بڑی تصویرین آغا محمد علی شاہ اور اوسکے بھتیجے فتح علیشاہ کے درباریون کی عبداللہ خان کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہین جو ابتدائی شاہان قاچار کے دربار کا مشہور نقاش تھا[1]۔

کاروان کے راستے

ہے کہ جو لوگ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرتے ہون اونکے لیے اونہین دوسرے راستون سے جو قزوین اور پایہ تخت کے درمیان ہین بچاتا ہے۔ ان انتخاب کا انحصار موسم اور چارہ کی قیمت پر ہوتا ہے اسقدر اختیاری راستون کے موجود ہونے سے مسافر کو خود یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ وہ ایسے ملک مین ہے جہان معمولی طریقہ کے مطابق سڑکین موجود نہین ہین بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جدہر سے جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اراضیات کے درمیان حدبندی کے نشانات کے نہ ہونے آبپاشی کی نالیون کے سوائے قابل زراعت قطعات زمین مین باڑون اور کھائیون کے نہ پائے جانے۔ وسیع سنگلاخ میدانون کے ہر طرف میلون تک چلے جانے اور کوہستانی سلسلون مین بہت سے درون کے موجود ہونے کے باعث جن مین سے مسافر جدہر چاہے اپنی راہ بنا سکتا ہے۔ مسافر کو ایران مین بمقابلہ دنیا کے کسی دوسرے آباد ملک

[1] اس طہران تک کی سڑک کے حال کے لیئے دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) مصنفہ ایسٹوک جلد اول صفحہ ۲۱۳ الی ۲۱۷۔

سے کہ نقل و حرکت کے اعتبار سے زیادہ آزادی حاصل ہے۔ گاڑی کی سڑک کے راستہ سے جو عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے رشت سے طہران تک کے پورے سفر میں اوسط سرعت رفتار کے لحاظ سے جو ابتدائی منزلوں کے بذریعہ سواری اسپ طے کرنے میں صرف تین یا چار دن لگیں گے۔

مسافت

واضح رہے ایران کے پایہ تخت کو آنے کا خاص اور آسان ترین راستہ یہی ہے جسکا اوپر بیان ہوا۔ اگر صورت حالات موافق ہو اور ریل اور جہاز برابر ملتے جائیں تو لندن سے طہران تک پہونچنے میں پندرہ دن لگتے ہیں۔ لیکن اکثر صورتوں میں مسافر تین ہفتہ سے کچھ ہی کم میں لندن سے یہاں پہونچتا ہے۔ اب میں ان راستوں کا ذکر کرتا ہوں جو ایران میں شمال و مغرب کی طرف سے داخل ہوتے ہیں اور جنکی اصلی منزل مقصود ایران کا تجارتی پایہ تخت تبریز ہے۔ یہاں سے ڈاک کے گھوڑوں کی ایک سڑک کے ذریعہ سے جسکا طول تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل ہوگا۔ براہ قزوین طہران پہونچتے ہیں۔

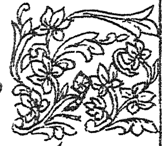
دوم راہ ترزان و تبریز

یہ دو راستے ہیں۔ ان میں سے ایک راہ تو وہ کاروان اختیار کرتے ہیں جو روسی کے سوا دوسرا مال تجارت لاد کر لیجاتے ہیں اور باطوم کے پیش قرار چنگی کے محصول اور ماوراء النہر کی ریلوے کے کرایہ سے بچنے کے لئے ترزان سے جو بحیرہ اسود کے شمالی و مشرقی گوشہ میں ایک ترکی بندرگاہ ہے۔ روانہ ہو کر پانسو میل تک ایک ایسے حصہ ملک

مین سے گذرتے ہوئے جس مین نشیب اور ڈہلوانین برابر چلی گئی ہین۔ تبریز جا پہونچتے ہین۔ یہ راستہ جیساکہ مین آگے چلکر ایک فصل مین جسکا موضوع تجارت ایران ہے بیان کرونگا۔ گذشتہ پچاس سال سے انگریزی مال تجارت کی درآمد کا واسطہ بن رہا ہے بالخصوص سنہ ۱۸۸۳ع سے جب سے کہ روس نے علاقہ قاف مین سے اشیا کے بلامحصول لیجانے کی اجازت کو روک دیا ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ یہ قریب ترین راہ ہے جس سے مال تجارت تبریز پہونچ سکتا ہے۔ لیکن احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ مسافر اس راستہ سے آنا پسند کرے گا۔ ہان اگر راستہ مین وہ ارض روم کے ترکی قلعہ کو دیکھنے یا کردی یا ارمنی معاملات کی مقامی طور پر تنقیح کرنے کا خواہشمند ہو تو ممکن ہے کہ وہ بھی راستہ اختیار کرے

ل۵ اس رستہ کا حال متذکرہ ذیل کتابون مین درج ہے "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۲۶ الی ۳۸، مصنفہ لفٹنٹ کرنیل اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۳۵ع)، "حالات آرمینا و فارس" بزبان فرانسوی جلد اول و دوم مصنفہ چارلس ٹیکسیر (سنہ ۱۸۳۹ع)، "ٹریولس ان پرشیا" (سفرنامہ ایران) جلد دوم و سوم حصہ سوم مصنفہ مسٹر ویگنر (سنہ ۱۸۴۳ع)، "لایف اینڈ ایڈونچرز" (حیات و سوانح غریبہ) مصنفہ ویمبری فصل چہارم پنجم۔ و ہفتم (سنہ ۱۸۶۳ع) اور "پرشیا دی لینڈ آف امامز" (ایران یعنی سرزمین ایمہ) مصنفہ جے بیسٹ فصل دوم (سنہ ۱۸۷۱ع)، تربزان اور تبریز کے درمیان کاروان کی منزلون اور ہر ایک منزل کی مسافت جسقدر گھنٹون مین طے ہوتی ہے (ترکی گھنٹہ یعنی پیمانہ وقت ایرانی فرسخ یعنی پیمانہ مسافت کے بالکل مساوی ہے) یعنی ایک لدا ہوا [illegible] ایک گھنٹہ مین جسقدر فاصلہ طے کرتا ہے اوسکی فہرست حسب ذیل ہے۔

تربزان سے جوزلک (۶) خمسی کوئی (۵) ارداسا (۸) گمش خانہ (۵) مراد خان (۵) قدرک (۵) بئرالا (۶) قوپ داغ خان (۶) آشں کا (۹) ایلیجا۔ (۸) ارض روم (۳) حسن کالہ (۶) امراکم (۵) ویلی بابا (۶) تیار (۵) ملاسلیمان۔ (۷) کاراکلیسا (۷) طاشلیچائی (۵) ویادین (۶) قزلدیزہ (۵) اواجک (ایرانی سر



سوم راہ طفلس و تبریز

وسر ارستہ وہ ہے جہان سے روسی تجارت کا مال درآمد و برآمد گذرتا ہے اور جسے اکثر سیاح بھی اختیار کرتے ہین۔ یہ سڑک طفلس کی طرف سے روس اور ایران کے سرحدی مقام جلفا کو جو دریائے ارس[٥] پر واقع ہے عبور کرتی ہوئی تبریز آئی ہے۔ زمانہ سابق مین اس راہ پر سڑک سے آنیوالے مسافر طفلس سے روانہ ہوتے تھے[٥/١] لیکن جب سے کہ خاک کنائے قاف مین سے ریل کی سڑک گذری ہے اکستافا کا اسٹیشن جو طفلس سے ۵۰ میل جانب شرق واقع ہے عام طور پر مسافرون کا مقام روانگی قرار پا گیا ہے۔ یہان

نوٹ متعلقہ صفحہ ۸۴۔ (۵) کرینہ (۷) زرود (۶) پیرہ (۲) خوئی (۳) سید حاجی (۵) تسیہ (۶) وزا خلیل (۷) میانہ (۶) تبریز (۳) یہ کل ۱۷۲ گھنٹے یا تین میل فی گھنٹہ کی اوسط سرعت رفتار کے حساب سے ۵۱۶ میل ہوئے کرنیل اسٹوارٹ نے سنہ ۱۸۳۵ء مین اس فاصلہ کے متعلق ۴۹۰ میل کا اندازہ لگایا تھا۔

٥ یہ ارس وہی معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت خواجہ حافظ فرماتے ہین ؎

اے صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس   بوسہ زن بر خاک آن وادی مشکین کن نفس

٥/١ طفلس سے تبریز تک کے سفر کا حال مفصلہ ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے:۔ سر جے چارڈن (سنہ ۱۶۷۱ء) "کردہ یونز" مترجم (سفرنامہ) صفحہ ۲۳۸ الی ۲۵۲ جے۔ پی موریئر (سنہ ۱۸۱۴ء) "سکنڈ جرنی" (دوسرا سفر) صفحہ ۳۰۱ الی ۳۲۰۔ لفٹنٹ وارٹ (سنہ ۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) ۱۴۰ الی ۱۶۹+ای۔ بی ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۱۴۰ الی ۱۷۸+اے۔ ایچ مونسی (سنہ ۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکیسس" (سفر قاف) صفحہ ۵۰ الی ۹۰+اے۔ ایچ شنڈلر (سنہ ۱۸۸۱ء) "از ایران تا بہ برلن" (بزبان جرمنی) جلد ششم ہیڈیم ڈیولافاے (سنہ ۱۸۸۱ء) "حالات ایران"

ریل چھوڑ دی جاتی ہے[۵۱] اور گاڑیان یا گھوڑے کرایہ کر لئے جاتے ہین[۵۲]۔ اکستافا سے جلفا تک قریباً ۲۰۵ میل کا فاصلہ ہے مسافر راہ مین اریوان کے دلچسپ شہر سے بیچ ہوتا گذریگا جو روسی آرمینیا کا دارالحکومت ہے اور اخمیادزین کی جو ارمینیون کا مذہبی مرکز ہے

بقیہ نوٹ صفحہ ۸۵ (بزبان فرانسوی) صفحہ الی ۳۴۔ ایچ بائینڈر (۱۸۸۷ء) "حالات کردستان" صفحہ ۱۷ الی ۱۸۔ موخرالذکر سیاح نے اس سفر کے موجودہ طریقہ طے مسافت کا حال صحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے یعنی اکستافا تک بذریعہ سواری ریل اور وہان سے جلفا تک گاڑی مین اور جلفا سے تبریز تک بذریعہ پیادہ پا۔

[۵۱] طفلس سے اکستافا تک ڈاک کی ریل مین ۳½ گھنٹہ اور مسافر گاڑی مین ۵ گھنٹہ مین پہونچتے ہین۔ اوّل درجہ کا کرایہ ۵ روبل[⊙] ہے۔

[۵۲] اس غرض کے لئے ایک "پدوروجنا" یا ڈاک کا پروانہ طفلس مین لے لینا چاہیئے۔ اس سے ڈاک کے گھوڑون کو کرایہ پر لینے اور سڑک پر ڈاک بنگلون مین فروکش ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے اکستافا سے جلفا تک (لیکن اس سے آگے کے لئے نہین) ایک گاڑی (یا تو فٹن اور یا بے کمانی کی چوبی تین گھوڑون والی گاڑی) تیس سے ۴۰ روبل تک کرایہ پر مل سکتی ہے۔ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ بحساب ۳ کوپک[©] فی ورسٹ (⅔ میل) ایک گھوڑے کے لئے لیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ کوچبان کو ہر چوکی پر ۲۰ کوپک کا مقررہ انعام دینا پڑتا ہے اکستافا اور تبریز کے درمیان جو منزلین پڑتی ہین اور ان مین جو فاصلہ بحساب ورسٹ کے ہے اونکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اکستافا سے ازنتلی (½ ۲۲) کاروانسرائے (½ ۱۷) ترساچائی (½ ۱۸)۔ دلی جان (½ ۱۴)۔ سمینیا فسکا (¾ ۱۸) ہیلینا فسکا (½ ۲۱) اختی (½ ۱۶)۔ فانینکا (۲)، ایلیار (½ ۱۹)۔ اریوان (۱۵) آغا ہمدانی (۱۳) قمرلو (۱۵) دوالو (¾ ۱۸)۔ صدارک (¾ ۱۸)۔ بشنورشین (½ ۲۲)۔ ترتشاہ (۱۰) کیورک (۱۹)، بجکدوسی (½ ۱۲) (۲۱)، النجاچائی (۲۵) جلفا (۱۳) یہ کل ¾ ۳۶۳ ورسٹ یا ½ ۲۴۲ میل ہوئے۔ ان منزلون مین سے اکستافا دلی جان (جہان سے سڑک کی ایک شاخ کارس کو جاتی ہے) اختی اریوان۔ صدارک اور نخچیوان مین انڈو یوروپین ٹیلیگراف دفاتر قایم اور متصدی متعین ہین۔

⊙ روبل روس کا کمترین نقرئی سکہ ہے جسکی قیمت اندازاً عہ کے مساوی ہے مترجم © ایک روبل سو کوپک کا ہوتا ہے۔ مترجم

سیر کر سکیگا۔ جلفا مین کشتی کے ذریعہ سے دریا کے پار عبور کر وہ ایرانی علاقہ مین داخل ہوگا جہان چنگی خانہ سے نپٹنے کے بعد وہ چارپا ر خانون اور بار گیرون۔ مرغ یا بون جسمانی تکلیفون اور قابل نفرین سڑک کے اس نظارہ کو دیکھے گا جسے بہشت اور طہران کی راہ کے سفر کے متعلق مین پیشتر بیان کرچکا ہون۔ جلفا سے تبریز تک قریباً ۸۰ میل کا فاصلہ ہے۔ ایرانی حساب کے مطابق یون کہیئے کہ چار چار فرسخ کی پانچ منزلین ہین جنکے نام معہ فاصلہ کے درج ذیل کئے جاتے ہین۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
جلفا		
زندی قاپل یا کشمند کیا	۵	۲۰
مرند	۵	۲۴
سفیان	۵	۱۷
تبریز	۵	۲۳
کل	۲۰	۸۴

سفر طہران براہ تبریز

تبریز کے متعلق ایک دوسرے باب مین جو ایران کے شمالی مغربی صوبہ جات

کے حالات کے لئے وقف کیا گیا ہے مین نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ ناظرین اوسکو پڑھ لین۔ تبریز سے طہران تک کا راستہ ایران مین دوسرا راستہ ہے جسپر لوگ بکثرت سفر کرتے ہین۔ بہت سے مشہور و معروف سیاح ایران مین اسی راہ سے آئے اور اپنے تجربون اور مشاہدون کو جو دو سو سال کے زمانہ پر محیط مین قلمبند کرتے گئے۔[۵] قزوین تک کی چوکیان اور اونکا درمیانی فاصلہ ذیل کے نقشہ مین درج کیا جاتا ہے۔ سڑک کا باقی حصّہ جو قزوین اور پایۂ تخت کے درمیان واقع ہے اوسکا حال پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔

نام منزل	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
تبریز	۰	۰
صید آباد	۶	۲۰

[۵] مین ان مین سے صرف چند کا نام لیتا ہون۔ سر جے چارڈن (سنہ ۱۶۷۱ء) "ٹریولز انٹو پرشیا" (سفر ایران صفحہ ۳۷۰ الی ۳۸۲ + موسوٹنکائن (سنہ ۱۸۰۷ء) "نیریٹو آف جرنی انٹو پرشیا" (داستان سفر ایران) بارہوان اور چودہوان مراسلہ + جے پی موریئر (سنہ ۱۸۰۹ء) "فسٹ جرنی" (پہلا سفر) فصل چہاردہم + سر ولیم آوسلی (سنہ ۱۸۱۲ء) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد سویم فصل ہژدہم + سر آر کے۔ پورٹر (سنہ ۱۸۱۸ء) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد اول صفحہ ۲۵۱ الی ۰۶ : + جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ۱۸۳۴ء) "ونٹرز جرنی" (سفر سرما) جلد اول مراسلہ ہشتم + کرنیل ڈبلیو۔ کے اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران) سے ایک مقیم کا روزنامچہ) فصل پنجم و ششم + لیڈی شیل "گلمپسز آف لایف" (نظارہ حیات) فصل ہفتم + اے ایچ۔ مونسی۔ (سنہ ۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکیس" (سفر قاف) فصل ہشتم + میڈیم ڈیولافاے (سنہ ۱۸۸۱ء) "حالات ایران" (بزبان فرانسوی) صفحہ ۱۶۶ الی ۱۱۹ +

نام منزل	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
حاجی آغا	۴	۱۳
گجبین	۵	۲۰
ترکمان چای	۵	۱۵
میانہ	۶	۲۴
جمال آباد	۳	۱۷
سرچم	۴	۱۲
عق مزار	۴	۱۳ ½
نکبی	۳	۱۲
زنجان	۶	۱۸ ¼
سلطانیہ	۶	۲۳ ½
خیاہ یا حج	۵	۲۰ ½
کردہ	۴	۱۹ ½
سیاہ دہان	۵	۱۷ ¾
قزوین	۶	۱۸ ½
کل	۷۲	۲۶۳ ½

پس کل فاصلہ تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل اور جلفا سے طہران تک ۴۴۰ میل ہے

ممتاز مقامات



راستہ کی اوپر تفصیل دی گئی ہے اوس مین چند مقامات خاص طور سے قابل ذکر ہین۔ ترکمان چائی ایک گاؤن ہے جہان ۲۱ فروری ۱۸۲۸ء کو پسکی وچ نے شہنشاہ روس اور عباس مرزا نے اپنے باپ فتح علیشاہ کیطرف سے اوس مشہور عہدنامہ پر دستخط ثبت کئے جو روس اور ایران مین ہوا۔ اس عہدنامہ کی رو سے وہ لڑائی جو دو سال سے ہو رہی تھی ختم ہو گئی۔ ایران کے قبضہ سے اریوان اور نخچیوان نکل گئے اور مزید بران پینتیس لاکھ پاونڈ[۱] اوسے تاوان جنگ کے دینے پڑے۔ اس عہدنامہ نے انیسوین صدی کے شروع سے اس علاقہ پر گویا روس کی فتوحات کی مہر لگادی اور شمال و مغرب مین اوسکی جنگی قوت کا پلہ بے انتہا بھاری کردیا اوس وقت سے لیکر اب تک دیو شمال برابر آذربایجان پر آزوحرص کے دانت پیسا کیا ہے۔

میانہ کے کھٹمل

میانہ اوس ہیبتناک موذی غریب گز کا صدر مقام اور شکارگاہ ہے جسکے کارنامون کی بیہان نہایت وحشت انگیز اور خوفناک روایتین بیان کی جاتی ہین۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ میانہ کو اپنے بیداد کا خاص تختہ مشق بنانے کے لئے اسنے تہوڑے ہی دن سے منتخب کیا ہے کیونکہ چارڈن بلکہ اوس سے بھی بعد کے زمانہ کے کسی سترہوین صدی کے سیاح نے میانہ کا حوالہ دیتے یا اوسکا حال بیان کرتے وقت اس کھٹمل کا

[۱] اوس زمانہ مین پاونڈ کی جو قیمت تھی اوسکے حساب سے تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ روپیہ۔ مترجم۔

مطلق ذکر نہین کیا۔ اسکا ڈنک خطرناک ہوتا ہے اور اجنبیون کے لئے بعض دفعہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگ حماقت کی وجہ سے یہ کہتے ہین کہ یہان کے رہنے والون پر اسکے کاٹے کا کچھ اثر نہین ہوتا حالانکہ وہ وقتاً فوقتاً اِسکے ضرر سے محفوظ رہنے کیلئے علاج بالمثل کے اصول پر ایک طرح کا ٹیکا لگا دیتے ہین اِسکا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی وارد ہوتا ہے تو اوسے ایک کھٹمل روٹی کے ایک نوالہ مین لپیٹ کر کھلا دیا جاتا ہے۔ یہ کیڑا اجکل کسی قدر مختلف قسمین ایران کے مختلف حصون مثلاً مرزعہ شاہ رود وغیرہ مین پائی جاتی ہین یوروپ کے کھٹمل سے ذرا ہی بڑا لیکن رنگ مین گہرا خاکی ہوتا ہے اور اسکی پیٹھ پر سرخ چھتیان ہوتی ہین[۱]۔ جب کسی شخص کو کھٹمل نے کاٹا ہو تو ایرانی طبیبون کا معمولی نسخہ یہ ہے کہ مریض کو بگڑے ہوئے دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اوسے ایک چوکی پر جو جہت کے ساتھ بذریعہ رسیون کی معلق ہوتی ہے بٹھا دیا جاتا ہے اور رسیو نکو بل دیکر اوسے خوب گھمایا جاتا ہے حتیٰ کہ مریض کو شدت سے چکر آنے لگتے ہین اور اس نادر علاج سے زہر کے اثر کا کلی طور پر زایل ہو جانا باور کر لیا جاتا ہے ایک اور علاج یہ ہے کہ مقام گزیدہ کو تازہ ذبح کئے ہوئے بیل کی گرم گرم کہال مین لپیٹا جائے۔ لیکن مقتضائے انصاف ہوگا اگر یہان پر یہ بیان کیا جائے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو میانہ کے کھٹمل کی بہادری کے قایل نہین۔ ڈاکٹر کارلک جسنے اپنے باپ کیطرح ایران مین کئی سال تک مطب کیا ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کھٹمل کی نسبت جتنے قصے مشہور ہین وہ سب

---

۵۱ دیکھو ضمیمہ متعلقہ سفرنامہ ایسٹوک جلد ثانی اور "تاریخ حشرات الارض" مصنفہ بیرن والکنیئر۔

لغو اور مہمل ہین - اسکے علاوہ ظریف الطبع مسافر جنہین میانہ مین آرام سے شب باش ہونے کا اتفاق ہوا ہے اپنے بستر راحت سے صبح کو اُٹھکر یہ شعر گنگناتے ہوئے سنے گئے ہین -

بہت شور سُنتے تھے ان کھٹملون کا — جو دیکھا تو بیچا سے بڑھ کر نہ پایا

لیکن اسکے ساتھہ ہی مین ایسے لوگون کو بھی جانتا ہون جو میانہ کے کھٹمل کے ڈنک کے اثر سے مہینون بیمار رہے ہین اور پیدل سپاہیون کی ایک رجمنٹ مین جو ماہ اپریل ۱۸۹۱ء مین تبریز سے طہران گئی ۱۳۰ جوان اسی وجہ سے رجوع شفاخانہ ہوئے - کوٹزیبو ۱۸۱۷ء مین دو شخصون کا حال بیان کرتا ہے جو کھٹمل کے کاٹنے سے منجر بہ ہلاکت ہوئے[1] -

زنجان اور سلطانیہ

اب صرف زنجان اور سلطانیہ کا ذکر کرنا باقی رہتا ہے - زنجان ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہوگی اور ضلع خمسہ کا مستقر ہے - ابتدائً یہ بابیون کے فرقہ کا ملجا و ماوی تھا اور باب کے تبریز مین قتل ہونے کے بعد ۱۸۵۰ء مین اوسکے متعصب پیرودن کا یہان قتل عام ہوا - سلطانیہ زمانہ قدیم مین ایران کا پایہ تخت ہوتا تھا تین صدیان گذرتی ہین کہ سیاحون نے اسکے شاندار محلون اور مسجدون کی تعریف شد و مد سے کی اور اس کی بیرونی حالت اور اسکے گرد و پیش کی مقامات کے نقشے

---

[1] ان مین سے ایک تو انگریزی قونسل متعینہ تبریز کا انگریزی ملازم تھا اور دوسرا روسی سفیر بیرن ریڈ کا روسی نوکر تھا - دیکھو "سیرٹو آف اے جرنی" (ایک سفر کے حالات) صفحہ ۲۱۱ -

چھوڑتے گئے لڑائی زلزلہ زمانہ کے امتداد اور بادشاہون کے تلون نے باہم ملکر اسکے انحطاط مین حصہ لیا ہے اور سلطان خدا بندہ کے عظیم الشان مقبرہ کے پہلو مین یہ اپنی قدیم عظمت و شان کا محض ایک سایہ رہ گیا ہے[۱]۔

سفر طہران براہ چہارم مشہد سر



چونکہ شمال اور شمال مغرب کی جانب سے ایران مین داخل ہونے کے یہی دو بڑے راستے ہین۔ دو چھوٹی راہین طہران مین شمال اور بحیرہ اخضر کی طرف سے آنے کی اور بھی ہین لیکن چونکہ انکی منزلین بڑی کٹھن ہین اور بار برداری کے ذرایع بھی عسیر الحصول ہین۔ اس لئے لوگ ان راستون کو کم اختیار کرتے ہین۔ ان مین سے ایک وہ رستہ ہے جو سلسلہ کوہستان البرز سے گذرتا ہے جو مسافر اس راہ کو اختیار کرتے ہین وہ مشہد سر کے بندرگاہ سے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل پر رشت اور استرآباد کے مابین واقع ہے روانہ ہو کر بر فروش اور اامول ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین۔ مشہد سر اجسکی وجہ تسمیہ کا ماخذ یہ روایت ہے کہ حضرت امام رضا کے بھائی ابراہیم یہان سر قلم ہو کر شہید کئے گئے ما زندران کا ایک

---

[۱] انیسوین صدی کے ابتدائی حصہ مین فتح علیشاہ نے سلطانیہ کو اپنا موسم گرما کا مستقر بنایا اور یہان وہ گرمیون مین اپنی فوج۔ دربار۔ اور حرم کے ساتھ چلا جاتا تھا اور سیر و شکار مین وقت گذارتا تھا۔ لیکن جب روسی ۱۸۲۸ع مین "شہنشاہ عالم پناہ" کے اسقدر قریب آ گئے کہ ترکمان چائے تک پہونچ گئے تو اس بدقسمتی اور بے آبروئی کے باعث اوسنے سلطانیہ مین آنا چھوڑ دیا۔ مقبرہ خدا بندہ کے نقشہ اور تعمیر و تجدید کے لئے دیکھو چارلس ٹکسیر کی کتاب "حالات آرمینہ" (بزبان فرانسوی) کی پہلی جلد کی تصاویر ۵۴-۵۶-۵۷ اور ۵۸ اور نیز "آثار جدیدہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ پی کاسٹی۔

ہی بندرگاہ ہے لیکن لفظ بندرگاہ کی تعریف اسپر بھی اوسی حیثیت سے صادق آتی ہے
جس اعتبار سے کہ ایران کے دوسرے بندرگاہ بندرگاہ کہے جاسکتے ہین - یہان ایک
دریا بحیرہ اخضر سے ملتا ہے اور مغربی ہواؤن کی مدد سے مقام اتصال پر اوس جہال کو
پیدا کرتا ہے جسے سب جانتے ہین یہی اس کا بندرگاہ سمجھ لو - "کاکیس اینڈ مرکری
کمپنی" کے جو جہاز رشت سے روانہ ہوکر یہان ٹھہرتے ہین اونہین مجبوراً سمندر کے اوس
حصہ مین دور ٹھہرا رہنا پڑتا ہے جہان پانی کافی گہرا ہو - باعتبار مسافت یہ قریب ترین راہ
ہے جسکے ذریعہ سے بحیرہ اخضر سے طہران پہونچ سکتے ہین - مشہدسر سے برفروش
تک ۵ امیل اور وہان سے امول تک ۳۸ میل اور پھر وہان سے براہ دماوند طہران
تک ۱۶۰ امیل کا فاصلہ ہے یعنی بذریعہ قافلہ کے پانچ دن مین اس راہ سے طہران
پہونچ سکتے ہین [۱] - حال مین ایک متمول ایرانی نے ساحل کے ایک مقام سے جو مشہدسر
کے قریب سے واقع ہے امول تک اپنے خرچ سے ریل کا ایک ناقص سلسلہ جسکا مین
پھر ذکر کرونگا قایم کیا ہے - لیکن جیسی کہ توقع کیجاسکتی تھی اس کا خاتمہ ناکامی پر ہوا مشہد

[۱] اس راستہ کے تفصیلی حالات ذیل کی کتابون مین درج ہین - "سفر سرما" مصنفہ جے بی فریزر (سنہ ۱۸۳۴ع) جلد دوم مراسلات پانزدہم و شانزدہم "رایل جاگریفیکل سوسائٹی کا روزنامچہ" مرتبہ کپتان آنریبل نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ع) جلد چہل و ششم صفحہ ۱۱۸ الی ۱۲۹ - "سکس منتھس ان پرشیا" (چہہ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ میڈیم سی سرینا (سنہ ۱۸۷۸ع) فصل دوم - سوم - ہشتم - نہم - مصنفہ ای اسٹیک (سنہ ۱۸۸۱ع) جلد دوم - فصل ہفتم و ہشتم - "اوقات ثانیہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ ای آرسل (سنہ ۱۸۸۲ع) فصل ہیزدہم

سرکی راہ سے البتہ روسی تجارت کا مال مازندران اور بعض دفعہ طہران کو بھی لیجاتے ہین اور اسول سے طہران تک موجودہ شاہ کی ہدایت کے بموجب آسٹریا کے ایک انجنیر جنرل گستیجر خان نے اپنی نگرانی مین از سر نو سڑک تیار کرائی ہے۔ لیکن باوجودیکہ اون راستون کی مسافت کم ہے پھر بھی وہ سہل المرور ہونے کے اعتبار سے اوس راستہ کا مقابلہ نہین کر سکتی جو رشت اور طہران کے درمیان واقع ہے۔

پنجم سفر طہران براہ گز

دوسرا راستہ گز سے جو بحیرہ اخضر کے منتہائے جنوب و مشرق مین واقع ہے شروع ہوتا ہے یہان سے ایک سڑک متذکرہ بالا راہ کے ساتھ بر فروش[۵۱] مین جاملتی ہے اور ایک علیحدہ راہ بھی ہے جو استر آباد تک (۲۳۹ میل کا فاصلہ ہے) جاکر وہان سے نہایت ڈھلوان گھاٹیون کو عبور کرتی ہوئی ۶۵ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد شاہ رود پہونچتی ہے اور یہان اوس بڑی کاروان اور ڈاک کی سڑک سے جاملتی ہے جو طہران اور خراسان کے بیچون بیچ گئی ہے۔ ان تمام مقامات سے مین آگے چلکر شرح و بسط کے ساتھ بحث کرونگا۔ فی الحال مین ان کے متعلق صرف اسی قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ سرزمین ایران مین داخل ہونے کے یہ بھی مختلف راستے ہین۔

---

۵۱ اس راہ کا حوالہ مفصلہ ذیل سفرنامون مین پایا جاتا ہے "ٹریولز انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سرالیگزینڈر برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم صفحہ ۱۰۵ الی ۱۱۴۔ "ایک سفیر کا روزنامچہ" مصنفہ ای۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۲ء) جلد دوم صفحہ ۱۶۰ الی ۱۰۱۔ "دگھنا مشرق مین" مصنفہ کرنیل ولینٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) صفحہ ۷۰ الی ۷۷۔

عشق آباد سے مشہد کا راستہ



ق کی طرف ماوراالنہر کی ریلوے نے جسکو روس نے حال مین اپنے جدید مفتوحہ ممالک مین (جو سرحد ایران کی شمال کی طرف واقع ہین) تکمیل کو پہونچایا ہے اور اوس سڑک نے جو اس سلسلہ مین روس نے عشق آباد سے جو اوسکا انتظامی اور فوجی دارالحکومت ہے خراسان کی سرحد تک تعمیر کی ہے گذشتہ دو سال سے شمالی و مشرقی حصہ ایران مین داخل ہونے کا ایک نیا رستہ جو پہلے موجود نہ تھا یا موجود بھی تہا تو غیر محفوظ تھا۔ کھولدیا ہے۔ یہ سڑک اب خراسان سے کوچان اور مشہد کیطرف بڑہائی جارہی ہے۔ چونکہ خراسان کی اس نئی سڑک کا حال ابھی تک شایع نہین ہوا تھا اور اسکے علاوہ میری خود بھی یہ خواہش تھی کہ مین اس وسیع علاقہ کے سرحدی مقامات کے حالات سے کسیقدر آگاہی حاصل کرون اور اسکے دارالحکومت مشہد کی سیر کرون اسلیئے مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ اگر ممکن ہوا تو مین ایران مین اس رستہ سے ہی داخل ہون گا۔ جو انگریزی عہدہ دار مشہد مین مامور تھے اونہین ایک سے کئی مرتبہ اسی رستہ سے آنے جانے کی اجازت مل چکی تھی اور چونکہ مین گذشتہ سال ماوراءالنہر کی ریل مین سفر کرچکا تھا اس لیئے مجھے اُمید تھی کہ گورمنٹ روس کو مکرر اجازت دینے مین تامل نہ ہوگا اور حقیقت مین کوئی معقول وجہ بھی انکار کی نہ ہوسکتی تھی۔ روسی سفیر متعینہ لندن کے اخلاق اور انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کی عنایت آمیز امداد کے متفقہ اثر سے مجھے اس مقصد کے حصول مین کامیابی ہوئی اور ذیل کے مضمون مین مین اپنے سفر کے حالات کو موقعہ موقعہ سے درج کرونگا۔

اس باب مین پیش از پیش اونکے اندراج کی ضرورت نہین۔

ہفتم۔ افغانستان کی طرف کے راستے

خیال اس امر کا مقتضی نہین کہ کوئی انگریزی سیاح آجکل ایران مین مشرقی سرحد کیطرف سے داخل ہو۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان افغانستان کا حائل ہونا اور امیر عبدالرحمن خان کا اجنبیون کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے قطعی طور پر ممانعت کر دینا ایسی روکاوٹین ہین کہ انکی وجہ سے کوئی انگریز افغانستان کی طرف سے ایران مین جانے کا تصور بھی ذہن مین نہین لاسکتا۔ ہم نے بہت سے یورپین سیاحون کے حالات پڑھے ہین۔ جنہون نے عہد سلف مین سلاطین مغلیہ کی ہندی سرحد کو قندہار کے رستہ سے عبور کر کے سرزمین ایران مین قدم رکھا اور اسی طرح موجودہ صدی کے نصف ابتدائی حصہ مین بھی حتی کہ ۱۸۷۳ء تک بھی بہت سے انگریز مثلاً کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش (جو آخری شخص تھا جس نے اس راستہ سے ہندوستان و ایران کا سفر کیا) کپتان آرتھر کونولی (۱۸۳۰ء) مسٹر مٹفورڈ (۱۸۴۰ء) اور سر لوئیس پیلی (۱۸۶۰ء) ایران سے روانہ ہوئے اور مشہد سے گھوڑے پر سوار ہو کر ہرات اور قندہار ہوتے ہوئے افغانستان کے بیچون بیچ ہندوستان مین جا پہونچے۔ لیکن جو کام کہ یہ لوگ بلاخوف مزاحمت و تعرض کر سکتے تھے گو کہ پھر بھی اونکا سفر خطرون سے خالی نہ تھا اوسے آج کے دن ہم نہین اختیار کر سکتے اور اسلئے جماعتہاے ماموره تصفیہ سرحد کے اراکین اور اون لوگون کے سوا جو محنت اور زحمت اُٹھا کر دوسری غیر معروف اطراف سے ادھر کو آئے ہین باقی شخصون کے لئے

عام طور پر ایران کا مشرقی حصہ اور اوسکے دوسرے طرف کی سرزمین ارض مالو تعرف
احوالھا بن رہی ہے۔

ہشتم۔ خلیج فارس اور بندر عباس کی راہ

اس طرح ایرانی سرحد کا چکر لگاتے لگاتے ہم جنوبی ساحل کے سلسلہ اور خلیج فارس کی بندرگاہون تک پہونچتے ہین۔ مین آگے چلکر ایک باب مین اون مختلف تجارتی راستون کا حال لکھونگا جو یہان سے ملک کے اندرونی حصون کی طرف جاتے ہین اور جو مسافر کہ بندر عباس مین اُترنے کا قصد رکھتا ہو۔ اوسے چاہیئے کہ اس باب کو پڑھے بندر عباس سے خاص تجارت کے راستے وہی ہین جو کرمان اور یزد کو جاتے ہین لیکن جو لوگ کہ بندر عباس سے مغربی سمت مین روانہ ہو کر شیراز پہونچنا چاہتے ہون اون کی اطلاع کے لیئے مین یہ کہہ سکتا ہون کہ گو ایران مین داخل ہونے اور وہان سی روانہ ہونے کا یہ راستہ اب بالکل متروک ہے لیکن ایک زمانہ مین (یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شاہی خاندان صفویہ کا پایۂ تخت اصفہان تھا اور جبکہ اوّل تو ہرمز اور بعد ازان گمبرون کا مشرق کی بڑے سے بڑی منڈیون شمار ہوتا تھا) اسی راہ کو اکثر مسافر اختیار کرتے تھے اور بہت سے مشہور سیاحون نے جن مین ٹیورنیر اور چارڈن ممتاز تر تھے اس راستہ کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

نہم۔ بوشہر سے طہران کی راہ

یہان مین اوس بڑے جنوبی راستہ کا ذکر کرتا ہون جسکی طرف مینے اس باب کے ابتدائی حصہ مین یہ کہکر اشارہ بھی کیا ہے کہ رشت کے راستہ سے باعتبار عام پسند

ہونے کے یہ دوسرے درجہ پر یعنی رہ راستہ جو خلیج فارس کے مقام لنگر اندازی (بندرگاہ کا لفظ استعمال کرنا مجھے کچھ گران گزرتا ہے) بوشہر سے روانہ ہوتا ہے اس راستہ کو تمام ہندوستان سے آنے والے مسافر اختیار کرتے ہین اور کل انگریزی اور ہندوستانی تجارت کا مال جسکا لیجانا اصفہان کو مقصود ہوتا ہے اور جس مین سے کسیقدر طہران کی منڈیون مین بھی کھپتا ہے اسی راہ سے جاتا ہے - ایران کے راستون مین یہ راستہ سب سے زیادہ کثیر المرور اور معروف ہے چونکہ مین نے اس راستہ کو سمت مخالف سے طے کیا ہے اور آگے چلکر مین اپنے مشاہدات اور تجربوں کو بالتفصیل بیان کرونگا اسلیے یہان مین صرف اسیقدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ یہ راستہ شیراز - اصفہان - کاشان - اور قم مین سے ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے اور اس کا کل فاصلہ ۰۷ میل ہے - بوشہر اور شیراز کے درمیان پہلی ۰ میل کی مسافت کاروان کے ذریعہ سے طے کرنی پڑتی ہے کیونکہ جنوبی کوہستان کے کراڑون اور زینہ نما چٹانون پر سے گزرنے کیلیے ڈاک کی کوئی سڑک موجود نہین لیکن شیراز سے شمال کی طرف سوار اسقدر تیز جا سکتا ہے جتنا کہ مہمیز لگام اور گھوڑے کے سم اوسے لیجا سکین -

دہم محمرہ سے طہران کی راہ

ظن غالب ہے کہ زیادہ عرصہ منقضی نہ ہونے پائیگا کہ اس راستہ کو خطرے اور تکلیفین جو کچھ کم نہین ایک اور راستہ کے تیار ہوجانے سے رفع ہو جائینگی جو ایک ایسے مقام سے شروع ہوگا - جو بوشہر سے مغرب کیطرف جنوبی ساحل پر واقع ہے جسطرح سے کہ

ایران کی شمالی و مشرقی سرحد پر اوسکے سیاسی تفوق کا ماحصل عشق آباد سے کوچان تک اوس سڑک کی تعمیر ہے جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے اسی طرح گمان غالب ہے کہ جنوب مین برطانیہ کلان کے رسوخ کا نتیجہ ایک نئی سڑک کی شکل مین مترتب ہوگا جو دریائے قارون سے شروع ہوکر براہ اہواز۔ شوستر۔ دزفل۔ خرم آباد۔ و برو جرد طہران پہونچیگی۔ ایران کے امپیریل بینک نے اس کام کے انجام دینے کے لئے رعایتی اجازت حاصل کرلی ہے اور سنہ ۱۸۹۰ع کے موسم خزان مین کام شروع بھی کردیا گیا۔ اور اگر یہ سڑک کامیابی کے ساتھ تکمیل کو پہونچ گئی تو ہم دیکھین گے کہ لوگ بوشہر کی راہ کو چھوڑکر ایک ایسا راستہ اختیار کیا کرینگے جو باعتبار مسافت جہاز سے اترنے کے مقام سے پایہ تخت تک بقدر ۲۵۰ میل کے کم ہے اس راستہ کے مزید حالات بھی مین آگے چلکر بیان کرونگا فی الحال یہ راستہ جسکا خاکہ کھینچ کر بتایا گیا ہے مسافر کے لئے عملی متصور نہین ہوسکتا اور نہ ایک اجنبی کو اسکے اختیار کرنے کی صلاح دی جاسکتی ہے۔

یازدہم۔ بغداد سے طہران کی راہ

جو دورہ کہ میرے ناظرین کو خلیج فارس کے منتہا اور دجلہ و فرات کے دہانہ تک لایا ہے اوس مین تہوڑی سی اور توسیع اونکو بغداد مین جا اتارے گی۔ انگلستان مین اکثر لوگون کو سنکر تعجب ہوگا کہ سرحد ایران اور ایران کے اندرونی حصون کے سفر کیلئے بغداد ایک نہایت دلچسپ روانگی کا مقام ہے۔ نہ صرف مال تجارت بمقدار کثیر ایران سے یہان آتا ہے اور یہان سے ایران جاتا ہے بلکہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور شہر

اور آثار قدیمہ یہان سے اور بیجا نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ فقط یہین سے روانہ ہوکر دیکھے جاسکتے ہین۔ پس مین اول بغداد پہونچنے کے مختلف راستے بیان کرونگا اور پھر اوس راستہ کا مختصر حال لکھون گا جو یہان سے سرحد ایران کو جاتا ہے۔

بغداد پہونچنے کے وزایع

سال پیشتر جبکہ مین بغداد کے سفر کا قصد کر رہا تہا تو اس شہر مین مختلف راہون سے پہونچنے کے متعلق انگلستان مین صحیح و مستند اطلاع کے بہم پہونچانے مین مجھے بڑی وقت پیش آئی۔ چونکہ اسکے محل وقوع مین ایک خصوصیت ہے اس لیے میرے علم مین اور کوئی شہر ایسا نہین جس مین ایک یورپین اتنے متعدد راستون سے داخل ہوسکتا ہو یا جہان پہونچنا مشکل بھی بعید ہو اور آسان بھی بدرجہ غایت لیکن اس آسانی کی صرف یہی صورت ہو کہ نسبتاً وقت بہت سا ضایع کیا جائے۔

(۱) ترېزان اور سمسون کے راستے

بغداد مین بحیرہ اسود سے دو راستون سے پہونچ سکتے ہین۔ یعنی یا تو ترېزان سے براہ دیار بکر۔ موصل و دجلہ[۱] اور یا سمسون سے براہ دیار بکر و دجلہ۔ آخر الذکر راستہ وہ ہے

[۱] ترېزان سے ارض روم تک کے راستہ کے حالات کے لئے علاوہ اون مصنفون کے جن کا حوالہ پیشتر دیا جا چکا ہے دیکھو "نوٹس آن اے جرنی" (ایک سفر کی یادداشت) مرقومہ ایچ۔ سوٹر (۱۸۳۸ء) و متضمنہ روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی جلد دہم صفحہ ۳۴۴ + "جرنیز ان پرشیا" (سفرہاے ایران) مصنفہ مسز بشپ (۱۸۹۰ء) جلد دوم۔ مراسلات بست و چہارم و بست و پنجم + اور ارض روم سے دیار بکر تک کے راستہ کے حالات کیلئے دیکھو مراسلات مرتبہ جی ٹیلر و متضمنہ کارنامجات رائل جاگرفیکل سوسایٹی جلد دوازدہم صفحہ ۳۰۲ +

جسپر ترکی ڈاک قسطنطنیہ کی آمد و رفت کے اور ڈاک کی سرعت رفتار کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی معمولی مسافر تو اوس سے سبقت لیجا نہیں سکتا۔ لندن سے روانہ ہوکر اس راہ سے پورے چوبیس ۲۴ دن بعد بغداد پہونچتے ہین[1] سمسون بحیرہ اسود کی ایک بندرگاہ ہے جہان قسطنطنیہ کے جانے آنے والے جہاز ٹھہرتے ہین۔ ہر دو صورتہاے مذکورہ در مین سال کے بعض حصون مین بغداد کا سفر موصل سے بلکہ دیار بکر سے بغداد تک دریاے دجلہ

---

[1] سمسون اور بغداد کے درمیان حسب ذیل منزلین ہین قوسین مین جو اعداد دے گئے ہین وہ گھنٹون کی تعداد ہے جو ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنے مین لگتے ہین۔ کاوک (۸) ارکیک (۶) چفتا خان (۶) خمص (۷) اگتا بازار (۶) ترخال (۷) تقاط (۹) یلدز داغ (۹) یجرا (۷) سواس (۷) ایولاشن (؟) ویل کالی واشش (۵) کنکر یا کنگل (۴) الہ یار خان (۸) حسن چلپوری (۶) حکیم خان (۴) اسرلی (۹) کش مدان (۹) ارپوزبت (۶) خرپوت (۶) ملاکالی (۶) باقرمدان (۹) ارغان (۵) یکلاشش (۶) دیار بکر (۶) قمارخانہ (۶) شیخان (۶) گیلیہ یام دیرن (۶) درہ (۹) نصیبین (۶) ازنا غور (۹) دیروند (۶) جزیرہ (۸) تکیان (۶) زاخو (۶) سمیل (۶) تل اسکف (۷) موصل (۷) زاب (۱۰) اربیل (۷) کشش پتی (۶) الطون کپری (۶) کرکوک (۹) توز (۹) دزخرمطی (۷) سلاحیہ (۹) کاراپتی (۷) دیل عباس (۹) شہروان (۱۰) ینہ (۵) بغداد (۵) سواس اور بغداد کے درمیان اس راستہ کے اکثر حصہ کو سر الیف گولڈ اسمڈ نے ۱۸۶۴ع مین اپنی کتاب "ٹیلیگراف اینڈ ٹریول" (تار برقی و سیاحت) کے صفحہ ۴۱۲ سے لیکر ۵۱۴ تک مین اور پورے راستہ کے حالات کو وائیکونٹ پولنگٹن نے ۱۸۹۶ع مین اپنی کتاب "ہاف دے راونڈ دی ورلڈ" (آدہی دنیا کا سفر) کی بارہوین فصل مین بیان کیا ہے۔

مین بیڑے پر جانے سے جلد ترطے ہوسکتا ہے لیکن یہ دونون سفر صرف ایک زحمت کش مسافر کو اختیار کرنے چاہئین۔

(۲) اسکندرونہ اور حلب کا راستہ

ادہین بحر روم کی طرف سے یا تو اسکندرونہ سے براہ حلب اور یا بیروت سے براہ دمشق پہونچ سکتے ہین۔ اور ان دونون صورتون مین حلب اور دمشق سے روانہ ہونے پر مسافر ذکئی راستے انتخاب کرسکتا ہے۔ معمولی راستہ اسکندرونہ سے اول حلب کو جو چار منزل کا سفر ہے آتا ہے۔ اس سے آگے دیر آتا ہے جو دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور وس منزل کی راہ ہے۔ اس سے وش منزل آگے حیط آتا ہے یہ بھی دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور یہان سے چار منزلین طے کرنے کے بعد بغداد پہونچتے ہین۔ گویا کہ کل ۲۸ منزلون کی مسافت ہوئی۔ اسکندرونہ سے حلب تک دو دن مین یا تو گھوڑے پر اور یا گاڑی پر آسکتے ہین حلب سے بغداد تک مسافر کو یابو کرایہ پر لینے پڑینگے اور جسقدر سامان اوسکے ہمراہ ہوگا اوسی کے لحاظ سے یہ فاصلہ وہ چودہ سے لیکر سولہ دن تک مین طے کریگا۔ حلب سے ایک اور لمبا راستہ بھی اختیار کرسکتے ہین یعنی یہان سے دیار بکر جائین جو کہ گیارہ منزل ہے اور وہان سے تیرہ منزلین طے کرنے کے بعد موصل پہونچین اور وہان سے بارہ منزلون کی مسافت براہ خشکی طے کرنے کے بعد بغداد پہونچین۔[۱]

[۱] اس راستہ کا ذکر مسٹر ٹام ایلیس نے اپنی کتاب "آن اے رلیفنٹ اینڈ تھرو دی ڈیزرٹ" (سفر دریا

(۳۳) دمشق کی راہ



دمشق اور بیروت کو ایک نہایت عمدہ گاڑی کی سڑک اور ایک روزانہ چلنے والی ڈاک گاڑی جو نو گھنٹہ مین فاصلہ طے کرتی ہے آپسمین ملاتی ہے۔ دمشق سے مسافر مفصلہ ذیل دو راستون مین سے کوئی سا ایک اختیار کر سکتا ہے یعنی (۱) براہ تدمور یا پالمیرا و دیر[۵] یہ کل مسافت معمولی اونٹ ۳۰ دن مین اور ۳۰ سانڈنی ۱۳ دن مین طے کر سکتی ہے دوسری کوئی سواری اس راہ سے جا نہین سکتی۔ اسکے علاوہ خطرون سے بھی یہ راہ خالی نہین (۲) پرانے صحرایا سانڈنی کی ڈاک کی راہ جو ریتیلے بیابانون کے بیچون بیچ ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ اس راہ کو معمولی مسافر قریبًا ۱۵۰ گھنٹہ (جو ۵۰۴ میل کے مساوی متصور

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۰۳ وصحرا کی جلد اول مین کیا ہے حلب اور دیار بکر کی درمیانی منزلین حسب ذیل ہین۔ اخارین (۷) بیگلر بیگی (۶) مسلم (۷) مضر (۷) براجیک (۱۴) ہواہ یا دیواک (۹) شمشیہ (۷) سویراک (۶) قلیتاک (۶) قرا باغچہ (۶) دیار بکر (۶) موصل سے بغداد تک کی راہ کا حال تھیلمین نے ۱۸۷۲ء مین اپنی کتاب "جرنی ان دی کاکیسیز (سفر قاف وغیرہ) کی جلد دوم فصل ششم مین اور بائنڈر نے ۱۸۸۴ء مین اپنی کتاب (حالات کردستان) کی فصل نہم مین بیان کیا ہے۔

[۵] اس راستہ کا حال ٹرسٹرم ایلیس نے اپنی کتاب کی دوسری جلد مین لکھا ہے دمشق اور دیر کے درمیان حسب ذیل منزلین ہین۔ جرود۔ قصیر۔ قریتین۔ عین البادیہ۔ تدمور۔ رخا۔ سخنہ۔ الدویب۔ بیر کباکب۔ دیر۔ دیر اور بغداد کی درمیانی منازل کی تفصیل پہلے درج کیجا چکی ہے یہ وہی سو وان تھیلمین ۱۸۷۲ء مین کربلا سے براہ پالمیرا گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق کو گیا۔ دیکھو "سفر قاف وغیرہ" جلد دوم فصل ہفتم۔

ہو سکتا ہے) یا پندرہ دن میں طے کر سکتا ہے لیکن ڈاک کا ہرکارہ اسے دس دن میں طے کرتا ہے۔ چالیس سال سے بھی زیادہ مدت تک انگریزی قونسل متعینہ بغداد نے اس سانڈنی کی ڈاک کو اوّل اوّل ہندوستان کی گورنمنٹ سے ایک وظیفہ کی اعانت حاصل کرکے قایم رکھا۔ ابتداءً یہ ڈاک کا سلسلہ مہم فرات وفلاٹیلا[۱] (جنگی جہازوں کا بیڑا) کے متعلق قایم ہوا تھا لیکن گورنمنٹ ٹرکی نے ایک ڈاک کا سلسلہ اپنی طرف سے بشرح محصول مابین الاقوام کے ساتھ جاری کر دیا جسکی رقابت کی وجہ سے سلسلہ اوّل الذکر منقطع ہو گیا۔ یہ راستہ تکلیفون اور زحمتون سے پر ہونے کے علاوہ دلچسپی سے اس درجہ معرا ہے اور بسا اوقات خطرات کا اسمین اسقدر سامنا کرنا پڑتا ہے کہ سوائے ادن لوگون کے جنہون نے آرام و آسایش کے خیال کو نظر انداز کرنے اور سلامتی کو معرض خطر مین ڈالنے کا مصمم قصد کر لیا ہو اور کوئی مسافر اس راہ کو اختیار نہین کرتا۔

(۴) خلیج فارس کی راہ

بالآخر بالکل تری کی راہ سے بھی بغداد پہونچنے کا ایک طریقہ ہے یہ راستہ گو بڑے

---

[۱] اس ڈاک کے سلسلہ پر ماہ فروری ۱۸۳۸ء سے ماہ اپریل ۱۸۴۳ء تک مبلغ لعہ ۵ صر خرچ ہوئے اسکے بعد بیس سال تک ایک مرتبہ کے آنے جانے کا خرچ آٹھ پاونڈ پڑتا تھا۔ لیکن اسکے بعد خطوط کی تعداد اسقدر بڑھ گئی کہ یہ ڈاک اپنے مصارف کی خود کفیل ہو گئی۔ اس راستہ سے دمشق اور بغداد کے درمیان ٹھہرنے کے مقامات یا کنوین حسب ذیل ہین۔ الضمیر۔ ایتا۔ روماتا۔ التنف۔ تر کفت۔ اکارا۔ ادامہ۔ امہیور۔ رحجی سابون۔ ایچ۔ کبیر خوبار۔ قبیسہ۔ اور حیط۔ ۱۲

چکر کا ہے اور اس مین وقت بہت صرف ہوتا ہے لیکن اس مین آسایش بھی بڑی ہے برٹش انڈیا نیویگیشن کمپنی (ہندوستان کی جہازران کمپنی) کے آگبوٹ یوروپ کے پننسولا اینڈ اورینٹل جہازون کے سلسلہ مین بمبئی سے روانہ ہوکر براہ کراچی و خلیج فارس بصرہ پہونچتے ہین۔ یہان مسافر جہاز سے اُترکر یوفریٹس اینڈ ٹائگرس اسٹیم نیویگیشن کمپنی (دجلہ اور فرات کی دخانی کشتی چلانے والی کمپنی) کی کشتیون مین سوار ہوتا ہے جو دریا کی حالت کی رو سے تین دن سے لیکر چار دن تک مین مسافر کو دجلہ کی راہ سے بغداد پہونچا دیتی ہین۔ اس راستہ مین اگر کوئی نقص ہے تو وہ یہ ہے کہ وقت بہت صرف ہوجاتا ہے۔ لندن سے منزل مقصود تک پہونچنے مین پانچ ہفتہ سے زیادہ عرصہ لگتا ہے

بغداد سے طہران تک کا سفر

مذکورہ بالا راستون مین سے کسی ایک کے ذریعہ سے مسافر کو بغداد مین پہونچا کر اب مین اوسے یہ بتاتا ہون کہ سرزمین ایران مین وہ اسطرف سے کسطرح داخل ہوسکتا ہے اور راہ مین کیا کیا چیزین اوسکے دیکھنے مین آئین گی۔ بغداد سے سرحد ایران تک جو ترکی منزل خانکین سے پانچ میل پرے سے شروع ہوتی ہے۔ نوے میل کا فاصلہ ہے سڑک کا اکثر حصہ ایک ہموار صحرا مین واقع ہے اور قیام کے مقام حسب ذیل ہین یعنی سعدیا اور ناخان (۱۵ میل) یعقوبیہ (۱۴) شہرآباد (۲۶) قزل رباط (۱۸) خانکین (۱۷) ڈاک کا کوئی سلسلہ اس راہ پر قایم نہین۔ مسافر کو باربرداری کے لئے بغداد مین جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور خانون مین جو کاروان سرا کے ترکی مترادف ہین اور مسافر

بنگلوں میں قیام کرنا پڑتا ہے۔ سرحد ایران کے چنگی خانہ سے بٹنے کے بعد مسافر کو حسب ذیل راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے:۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ باعتبار میل
خانیکن (۱۰۰۰ فٹ)		
قصر شیرین (۱۷۰۰ فیٹ)	۶	۱۸
سرپل	۵	۱۸
کرند (۵۲۵۰ فیٹ)	۸	۲۹
ہارون آباد	۶	۲۰
ماہی دشت	۶	۲۲
کرمان شاہ (۵۰۰۰ فیٹ)	۴	۱۴
بیستون	۶	۲۱
صحنہ	۴	۱۶
کرکنگاور ✤	۵	۱۸
سعید آباد	۶	۲۳
ہمدان ✤	۶	۲۵
میلاگرد	۷	۲۵

✤ = دفاتر تار برقی۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل ہے
ذرہ	۴	۱۶
نواران *	۹	۳۶
شمیران	۴	۱۴
خوشکیک	۵	۱۹
خان آباد *	۶	۲۴
رباط کریم	۸	۳۲
طہران (۳۸۰۰ فیٹ)	۷	۲۸
میزان	۱۱۲	۴۱۲

پس کل فاصلہ بغداد اور طہران کے درمیان ۴۰۸ + ۹۰ یا تقریباً ۵۰۰ میل[1] ہے۔
کرمان شاہ اور طہران کے درمیان چاپار کی ڈاک اور چاپار خانے ہین۔ لیکن خانیکن اور

(۱) اس راستہ کو کلی یا جزئی طور پر جے۔ ایس بکنگہم نے سنہ ۱۸۱۶ء مین اپنی کتاب "ٹریولس ان میسوپوٹیمیا (سفر المیسوپوٹیمیا) کی جلد اول فصل اول تا نہم مین بیان کیا ہے۔ اسکے علاوہ حسب ذیل سیاحون نے اپنے سفرنامون مین اسکا ذکر کیا ہے "پرسنل نیریٹو" (آپ بیتی) فصل سیزدہم الی نوزدہم مصنفہ آنریبل جے کپل (سنہ ۱۸۲۴ء) "ٹریولس ان کردستان" (سفر کردستان) جلد دوم مراسلات ششم الی دوازدہم مصنفہ جے بی فریزر (سنہ ۱۸۳۵ء) "ارلی ایڈونچرز" (ابتدائی سرگذشت) جلد اول صفحہ ۲۰۱ الی ۲۵۲ مصنفہ سر ایچ لیارڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "کیپٹن مارچ" (خشکی کا سفر) جلد اول فصل ۱۰ و جلد دوم فصل ۱۔ مصنفہ ای۔ ایل۔ مٹفورڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "نیریٹو آف اے جرنی تو دی فرنٹیر آف ٹرکی اینڈ پرشیا"

* = دفاتر تاربرقی۔

کرمان شاہ کے درمیان صرف ایک ڈاک کی چوکی سرپل مین ہے جہان ڈاک کے گہوڑے بدلے جاتے ہین۔ اسلئے بغداد سے کرمان شاہ تک بذریعہ کاروان آنا پڑتا ہے۔

پہاڑ شہر اور آثار الصنادید



سفر تین اعتبار سے خاص طور پر دلچسپ ہے اولاً ز گراس کے عظیم الشان سلسلہ کوہ کو اس راستہ سے خانیکن اور کرمان شاہ کے درمیان عبور کرتے ہین۔ درہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸ (سرحد ایران و روم کی سیاحت کی داستان) مندرجہ "بمبئی ریکارڈس" مصنفہ کام فیلکس جونز (۱۸۴۴ء) "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) صفحہ ۱ الی ۵۰ مصنفہ جے۔ پی فیریئر (۱۸۴۵ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از انڈس تا بہ دجلہ) صفحہ ۴۱۴ الی ۴۶۹ مصنفہ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۴ء) "حالات کردستان" فصل یازدہم الی سیزدہم مصنفہ ایچ بائینڈر (۱۸۸۴ء)۔ بغداد سے طہران کو ایک اور راستہ محمرہ کی طرف سے بھی آتا ہے جسے کاروان بالعموم موسم سرما مین اختیار کرتے ہین۔ کنگاور سے متفرع ہوکر یہ راستہ حسب ذیل سمت مین جاتا ہے بیہ پرسپاہ (۱۹ میل) ناتج (۲۳) دزآباد (۲۵) سروک (۱۹) سیادشان (۲۷) جیرود (۲۱) سلیان (۱۶) قم (۲۱) (دیکھو مسٹر ایچ ان بیرنتا "سفرہائی ایران" ۱۸۹۶ء جلد اول مراسلات سوم الی ہشتم مصنفہ مسز بشپ۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انیطیس وہی جو ایران مین اسطارحی کہلاتی تھی جسکی عام طور پر میڈیا۔ سوسیانا اور کپیڈوشیہ مین پرستش کیجاتی تھی اوسکے مندر کے کہنڈر کنگاور مین موجود ہین۔ دیکھو "حالات آرمینا وغیرہ" نقشہ جات ۱۶۲ الی ۶۸ مصنفہ سی ٹیکسیر۔ اور "ایران قدیم" جلد اول نقشہ جات ۲۰ الی ۲۳ مصنفہ فلینڈن وکاسٹ۔ اس مندر کا پارتھین زمانہ مین تعمیر ہونا بیان کیا جاتا ہے دیکھو "ایران کی قدیم صنعت" حصہ پنجم صفحہ ۱ الی ۱۱ مصنفہ ایم۔ ڈیولافاسئے۔

ہو اور وہ قافلہ کی زندگی کی ضروریات کے متعلق پہلے سے اپنی رائے ہ قائم کرچکے ہوں اور باوجود اسکے وہ ایران میں کاروان کے ذریعہ سے نیا نیا سفر کرنیوالے ہیں، خیمون کا عرض وطول بستر کی ترکیب ہمراہ لیجانیکے سامان کی کمترین مقدار گرلی پارہ و کا ذخیرہ ہمراہیون کی تعداد اشیاء خورد نوش یہ سب ایسی چیزین ہین جنکے انتخاب کا انحصار ایک حد تک تو مزاج کے مذاق یا مقاصد سفر پر ہوتا ہے اور ایک حد تک اوس وضع وروش پر جسکا کہ رواج ہو اس لیئے اگر زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ان امور کے متعلق ہدایات دی جائین تو ممکن ہے کہ بعض لوگ انہین زاید از ضرورت تصور کرین۔ یا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ دائرہ رواج سے خارج ہو جائین۔ البتہ چاپار کے ذریعہ سے سفر کرنے والے سیاح کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اوسے غالباً انگلستان سے روانہ ہونے کے وقت ذرا بھی یہ خیال نہین ہوتا کہ آگے چلکر کیا پیش آئے گا اور اگر اُسے پہلے سے معلوم ہو کہ اپنے ہمراہ کیا لے چلنا اور کیا چھوڑ جانا چاہیئے اور کن کن امور کا متوقع ہونا اور کن کن باتون سے محترز رہنا چاہیئے تو اوسے نہ صرف بہت سی تکلیفون سے رستگاری حاصل ہوگی بلکہ خرچ مین بھی کفایت ہوگی۔

سامان سواری چاپار

یورپین وضع کے صندوق بقچے اور ٹوپی رکھنے کے صندوقچے ہمراہ لے جانے بے سود ہین۔ اگر کوئی شخص اُنہین ہمراہ لے بھی آیا تو یا تو راستہ مین اوسے اونکو چھوڑ دینا پڑیگا اور یا وہ اوسکے پیچھے پیچھے چیونٹی کی چال خچرون یا کاروان کے اونٹون پر آئینگے

اور آتے آتے اونکے پرزے اڑ جائینگے۔ جس اصل اصول پر چارپار سوار کو کاربند ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ رخت سفر کا ہر ایک حصہ کمیت کے اعتبار سے اتنا بڑا ہو کہ بوجہ پڑے ہوئے گھوڑے کے ایک طرف کو لنگا یا تسمہ سے باندھ لیا جاسکے۔ اور دوسرا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ جہان تک ممکن ہو رخت مسطور کے تمام اجزا مساوی وزن اور یکسان جسامت کے ہون۔ خفیف سی عدم مساوات بھی گھوڑے کو بہت گران گذرتی ہے اور راستہ مین قدم قدم پر ٹھہرنا اور بوجہ کو برابر کرنا پڑتا ہے۔ مین ایران مین دو اوسط درجہ کے گلیڈ اسٹون وضع کے تھیلے جنکا طول وعمق علی الترتیب ۲۲ انچ اور ۴ انچ تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا اور چونکہ دوسرے مسافرون نے بھی جن سے مجھے سابقہ پڑا انہین تھیلون کے ساتھ سفر کرنا پسند کیا ہے اس لئے مین بلا تامل کر سکتا ہون کہ یہ تھیلے سب مین عمدہ ہین۔ ایران مین پہونچکر تم ہر ایک ایرانی قصبہ کے بازار مین دیسی زین کے خریطون کا ایک جوڑا جنہین یہان خرجینین کہتے ہین خرید سکتے ہو یا ایک دن مین اگر فرمایش سے تیار کرا سکتے ہو۔ یہ خرجینین دری اور چمڑے کو ملا کر بنائی جاتی ہین۔ اپنے گلیڈ اسٹونی تھیلون کو ہر ایک خرجین مین ڈال لو اور اسے اپنے بارگیر کے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دو۔ دونون طرف کا وزن برابر ہوگا اور تمہین پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ چونکہ بارگیر زین کا استعمال نہین کرتا بلکہ جو سامان اوسکے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دیا جاتا ہے اوس پر ٹانگین پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے اسلئے وہ اسکے علاوہ کمل کوٹ اور بستر جسقدر چاہو لیجا سکتا ہے۔ تمہارا ایرانی چونکہ لازم جیسے ضرور ہے کہ تم پہلے سے نوکر رکھ لو (کیونکہ بغیر ایسے نوکر کے سفر کرنا و اقل

حماقت ہے) اپنے گھوڑے کی پیٹھہ پر خرجینون کا ایک دوسرا جوڑا ڈال لیگا جسمین چھوٹے چھوٹے تھیلے یا چیزین کھانا پکانے کے برتن اور خود اوسکا اپنا سامان بھرا جاسکتا ہے۔ بالآخر تم خود اپنے گھوڑے کی قبورون اور خرجینون مین سفر کی ضروریات یعنی شراب کا قرابہ روپیہ۔ طپنچہ۔ لوازم زینت اور کتابین وغیرہ ڈال سکتے ہو۔ گلیڈ اسٹونی تھیلون کے علاوہ مینے اپنے ہمراہ بہورے کرمچ کے دو مضبوط تھیلے لے لئے تھے جو نہایت مفید ثابت ہوئے۔ ان مین اگر کچھہ بھرنا ہو تو بہت سی چیزین آسکتی ہین۔ حالانکہ اگر ضرورت نہ ہو تو لپیٹنے سے یہ تھوڑی سی جگہ مین آسکتے ہین جو کچھہ مین نے بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ جسقدر گھوڑے کا بوجھ ہلکا ہوگا اوسیقدر جلد تم منزل طے کرسکو گے۔

سازو یراق

(۱) سازو یراق کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ ایرانی زین جو تنگ اور اونچے کنارے دار ہے انگریزی زینون سے اسدرجہ مختلف ہے کہ اگر ایک انگریز اوسپر سوار ہوگا تو اوسے تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ اوسے چاہیئے کہ ایک انگریزی کشادہ فوجی زین معہ قبورون اور خرجیون کے اپنے ساتھہ لائے اور بہت سے قلابے بالکندے بھی جنکے ساتھہ تسمے لگے ہوئے ہون اپنے ہمراہ رکھے کیونکہ ان کی راستہ مین بہت ضرورت پڑے گی۔ مین نے اپنے زین کے ایک قبور مین شراب کا ایک شیشہ جسمین ایک کوارٹ[لہ] سے زیادہ شراب تھی او جو کئی

لہ اندازاً اسیر بہر۔ مترجم

سو میل کے سفر کی ضرورتوں کے لئے کافی تھی رکھہ لیا تھا۔ بعض دفعہ مسافر اسقدر خستہ و ماندہ ہوجاتا ہے کہ کسی معین حرارت عزیزی کا ساتھہ نہ ہونا گویا اپنے منہ سے آپ موت کا بلانا ہے۔ اور مجھے اوس بیچارے مسافر پر ترس آتا ہے جو ایران مین چاپار کا سخت سفر اختیار کرکے چاء نوشی پر اکتفا کرے۔ مین اپنے ساتھہ ایک انگریزی دہانہ اور دو باگ کی لگام لایا تھا اور انہین کو مین نے برابر استعمال کیا۔ لیکن انگریزی دہانہ کا استعمال علاوہ اوس صورت کے جب کہ گھوڑے کی حالت پر رحم کیا جائے اور کسی صورت مین جائز نہین۔ ایرانی قزئی اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور ایرانی گھوڑے اس کے قابو مین نہین آتے۔ اگر گھوڑا بڈہا اور سست ہوا۔ تو وہ اس قزئی کو مان جائے گا لیکن اگر جاندار اور الیس کرنیوالا ہوا تو سوار کو لیکر بھاگ جائیگا۔ بہر حال دیسی قزئی کا استعمال عام طور پر بہتر ہے خواہ ایسا کرنا ظلم مین ہی داخل کیون نہ ہو[1]۔ زین کے ساتھہ ایک نمدہ کا لے لینا چاہیئے کیونکہ چاپار کے اکثر گھوڑون کی پیٹھہ زخمی ہوتی ہے۔ اور اگر

---

[1] ہربرٹ کو حسب ذیل رائے ظاہر کیئے ہوئے دو سو ستر سال کا زمانہ گذرتا ہے۔ ایرانی لوگ گھوڑون کی شوخی اور دم خم کو تیز قزئیون سے جنمین ایک آہنی حلقہ لگا ہوتا ہے کم کرتے ہین یہ اس مین شک نہین کہ اب بہی اسی قسم کی قزئی کا رواج ہے اسکی شکل انگریزی حرف H کے مانند ہوتی ہے۔ جسکے بیچ کی سلاخ کے وسط مین سے ایک تیز پیچ اوپر کو نکلی ہوتی ہے۔ اس پیچ مین ایک قلابہ لگا ہوتا ہے جو نیچے کے جبڑے کی طرف گذر کر نہایت زبردست دہانہ کی زنجیر کا کام دیتا ہے۔ اگر گھوڑا منہ کا ذرا بہی نرم ہو تو خفیف سے اشارے سے بہی وہ بیتاب ہوجائے گا۔ حالانکہ لگام کو زور سے کھینچتے وقت جیسا کہ ایرانیون کا اپنی شہسواری دکھانے کے لئے اکثر دستور ہے۔ بیچارے جانور کو سخت تکلیف ہوتی ہوگی۔

مین عادہ رہ / خریطون کا / فرمایش / اسٹ / نانا

کوئی اور خیال نہ بھی ہوتاہم انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ اس احتیاط کو مدنظر کہا جائے مین اپنی رکابون کے گرد فلالین لپیٹ لیا کرتا تھا۔کیونکہ شب مین اور علی الصباح سخت سردی پڑنے کے باعث لوہا یخ ہو جاتا ہے اور اس ترکیب سے پاؤن ٹھنڈ سے محفوظ رہتے ہین۔

لباس



سواری کے لئے مین ایک مضبوط نیکر باکر کے استعمال کا مشورہ دونگا جو گھٹنے پر سے تنگ نہ ہونی چاہئیے کیونکہ اگر تنگ ہوگی تو کھنچنے سے جلد پھٹ جائے گی۔مین نے ڈاکٹرولس کے مشورہ پر کاربند ہوکر طفلس سے روسی لمبے بوٹون کے دو ڈھیلے جوڑے مول لئے۔ان بوٹون کو آسانی سے پہن اور اتار سکتے ہین اور یہ نہایت لچکدار ہوتے ہین اسکے علاوہ ڈہیلے ہونے کے باعث ان مین پاؤن گرم رہتے ہین۔

ہندوستان کے انگریزی آفیسر بالعموم سواری کے وقت چھوٹے بوٹ اور پٹی[51] کا استعمال کرتے ہین اور بعض مسافرونکو نیکر باکر کے بجائے پتلون پہن کر سواری کرنا زیادہ پسند ہے شکاری بوٹ کی ایک جوڑی جسکے تلے مین میخین لگی ہون سنگلاخ کوتلون اور درون مین پھرنے کے لئے مسافر کے واسطے ازبس ضروری ہین اگر ہلکے جوتے ہونگے تو جلد اونکے تلون مین سوراخ ہو جائے گا۔گولوش[52] (کفش پوش) بھی ہمراہ لے لینے چاہئین تاکہ ام

---

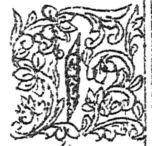
[51] پٹی غالباً ایک ایرانی الاصل لفظ ہے اور پائے تو ا کا مخفف ہے جسے مازندران کے باشندے اپنی ٹانگون کے گرد لپیٹتے ہین۔ [52] گولوش ایک انگریزی لفظ ہے جس سے مراد ہے وہ جوتا جو ایک دوسرے جوتے کے اوسے کیچڑ پانی سے محفوظ رکھنے کے لئے پہنا جائے ہمارے ملک مین چونکہ اس کا رواج نہین اس لئے اس واسطے کوئی لفظ بھی نہین مینے اس کا ترجمہ کفش پوش کیا ہے گو اس لفظ سے کان آشنا نہین لیکن نئے خیالات

دعائد سے ملنے جاؤ تو انہیں پہن لو - کیونکہ ان لوگون کو اپنے قالینون کی صفائی کا بڑا خیال ہوتا ہے اور وہ یہ پسند نہین کرتے کہ کوئی شخص گرد آلود یا کیچڑ مین بھرے ہوے جوتی کا داغ اونکے فرش پر لگائے - اور پنڈلی اور گھٹنے تک کی اونی جرابین ضروریات سے ہین اور مہمیز کی ایک جوڑی کا ہونا بھی لازمی ہے - سواری کے وقت ہمیشہ فلالین کی قمیصین پہننی پڑ مین گی گو کہ طہران کے نکتہ چین لوگون کے جلسون مین پہن کر جانے کے لیے سوتی قمیصون کے بغیر کام نہین چل سکتا - سواری مین مجھے نارفاک وضع کی اکہرے کالر اور بہت سی جیبون والی جیکٹ (مرزئی) کی وجہ سے بہت بڑا آرام ملا - سواری کے لئے میرے نزدیک اس سے بہتر لباس نہین ہوسکتا اور مین ایک دوست کے شکریہ سے کبھی عہدہ برا نہ ہوسکونگا جسکے مشورہ پر عمل پیرا ہوکر مین سے کاتی ہوئی اون کی ایک کارڈیگن وضع کی واسکٹ (فتوحی) اپنے ہمراہ لے لی گرمی کے وقت مین اسکو اُتار ڈالتا تھا اور سردی مین پہن لیتا تھا - اور سرد راتون مین تو مجھے اس سے وہ آرام ملا کہ بیان سے باہر ہے - اگر شاہی خاندان کے لوگون اور صوبہ دارون اور وزرا سے ملنا ہو تو ایک سیاہ فراک کوٹ (کھلے یا بند گلے کا گھٹنون تک کا کوٹ) بھی ضرور اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے جو شخص نے ایک کٹا ہوا کوٹ پہنا ہو ایرانی اوسکو نہایت غیر مقطع خیال کرتے ہین اگر اوس وسیع دامن والے لباس سے جسے شاہ کجکلاہ پہنتے ہین ایرانیون کے مذاق کا اندازہ لگایا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بدن کا پیچھے کا حصہ جسقدر زیادہ ملبوس ہو

حاشیہ صفحہ ۱۱۶ - کو اپنی زبان مین لانے کے نئے قانون کو مجبوراً ایسی آوازون سے آشنا ہونا پڑے گا - مترجم

ہوگا اوسی لحاظ سے اونکے نزدیک پہننے والے کا رتبہ اور درجہ بڑہا ہوا ہوگا۔ بخلاف اس کے
اونہیں کے لباس کا چنداں خیال نہیں ہوتا۔ اور ملک بین شاہی ایک ایسا شخص ہے
جس سے ملنے کے لیے ایک لمبی ہیٹ (انگریزی ٹوپی) پہنی واجبات سے ہے۔ سواری
کے مضبوط داستانے بھی سفر مین مطلوب ہونگے اور مجھے میگگریکر کے ساتھ اس امر
مین اتفاق ہے کہ ایک دوہری ترائی ہیٹ کا اثنائے سفر مین استعمال کرنا چاہیئے۔ ہیلمیٹ
(انگریزی خود نما ٹوپی) کی طرح یہ ٹوٹ نہیں سکتی۔ دہوپ کی تیزی سے سر کو محفوظ رکھتی ہے۔
اور شہر مین داخل ہوتے وقت اگر تم اسکے بیرونی خول کو اتار دو تو وہ نئی نکل آتی ہے اور معلوم
ہوتا ہے کہ گویا تم ابھی بانڈ اسٹریٹ (لندن کے ایک وضعدار محلہ کا نام) سے نکلے ہو
لیکن مدید تجربہ کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اور کپڑون کے علاوہ ایک ڈریس سوٹ
(کہانے کے کپڑون کا جوڑا) ضرور ہمراہ رکہنا چاہیئے۔ مجھے خواہ کل ہی لاسہ یا ٹمبکٹو کا سفر
اختیار کرنا پڑے تاہم ڈریس سوٹ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔ کیونکہ مجھے یقین زیادہ پسند ہے
حبشیون کے بادشاہ کی حضور مین باریاب ہون خواہ تبت کے ذمہ کے رد رون مین
ہر جگہ یہ ڈریس سوٹ میرے کام آئے گا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ تو جلد اونکے
یہ سنا تھا کہ جرنیل گارڈن جب قاہرہ سے خرطوم کو روانہ ہوا تو وہ ڈریس سوٹ پہنے
تھا۔ اوپر کے لباس کے متعلق روزمرہ کے استعمال کے لیے مین ایک بالائی کوٹ
اگر برسات ہو تو ایک برساتی اور ایک نہایت گرم اوورکوٹ کے پاس رکہنے کا کہے
دونگا۔ کیونکہ راتون کو بعض وقت غضب کی کڑکڑاتی سردی پڑتی ہے۔

بستر



یرانی چاپار خانون مین پلنگ نہین ہوتے۔ مسافر کے پاس اگر اپنا سفری پلنگ نہ ہوگا تو اوسے فرش خاک پر سونا پڑے گا۔ سب سے بہتر طریقہ اس کی تلافی کا یہ ہے کہ مسافر اپنے ہمراہ ایک بڑا کرمچ کا تھیلا لیتا جائے جو ساڑھے تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا ہو اور ایک طرف سے اس طرح پر کھلا ہو کہ جب چاہین اوسے بٹن لگا کر بند کر سکین۔ ایران کے ہر ایک گاؤن مین جو کی کٹی جسے وہان کاہ کہتے ہین مل سکتی ہے۔ تھیلے کو اگر اس سے بھر کر فرش پر بچھا دیا جائے تو ایسا نرم اور گدگدا بچھونا بن جاتا ہے کہ اس سے بہتر دنیا مین نہین ہو سکتا۔ ہر ایک ایرانی بازار مین رضائیان بکتی ہین۔ ایک رضائی کہین سے خرید لو اور کچھ عمدہ قسم کے کمل اور ایک تکیہ ولایت سے اپنے ہمراہ لیتے آؤ ایک موم جامہ کی چادر بھی مفید ہوگی جسے دن کے وقت بستر کے گرد لپیٹ سکین اور رات کو اوسے نیچے

اور سردی مین پنے ساتھ سوتی چادرین بھی لایا تھا لیکن۔ کسی چاپار خانہ مین اونہین ایک
باہر ہے۔ آگ استعمال مین نہین لایا۔ سردی نہایت شدت کی پڑتی تھی اور مین اسقدر
سیاہ فزاک پورے کپڑے بھی نہین اوتار سکتا تھا۔ غسل کرنے اور منہ ہاتھ دہونے کے
بیمار تہ ہو جانے والے حمام اور ایک طشت کے ساتھ رکھنے سے نہایت آرام

ملے گا۔ تو لیے بھی ضرور ساتھ لے لینے چاہئین۔ غسل کے جو معنی ہم سمجھے ہوئے ہین اون معنون ان ایرانی غسل نہین کرتے اور اس لئے اونکے غسل کے سامان و لوازم پرتکلف نہین ہوتے چونکہ چاپار خانون کے جن کمرون مین مسافر قیام کرتے ہین اونکے دو اور بعض دفعہ تین

دروازے ہوتے ہین جو باہر کی طرف کو کہلتے ہین اور یہ دروازے ہمیشہ بوسیدہ ہوتے ہین اور اکثر تو سرے سے ہوتے ہی نہین اس لئے ہلکے پردون کی ایک جوڑی اور کچھ کیلین اپنے ہمراہ رکھنی چاہئین تاکہ باہر کی سرد ہوا کے جہونکے جہان تک ممکن ہو اندر نہ آنے پائین۔

کھانا اور پکانا

مسافر کہ گھوڑے پر کڑی منزلین طے کرتا ہے اوسے غالبًا یہ بات معلوم ہو گی کہ اوسکی غذا بہت کم ہے اور اس بارہ مین اوسکی ضروریات آسانی سے پوری ہو جاتی ہین۔ سڑک کے کنارہ جو گانون واقع ہین اون مین اور ڈاک کی چوکیون سے روٹی اور انڈے ہمیشہ خریدے جا سکتے ہین اور بعض دفعہ ایک آدھ بڈھی مرغی بھی ملجاتی ہے۔ دودھ ہر جگہ دستیاب نہین ہو سکتا۔ کیونکہ گائین یہان زیادہ نہین پالی جاتین میںنے دودھ کی جستجو کی تو مجھے اکثر ناکامی ہوئی۔ بکری کا دودھ یہان عام طور پر زیادہ پسند ہے دودھ سے زیادہ ہوتا ہے ایک ماہی توا ایک چاء کی کیتلی اور ایک چاءدانی رون مین ساتھ رکھنی چاہیئے۔ یہ تمام چیزین ایران کے ہر ایک بازار مین مل سکتی ہین۔ تامچینی بلداونکے گلاس۔ انڈے دان۔ چھریان۔ کانٹے اور ایک چھوٹا سا ایٹنا کے نشان

جس مین روح شراب جلتی ہے یورپ (باکو) سے ساتھ لانے چاہئین۔ ٹینون مین بند کئے ہوئے گوشت شوربے اور بسکٹ آج کل طہران اصفہان اور شیراز کے یورپین یا ارمنی سوداگرون کی دکانون سے مل سکتے ہین لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان چیزونکو

اپنے ہمراہ لایا جائے۔ کراس اینڈ بلیکول کا ٹینون مین بند کیا ہوا شوربا نہایت خوش طعم ہوتا ہے اور آسانی سے تیار کئے جاسکنے کے علاوہ پوری غذا کا کام دیتا ہے۔ قرص یا سفوف کی شکل مین تیار کیا ہوا شوربا اپنی قسم کی اچھی چیز ہے اور تھوڑی سی جگہ مین بہت سا آجاتا ہے لیکن اوسکے پکانے اور تیار کرنے مین محنت اور وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ سارڈین مچھلی محفوظ کیا ہوا گوشت۔ چاکولیٹ یا کوکا۔ لیبگ کی بیف ٹی (ماء اللحم) اور عمدہ چا، یا کافی مفید ثابت ہون گی۔ ان چیزون کو یوروپ سے خرید لینا چاہیئے۔ دانہ دار شکر ایران کے چھوٹے سے چھوٹے گاؤن مین خریدی جاسکتی ہے اثنائے سفر مین مین اپنا کھانا ہمیشہ قریبًا خود ہی پکاتا رہا۔ ایندہن سستا ہے اور آسانی سے خریدا جاسکتا ہے دو اینٹون سے بڑا اچھا چولھا بنجاتا ہے اور اگرچہ دہوئین کے نکلنے کے لئے دروازہ کے سوائے اور کوئی راستہ نہین ہوتا پھر بھی اس باورچیگری مین وہ لطف حاصل ہو سکتا ہے جسکا صرف وہی شخص آشنا ہو سکتا ہے جس نے ان مین اسی میں سفر کیا ہو

ادویہ

تھوڑا سا ادویہ کا صندوقچہ اپنے ہمراہ رکھنا چاہیئے۔ اجنبی کو خاص طور پر جن بیماریون کا انتظام کرنا ہوگا وہ بخار۔ اسہال اور پیچش ہین کلوروڈین اور کونین اس صندوقچہ کے اجزا کا جزو اعظم ہونگی

ہتیار اور گولی بارود

اگر سیاح کو شکار کا شوق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جس قسم کا شکار کرنا چاہتا ہے اوسی کے

لحاظ سے اپنے پاس بندوق اور کارتوس وغیرہ رکھے گا۔ لیکن اگر محض ملک کی سیر کیلیے وہ معروف شاہراہون پر سفر کرتا ہو تو مین اوسکو بندوق اور کارتوس اپنے ساتھ لیجانے کا مشورہ نہین دیتا کیونکہ وقت صرف کئے اور محنت اُٹھائے بغیر شکار آسانی سے دستیاب نہین ہوسکتا اور ان آلات کی وجہ سے اوسکے سامان کا بوجھ بہت کچھ بڑھ جائیگا دور از راہ مقامات مین شکار بافراط ملتا ہے اور شکاری کے پاس ہدایات کے ساتھ اگر صید افگنی کا سامان کافی ووافی ہو تو اوسے بہت کچھ ملسکتا ہے طہران کی نواح مین بہترین شکارگاہون پر شاہ کا قبضہ ہے لیکن مین بلا تامل کہہ سکتا ہون کہ اگر کوئی شخص شکار کا خواہان ہو اور شاہی شکارگاہ کے کسی محافظ سے وہ دوچار ہو جائے تو ایک شلنگ کا انعام پاکر وہ بڑی خوشی سے اوسے شکار کے ہانکنے مین مدد دیگا۔ شمالی علاقہ مین شیر اور جنوبی اور جنوبی مغربی حصہ مین شیر ببر پائے جاتے ہین۔ اور جنگلات [illegible] چیتے ملتے ہین۔ اسکے علاوہ ہر سلسلہ کوہ مین انواع و اقسام کے ہرن چکارے اور جنگلی بھیڑین اور بکریان [illegible] سکتے ہین۔ کوہستان البرز [illegible] جنگلی ریچھ اور جنوبی دریاؤن کے کنارے [illegible] آتے ہین۔ جو مسافر کہ عام [illegible] شکار نہ کھیلنا چاہتا ہو اوسکے [illegible] ہوگا کہ ایک ریوالور (کئی ضربون کا طپنچہ) اپنے ساتھ [illegible] ڈاکو اور لٹیرے محض اس خیال سے کہ وہ مسلح ہے اوسکے نزدیک آتے ہوئے ہچکچاتے [illegible] مین نے اپنے پستول سے اس سے زیادہ قاتلانہ کام نہین لیا کہ یا تو بھاگتے ہوئے تیترون پر چھوڑا اور یا ایک دفعہ ایک لنگڑے گدھے کو جسے اوسکے مالک نے چھوڑ دیا

تھا اس مصیبت سے نجات دی۔

خفیف امور کے متعلق مشورہ

بعض چھوٹی چیزیں جو اثنائے سفر میں مفید ثابت ہوں گی لیکن جنکے افادہ کی زیادہ بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں یہ ہیں۔ موٹی، یا سیاہ نیان۔ تہ ہوجانے والے بوٹی تھیلیوں کے آگے (روسی تھیلیاں ایران کے بازاروں میں ہر وقت ملسکتی ہیں) کرم کش سفوف۔ موم روغن (اندا غل وتضاد آب وہوا کی وجہ سے جلد پھٹ جاتی ہے) تمازت آفتاب کے اثر سے بچنے کے لئے ایک آسمانی رنگ کی عینک۔ ہوا سے بھرے جانیوالے تکیے ایک دوربین اور سب میں آخر لیکن باعتبار افادہ کے سب میں افضل خطہ ایران کا بہترین نقشہ جو روپیہ خرچ کرنے سے ملسکتا ہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس آخری خواہش کے پورا کرنے کے لئے اس کتاب کی خریداری کی ضرورت لاحق ہوگی تو مجھے امید ہے کہ میرا یہ قول گستاخانہ متصور نہوگا۔

سفر کا موسم

سفر ایران کے لئے بہترین موسم کے انتخاب کے دو اختیاری پہلو ہوسکتے ہیں یا تو بمار خزان کا آخری حصہ اور یا فصل بہار۔ موسم اوّل الذکر اکتوبر سے جنوری تک رہتا ہے ثانی الذکر مارچ سے شروع اور مئی میں ختم ہوتا ہے عام طور پر اواخر ماہ دسمبر میں طہران میں سا اذربائیجان میں اس سے بھی پہلے برف پڑنی شروع ہوجاتی ہے اور مرتفع دروں کو بند کر دیتی ہے اور مسافر کو اس کی وجہ سے سردی کی نہایت زحمت اٹھانی پڑتی ہے

مارچ مین برف پگھلنے لگتی ہے - موسم بہار کے سفر کا فائدہ یہ ہے کہ ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے جو مسافر کو کسی دوسرے موسم مین دکھائی نہین دیتا - وہ پرندون کو چہچہاتا ہوا سنتا ہے اور پہولون کو کہلتا ہوا دیکھتا ہے اور ایران کے قومی شاعری کے معنے کو انہین کی وساطت سے حل کرتا ہے اور اس موسم کے سفر مین سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دن لمبے ہوتے ہین جن سے لمبی منزلین آسانی سے طے ہوتی ہین مگر ان تمام دلفریبیون کے ساتھ یہ عذاب بھی لگا ہوا ہے کہ دوپہر کے وقت سخت گرمی ہوتی ہے اور رات کے وقت کھٹمل پسو اور مچھر ستاتے ہین - بخلاف اسکے خزان اور جاڑے مین آب وہوا توانائی بخش اور دلکشا ہوتی ہے - مین نے ایک ہزار میل کا سفر گھوڑے پر طے کیا اور راستہ مین مینھ کا ایک قطرہ بھی نہین گرا - اور جو ملک کہ غلاظت کی وجہ سے مشہور ہے اوس مین ایک پسو نے بھی مجھے نہین ستایا لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور تھی کہ نہ سبزہ کی دلفریبی تھی اور نہ منظر کی دلکشائی اور جون جون جاڑے پڑتے جاتے تھے دن گھٹتے جاتے تھے اور رات کے وقت شدت کی سردی پڑتی تھی - گرمیون مین دن کے وقت سفر کرنا ناممکن ہے - مسافر یا تو سوتے ہین اور یا آرام کرتے ہین اور سفر چاند کی چاندنی اور تارون کی چھاؤن مین رات کے وقت کیا جاتا ہے - [1]

[1] یہ ایک امریکن سیاح ہی کا حصہ تھا کہ اوس نے اول تو ایران مین موسم گرما مین سفر اختیار کرنے کی غلطی کا مرتکب ہوکر راتون کو منزلین طے کین اور پھر دوسری غلطی یہ کی کہ جو کچھ اوسکے دیکھنے مین نہ آیا ... متعلق ایک کتاب لکھ ماری "دی ہنڈرڈ نایٹ مارچز ان پرشیا" (ایران کا سفر نیم شبی) مصنفہ ایچ بیلنٹا ...

———

تیسرا باب

لندن سے عشق آباد تک کا سفر

مین آتا ہون مغرب سے مشرق کی جانب — سمت اپنا باد صبا کو بنا کر
دکھاتا ہون اون پتلیون کا تماشا — جو اس خاکدان مین ہوئین تار گستر

(شکسپیر "ہنری رابع" حصہ دوم)

پیرس سے قسطنطنیہ تک کا سفر

اواخر ماہ ستمبر ۱۸۸۹ء مین پیرس سے نئی "اورینٹ اکسپرس" ریل مین سوار ہوا جو پستھ پہونچکر بلگریڈ۔ صوفیا اور ایڈریانوپل ہوتی ہوئی قسطنطنیہ آتی ہے۔ سرویا بلگیریا اور ٹرکی مین اسکی رفتار نہایت ہی دھیمی پڑگئی تھی لیکن پھر بھی مین قسطنطنیہ ٹھیک وقت پر پہونچا۔ اس مین کچھ شک نہین کہ یہ سفر جس مین اب پورے ساڑھے اٹھتر گھنٹے صرف ہوتے ہین اور جسکی تکلیف وہ تاخیر کا اسکے بعد ایک دفعہ اور مین تجربہ کرچکا ہون کم از کم سات آٹھ گھنٹہ کم مین طے کیا جا سکتا ہے لیکن ریلون کے سلسلہاے متعلقہ کے نظما کی سامنے اس تجویز کا پیش کرنا کچھ لاحاصل سا معلوم ہوتا ہے۔ قسطنطنیہ مین پہونچنے اور وہان سے روانہ ہونے کی تکلیفین مشہور ہین اور بہت سے مسافرون کو اونکا خمیازہ کھینچنا پڑا ہے

لیکن کشتی سے اُترتے وقت کا عذاب جو رشوت دے دلا کر کسیقدر کم ہو سکتا ہے ان جانکاہ مصائب کے مقابلہ مین کچھ بھی نہین جو چنگی کے معائنہ کے وقت پیش آتی ہین۔ استنبول کے جدید ریلوے اسٹیشن پر ترکی افسر چنگی کا معائنہ کرتے وقت مسافرون کے ساتھ ایسی کج خلقی سے پیش آتے ہین جو اونہین کا حصہ ہے۔ میرے پاس ایک پروانہ راہ داری تھا اور ریلوے اسٹیشن پر سفارت کی طرف سے ایک "خواص" مجھے لینے بھی آیا لیکن اعتبار اور اعزاز کی ان علامات کے باوجود مجھے چنگی خانہ مین سوا گھنٹہ تک روکا گیا۔ میرے صندوقون مین جو اسباب بھرا تھا اوسے نہایت بے رحمی سے الٹ پلٹ کیا گیا۔ جن چیزونکو احتیاط اور حفاظت کے ساتھ مینے سفر ایران کے لئے باندھا اور بند کیا تھا اونہین کھولکر ایک ایک کر کے دیکھا اور جانچا گیا اور ایک صندوقچہ جسمین چند جیبی گھڑیان تھین جو مین ایران مین لوگون کو تحفتہً دینے کے لئے لایا تھا اوسے کھلوا کر فخریہ طور پر اس امر کا اعلان کیا گیا کہ میری نیت اس مال کو خفیہ طور پر بے محصول ادا کئے لیجانے کی تھی اور فوراً اوسپر محصول لگایا گیا۔ اگر چنگی کے محصول لینے کا یہی طریقہ یا یون کہئیے کہ اس طریقہ کے نفاذ کا یہی طرز قایم رہا تو بجائے اسکے کہ مسافر اس راہ سے قسطنطنیہ آنا پسند کرین۔ وہ اور اولٹے اس سے احتراز کرین گے۔

پروفیسر (علامہ) ویمبری

پھر مین خوبی قسمت سے مجھے معلوم ہوا کہ جس ہوٹل مین مین مقیم ہون اوسی مین میرے دوست پروفیسر ویمبری بھی فروکش ہین۔ سلطان کے دعوی کرنے پر وہ ہنگری کی

ایک کمیشن کے صدر ہو کر آئے تھے تاکہ استنبول کے محلوں کے تاریخی اور علمی خزانوں کا سراغ لگائیں۔ جو سفر کہ میں اختیار کرنے والا تھا اور جسکے بعد حقیقتاً ان کو دو تین سال پہلے آج کل کے مقابلہ میں کم خوش آیند حالات میں طے کر چکے تھے اوسکے متعلق میری اون سے دیر تک نہایت دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اس عرصہ میں خود ایران میں تو کوئی معتدبہ انقلابات واقع نہیں ہوے لیکن ایران کی ہمسایہ سلطنتوں کی حالت بہت کچھ بدل گئی ہے جو علاقہ کہ پہلے ترکمانوں کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنا رہتا تھا اور جہان تاتاری لوگ پہلے حکومت کرتے تھے وہان اب روسی سنتری کا پہرہ ہے اور ان وجوہ سے جو دلچسپی کہ اس خطہ سے وابستہ ہے وہ اوس حصہ زیادہ محویت انگیز ہو گئی ہے۔

بحیرہ اسود کے ظرف دار آگبوٹ

چونکہ میرے لیے ایک تاریخ مقررہ کو باطوم پہونچنا ضروری تھا تاکہ میں اوس جہاز پر جو باکو سے چھوٹنے والا تھا سوار ہو سکوں اور گولڈن ہارن سے کوئی مسافر کشتی وہان اس عرصہ میں جانے والی نہ تھی اس لیے میں نے ایک آگبوٹ میں جو انگریزی کوئلہ لیکر آیا تھا اور جو نیوکیسل کی آرمسٹرانگ مچل اینڈ کمپنی کی ملکیت تھا باکو جانیکا انتظام کر لیا۔ یہ آگبوٹ اون ہی قسم کی دخانی کشتیوں میں سے ہے جو آجکل بہ تعداد کثیر بحیرہ اسود کی موج پیمائی کرتی ہین اور ٹینک اسٹیمر (ظرف دار آگبوٹ) کے نام سے مشہور ہین۔ انہین باطوم سے مٹی کا تیل بھر کر لانے کے لئے خاص ترکیب سے تیار کیا گیا ہے۔ اس قسم کے بیس آگبوٹون کا ایک بیڑا موجود ہے جن میں سے اکثر انگلستان مین تیار ہوئے ہین اور بیس سے زاید

انگریزی تاجرون کے قبضہ مین ہین۔ باطوم اور لندن۔ لیورپول۔ وینس۔ ٹریسٹ۔ ہیمبرگ۔ راٹرڈام۔ اینٹورپ اور براعظم یورپ کے دوسرے بندرگاہون کے درمیان یہ آگبوٹ چلتے رہتے ہین ہندوستان چین اور جاپان کو جہان وقتہ بہت سا مال جانے لگ گیا ہے تیل ظرف دار آگبوٹون مین نہین لے جاتے بلکہ ڈبون مین بند کرکے لیجاتے ہین جنہین اطراف واکناف ملک مین تقسیم کردیا جاتا ہے[۱]۔ ظرف دار آگبوٹ علیحدہ علیحدہ آہنین ظروف کے ایک سلسلہ پر مشتمل ہے جن مین باطوم کے حوضون سے تیل براہ راست بذریعہ نل کے پہونچا دیا جاتا ہے اور باطوم مین باکو سے ظرف دار ریل گاڑیون مین بھر کر لایا جاتا ہے۔ ان آگبوٹون مین سے بعض تو پرانی مال بھر کر لیجانے کی کشتیاں ہین جنہین موجودہ صورت مین بدل دیا گیا ہے۔ لیکن نئے آگبوٹون کی ترکیب اور ساخت مین دن بدن زیادہ اصلاحین ملحوظ رکھی جا رہی ہین۔ حال مین کچھ آگبوٹ ایسے بنے ہین کہ ۴۰۰۰ ٹن (۱۲۰۰۰۰ من) تیل اون مین بھرا جاسکتا ہے اور امید ہے کہ آگے چل کر اس سے بھی بڑے جہاز تیار ہوسکین گے۔ جس آگبوٹ "لکس" نامی مین مین سوار تھا وہ اوس وقت خالی تہا لیکن باطوم کو وہان سے نیا مال لانے کے

[۱] اب ہندوستان مین بھی تیل انھین ظروف دار جہازون مین آنے لگا ہے اور ہندوستان کی بندرگاہون مین بڑے بڑے مٹی کے تیل کے حوض بنا دئے گئے ہین۔ جن مین تیل آگبوٹ مین سے بذریعہ نل کے کھینچکر بھر دیا جاتا ہے اور پھر وہان سے ریل کی ظرف دار گاڑیون مین جو خاص اسی مقصد کے لئے تیار کیگئی ہین بھر کر ملک کے مختلف حصون مین بھیجا جاتا ہے۔

مترجم

لے جا رہا تھا اس کے ظروف مین دو ہزار ٹن تین سما سکتا ہے۔ یہ بوٹ اگرچہ مسافرون کی آمد و رفت کے لئے خاص طور پر نہین بنائے گئے ہین لیکن جب مسافر کو جلدی ہو وے ان مین سوار ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ یہ قریبا تمام مسافر بوٹون کی طرح۔ اینبولی۔ سینوپ۔ سمسون اور ترزان کے ترکی بندرگاہون مین ٹھہرتے نہین ہین بلکہ سیدھے باطوم کو جاتی ہین جہان یونانٹ (جہازی میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے قسطنطنیہ سے تین دن سے بھی کم مین پہونچ سکتے ہین۔

باطوم کا شہر اور اوسکی آبادی

یہ ایک سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ مجھے باطوم مین ایک دفعہ پہلے بھی پانچ دن تک اون عظیم الشان طوفانون مین سے ایک کے باعث جنکے لئے بحیرہ[1] اسود ہمیشہ سے

[1] دو سو سال ہوتے ہین کہ مشہور سیاح سرجان چارڈن نے بحیرہ اسود کی جہاز رانی کے خطرات کو اسطرح سے بیان کیا: دوسرے سمندرون کے مقابلہ مین یہان طوفانون کے زیادہ شدید اور زیادہ خوفناک ہونے کا یہ باعث ہے کہ اسکا پانی ایک محدود و تنگنا کے اندر مقید ہے اور نکلنے کا کہین رستہ نہین۔ آبنائے باسفورس بوجہ زیادہ سیدھی ہونے کی اسکا مخرج نہین ہوسکتی اور اسلئے جب طوفان کی وجہ سے پانی مین سخت تموج برپا ہوتا ہے اور ساحل سے گھرا ہوا ہونے کے باعث اوسے نکلنے کو کہین راستہ نہین ملتا تو موجین بلند ہوکر بسرعت وطاقت تمام جہاز کو تھپیڑے مارتی ہین اور ہرطرف سے آکر اوسکے پہلوؤن پر ٹکراتی ہین۔ "ٹریولس انٹو پرشیا" (سفر ایران) صفحہ ۱۵۶۔

مشہور چلا آیا ہے ٹھہرا رہنا پڑا (بحیرہ اسود پر بائرن نے جو مشہور نظم لکھی ہے[لہ] وہ ہم سبکو یاد ہے لیکن اوسکے اقتباس کی یہان پر ضرورت نہین) لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اس سمندر کی خوبصورت مگر غیر دلاویز شکل اسقدر جلد پھر دیکھنے کا موقع مجھے ملیگا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس ایک سال کے وقفہ مین روسیون نے اس شہر کی حالت کو سدھارنے اور اوسے مستحکم کرنے مین بے حد مستعدی سے کام لیا ہے گیارہ سال نہین ہوتے کہ عہدنامہ برلن

[لہ] ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم نے اس نظم کا اقتباس اس مقام پر اسوجہ سے درج نہین فرمایا کہ انگریزی دان لوگ بائرن کی مشہور نظم سے بخوبی واقف ہین لیکن چونکہ اردو دان ناظرین قدرتی طور پر اس نظم کے مشتاق ہونگے اس لئے مین امید کرتا ہون کہ میرا اس نظم کا ترجمہ یہان درج کرنا اونکے لئے باعث سرور و دلچسپی اور اس لحاظ سے حجم کتاب مین اضافہ کرنے کی خطا کیلئے میرا شفیع ہوگا:-

مترجم

بہے جا اے یم ژرف و عمیق و تیرہ و اخضر
تجھے بیڑون کی کیا پروا جہازون سے تجھے کیا ڈر

زمین کو گرچہ کرتا ہے تبہ اور پائمال انسان
تفوق اوسکا مٹ جاتا ہے ساحل پر مگر آکر

تری ہر موج طوفان خیز ہے منشور بربادی کا
حکومت ہے تو ہی تیری ہی ملک آب پر یکسر

نہین رہتے یہان آثار باقی اوسکی غارت کے
غنیمت بلکہ انسان خود یہان ہے اور تو غارتگر

اوسے تو غرق کر دیتا ہے مثل قطرہ پہنا سے
حباب آسا کی دستار موج آب کی چادر

نہ گور اوسکو میسر ہے نہ حاصل ہے کفن اوسکو
نہ پرسان ہے کوئی اوس کا نہ کوئی نوحہ خوان اوسپر

تری راہون پر انسان کے قدم جم ہی نہین سکتے
نہین وہ چھین سکتا تیرے میدانون سے مال و زر

تو خشم آلودہ ہوکر اور جھنجلا کر جو اٹھتا ہے
تو بس ہوتی ہے اوسکو بس تری موجون کی اک ٹھکر

اوسے حاصل ہے جو طاقت زمین برباد کرنے کو
مچاتا ہے وہ جسکے زعم مین ہر روز شور و شر

تجھے نفرت ہے اس سے اور تو از فرط حقارت سے
لگاتا ہے اوسے سیلاب ہیبتناک کی ٹھوکر

کی رو سے روسیون کو باطوم مین اوّل قدم رکہنے کی جگہ ملی اور ساڑہے تین سال گذرتے ہین کہ انہون نے نقض عہد کرکے اوس مقام کا جو اوسوقت تک ایک عام بندرگاہ تہا ؛

نہین رہتا تمرد اوسکا باقی ہو کے سرگردان
وہ جب کہاتا ہے تیرے پرخطر گرداب مین چکر

ادسے اس بیکسی مین اپنے یاد آتے ہین اب معبود
دعائین مانگتا ہے اون سے ہو کر عاجز و مضطر

کسی ساحل پہ اوسکو پہینک دیتا ہے تو آخر کار
پڑا رہتا ہے ریت پر اوٹھا اے ابن آدم سر

وہ بیڑے جو چمکتے اور گرجتے ہین دم پیکار
لبان شعلہ برق و مثال نالۂ تندر

مٹاتے ہین جو شہر و قلعہ سنگین کو مٹی مین
مٹاتے ہین جو نقش بارہ و برج و فصیل و در

ہراسان ملک ہین جن سے لرزتی جن سے ہین قومین
پڑے ہیبت سے جن کی کانپتے ہین تاجور تہر تہر

نہنگ چوب انہین کہتی کہ جن کا صانع خاکی
عبث نازان ہے اوس شئی پر بنا جسکی ہے پانی پر

انہین کے بل پہ وہ یہ دعوئی بیہودہ کرتا ہے
کہ تو اوسکا ہے محکوم اور وہ تیرا حاکم و داور

کہلونے ہین یہ تیرے اور چہل کر رہا تو تے
انہین توڑا ہے موج آسمان پیکر سے ٹکرا کر

کیا تو نے ہی سر نیچا غرور آدمیت کا
گیا لٹ تیرے ہاتہون سے ہی سامان تو نیفلگر

ترے ایک ایک ساحل پر ہے اک اک سلطنت لیکن
بجز تیرے ڈہلین تغییر کے سانچہ مین سب آخر

ہوئی کیا عظمت یونان ہوئی کیا شوکت بابل
کہان ہے کارتہج کی شان کہان روما کا کروفر

زمانہ جب موافق تہا بنایا تیری لہرون نے
تجارت کا انہین مرکز حکومت کا انہین مصدر

بہت سے غاصبون اور جابرون کو ان پہ تو لایا
بنین وحشی کی یہ اور غیر کی حلقہ بگوش اکثر

تغیر اسقدر لایا زوال اور انحطاط کا
اجڑ کر ہو گئے صحرا جہان آباد تہے کشور

نہین ممکن مگر اے بحر تجہہ مین انقلاب آتا
نہ ہوگا حشر تک بہی ختم تیرا شیلکون دفتر

ترا حسن اس بلا کا ہے نہین قدرت زمانہ من
کرڈالے جہریان تیری جبین لاجوردی پر

نظر آیا تہا جس رنگ کن نکان کو جس طرح لبریز
اوسی انداز سے اب تک چہلکتا ہے ترا ساغر

الحاق کرلیا۔ باطوم اسوقت ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ صحیح شمار معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ روس مین شمار اعدادی کے صحیح طور پر حاصل ہونے کی توقع نہین کیجا سکتی لیکن باطوم کی آبادی تخمیناً تیس ہزار ہوگی[۱] جسمین سے غالباً ایک تہائی روسی ہین اور باقی مختلف قومون کے لوگ بستے ہین۔ مثلاً ترک۔ گرجستانی۔ سرکیشیائی۔ منگریلیائی۔ ایرانی۔ ارمنی۔ یونانی۔ لیونطینی۔ یہودی۔ انگریز۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ آسٹرین۔ غرضکہ یورپ کی ہر قوم وملت کے لوگ۔ مشرق الاقصیٰ مین کسی نئی امریکن نو آبادی کی عام طور پر جو ابتدائی اور اتفاقی صورت ہوا کرتی ہے وہی اس قصبہ کی بھی شکل ہے۔ عالیشان عمارتون کے پہلو مین جھونپڑیان دکھائی دیتی ہین اور وسیع بازار اور کوچے دلدلون اور مٹی کے ڈھیرون پر جاکر منتہی ہوتے ہین۔ اصول حفظان صحت کے اعتبار سے اس مقام کی حالت ناگفتہ بہ ہی وررہنے کے مکان نہایت ہی بودے ناپائدار اور ناقص ہین۔ گرمیون کے موسم مین

شبیہ خالق وبیچون وبے ہمتا ہین تجھہ مین
دم طوفان نظر آتی ہے اے آئینۂ انور

تموج تجھہ مین پیدا یا تلاطم تجھہ مین برپا ہو
سکون کا یا خموشی کا ہو تو پہنے ہوئے زیور

تو ڈھانپے برف سے قطب شمالی وجنوبی کو
دیا کھینچے تو خط استوا پر نیل کا مسطر

ہر اک حالت مین تو بے انتہا ہے اور بے پایان
فراخی تیرا مسلک اور وسعت ہے تیرا مشعر

ازل تیرا شبستان ہے ابد ہے متکا تیرا
بقا تیری ردا ہے اور پہنائے فضا بستر

تجھے کہیے خدا کے جود اور اکرام کی مسند
تجھے لکھیے خدا کی عظمت واجلال کا مظہر

[۱] مسٹر ماؤنسی ایران کو جاتے وقت ۱۸۶۶ء مین باطوم ٹھیرے تو اونہون نے اسکے متعلق یہ بیان کیا کہ اسوقت باطوم کی یہ حالت ہے کہ سوائے چند میلی کچیلی جھونپڑیون کے اور یہان کچھہ دیکھنے مین نہین آتا

یہان کے پچاس فیصدی باشندے بیماری کی وجہ سے ازکار رفتہ ہو جاتے ہین اور بہت کم ایسے ہونگے جو اون سمی اجزون کے متعدی اثر سے محفوظ رہین جنکا اس شہر کی نواح مولد و منفذ ہے اور جو ایک دو سال کی سکونت کے بعد جسم مین پیوست ہو کر قوائے جسمانی مین اختلاط پیدا کر دیتے ہین۔

روزانہ زندگی

یہان متعدد ہوٹل فرانسیسو نکے موجود ہین اون سب مین اچھا ہوٹل دی فرانس ہے اور ہوٹل امپیریل مین طبقہ اعلیٰ کے لوگ اور روسی افسر باہم ملکر کھانا کھانے اور اُس وقت کو جو کام کاج سے بچ رہتا ہے باطوم کے بے خودی پیدا کرنے والے حوالیات سے کنارہ کش ہو کر آپس مین بات چیت کرنے اور تفریح مین گزارنے کیلئے جمع ہوتے ہین معمولی سرکاری یا تجارتی کامون کے علاوہ یہان اور کوئی دلبستگی یا تفریح کا سامان نہین۔ گفتگو کا خاص موضوع آجاکر دکانداری رہ جاتا ہے اور مٹی کا تیل جو یہان خاص لین دین کی چیز ہے مشام تقریر کو رہ رہ کر اپنی خوشبو سے معطر کرتا ہے۔ اطراف و جوانب کا منظر اگرچہ بدرجہ غایت خوشنما ہے لیکن وہان اور کوئی ایسی شے نہین جسکی کشش اہل باطوم کو اپنی طرف کھینچ لائے زمیندار بڑی محنت سے ملتا ہے اور اگر دور گئے تو اس مین خرچ بہت پڑتا ہے۔ سڑکین اسقدر موجود نہین کہ سواری کا لطف حاصل ہو سال کے اکثر حصہ مین دوپہر کے وقت گرمی شدت سے پڑتی ہے اور مینھ بالعموم برستا رہتا ہے۔ غرضکہ جو شئے اتنے آدمیون کو اس ڈراؤنی جگہ مین لائی ہے وہ طمع زر ہے۔ دولت یہان حیرت انگیز عجلت کے ساتھ

کمائی جاسکتی ہے اور کمائی گئی ہے اور کم باشندے یہان کے ایسے ہونگے جنکا یہ مصمم قصد نہ ہو کہ روپیہ خوب سال جائے تو باطوم سے ایسے بھاگین کہ پھر مڑ کر اوس کی طرف دیکھین تک نہین۔

مٹی کے تیل کی تجارت



ہ اسود کے مشرقی ساحل پر باطوم ہی ایک ایسا بندرگاہ ہے جسے عمدہ کہا جاسکتا ہے اور گو روس نے فوجی ضرورتون کے تقاضے پر اس اعتبار سے اسپر قبضہ کر لیا لیکن جیسا کہ مین ظاہر کر چکا ہون جس چیز نے کو باطوم کو بنا دیا ہے وہ مٹی کا تیل ہے جو اسکی روح ہے۔ خلیج کے کنارہ کنارہ اور اوس مسطح اور بخار آلودہ قطعہ زمین پر جو باطوم کو عظیم الشان شجر پوش پہاڑیون سے جدا کرتا ہے مٹی کے تیل سے بھرے ہوئے حوض اور اون مختلف تجارتی کوٹھیون کے کارخانے نظر آتے ہین جو اس نفع رسان تجارت مین مشغول ہین[1]۔ باکو اور باطوم کے درمیان ۵۰۰ سے اوپر ظرف دار ریل گاڑیان آتی جاتی ہین۔ سب سے بڑے کارخانے نوبل اور راس چائلڈ کے ہین جنمین سے اول الذکر نے اوس تجارتی بلند ہمتی کے اقتضا سے جسکے لئے اوسکا کارخانہ عرصہ سے مشہور ہے دشوار گزار کوہ سورم پر ریلوے لائن کے ساتھ طفلس کے قریب نل کا ایک سلسلہ قایم کرنے کی رعایتی اجازت حاصل کی ہے[2] چنانچہ اون کی ظرف دار گاڑیون مین جو باکو سے صاف

[1] باطوم مین ۸۵ حوض ہین جن مین ۱۳۸۰۰۰ ٹن تیل سما سکتا ہے (۱ ٹن = ۲۸ من)

[2] کارخانہ نوبل کے نل کے سلسلہ کا طول بکیلو د سے کویرلی تک ۴۰ میل ہے اس نل کے دور کا قطر ۸ انچ ہے اور اسکے ذریعہ سے روزانہ ۷۰۰ ٹن تیل آسکتا ہے۔

شدہ تیل بھر کر آتا ہے وہ نل کے ذریعہ سے طفلس تک آجاتا ہے اور یہان سے گاڑیون مین پھر بھرا جاکر باطوم پہونچتا ہے - اسطرح سے زیادہ مسافت طے نہین کرنی پڑتی - انجنون اور گاڑیون کے پڑنے زیادہ فرسودہ نہین ہوتے اور جو غیر معمولی چڑھاؤ اور اوتار راستہ مین آتے ہین اون پر جو وقت صرف ہوتا وہ بچ جاتا ہے -

روسی چنگی خانہ

بڈشا کے "کانٹینٹل ریلوے گائڈ" (دستور العمل ریلوے براے براعظم یوروپ) مین جو چند سطرین باطوم کے حالات کے متعلق لکھی ہین اون مین یہ درج ہے کہ "یہان چنگی کا محصول نہین لیا جاتا" جس شخص نے یہ فقرہ لکھا ہے اوسے حقیقت اوسوقت معلوم ہو جب وہ سمندر کی راہ سے باطوم کو جائے اور یہی وثوق آمیز فقرہ مہذب مگر ناشنوا روسی چنگی کے افسر کے سامنے دہرائے جو اوسے خشکی پر اُترنے کی اجازت دینے کے قبل جہاز مین آکر اوسکی تلاشی لے لیتا ہے - افسر مزبور کی سختی کے کم کرنے کا اگر کوئی طریقہ ہی تو وہ یہ ہے کہ رخت سفر نیا ہونے کے بجائے کہنہ یا مستعمل ہو -

تجارت اور بندرگاہ

باطوم سے بیرونی ممالک کو جسقدر مال تجارت جاتا ہے اوسکا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ سنہ ۱۸۸۹ء مین ۱۷ ۱۴ غیر ممالک کے جہازات یعنی وہ جو کہ روسی نہین تھے بندرگاہ مین داخل ہوئے - ان مین سے ۲۱۴ انگریزی جہاز تھے جنکی رجسٹری شدہ کمیت ۴۰۲۱۳ ۸ ٹن مین سے ۲۶۸۷۸۱ ٹن تھی کل مقدار مٹی کے تیل کی جو سنہ ۱۸۸۹ء مین

باہر بھیجی گئی بمقابلہ ۲۶۳۵۰۳۴ ٹن قیمتی ۱۷ لاکھ پاؤنڈ سال گزشتہ کے ۶۴۹۰۸۵ ٹن قیمتی ۳۰ لاکھ پاؤنڈ تھی ۱۸۸۵ء مین جسقدر مال ہندوستان چین اور جاپان کو گیا جسکا مین اوپر ذکر کرچکا ہون اوسکی قیمت ۱۸۸۶ء کے مال برآمد شدہ کی قیمت کے مقابلہ مین جو نسبتاً کچھ بھی نہین تھی بڑھکر ۹ لاکھ پاؤنڈ ہوگئی - اس میزان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انگلستان کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اگر ممکن ہو تو بلوچستان ہندوستان اور برہما مین تیل بہم پہونچانے کے متعلق خود اپنے ذرایع کو ترقی دے - روسیون کی نگرانی مین باطوم کی بندرگاہ جس مین اب تک سوائے اسکے اور کوئی خوبی نہ تھی کہ ساحل کے قریب پانی یہان نہایت گہرا تھا جلد جلد بہت کچھ ترقی کر رہی ہے - گزشتہ سال شمالی بند کے اندر کی طرف کو ایک پشتہ تعمیر کیا گیا تھا اور اب اسکے انتہائی کنارہ پر ایک برجی قایم کرکے اسے مستحکم کیا جائیگا - ساحل کے کنارہ کنارہ ستون بٹھائے جارہے تھے یہان اب ایک سنگین گھاٹ بنایا جائیگا اور سب سے آخرین روشنی کے مینار سے جو جنوب کیطرف واقع ہے ایک اور بند شروع کرکے اوس گھاٹ تک لیجانے کا قصد ہے جو شمال کی طرف ہے - بندرگاہ کی ان کل تعمیرات پر تخمیناً پانچ لاکھ پاؤنڈ صرف ہون گے جو گورنمنٹ روس ادا کریگی - حال مین (اکتوبر ۱۸۹۱ء مین) اخبارون مین یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ تجارتی بندرگاہ پوٹی مین منتقل کی جانے والی ہے - جہان وسیع معیار پر گھاٹ تعمیر کئے جائین گے اور باطوم مین بری اور بحری فوج اور سامان جنگ رہے گا - لیکن مجھے اسمین شبہ ہے

روس کی فوجی تیاریان

اس مین کچھ شک نہین کہ باطوم مین جنگی ضروریات کی طرف بہت کچھ توجہ مبذول کی جارہی ہے اور اونکے متعلق اسقدر جانفشانی اور عزیمت سے کام لیا جارہا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ روس اپنی قاف کی سرحد کی اس بحری کلید کو نہایت اہم اور وقیع سمجھے ہوئے ہے۔ پانچ بڑے بڑے قلعے جن مین سے بعض ابھی تکمیل کو نہین پہونچے ساحل کے استحکام کا ثبوت دے رہے ہین اور بیش سے زیادہ سنگین نال کی توپین اونپر چڑھی ہوئی ہین۔ بڑا توپ خانہ جو شہر کے وسط مین واقع ہے اور جسکی کہ بندرگاہ فوری مد نظر ہے بارہ توپون پر مشتمل ہے جن مین سے ہر ایک کا وزن اٹھارہ سے لیکر بائیس ٹن تک کا بیان کیا جاتا ہے۔ تمام اجنبیین حتی کہ محکمہ دیوانی کے روسی عہدہ دارون تک کو اس کی حدود مین داخل ہونے کی سخت ممانعت ہے۔ جسدن کہ مین روانہ ہوا تو کروچ کی چاندماریون پر جو سمندر مین لگادی گئی تھین نشانہ کی مشق ہو رہی تھی۔ بندرگاہ کی پشت پر پہاڑون کا جو سلسلہ واقع ہے اونکے پہلوون یا چوٹیون پر چار اور توپخانے تعمیر کئے جارہے ہین جو زیادہ تر پھٹنے والے گولون کی توپون سے مسلح ہونگے۔ باطوم مین مستقل طور پر ہزار ہزار جوانون کی تین پلٹنین رہتی ہین۔ جو ہر وقت حرکت مین لائی جا سکتی ہین۔ جب مین باطوم مین پہونچا تو چار پیدل فوج کی پلٹنین قرب وجوار مین ایک فوجی سڑک کی تیاری مین مصروف تھین۔ یہ سڑک ملک کے اندرونی حصہ کی جانب ایک گھاٹی کے اوپر سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ اگر غنیم سمندر کی طرف سے حملہ کرے تو جانب پہاڑیون کے باعث سڑک کا یہ حصہ اوسکے اثر سے محفوظ رہے گا۔ ان

تفاصیل سے واضح ہوگا کہ روس اپنے نئے حاصل کئے ہوئے علاقہ کے اہم ہونے کو اچھی طرح پہچانتا ہے اور اگر کوئی جہازون کا بیڑا مخالفانہ نیت سے براہ فاسفورس یہان پہونچے تو وہ روس کو باطوم مین اونگھتا ہوا نہین پائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۸ء مین بزمانہ انعقاد برلن کانگریس بعض انگریزی مدبرون نے باطوم کے متعلق جو رائے زنی کی تھی اوسکی وقعت طفلانہ ژاژخائی سے زیادہ نہ تھی۔

باطوم سے طفلس تک کی ریل

باطوم سے طفلس تک جو ریل کی سڑک گئی ہے اوسکے مناظر کی دلکشائی اور جانفزائی بیان سے باہر ہے باطوم کے جنوبی حصہ سے شروع ہو کر قصبہ کے گرد نصف دائرہ بنائی ہوئی شمال کی جانب ساحل کے کنارہ کنارہ پوٹی کے سمت مین تیس میل کی مسافت طے کرنے کے بعد یہ سڑک وادی رائن مین داخل ہوتی ہے۔ یہ رائن وہی دریا ہے جو زمانہ قدیم مین فیزس، کہلاتا تھا اور جسکی موجون کو کبھی "آرگو" نامی مشہور جہاز نے جسکا افسانون مین ذکر ہے، قطع کیا تھا۔ اس پرفضا وادی مین نباتات کی شادابی کی وہی حالت ہے جو منطقہ حارہ مین دیکھنے مین آتی ہے۔ جو ارنشیب کے تمام اقطاع مین بوئی جاتی ہے اور پہاڑیان سر سے لیکر پاؤن تک سبز اور گھنے درختون کی ایک چادر اوڑھے نظر آتی ہین۔ ہر ایک اسٹیشن پر جہان ریلون کے موڑ موجود ہین۔ ظرف دار تیل سے لدی ہوئی گاڑیون کی لمبی لمبی قطارین جو عظیم الجثہ آہن پوش ٹڈیون کی طرح رینگتی ہوئی نظر آتی ہین اور کچھ دور جا کر نگاہ سے غائب ہو جاتی ہین۔ ہر ایک دیو ہیکل کیڑے کے پیٹ مین اسقدر دولت بھری ہوئی ہے کہ

زرین پشمینہ[۵] کی دولت اوسکے سامنے ہیچ تھی زمانہ حال کے بہت سے "آرگو" اس کے
مقناطیسی اثر سے کھینچ کر فیرس مین آتے ہین۔ اور اگر ہمین یہان کے عجائبات کو دیکھ پاتا

ل۵ زرین پشمینہ کی حکایت منجلہ ان دلچسپ افسانون کے ہے جن سے عہد قدیم کے صفائن معمور ہین اسکی اصلیت غالباً اس سے زیادہ نہین کہ چند یونانیون نے دولت کی تلاش مین جہاز کا سفر اختیار کیا اور اس سرزمین مین آکر وارد ہوئے جسکا ذکر لارڈ کرزن نے بیان کیا ہے لیکن زمانہ قدیم کے یونانیون مین جنکے معبودون کی تعداد ہندون کے دیوتاؤن سے بھی بڑھی ہوئی تھی اور جو اپنے ہر ایک کام اور ہر ایک بات کو اپنے معبودون کی فوق الفطرت مداخلت کے رنگ مین ڈوبا ہوا تصور کرکے اوسی لحاظ سے اوسکو بیان کرتے تھے زرین پشمینہ کی روایت اپنی اوسی پراسرار ربانی وساطت کی شان لیے ہوئے ایک دلاویز معمے کی شکل مین مشہور تھی۔ چونکہ اوسکا ذکر بینا ناظرین کی دلبستگی کا باعث ہوگا اس لئے اسکا مین اس مقام پر اقتباس کرتا ہون۔ اوس عظیم الشان جنگ سے کچھ عرصہ پہلے جسے ہومر مشہور یونانی شاعر نے اپنی یادگار زمانہ کتاب الیڈ مین جسے گویا یونانی کی مہابھارت کہنا چاہیے بیان کیا ہے۔ کچھ یونانی بہادر اپنے جہاز "آرگو" نامی مین بہ سرکردگی جیسن ایک عجیب وغریب مہم پر روانہ ہوئے جیسن کو اوسکے چچا پیلیاس شاہ آیالکس نے اس عہد پر اس غرض سے مامور کیا تھا کہ وہ کالچس مین جاکر زرین پشمینہ کو فراہم کو جسکا محافظ ایک اژدہا تھا جس طرح بن پڑے لے آئے۔ چنانچہ جیسن نے اپنے چچا کے ارشاد کی تعمیل مین فرکسس کے بیٹے آرگس نامی ایک کاریگر کو ایک پچاس جنبون کے جہاز کی تیاری کا حکم دیا۔ جب جہاز تیار ہوچکا تو اوسنے پچاس یونانیون کو جو شجاعت اور بہادری مین یونان بھر مین اپنا مثل نہ رکھتے تھے اپنے ہمراہ لیا اور لنگر اٹھایا۔

یہ لوگ انواع واقسام کے خطرے برداشت کرتے اور تکلیفین جھیلتے آخرکار دریائے فیسس کے دہانہ پر جو کولچس مین ہے پہونچے۔ کولچس کے بادشاہ ایٹیز نے جیسن سے وعدہ کیا کہ مین تمکو زرین پشمینہ دونگا بشرطیکہ تم میرے دو بیلون کو جنکے نتھنون سے آگ کے شعلے نکلتے ہین اور جنکے کھر پیتل کے ہین ہل مین جوت دو اور جس اژدہے کے دانت کیڈمس (یونانی روایت کے مطابق فینیشیا کے بادشاہ اگنیار کا بیٹا تھا۔ جب جوپیٹر مہادیوتا اوسکی بہن یوروپا کو اغوا کرکے لیگیا تو وہ اوسکی تلاش مین نکلا اور ڈلفی مین دیبی سے فال نکلوانے گیا ڈلفی کی

تو ایسا مبہوت ہوجاتا کہ کالچیا کی شہزادی کے جادو کی یاد بھی اوسکے دل سے محو ہو جاتی۔ ریل کی سڑک جون جون ندی کے کنارے کنارے اوپر چڑہتی ہے حتیٰ کہ ندی کے منبع تک پہونچ جاتی ہے جو اوس قال مین ہے جو بحیرہ اخضر کے طاس کو بحیرہ اسود کے طاس سے جدا کرتا ہے تو نظارہ ایک زیادہ مہتم بالشان شکل اختیار کرتا ہے۔ پہاڑ آسمان سے باتین کرتے ہوے معلوم ہوتے ہین اور گاڑی آہستہ آہستہ عظیم الشان درون اور گھاٹیون

دیبی نے اوسے یہ مشورہ دیا کہ ایک گائے تمہارے راستہ مین آئے گی تم اوسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور جہان وہ ٹھہر جائے وہان ایک شہر کی بنا ڈالو۔ چنانچہ اوسنے شہر تھیبیز آباد کیا) تھیبیز سے چھوڑ آیا تھا زمین مین بو دو۔ یہ بیل جادو کے تھے اور جو شخص اونکے قریب جاتا تھا اوسے وہ اپنی شعلہ بار سانس سے جلا ڈالتے تھے اور اژدہے کے دانتون کی یہ تاثیر تھی کہ جب اونہین زمین مین بو یا جاتا تھا تو تھوڑی دیر بعد زمین مین سے ایک ایک دانت کے بجائے ایک ایک مسلح جوان نمودار ہوجاتا تھا اور بونے والے کو یہ ہتیار بند کھیتی ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتی تھی۔ لیکن بادشاہ کی بیٹی میڈیا نے جو جیسن پر عاشق ہو گئی تھی جادو کے زور سے اوسکو ان بلاؤن پر غالب کیا۔ اسی طرح کی اور جو ان ہونی فرمایشین بادشاہ نے کین اونہین بھی جیسن نے میڈیا کی مدد سے پورا کیا۔ لیکن بادشاہ یہ نہ چاہتا تھا کہ زرین پشمینہ جیسن کو دے اسلیے جیسن نے اس عدیم المثال خزانہ کو قابو پاکر خود سے لیا اور رات کے وقت میڈیا کو اوسکے بھائی اسرٹس سمیت اپنے ساتھ لیکر اپنے جہاز مین روانہ ہو گیا۔ ایٹیز نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن میڈیا نے اپنے بھائی کو مار ڈالا اور اسکی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے سمندر مین ڈالدیے۔ ادہر ایٹیز اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑون کے جمع کرنے مین مصروف ہوا اور ادہر میڈیا اپنے عاشق سمیت فرار ہو گئی۔

مترجم

کوطے کرتی ہے۔ اسٹیشنون کے پلیٹ فارمون پر وحشی اور ناشایستہ گرجستانی لڑکون کا ایک جم غفیر جنہیر کا نوا بنا ر الراشدین الجبال کا قول صادق آتا ہے انگورون کے خوشے اور اخروٹ ہاتھون مین لئے نظر آتا ہے تاکہ مسافر ونکے ہاتھہ بیچ کر کچھہ پیسے کما لیجائے۔ شاندار ریشائیں آدمیون کی شکلین اسٹیشنون پر کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہین جو چرکس، یعنی سرکیشیا کی کمر پر سے چُنی ہوئی چست عبا کو پہنے بھیڑ کی مرغولہ دار اون والی کھال کی ٹوپی اوڑھے مختصر سے دمشقی ہتیار لگائے گاڑی کی آمد اور روانگی کے موقعہ پر فوجی باقاعدگی کے ساتھہ آتے ہین اور نہایت متانت اور وقار کے ساتھہ اس نظارہ کو دیکھتے ہین۔

تعمیر سرنگ سورم

طوم سے طفلس تک جو ۲۲۰ میل کا فاصلہ ہے یا کم از کم پوٹی سے طفلس تک کئی سال سے ریل جاری ہے لیکن روسی کچھہ عرصہ سے ریل کی سڑک کے اوس حصہ مین جو رائن اور یکیلیو کے اسٹیشنونکے مابین واقع ہے اور جہان کوہ سورم کی بلندی پر سطح سمندر سے تین ہزار فیٹ بلند ریل کو چڑہنا پڑہتا ہے ایک وسیع معیار پر ترمیم کر رہے ہین اس ترمیم کا مقصد نہ صرف پہاڑ کے بیچون بیچ ایک تین میل لمبی سرنگ کا لیجانا ہے بلکہ ین تک ریل کی پٹریون کا از سر نو بچھانا اس مین نئے پلون کے بنانے کی ضرورت ہوگی اور کچھ عمارت اور پشتہ بندی کا بہت بڑا کام کرنا پڑے گا جب مین ایک ملر سے جس دن کی توبہت سے مزدور اس کام پر لگے ہوئے تھے۔ ایک سال کی یت دفعہ دلکھکر بھولا ہوا ہے۔ اندازہ یہ لگایا گیا تھا کہ ۱۸۹۰ء کے موسم بہار مین

کل کام ختم ہو جائیگا لیکن کہین اکتوبر کے مہینے مین جا کر سرنگ کا افتتاح روسی طریقہ کے مطابق مذہبی رسوم کے ساتھ ہوا اور پھر بھی کل کام ختم نہین ہوا۔ گورنمنٹ روس اس علاقہ مین پانی کی طرح روپیہ صرف کر رہی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ روس نہ صرف اسی امر کو ضروری خیال کرتا ہے کہ قاف مین ریل کا سلسلہ پوری طرح قایم ہو جائے بلکہ اوسنے اس امر کے اہم ہونے کو بھی محسوس کیا ہے کہ سلسلہ مسطورہ سریع السیر اور سہل المرور[۱] ہو۔ مین نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کام وسیع پیمانہ پر عمدہ طرح سے کیا جا رہا ہے اور نہایت پختہ اور سنگین ہے۔ سورم کی سرنگ یوروپ کی تمام دوسری سرنگون سے باعتبار اپنے دہانہ کے بڑی ہے۔ سینٹ گاتھرڈ کی سرنگ کا دہانہ صرف ساٹھ مربع میٹر ہے۔ حالانکہ سرنگ سورم کا منہ ۹۰ مربع میٹر ہے۔ باطوم سے باکو تک ریل کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ درجہ اول کے ایک ٹکٹ کی قیمت ۷۴½ روبل ۶۰۰ میل کے فاصلہ کے لئے دینی پڑتی ہے۔ گویا ایک میل کا کرایہ دو پنس سے بھی زیادہ ہوا لیکن غالبًا اس کرایہ کی زیادتی کی وجہ اوس خرچ کی زیادتی ہے۔ جو اس سڑک پر ہوا۔ باطوم اور باکو کے درمیان انجنون مین کوئلے کے بجائے روغن نفت جلتا ہے۔ جسے یہان استاکی کہتے ہین اور جو باریک پھوار کی شکل مین بھٹی کے اندر ڈالا جاتا ہے اور اسی کی طاقت سے انجن چلتے ہین۔ سورم کے پہاڑ کی چڑھائی پر ایک انجن گاڑی کے آگے لگتا ہے اور ایک اوسے پیچھے سے دھکیلتا جاتا ہے۔

[۱] اسکے بعد ۲ نومبر ۱۸۹۰ء مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ روس نے منظوری دی ہے جو کارس کے قلعہ کو ہر طرح سڑک سے ملائے گی۔

باکو پہونچنے مین جتنا وقت پہلے صرف ہوتا تھا اوس سے اب تین گھنٹہ زیادہ دیر لگتی ہے - اس دیر کی وجہ دریافت کرنے پر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلے تو ریل کی مالک ایک کمپنی تھی مگر اب سلطنت نے اوسے خرید لیا ہے - جن لوگونکو گورنمنٹ روس کی کارروائی کے طریقہ معلوم ہین اونکے لئے یہ توجیہ کافی ہے -

طفلس

طفلس کے حالات سے سیاح ایسی اچھی طرح پر واقف ہین کہ یہان اونکے ذکر کرنیکی ضرورت نہین معلوم ہوتی اسکا عامیانہ حسن جس مین پھر بھی شاید ایک طرح کا نرالا پن پایا جاتا ہی اور جو مشرقیت کی اداؤن سے ہر سال معرا ہوتا جاتا ہے غالبًا اونہین لوگون کو فریفتہ کریگا جنہون نے مشرق کی سیر پہلے کبھی نہین کی - جب مین یہان پہونچا تو زراعت اور صنعت وحرفت کی ایک نمایش کا شہر مین چرچا ہو رہا تھا - یہ پہلی ہی نمایش تھی جو علاقہ قاف مین منعقد ہوئی اور شہر کے باہر ایک کہلے میدان مین چوبی شامیانون کے تلے اس کا سامان آراستہ کیا گیا تھا - کاشتکاری - باغبانی - انگورون کی زراعت - پالی ہوئی مچھلیون سا اور نگہداشت کیئے ہوئے جنگلی درختون کی پیداوار - اور قاف کی پارچہ بافی اور کارہائے صنعت وحرفت کے نمونے اور نیز وسط ایشیا اور ماوراء النہر کی چیزین یہان جمع تہین - پارچہ بافی یا دہات کے کام کے متعلق مقامی ساخت کی اشیا مختلف الاقسام اور خوش وضع تہین لیکن عام حیثیت طفلس سے جس دن مین کسی قصبہ کی نمایش سے بڑہکر نہ تھی اور جو لوگ یہان آتے تھے اطرکو ایک دفعہ دیکھکر بھولا ہو - اتنا نہ ہونا تہا جتنا کہ باجہ سننے اور ناؤ نوش مین مصروف ہونیکا

لاندرے کا ہوٹل



ندرے کا ہوٹل واقع طفلس مختلف الاوضاع اور مختلف الاقوام لوگون کا مشرق مین شاید سب سے زیادہ حیرت انگیز مرجع ہے یوروپ اور ایشیا کی حد فاصل اور اوس شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث جو مشرق کی دور و دراز سرزمین کی طرف جاتی ہے ان دلفریب انقطاع کا تقریبًا ہر ایک مسافر آتے اور جاتے وقت اسکی مہمان نواز چار دیواری کے اندر تھوڑی دیر کے لئے فروکش ہوتا ہے - مشرق کا سیاح اس نامعلوم سرزمین مین داخل ہونے سے پہلے یہان آخری مرتبہ تہذیب و تمدن کا منھ دیکھتا ہے اور سفر سے پلٹ کر غالبًا کئی مہینون کے بعد پہلی مرتبہ سفید چادر والے بستر کا لطف اڑاتا ہے اور اپنی تکالیف و آلام کو شمپین کے ایک مفرح ساغر کے پینے سے بھول جاتا ہے - مثلاً جب مین یہان وارد ہوا تو ایک نوجوان فرانسیسی امیرزادہ جو مہرہ منگولیا کے کوہستان ٹیان شان سے شکار کھیل کر واپس آیا تھا - ایران کے انگلو یورپین محکمہ تار کا ایک اعلی عہدہ دار - ماوراء النہر کے محکمہ ریلوے کا ایک آئرلینڈ کا رہنے والا انجینیر - پولینڈ کا وہ ٹھیکہ دار جس نے دریاے جیحون پر مشہور چوبی پل باندھا تھا - دو انگریز جو قاف کے برفستان سے سیر و شکار سے ابھی لوٹ کر آئے تھے کچھ روسی - کئی ایک ارمنی اور بہت سے مختلف الاقوام اور مختلف الالسنہ لوگ جو بقعہ تمدن کے ہمیشہ حاشیہ طراز پائے جاتے ہین یہان موجود تھے [illegible] مرتبہ سیاحون کے ہمراہ جن لوگون نے بطور ترجمان یا بدرقہ کے سفر کیا [illegible] دروازون پر اون فرسودہ سفر چٹھیون کو پیش کرتے ہوئے پا

صداقت ناموں کے سیاحان سطور سے ملی تھین - انگلستان مین بیٹھے ہوئے اس کتاب کے لکھتے وقت مجھے تامل اور توثق کی وہ کیفیتین خوب یاد پڑ رہی ہین جنہین اپنے دل مین پہلو بہ پہلو جگہ دئے ہوئے مین ایک سے زیادہ مرتبہ ہوٹل دی لاندرسے سے روانہ ہوا۔ اور اوس اطمینان و فارغ البالی کی یاد بھی میرے دل مین تازہ ہے جو مجھے اوس وقت میسر ہوئی جبکہ مینے

طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری — للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

کہکر کچھ عرصہ کے بعد اسکی دہلیز کے اندر قدم رکھا۔

طفلس سے روانگی

دن کے قیام کے بعد مین طفلس سے روانہ ہوا۔ ریل کے اسٹیشن پر کسی عیار طفلسی نے ایک کیسہ جس مین مینے دس پاونڈ کے روبل بھنوا کر ڈال لئے تھے اڑا لی لیکن اس لحاظ سے کہ ریل کی روانگی کا وقت آدھی رات کا تھا اور مسافر کو اچلون اور اٹھائی گیرون کے ایک ہجوم مین دو گھنٹہ تک انتظار کئے بغیر روانہ ہونے کا موقعہ نہین ملتا۔ مجھے حق روانگی کی قیمت کچھ زیادہ نہین ادا کرنی پڑی - دس پاونڈ کھو کر ہی مین سمجھا کہ چلو سستا پیچھا چھوٹا اور بغیر کسی قسم کی کاوش کے مینے مغرب کی دلبستگیون سے منہ موڑا۔

باکو

طفلس سے جس دن مین روانہ ہوا اوسکی شام کو باکو پہونچا۔ کون ہے جو اس شہر کے ناظر کو ایک دفعہ دیکھکر بھولا ہو۔ اسکے دو دکش اور حوض اور مٹی کے تیل کے صفا کرنے

کے کارخانے۔ اسکی ریل کی سڑکین جو اسٹیشن کے اطراف مین دور تک پھیلی اور تیل بھرنے کی گاڑیون سے ڈھکی ہوئی ہین۔ اسکی داغ آلودہ گلیان جن پر گویا مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ ہورہا ہی اسکے آسمان سے باتین کرتے ہوئے تار برقی کے کھمبے اور کھڑکھڑاتی ہوئی ٹریم گاڑیان۔ اسکی دکانین جن مین دنیا جہان کی چیزین موجود ہین۔ اسکے پرانی کھنڈر۔ اسکے طرز جدید کے ایک منزلہ مکانات۔ اسکے میلے کچیلے مختلف الاقوام باشندے اسکی سیاہ رنگ میندرگاہ اسکا گھٹاٹوپ دہوان اسکی ہر جگہ سرایت کرنے والی بو۔ ایسی ہہین کہ کسی شخص کے دل سے اوسکی یاد محو ہوسکے۔ مین باکو مین پہونچا تو اوسے پہلے سے بڑا پہلے سے زیادہ تلخ و تند اور پہلے سے زیادہ غیر خوش آیند پایا۔ اسکی آبادی تخمیناً نوے ہزار بتائی جاتی ہے۔ جو بیشی کہ اس مین ہوئی ہے وہ صرف گذشتہ پندرہ سال کے اثنا مین ہوئی ہے اور مٹی کے تیل کی تجارت سے ہی اوسے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ جب مین نے دریافت کیا کہ یہ اندازہ کس حساب پر مبنی ہے تو مجھے جواب ملا کہ یہ محض قیاسی اور تخمینی مردم شماری ہے روس مین صحیح یا سرکاری شمار اعدادی کا کیا ذکر مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ روس مین ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ گورنمنٹ روس کی طرف سے اگر کوئی صحیح اور قابل وثوق نقشہ شمار اعدادی کبھی شایع ہوا ہے تو وہ اس امر کے متعلق تھا کہ واڈکا[۱] کا صرف روس مین کسقدر ہوتا ہے اور افراد قوم کی حیات وممات پر اوس سے کیا اثر پڑتا ہے پھر اوہون نے بیان کیا کہ اس نقشہ مین آبادی تین جماعتون پر منقسم تھی یعنی اعتدال سے پینے والے حد سے زیادہ پینے

[۱] ایک قسم کی شراب جو روس مین تیار ہوتی ہے۔
مترجم

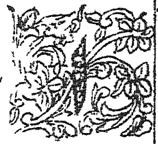
والے اور بالکل اجتناب کرنے والے اور از روے اعداد یہ بات ثابت کیگئی تھی کہ جماعت اوّل الذکر کے افراد کو طویل العمر ہونے کے لحاظ سے دوسرون پر تفوق حاصل تہا۔ چنانچہ اس نتیجہ کے معلوم کرنے سے مینوشون کو تو جو خوشی اور اطمینان حاصل ہوا وہ ظاہر ہے لیکن محکمہ آبکاری نے بھی کچھہ مسرت کے ساتھ اس نتیجہ کو نہین سُنا۔ یہ روایت اگر صحیح نہین تو اتنا تو ضرور ہے کہ گھڑی خوب گئی ہے۔

بحیرہ اخضر کا عبور



کوسے اذن ادآنک مینے بحیرہ اخضر کو اُسی انگلستانین بنے ہوئے جہاز "بارہا ٹمنزکی لا" نامی پر عبور کیا جسمین ہنگام گذشتہ سال اسی حصہ سمندر کو طے کیا تہا اگرچہ اب یہ جہاز پرانا ہوگیا ہی تاہم کلکلیس انڈ مرکری کمپنیُ کے بہترین جہازون مین سے ہے۔ کل تعداد اون جہازون کی جو بحیرہ اخضر کی مختلف بندرگاہون کے درمیان چلتے ہین پندرہ ہے اور ڈاک اور فوج کے لیجانے اور جنگ کی حالت مین باربرواری کے کام آنے کے معاوضہ مین سلطنت کیطرف سے کمپنی مسطور کو ان جہازون کے لیئے ایک بڑی رقم ہر سال ملتی ہے۔ ان مین سے ایک جہاز باکوسے ہفتہ مین دو دفعہ یعنی چہارشنبہ اور جمعہ کے دن ۵ بجے شام کے اذن ادا کو روانہ ہوتا ہے۔ ہمارا سفر بخیر و خوبی طے ہوا کیونکہ ایک دس دن کے مسلسل طوفان نے بحیرہ اخضر کی برہمی و آشفتگی کو کچھہ عرصہ کے لیئے فرو کردیا تھا۔ اور اوس پیچ و خم کہائی ہوئی آبنائے مین سے ہوتے ہوئے جو زرد رنگت کے ریتیلے ٹیلون مین کاٹ کر بنائی گئی ہے دوسرے دن سہ پہر کے ڈہائی بجے اذن ادا پہونچے۔

جرنیل اینِنکاف



اس زمانہ مین جرنیل اینِنکاف اذن اوا مین مقیم تھے۔ وہ میرے ساتھ اپنی مستمرہ مہمان نوازی سے پیش آئے اور اون مفید نتائج کا ذوق و شوق سے ذکر کرنے لگے جو اونکی مجوزہ ریل سے سال مین مترتب ہورہے تھے اور آیندہ چلکر پیدا ہونگے۔ اور اپنے ان مشہور و معروف خیالات کی تشریح کرنے لگے کہ اگر روس سے لیکر ہندوستان تک ریل کا سلسلہ قایم ہوجائے تو کیا ہی اچھا ہو اور اگر انگلستان فرانس اور روس کے درمیان ایک اتحاد ثلثہ قرار پاجائے تو کیا ہی عمدہ بات ہو۔ اسکے بعد اونھون نے ایک جلسہ مین میرا جام صحت نوش کیا کیونکہ گو اونکے وثوق آمیز خیالات مین مین اون کا ہمداستان نہین تھا پھر بھی مینے سابق کے ایک موقعہ پر ماوراء النہر کی ریل کے فوائد کو تسلیم کیا تھا اور اوسکے قایم کرنیوالون کو توقیر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اذن اوا باعتبار وسعت و آبادی کے گذشتہ سال مین کسی قدر ترقی کر گیا ہے[۵۱]۔ اور بندرگاہ اور ساحل پر دور دور تک روئی کے بورے جہازون پر لدنے کیلیے اس کثرت سے پڑے ہوئے تھے کہ تل رکھنے کو جگہ نظر نہ آتی تھی۔ جرنیل اینِنکاف نے مجھ سے بیان کیا کہ سمرقند سے تاشقند تک ریل کو توسیع دینے کی منظوری گورنمنٹ صادر کرچکی ہے اور امید ہے کہ آیندہ موسم گرما مین اس کام کو شروع کردون[۵۲]۔ اور عنقریب اسے آمسک سے لیکر

---

۵۱ ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء مین یہان کی آبادی ۱۶۲۵۰ تھی۔

۵۲ تا این عہد اس کتاب کے طبع مین بھیجے جانے کے وقت یعنی ۱۸۹۱ء کے موسم سرما تک یہ کام شروع نہین کیا گیا۔

ٹامسک تک کے اوس مجوزہ ریل کے سلسلہ سے ملا دون جو سائبیریا مین سے ہوتا ہوا ولاڈی سٹاک کو جائیگا۔ جرنیل موصوف نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ ایک وقت وہ بھی آنیوالا ہے جبکہ وہ مرو پنجدہ اور ہرات کی راہ سے قندہار تک ریل کا ایک سلسلہ قایم کرکے مشرق اور مغرب کو باہم دوستانہ تعلقات سے مربوط کرینگے۔

وحشی مسافر

ذت ادا مین وحشی مسافرون کی تعداد جو ٹکٹ گھر کی ایک ہی چھوٹی وحشی کھڑکی پر ٹکٹ لینے کے لیے جمع تھی اس قدر کثیر تھی کہ وقت معینہ سے کہین دو گھنٹہ بعد گاڑی اسٹیشن سے روانہ ہوئی۔ یہ لوگ مسلمان تھے۔ چونکہ معظمہ یا دوسرے متبرک مقامات سے حج اور زیارت کرنے کے بعد واپس آرہے تھے۔ بخارا کے ازبک۔ سمرقند اور تاشقند کے سرط کلچہ کے چینی مسلمان۔ ترکمان اور افغان غرضکہ مختلف بلاد و امصار کے مسلمان ان مین شریک تھے۔ مشرق کے ان ہٹ دھرم ساکنون کو نہ تو اس بات کا یقین آتا تھا کہ ٹکٹون کی قیمت مقررہ ہے جو گھٹ بڑھ نہین سکتی اور نہ وہ اوس فرانسیسی طریقہ کے مفہوم کو سمجھتے تھے جسکی رو سے مسافرون کی ایک جماعت کو ٹکٹ لینے کی پہلے اجازت دیجاتی ہے اور اوسکے بعد دوسری جماعت کی باری آتی ہے۔ اس چھوٹے سے دریچہ پر وہ آپس مین لڑتے اور ایک دوسرے کو دھکے دیتے تھے اور جب ٹکٹ دینے والا اونہین قیمت بتاتا تھا تو وہ سچے ایشیائی طریقے کے مطابق قریباً نصف قیمت اس امید پر پیش کرتے تھے کہ جھگڑے اور تکرار کے بعد سودا ٹھیک ہو جائیگا۔

صحرا



دوسری صبح کو مطلع صاف تھا اور سورج کی چمکتی ہوئی شعاعون مین مین نے دوبارہ قراقم کے کف دست بیابان اور قرن داغ کے تنگ درون کو دیکھا - اکثر ریل کے اسٹیشنون پر بہت کچھ اصلاح اور ترقی نمایان تھی - درختون کی بہتات تھی - پانی کی افراط تھی اور عام طور پر آرام کا سامان زیادہ تھا - گیاک بتی مین ساڑھے گیارہ بجے ونکے ہمارا گزر ہوا اور مجھے اتنا وقت ملگیا کہ مین اوس مشہور قلعہ کے کھنڈرون کو جاکر دیکھ آؤن جس کا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین تفصیل کے ساتھ کیا ہے - اسکی کچی مٹی کی ٹھوس دیوارین بہت کم فرسودگی نمایان ہے اور اگر مصنوعی طور پر انکو زمین کے برابر نہ کردیا جائے توکم ازکم ایک سال تک نظر آتی رہین گی - اسکے بعد یعنی نومبر ۱۸۹۰ء مین گورنمنٹ روس نے اس امر کا اعلان کیا کہ گیاک بتی مین علاقہ قاف کے اون مجرمون کے لئے جنہین قید با مشقت کی سزا دیجاتی ہے اور جو سائبیریا کی شدید سردی کی تاب نہین لاسکتے - ایک محبس قایم کیا جائے گا - ابھی دس سال کا عرصہ بھی منقضی نہین ہوتا کہ ویسی لوگ روسی قیدیون کو جنگ مین مارڈالتے تھے - اب روسی مجرمون کا اونہین مین مصروف کار ہونا نیرنگی قسمت کا ایک شعبدہ ہے جسے حوالیات سے پوری مطابقت ہے وقت مقررہ سے دو گھنٹہ بعد (کیونکہ تلافی مافات کی ریل نے کوئی کوشش نہین کی) اور اون ادا سے روانہ ہوئے کے انیس گھنٹہ بعد ہم عشق آباد کے اسٹیشن پر پہونچے عشق آباد ماوراءالنہر کا دارالحکومت ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل سے تین سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے - یہان مجھے ریل

کو چھوڑنا پڑا اور دو ہزار میل کا وہ لمبا گھوڑے کی سواری کا سفر جو ایران کی سیاحت کے خاتمہ تک میرے پیش نظر رہتا مجھے اختیار کرنا پڑا۔ انجن سیٹی دیکر روانہ ہوا اور میں حسرت بھری نگاہوں سے اوسے غایب ہوتا ہوا دیکھتا رہا گویا کہ میں کسی پرانے اور وفادار رفیق کو الوداع کہہ رہا ہوں۔



چوتھا باب

ماوراء النہر

دیکھتا ہوں دور سے اٹھتا ہوا میں کچھ غبار　　اس میں ہیں پنہاں مگر آئندہ نسلوں کے سوار
ہے یہ پہلی موج اوس انسانی سمندر کی مگر　　ٹھاٹھ ماریگا یہاں رہ رہ کے جو بے اختیار
سلطنت کے وہ مبادی ہیں یہاں بکھرے پڑے　　منتقل ہو دینگا جمعیت میں جن کا انتشار
خلعت صورت ہیولے کر رہا ہے زیب تن　　ڈھل رہی سانچہ میں ہے اک کارگاہ شاندار

"آن این انگلش کویل" (بال عقاب) مصنفہ جی۔ وٹیئر

جدید ترین معلومات

اپنی سیاحت کے حالات کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مختصر فصل میں ماوراء النہر اور ماوراء النہر کی ریلوے کے متعلق جدید ترین معلومات درج کرنا چاہتا ہوں تاکہ اوسکی ترقی اور نشوونما کے اس وقت تک کے واقعات جہاں تک ممکن ہے معلوم ہوسکیں۔ جو ناظرین کہ خطہ ایران میں فوراً ہی داخل ہونا چاہتے ہیں وہ اگر چاہیں تو اس باب کو نہ پڑھیں۔ میں نے اپنی سابق کی تصنیف الموسوم بہ "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (اوسط ایشیا میں روس کا طرز عمل) میں ماوراء النہر کی ریل کی تاریخ ۱۸۸۹ء کے موسم خزان تک بیان کی

تھی۔ اس مضمون پر لبعد میں اور مصنفون نے بھی طبع آزمائی کی لیکن ہماری معلومات کے ذخیرہ میں اونہون نے بہت کم مواد ایزاد کیا۔[۵۱] میرا خیال ہے کہ اگر کسی انگریز کو یہ دعویٰ ہو سکتا ہے کہ اوسنے دو دفعہ اس ریلوے پر سفر کیا ہے تو وہ مین ہون اور اس لئے یہ بات جن معلومات پر مشتمل ہے وہ متضمن اطلاعات مندرجہ تصنیف متذکرہ بالا متصور ہونی چاہئین۔ اسکے علاوہ یہ مضمون ایک ایسی تصنیف ہے جسکا موضوع بالکلیۃً ایران و معاملات ایران ہے غیر متعلق نہین سمجھا جا سکتا علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ جنرل انینکاف کی ریلوے تین سومیل تک بہ سرحد ایران کے متوازی اور اوسکے قریب قریب چلی گئی ہے اور اس سے ایران کے مشہور صوبۂ خراسان کی تجارت اور تدابیر مملکت پر بہت قوی اثر پڑچکا ہے۔ اور آگے چل کر بہت کچھ پڑیگا اور جبکہ جنگی پہلو سے اس امر کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ اس ریل کو سرحد ایران کے جنوبی پہاڑون کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے۔ ان مین سے بعض مضامین پر آگے چل کر مین علیحدہ ابواب مین بحث کرونگا۔ اس باب مین مین صرف اون ترقیات کا ذکر کرتا ہون جو فن عمارت سیاست اور تجارت کے متعلق ماوراءالنہر مین اوس زمانہ سے ظہور مین آئی ہین جبکہ مین اوّل اوّل یہان آیا تھا۔

---

۵۱ کپتان اے۔ سی ییٹ کے دو دلچسپ مضامین اس سے مستثنی ہین۔ ایک مضمون جسکا عنوان " تاشقند کی ۱۸۹۰ء کی نمائش " تھا۔ رسالہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" بابت ماہ جنوری ۱۸۹۱ء مین چھپا اور دوسرا مضمون " سفر تاشقند " کے عنوان سے "جرنل آف دی اسکاچ جاگریفیکل سوسائٹی" مین شایع ہوا۔

بحیرہ اخضر کے دخانی جہاز

ازن ادا مین نہ صرف "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کا جہاز ہفتہ مین دو مرتبہ باکو سے آتا ہے بلکہ باکو سے دوسری کمپنیون کے جہاز بھی یہان آتے ہین - اس کے علاوہ ہفتہ مین ایک مرتبہ ایک جہاز استراخان سے آیا کرتا ہے جو ۱۸۸۹ع مین جاری کیا گیا تھا[۱] - پس انگلستان سے وسط ایشیا کو جانے کا قریب ترین اور سب سے زیادہ سہل المرور راستہ زارٹسن اور استراخان کی راہ سے ہے اور اگر استراخان سے ازن ادا کو براہ راست جانے کے لئے جہاز نہ بھی ملے تاہم وہ جہاز جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل کو طے کرتا ہوا باقاعدہ طور پر باکو آتا ہے اور وہان سے بحیرہ اخضر مین سے گزر کر دوسری طرف جا پہونچتا ہے مسافر کو ماوراء النہر مین اتنی ہی جلدی پہونچا دیگا جتنی جلدی کہ وہ زارٹسن کی راہ سے پہونچتا - یہ بات بھی میرے سننے مین آئی کہ آیندہ موسم سرما سے دخانی کشتیون کی آمدورفت باکو مین روزانہ ہوا کرے گی - ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا تھا کہ ماوراء النہر کی اس آبی راہ سے مسافرون کی اور مال کی آمدورفت یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے -

کراسنوواڈسک کو منتہا بنانیکی تجویز

جب مین ازن ادا مین پہونچا تو ازن ادا کے بجاے کراسنوواڈسک کو ریل کا منتہا

---

[۱] "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے علاوہ اور جو کمپنیان اپنے جہاز بحیرہ اخضر کی روسی بندرگاہون اور ازن ادا کے درمیان چلاتی ہین وہ حسب ذیل ہین - "لیبد اسٹیمشپ کمپنی" "کیسپین اینڈ ڈروجینا اسٹیمشپ کمپنی" "میسن اسٹیمشپ کمپنی" "مسرس کیمنسکی و برادران" "کوکس اینڈ پرافیاکاٹا اس کمپنی"

بنائے جانے کا مسئلہ جسپر بہت کچھ بحث ہو چکی تھی ابھی تک زیر غور تھا گو کہ سینٹ پیٹرس برگ سے ایک خاص کمیشن بطور خود اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جرنیل اینکاف کی خواہش کے برخلاف بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ اس کمیشن نے کچھ عرصہ کے بعد ایک رپورٹ پیش کی جو اس تبدیلی کی موید تھی اور وزارت حربیہ نے اسے منظور بھی کر لیا ہے۔ ایمین ذراشک نہین کہ مسئلہ مزبور کا اسطرح جسپر حل ہونا ایک لازمی امر تھا کیونکہ کراسنو واڈسک مین سمندر کی گہرائی گھاٹ پر زیادہ سے یعنی ۱۲ سے لیکر چودہ فیٹ تک ہونے کے بجائے بیس سے لیکر پچیس فیٹ تک ہے اور میٹھا پانی یہان زیادہ افراط کے ساتھ دستیاب ہوسکتا ہے اور اسکے علاوہ تری کی راہ سے باکو یہان سے زیادہ قریب پڑتا ہے۔ مزید برآن ان امور کو مدنظر رکھنے کے بعد کہ تجارت مین یقینی طور پر ترقی ہو گی اور ماوراء النہر کی ریلوے کے متعلق فوجی ضروریات غالبًا داعی ہون گی۔ اور باکو کی روزافزون ترقی کے باعث بحیرہ اخضر کے تجارتی جہازات کی تعداد پہلے ہی بڑھ چکی ہی اور اگر میٹر افسک کے بندرگاہ کو جہان باکو کی طرح پانی عمیق ہے ریل کے ذریعہ سے یوروپ سے ملا دیا جاوے تو اوسکے اور زیادہ بڑھنے کا احتمال ہے۔ یہ فرض کر لینا بالکل لغو اور مہمل تھا کہ اذن اوا کی ایشیائی بندرگاہ اور ریل کے منتہا کو مستقل طور پر ایک پایاب خلیج مین قایم رہنے دیا جا سکتا ہے جو جاڑے کے موسم مین برف سے جم جاتی ہے اور جہان مال تجارت کے جمع رکھنے یا جہاز پر لادنے یا فوجون کے اتارنے کے لیے زیادہ آسائیان نہین ہین لیکن جرنیل اینکاف کو اذن ادا سے ویسی ہی محبت تھی جو کہ ایک باپ کو

اپنے اکلوتے اور دایم المریض بیٹے سے ہوا کرتی ہے اور اوسکے انداز سے مجھکو اس
بات کا یقین تھا کہ وہ اس تبدیلی کی مخالفت مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔ اوس نے
مجھ سے سوال کیا کہ چوبیس فیٹ عمیق پانی کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے درحالیکہ جو جہاز مطلوب
ہین وہ پانی مین چودہ فیٹ سے زیادہ ڈوبنے والے نہین ہین۔ اِسکے علاوہ اوسنے
مجھ سے یہ بھی کہا کہ اذن اوا کے چوبی گھاٹ سے بہتر گھاٹ اور کہین نہین ہو سکتا۔ اور
جب مین نے روسی کے بورون کی طرف جو ہر سمت مین بکھرے پڑے تھے اور جہازون
پر لادے جانے والے تھے اشارہ کیا تو جرنیل اینتکاف مجھ سے کہنے لگا کہ بھلا اس سے
بہتر موقعہ ان بورون کے رکھنے کا اور کہان ہوگا۔ اس تبدیلی کے خلاف مین اگر مجھکو کوئی
دلیل معقول نظر آئی تو وہ یہ تھی کہ اذن اوا پر جو بیش قرار سرمایہ صرف کیا جا چکا تھا اوسکی
رائیگان جانے کے علاوہ نئی بندرگاہ پر بہت کچھ لاگت آئے گی اور ۳۵ میل لمبی ریل
کا خرچ اور برداشت کرنا پڑے گا۔ جسکے باعث اسی نسبت سے کرایہ بڑھ جائیگا۔ لیکن تاجرون
کے لیے اس زیادتی کی تلافی غالبًا وہکمی کر دے گی جو مال کے باکوتک کے محصول
مین ہوگی۔ اذن اوا سے باکوتک اسوقت محصول کی شرح ۱۰ کوپک فی پاوڈ ہے۔ لیکن
بیان کیا جاتا ہے کہ کراسنوواڈسک تک محصول کم ہو کر ۵ کوپک فی پاوڈ رہ جائیگا۔ ریل
کے اس جدید سلسلہ کا خط انحراف جیسا کہ فیصلہ ہو چکا ہے ملا قاری کے اسٹیشن سے
جو اذن اوا سے بتیس میل ہے شروع ہوگا اور پچاسی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کراسنوواڈسک
سے جا ملے گا۔

مزید ترقیات

[ہم] نے سنا تھا کہ بالا اشم اور قزنجک کے اسٹیشنون کے درمیان ساٹھ میل تنگ ریل کی سڑک مجدداً بنا دی گئی ہے لیکن چونکہ سڑک کے اس حصہ پر میرا گزر رات کیوقت ہوا اس لیے مین نہین کہہ سکتا کہ سڑک ازسرنو بنا دیگیئی تھی یا محض پٹریان ہی دوبارہ ڈالی گئی تھین - بالا اشم کے مٹی کے تیل کے چشمون مین سے جہان تنگ ریل کا ایک سلسلہ ابتدائً قایم کیا گیا تھا اب تیل نکالا نہین جاتا کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرقی ساحل پر صاف کرنے کے کسی کارخانہ کے نہ ہونے کے باعث باکو کے مخازن سے تیل منگوانے مین جسقدر خرچ پڑتا ہے اوس سے زیادہ یہان تیل کے تیار کرنے مین ہوجاتا ہے -

کارخانہ واقع قزل اروات اسٹیشن موریان اوپل

قزل اروات مین جو اوزن ادا سے ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انگریزی انجنیر مقیم سینٹ پیٹرس برگ نے ۵۰۰۰۰ پاونڈ کی لاگت سے ایک بہت بڑا کارخانہ انجنون کی مرمت اور ساخت اور ریلوے لائن کی عام میخانیکی ضروریات کے بہم پہونچانے کی غرض سے قایم کیا ہے - اوسے اس کارخانہ مین غیر علاقہ کا مصالحہ اور غیر علاقہ کے کاریگرون کو استعمال مین لانے کی قطعی طور پر ممانعت کردی گئی تھی - جب یہ کارخانہ تکمیل کو پہونچ جائیگا تو ۶۰۰ آدمیون کو مستقل طور پر اس مین ملازمت مل سکیگی - کارخانہ کی عمارات مین ابھی سے برقی روشنی نظر آرہی تھی اور دریاے آمو پر بھی اس کا انتظام ہوگیا تھا اسکے علاوہ یہ تجویز تھی کہ مسافر گاڑیون مین بھی عنقریب بجلی ہی کی روشنی کیجائے اس مین شک نہین کہ وسط

ایشیا کے ریگستانون مین برقی نہر سے جگمگاتی ہوئی ریل گاڑی کا مرحلہ ہمایں کرنا اون کثیر التعداد
اور حیرت انگیز نواقص مین جن سے کہ یہ تعجب خیز سرزمین بھری پڑی ہے۔ ایک اور اعجوبہ
ایزاد کردیگا۔ ریل کی لائن سے کے بعید ترین حصون پر اسٹیشن مکمل ہوچکے تھے اور جن ہنگامی
تعمیرات کو مین نے ۱۸۸۸ء مین دیکھا تھا اونکے بجائے اینٹ یا پتھر کے صاف ستھری
مکانات بن گئے تھے۔ ایران کے پہاڑون سے دفعتہً زور کے مینھہ برسنے کے بعد جو
سیلاب اچانک آکر تباہی پھیلایا کرتے ہین اونکے نکاس کے لئے گذشتہ سال نئے پل
اور موریان تعمیر کی گئین۔ جن پر بہت کچھ روپیہ صرف آیا ہوگا۔ لیکن بااین ہمہ قزل اروات
کے قریب جولائی کے مہینے مین تیس ۳۰ میل تک ریل کی سڑک کو ایک طوفان بہا لے گیا تھا
ریل کی سڑک کے اس حصہ کی حالت بلوچستان کی بولان ریلوے کی طرح (جسکی حالت اور
بھی زیادہ اندیشہ ناک ہے) ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور یہ خدشہ ایسا ہے کہ کبھی کامل طور
پر اوسکا اندفاع نہ ہوگا۔ مسٹر بیلنسکی ٹھیکہ دار متوطن پولینڈ جس نے دریائے جیحون کا بڑا
چوبی پل تیار کیا تھا اور نیز تجند اور مرغاب پر پل باندھے تھے اوسی جہاز مین سوار تھا
جس مین مین سوار تھا۔ اوسکو تجند کے لکڑی کے پل کے بجائے ایک لوہے کا پل تیار
کرنے کا تیس ہزار پاونڈ مین ٹھیکہ ملا تھا۔ اور اسکے بعد مرو مین دریائے مرغاب کے چوبی پل
کو اسی لاگت سے آہنی پل کی شکل مین منتقل کرنے کی تجویز تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان
دونون مجوزہ تبدیلیون مین سے ایک بھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ فراکل مین دریائے
زرافشان پر ایک جدید لوہے کے شہتیرون کا پل تیار کیا گیا ہے۔ دریائے جیحون کا

مشہور چوبی پل واقع چارجوئی ازجو اس لحاظ سے کہ سو دن کے اندر تیس ہزار پاونڈ کی لاگت میں تیار ہوا تھا نہایت ہی سستا تھا کچھ مہینے ہوے کہ پھر ٹوٹ گیا تھا اور ندی کے غیر معمولی چڑھاو یا اوسکے بہاو کے رخ کے بدلنے کی حالت میں ہمیشہ یونہیں ٹوٹتا رہیگا۔ بہر حال کسی دوسرے زیادہ قیمتی قسم کے پل کے مقابلہ میں یہ چوبی پل یہاں کے لیے زیادہ موزون ہے کیونکہ وقتاً فوقتاً مرمت کے ہوتے رہنے اور دریا کے رخ بدلنے کی حالت میں توسیع کرتے رہنے سے یہ برابر کام دیے چلا جائیگا۔ میں نے سنا ہے کہ دریا کے بہاو کا رخ نصف میل سے زیادہ مشرق کی سمت میں پلٹ گیا ہے اور پل کو بھی اتنا ہی بڑھا دیا گیا ہے۔

دریاے جیحون کا بیڑا

اوس وقت سے لیکر جب کہ میں پہلے ادھر سے گزرا اب تک چارجوئی سے اوپر دریاے جیحون کی جہازرانی کے سلسلہ میں کوئی نمایاں ترقی عمل میں نہ آئی تھی۔ جو دو بڑی کشتیاں مال تجارت یا فوج کے لیجانے کیلئے تیار کی گئی تھیں وہ ہنوز ندی کے بیچ میں ختم کھانے کے باعث دو دخانی کشتیاں "زار" اور "زارنیتسا" نامی اوپر کو کھینچکر نہیں لیجاسکتی ہیں۔ چارجوئی سے اوس وقت کرکی پہونچنے میں جو صرف ۱۴۰ میل ہے دخانی کشتیوں کو معمولی طور پر ایک ہفتہ لگتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے بعد سے بہاو کے مقابل جانے کی حالت میں یہ سفر اب چار دن میں طے ہونے لگا ہے اور بہاو کی سمت میں جاتے وقت اوس میں تین دن صرف ہوتے ہیں لیکن رات کے وقت سفر نہیں کیا جاتا۔ دریاے جیحون کی کشتی ہای تجارت کا

مال افغانستان کو لیجانے اور وہان سے لانے کے لئے تجارتی لحاظ سے اوسوقت تک زیادہ مفید نہین ثابت ہوسکتی جب تک کہ اس مین اور بہت سی اصلاحین نہ کی جائین۔ حالانکہ وسط ایشیا مین روس کی حملہ آوری کی طاقت مین مدد و معاون بننے کے لئے اسکو ابھی بہت عرصہ چاہیئے۔

مرو کی آبپاشی اور سلطان بند

مرو کے متعلق اور اون ان تھک کوششون کے بارہ مین جنہین ایک سال قبل دریائے مرغاب مین اوس مقام سے جہان آجکل مرو واقع ہے ۳۵ میل کے فاصلہ پر سلطان بند کے ازسرنو تعمیر کرنے سے ریگستان مرو کی سیر حاصل حصہ آراضی مین تازہ جان ڈالنے کے لیے مینے عمل مین آتا ہوا دیکھا تھا اور نیز اوس قطعہ زمین کی آبپاشی کے متعلق جسکا خرچ زار روس اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہین۔ مینے مایوس کردینے والے فقرے سنے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ ان امور مین انجام کار کامیابی کی حالت مشتبہ ہے۔ مینے لوگون کو یہ رائے ظاہر کرتے سنا کہ مرغاب مین اسقدر پانی نہین کہ وہ کسی وسیع پیمانہ پر آبپاشی کے لئے مکتفی ہو یا اوس سے نہرین کاٹی جائین۔ اور بند کے اوپر تال مین جو پانی جمع ہوگا اوسکی مقدار تبخیر کے باعث بہت ہی کم ہوجائے گی۔ بخلاف اسکے ایک انگریزی انجنیر نے جس نے کچھ عرصہ کے بعد اس کام کو جا کر دیکھا کرنیل کارل پالکانسکی[۵۱] روسی انجنیر کی

[۵۱] دیکھو ایک دلچسپ مضمون مرقومہ کرنیل ایچ۔ ایل۔ ویلس۔ رائل انجنیرس (یہ وہی انگریزی انجنیر ہے جسکا متن مین ذکر ہی) جو رسالہ "پروفیشنل پیپرز آف دی رائل انجنیرس" کی پندرہوین جلد مین ۱۸۸۹ء مین چھپا۔

کی دستگاہ اور اُس کام کی نسبت جو تیار ہو چکا تھا نہایت اطمینان ظاہر کیا مزید بران کرنیل مسطور کو اپنی تجویز کی کامیابی مین ذرا بھی شک نہ تھا[۱۵]۔ لیکن ضرور ہے کہ نتائج کو ایک حد تک غیر

[۱۵] جو اطلاع کہ مجھکو ملی تھی اور جو شکوک کہ مجھکو پیدا ہوئے تھے اونکی صحت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گذشتہ ۹۹ء کے موسم خزان مین یہ راز آشکارا ہو گیا کہ کرنیل پاکلفسکی کا مشہور بند دریاے مرغاب مین ایک طوفان آنے سے بہ گیا یا کم از کم بہت کچھ ٹوٹ گیا۔ اور زار روس نے درحالیکہ وہ انگریزون کو ماوراء النہر سے خارج کر رہے تھے مجبور ہو کر گورنمنٹ انگریزی سے ایک انگریزی افسر مسٹر کالن مانکریف[۱۶] کی خدمات مستعار طلب کین جس نے دریاے نیل کی آبپاشی کے کام کے متعلق بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی۔ یہ بھی کیسے مزے کی بات ہے کہ مرو مین روسیون نے جو غلطیان کین ہون اون کی اصلاح کے لئے ایک انگریز طلب کیا جائے۔ مسٹر کالن مانکریف نے جو رپورٹ پیش کی اوس کی بنا پر کرنیل پاکلفسکی کی تجاویز ترک کر دی گئی ہین اور آبپاشی کی ایک نئی تجویز اب اختیار کی جائیگی۔

[۱۶] غالباً یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہی مسٹر کالن اسکاٹ مانکریف جنہون نے وسط ایشیا مین اپنی اعلیٰ درجہ کی انجینیری قابلیتون سے انگلستان کا پایہ اعزاز روسی مدبرون کی نظر مین اس درجہ پر بڑہا یا وہ ہمارے بیدار مغز اور روشن ضمیر وایسراے لارڈ کرزن کی بے نظیر قوت انتخابیہ کی دستگیری سے آجکل ہندوستان کے اوس خاص کمیشن کے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے ہین جو تمام ہندوستان کے ذرایع آبپاشی کی حالت موجودہ کی تحقیقات اور اوس کی آیندہ کی توسیع کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھا ہے۔ اور اس وقت جبکہ مین یہ حاشیہ لکھہ رہا ہون کمیشن مذکور جنوبی ہند کا دورہ کر کے حضور بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی کے ممالک محروسہ مین آنے والا ہے۔

مترجم



یقینی خیال کیا گیا ہو جسکی توجیہ اوس تناقض سے ہوتی ہے جو قابل زراعت رقبہ آراضی
کے اون اعداد میں پائی جاتی ہے جنکو مختلف حکام نے وقتاً فوقتاً سرکاری طور پر شائع
کیا ہے۔ اول اول یہ تخمینہ کیا گیا کہ ...... ایکڑ زمین کی آبپاشی کا انتظام کیا جائیگا۔ اسکے
بعد یہ اعداد کم ہو کر ...... ۳ ایکڑ رہ گئے اور ...... ۳ سے پھر کم ہونے شروع ہوئے
تو ...... ۸ ایکڑ تک آ پہونچے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ آخر الذکر تخمینہ اوسی قدر کم ہے
جسقدر کہ اول الذکر زیادہ ہے۔ اور کوئی [illegible] وہم ہوتی کہ اگر آبپاشی کا انتظام مناسب
طور پر کیا جائے تو عمدہ نتائج مترتب ہونے کی توقع نہ ہوسکتی ہو تنہی کہ اب سے ایک سو سال
قبل جبکہ [illegible] سے پہلے کا [illegible] تو یہ اسی کا [illegible] طرح
کے دوسرے ذرائع آبپاشی کا باعث [illegible] اور شادابی کے اعتبار
سے مشرق میں لاثانی تما ہوتا تھا۔ اگر ایک وسیع قطعہ زمین قلاحت کے دائرہ اثر میں داخل
ہوجائے تو بلاشبہ یہاں کی آبادی بہت بڑھ سکتی ہے۔ کرنیل [illegible] لکھتے ہیں کہ [illegible] خیال ہے کہ اس
سیر حاصل قطعہ میں دس لاکھ آدمی بفراغت تمام آباد ہوسکیں گے۔ [illegible] تنگانوں
(چینی مسلمانوں) اور ترنچیوں (ترکی مسلمانوں) کے [illegible]
نوآبادی قایم کرنے کے لئے منتقل کئے گئے ہیں اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی سو اور
خاندانوں کو (جو غالباً یورپ زادہ ہیں) زار کی جاگیر میں آباد ہونے کے لئے آمادہ کیا گیا
ہے۔ صرف ایک اور قطعہ زمین ایسا ہے جس میں آبپاشی کے بعد ایک بڑے معیار
پر ایک نوآبادی قایم ہونے کی امید کیجاتی ہے۔ یہ قطعہ زمین دریائے آمو اور دریائے

زرافشان کے درمیان دریائے اول الذکر کے داہنے کنارہ پر واقع ہے۔ اور گورنمنٹ روس دریائے جیحون سے ریگستان کے متعدد ... بخارا سے خط و کتابت کرتی ہے۔

ریل گاڑیان

ماوراءالنہر کی ریلوے اس وقت ... گاڑیون پر مشتمل ہے اونکے اعداد مختلف شمار ہین لیکن مفصلۂ ذیل اعداد تقریباً صحیح متصور ہوسکتے ہین۔ ریل کی تمام لائن پر انجنون کی تعداد ۱۲۰ سے لیکر ۱۳۰ تک ہوگی۔ اور باقی ہر قسم کی سواری اور مال لادنے وغیرہ کی گاڑیان کل ۲۰۰۰ ہونگی۔ پانی یا مٹی کے تیل کے لیجانے کے لئے ظرف دار گاڑیون کی تعداد اس وقت ۵۰ بیان کی جاتی ہے۔ ان اعداد سے واضح ہوگا کہ مسلسل اور متصل ترقی عمل مین آرہی ہے گو کہ تجارتی اور فوجی ضروریات کے لحاظ سے جو معیار مطلوب ہے وہ ابھی تک حاصل نہین ہوا۔ جنرل اینکاف کا کفایت شعاری کا شوق اور موازنہ مین معقول گنجایش دکھانے کی خواہش اگرچہ فی نفسہ عمدہ باتین ہین لیکن انہون نے ریلوے کے مناسب نشوونما کو ایک درجہ تک روک دی ہے۔

تار برقی

ریل کے ساتھ ساتھ ایک تہری تار برقی بحیرہ خزر سے سمرقند تک اور وہان سے برابر تاشقند تک چلی گئی ہے۔ اسکے علاوہ تار برقی کی متعدد شاخین حسب ذیل مقامات کے درمیان قایم ہین۔ قزل اروات سے بجنورد اور بجنورد سے چکشلیار اور استرآباد

تک۔ کاری بنت سے سرخس تک۔ مرو سے تختہ بازار (پنجدہ) تک۔ چارجوئی سے خیوا تک۔ بخارا کے اسٹیشن سے شہر بخارا تک۔ اور مین نے یہ بھی سنا کہ چارجوئی سے کرکی کی چوکی تک جو دریا ے جیحون کے کنارہ پر واقع ہے تار کا سلسلہ قایم ہے۔ ایک اور مقام پر مین نے بیان کیا ہے کہ آخرالذکر مقامات کے درمیان نامہ بر کبوتر ڈاک لیجاتے ہین۔ روسی سلسلہ تار برقی کو سرخس یا تختہ بازار سے ہرات اور قندہار ہوتے ہوئے افغانستان کی راہ سے ہندوستان کے سلسلہ تار برقی کے ساتھ ملانے اور اسطرحپر یوروپ سے ہندوستان تک تار برقی کی ایک دوسری شاہ راہ قایم کرنے کے مسلہ پر انگلستان اور ہندوستان کے بعض حکام نے غور کیا ہے لیکن اول تو یہ تجویز قرین مصلحت نہین اور دوم موجودہ حالات ایسے نہین کہ اسکے عملی صورت اختیار کرنے کے موید ہون۔

سرعت رفتار اور ریل کی روانگی کے اوقات

جب مین ۱۸۸۸ء مین پہلی مرتبہ ماوراالنہر آیا تو اوزن ادا سے سمرقند تک جو ۹۰۰ میل کی مسافت ہے ۷۲ گھنٹہ مین سفر طے ہوتا تھا۔ اس فاصلہ کو اب مسافر اور ڈاک گاڑیان جو موسم کے لحاظ سے ہفتہ مین دو یا تین مرتبہ روانہ ہوتی ہین ساٹھہ گھنٹہ سے کچھہ ہی زیادہ عرصہ مین طے کرتی ہین اور اسمین سے دس گھنٹہ اسٹیشنون پر ٹھہرنے مین صرف ہوتے ہین ملی ہوئی مسافر اور مال گاڑیان جنکی رفتار سست تر ہے روزانہ آتی جاتی ہین اور اس فاصلہ کو پندرہ گھنٹہ زیادہ مین طے کرتی ہین۔ متوسط درجہ کا خورونوش کا سامان اب

گارڈیون کے ہمراہ رہتا ہے اور کہانے پینے کی چیزون کے حصول کے متعلق اسٹیشنون پر جو تکلیف مسافرون کو ہوتی تھی وہ مہینون رہی گو کہ بڑے اسٹیشنون پر اب بھی چپقلشین ہوتی رہتی ہین۔

آمد و خرچ

ورار النہر کی ریلوے کی آمد و خرچ کا حساب جو بعض دفعہ سرکاری طور پر شایع کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اخبارون کے نامہ نگارون کو جرنیل اینکاف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ خانگی ذرایع سے دریافت ہوا ہے ایسا ہی متناقض ہے۔ جیسا کہ وہ مختلف تخمینے جو تعمیر کے اصل خرچ کے متعلق متعدد بار انہین ذرایع کی بنا پر مرتب کئے گئے ہین ۱۸۸۷ء مین ریل کے چلانے کے اخراجات آمدنی کے مقابلہ مین بقدر ۴۰۰۰۰ پاؤنڈ کے زیادہ تھے۔ اور ۱۸۸۸ء مین بیشی کی مقدار ۳۰۰۰۰ پاؤنڈ تھی۔ ۱۸۸۹ء مین بھی آمدنی کے اسی قدر کم ہونے کی توقع کیجاتی تھی لیکن اخبار "نووی ورمیا" نے اس سال کی آمد و خرچ کا جو نقشہ شایع کیا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخراجات کی مقدار ۲۴۱۷۳۱ پاؤنڈ تھی اور آمدنی کی مقدار اس سے بقدر ۷۰۰۰ پاؤنڈ کی زیادہ۔ لیکن جب مین اوزن ادا مین تھا تو جرنیل اینکاف نے میرے سامنے اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اعداد پیش کئے تھے۔ مسٹر وشنیگریڈسکی روس کے مشیر مال نے جو حیرت انگیز قابلیتون کا شخص تھا اور جو ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین خود ماوراء النہر گیا اپنے موازنہ مین ماوراء النہر کی ریلوے اور دریائے جیحون کے بیڑے کا خرچ ۱۸۸۹ء کے لئے

۳۵۲۸۷ پاؤنڈ بتایا ہے۔ ... اعداد ایسے ہیں کہ "موڈن ورمبا" کے بدولت
جنکا اوپر اقتباس کیا گیا ہے جو مطابق ... ہیں۔ تجارات اسکے شہر موصوف ۱۸۸۶ء کی
بابت جو اندازہ مرتب کیا ہے ... ہوسکتے ہیں ... کی اخراجات بابت سمرقند
کے متعلق ۱۲۰۴۴۷ پاؤنڈ کی ... یعنی ۴۰۷۸۲ پاؤنڈ شامل ہیں۔ اسکے بعد میرے
سننے میں آیا کہ ۱۸۸۵ء میں ...۰۰ پاؤنڈ کی ... گئی ہے

ریل کی آمد و رفت

حال ایک امر کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ ریل کے
ذریعہ سے جو مال جاتا اور آتا ہے اوسکی مقدار بہت بڑھ گئی ہے اور آگے چلکر بے انتہا
بڑھ جائیگی۔ کل وزن اوس مال کا جو ۱۸۸۹ء میں ریل پر بار ہوکر گیا ۲۱۷۴۱۸۸۰ پوڈ یا
۳۵۰۶۷۵ ٹن تھا اس میں سے وسط ایشیا کی مقامی پیداوار اور سامان غیر ترکیب دادہ
کا وزن ۹۰۶۹۰۸۱ پوڈ یا ۱۴۶۲۷۵ ٹن تھا اسی سال مصنوعہ اشیا اور شکر کی قیمت
جو ریل کے ذریعہ سے ماوراء النہر بخارا اور ترکستان میں لائی گئیں ۱۸۸۸ء کے مقابلہ میں
۹۴ فیصدی زیادہ تھی اور جو مال یعنی روئی اون پشم خشک میوہ اور غلہ کی قسم سے
وسط ایشیا سے روس کو ذریعہ ریل بھیجا گیا اوس کی قیمت میں ۱۲ فیصدی کی بیشی
ہوئی۔ مال برآمد میں جو اکثر چیزیں ریل کے ذریعہ سے باہر بھیجا گیا سب سے زیادہ حصہ روئی

ف لیکن ماہ فروری ۱۸۵۱ء میں ... موڈن ورمبا ... نے ... بمقدار ۳۳۳۹۱۰ پاؤنڈ ہونا بیان کی
جسکا میں اعتبار نہیں کرسکتا۔

روئی میں جو ایشیا کے پونا ثیوتا ترقی کرنے والے کھیتوں کا ماحصل ہے نمایاں ہے اور یہ حیثیت ابھی اپنے انتہا سے کمال کو نہیں پہونچی ۱۸۸۸ء میں جو مال ریل پر گیا اُسکی مقدار ۴۰۲۳۴۱۲۱ پونڈ یا ۵۰۷۰۱ ٹن تھی[1] ۱۸۸۹ء میں ۳۲۰۰۰۰ پونڈ یا ۸۹۴۴۳۵ ٹن ہو گئی۔ اور ماہ جنوری ۱۸۹۰ء میں ۳۵۳۶۷۰ پونڈ یا ۸۰۷۷ ٹن تھی (جس میں سے ۳۳۳۲۲۹ پونڈ یا ۷۰۰۶ ٹن بخارا سے آئے) آخر الذکر اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ سال گذشتہ کے مقابلہ میں ۱۸۹۰ء کا ماہانہ اوسط بہت بڑھا رہا گو کہ جنرل انینکوف کی امیدیں کو ان اعداد نے پورا نہیں کیا۔ جنرل موصوف نے مجھ سے کہا تھا کہ سال بھر کی میعاد ۳۰۰۰۰۰ پونڈ ہوگی۔ البتہ جون کے مہینے میں اون اور کی [illegible] پونڈ تھی لاکھہ پونڈ مال کا جہازوں پر بار کرنے کے لیے پڑا ہوا بیان کیا گیا اور روزانہ مقدار اس مال کی جو ریل پر آتا تھا ۲۰۰۰۰ پونڈ ہوتا بتائی گئی۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء کے پہلے پانچ مہینے کی آمد مال برآمد کی زیادتی کے باعث گذشتہ سال کے اسی عرصہ کے مقابلہ میں بقدر ۵۰۰۰۰۰ پاونڈ کے تھی۔ اس کے علاوہ مجھکو یہ بات معلوم ہوئی کہ افغان تجار نے ریلوے کے ختم ہونے کے بعد [illegible] کو روئی کے کئی سو بورے بھیجنے سے اسکے ساتھ اپنا تعلق پہلی مرتبہ

---

[1] ماورا النہر کی ریلوے کی تعمیر سے پہلے کل سالانہ مقدار روئی جو وسط ایشیا سے روس کے اس حصہ میں جو یورپ میں واقع ہے بذریعہ اونٹ کے کاروانوں کے براہ اورنبرگ بھیجی جاتی تھی ۹۶۸۰ ٹن ہوتی تھی۔

براہ راست قایم کیا[۱]

چنگی خانون کا قیام



وسیع پیمانہ پر کہ ریل کو اغراض تجارت کا مطیع بنایا گیا ہے اور چارون طرف سے مال کے پشتارے جو اسکی طرف برابر چلے آرہے ہین اوسکی وجہ سے اس امر کی ضرورت داعی ہوئی ہے کہ ماوراء النہر مین باقاعدہ طور پر چنگی خانے قایم کئے جائین انکا قیام اوس عام روسی طرز عمل پر مبنی ہے جسکی رو سے ممالک غیر کے مال کو بحد امکان مقامی مال کے ساتھہ مقابلہ کرنے کی اجازت نہین دی جاتی۔ رعایا کے ساتھہ رعایت کی جاتی ہے اور مقامی پیداوار اور مقامی ساخت کی اشیا کی حمایت کیجاتی ہے۔ صدر چنگی خانہ اورا ہین سے ہے لیکن قزل اروات عاشق آباد۔ ارتیک۔ کاہ کا۔ دشلک۔ تجند۔ سرخس۔ مرو۔ یولیتان اور تختہ بازار مین بھی چنگی کی چوکیان قایم کی گئی ہین۔ ۲½ فیصدی محصول باعتبار قیمت تمام ممالک غیر کے مال پر جو سمندر کی راہ سے درآمد کیا گیا ہو لگایا جاتا ہے۔ اسی قدر محصول بازار کے بہاؤ کے حساب سے یورپ۔ ایران یا ہندوستان کی تمام ایسی چیزون پر بھی لگایا جاتا ہے جو خشکی کی راہ سے ماوراء النہر مین لائی جائین خواہ اونکی کھپت یہین ہو

---

[۱] بدین غرض کہ روسی سوداگر وسط ایشیا مین روئی کی کاشت اور پیداوار کو اور زیادہ ترقی دین مشیر مال نے سنہ ۱۸۹۰ء مین اس تجویز کے ساتھہ اتفاق کیا کہ وسط ایشیا کی مجلس تجارت وصنعت وحرفت کو ۱۷۰۰۰ ایکڑ زمین ترکستان مین نوے سال کے لئے پٹہ پر دے دی جائے اور پہلے پندرہ سال کا محصول نہ لیا جائے۔

خواہ وہ بخارا۔ خیوا یا ترکستان جاتی ہون۔اس قسم کی تمام مال پر اگر وہ اوذن اداسے یوروپی روس یا علاقہ قاف کو بھیجا جاتا ہو ۵ فیصدی کا مزید محصول باعتبار قیمت مال لگایا جاتا ہے اور جو محصول کہ پہلے لیا جاچکا ہو وہ واپس کردیا جاتا ہے۔ بخلاف اسکے جو مال بخارا۔ خیوا۔ اور ترکمانیہ سے یوروپی روس یا قاف کو جاتا ہے اوسے اوذن اداسے بلامحصول گزرجانے دیا جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس کل ایرانی مال جو یوروپ کو جانے والا ہو اوسپہ محصول نہین لیا جاتا بشرطیکہ وہ عاشق آباد یا ماوراالنہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن کے راستہ سے بھیجا جائے۔

عظیم الشان آیندہ تجارتی ترقی

ان واقعات سے اور نیز اون تمام باتون سے جنکے دیکھنے یا سننے کا مجھے اپنے دوسرے سفر مین اتفاق ہوا۔میری اس سابقہ پیشین گوئی کی تائید ہوتی ہے کہ ماوراالنہر کی ریل کے آگے تجارت کا ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔یہ ریل ایسے ملکون کے بیچ مین سے اور ایسے خطون کے دامن کو چھوتی ہوئی گزرتی ہے جن مین پیداوار کی قابلیت بہت بڑی ہے گو ابھی تک اوسنے کامل نشوونما نہین پائی۔اسکے علاوہ ماوراالنہر۔ خراسان۔ بخارا۔ شمالی افغانستان اور روسی ترکستان کا مال برآمد و درآمد سب اسی راہ آتا جاتا ہے جو چیزین کہ روس مین پیدا ہوتی ہین وہ یہ ان ملکون کو لاتی ہے اور اونکے یہان سے روئی۔ ریشم۔ اون اور پوستین لے جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چند ہی سال کے عرصہ مین یہ ریل پورے وسط ایشیا کی شریان بنجائے گی جس مین نصف

براعظم کا خون موجزن ہوگا اور یہ مشرق و مغرب کے رجحانات کو جو پہلے ہی نیم مخلوط سے ہو چکے ہین پوری طرح پر باہم ملادے گی۔ ایشیا کے مسخر کرنے کیلئے روس کے ہاتھ مین یہ ریل ایک ایسا زبردست آلہ ہے کہ نصف درجن گیا کیا بلکہ درجن بھر پنجدہ بھی اوسکی برابری نہین کرسکتے۔ اسکے ذریعہ سے خونریزی اور جنگ و جدل کے بغیر ملک کے ملک روس کے مطیع و منقاد ہوتے چلے جائینگے۔ جرنیل انینکاف نے اس ریلوی کے قیام مین جس ان تھک مستعدی اور جانفشانی سے کام لیا ہے اوسکے لئے وہ نہایت تعریف و تحسین کا مستحق ہے۔

انگریزی سیاحون کے لئے آسانیان

انگریزی سیاحون کو اس ریلوے کے قیام سے جو آسانیان ہوسکتی ہین اونکی متعلق یہ بات میرے سننے مین آئی کہ جسقدر مزاحمت سابق مین اجنبیون کے یہان آنے پر کیجاتی تھی اوسقدر اب نہین کیجاتی اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوی کی بنا عام خیال پر ہے نہ کہ مسلمہ واقعات پر۔ لیکن مسافرون کی اس لائن پر ایسی کثرت ہے کہ ایک غیر ملک کے باشندے کا اپنی طرف توجہ منعطف کئے بغیر اسپر سفر کرنا بعید از قیاس متصور نہین ہوسکتا مگر اس مین شک نہین کہ اگر اوسکے پاس سینٹ پیٹرزبرگ کا جاری شدہ خاص پروانہ راہداری نہ ہوگا تو معلوم ہونے پر وہ متنبہ کئے جانے یا واپس لوٹا دئے جانے کا مستوجب قرار پائے گا۔ ممکن ہے کہ جون جون زمانہ گذرتا جائے یہ سختیان کم ہوتی جائین۔ بہرحال بعض انگریزی مسافرون نے جن مین ایک خاتون بھی شریک تھی اور جنھین میرے

بعد اس ریلوے پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا اسکے متعلق اچھی رائے ظاہر نہین کی۔ اِن لوگون کے ساتھ شبہ کی بنا پر کج خلقی سے برتاؤ کیا گیا اور ایک انگریزی سفارت کے اعلیٰ سکریٹری کو جوان مین شریک تھا ایک فرضی الزام کی بنا پر سمرقند کی ایک روسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ مین نے بعد مین سنا کہ اس شریفانہ برتاؤ کا مقصد اون صحیح صحیح اور بالکم وکاست خیالات کا جواب دینا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے معاملات اور طرز عمل کے متعلق مین نے ظاہر کئے تھے لہ

لہ سیاق مضمون مجھے بیان اس امر کے اظہار کی ترغیب دیتا ہے کہ کسی انگریزی مصنف کو ایسے معاملات مین جو روسیون اور انگریزون کی باہمی سیاسی یا قومی رقابت سے متعلق ہون روس کی نسبت منصفانہ یا فیاضانہ خیالات ظاہر کرنے کی تحریک نہین ہو سکتی۔ مین نے ایک ایسی کتاب لکھی تھی جس مین نہایت انصاف کے ساتھ اون مساعی اور مقاصد کا ذکر کیا گیا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے مدنظر ہین اور مجھے یقین ہے کہ عام طور پر لوگون کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ کتاب حال کی کسی دوسری تصنیف کے مقابلہ مین زیادہ تر انصاف وحق رسانی کے اصول پر مبنی ہے۔ پھر بھی روسیون نے اگر اوسکی کوئی قدر کی تو وہ یہ تھی کہ اول تو ایک مشہور ومعروف روسی نامہ نگار نے جسکے مضامین انگریزی اخبارون مین چھپتے ہین ایک طعن اور طنز سے بھرا ہوا مضمون کتاب کے خلاف لکھا اوسکے بعد کتاب کے جن فقرات مین روسیون کی تعریف نہ تھی اونکو سرکار روس کے اوس محکمہ نے جسکے تفویض مضامین خلاف اغراض سرکار کی اشاعت کی ممانعت کی خدمت سپرد ہے۔ میٹ دیا۔ اور اسکے علاوہ روس کے ایک سربرآوردہ اخبار نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر وسط ایشیا مین اہل روس کے محاسن کا ایک انگریز اس درجہ مداح ہو سکتا ہے تو روسی بڑے ہی بیوقوف ہونگے۔ اگر وہ انگریزون کے بھولے پن سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھائینگے۔

ملا کاری سے کراسنوزاڈسک تک ریل کی ایک شاخ نے جانیکی تجویز کا جواب منظور ہوچکی ہے مین پیشتر ذکر کرچکا ہون - چارجوی سے کرکی تک دریاے آموکے بائین کنارے پر جس شاخ ریلوے کے قایم کرنے کی تجویز تھی اور جسکا ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین جبکہ جنگ افغانستان کا خدشہ لگا ہوا تھا بڑے شدومد سے ذکر کیا جاتا تھا وہ اب پیش نظر نہین رہی اور احتمال اس امر کا مقتضی ہے کہ جب تک پیش قدمی کا خیال مرکوز خاطر نہ ہوگا اوسوقت تک اس شاخ کا قیام پھر سننے مین نہ آئیگا -

ماوراء النہری ریلوے کی توسیع



خلاف اسکے سمرقند سے جو کہ ریل کا موجودہ منتہا ہے تاشقند تک ریل کے بڑہاے جانیکی تجویز جس کی نسبت مین نے سابق مین پیشین گوئی کی تہی کہ اس کا معرض نفاذ مین آنا بعید از احتمال نہین اب عملی صورت اختیار کرنے کے زیادہ قریب پہونچی جاتی ہے - چنانچہ جنریل اننیکاف نے یہ اُمید ظاہر کی ہے کہ ماہ مئی ۱۸۹۰ء مین کام شروع ہوجائیگا[۵] اسکے بعد اس امر کا اعلان کیا گیا کہ زار روس نے اوس تجویز کو پسند کرلیا ہے جو سائبیریا کے عظیم الشان سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق ایک خاص جماعت نے مرتب کی

[۵] کپتان اے-سی-ییٹ جو ایک انگریزی سیاح ہونے کے اعتبار سے آخری مسافر ہے جس نے ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے سفر کیا (اکتوبر ۱۸۹۰ء) اوس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ روسیون کا اب یہ خیال ہے کہ سمرقند سے ریل کا سلسلہ شروع کرکے قوقند تک پہونچایا جاے تاکہ دریاے سیر پر پل باندہنے کے مصارف کی ضرورت داعی نہ ہو -

تھی جسے اسی غرض کے لئے نامور کیا گیا تھا۔ اس تجویز کی رو سے سائبیریا کی ریلوے ولاڈی واسٹاک پر ۴۷۸۵ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد بحر الکاہل سے جا ملیگی۔ اس سلسلہ ریل کی تیاری مین دس سال لگین گے۔ اور اسکی لاگت کا تخمینہ دو کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ سے لیکر چار کروڑ پاونڈ تک کا کیا گیا ہے[۵۱]۔ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو زیادہ مدت نہ گزرنے پائے گی کہ ماوراء النہری ریلوے جسکی توسیع اوسوقت تک تاشقند تک ہو چکی ہوگی اور آگے بڑہا دی جائیگی حتی کہ وہ سائبیریا کی ریلوے کی شاہراہ سے جا ملیگی اور یوروپی روس کے دور کو تکمیل کو پہونچائے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان

[۵۱] ایک عرصہ دراز تک ان تجاویز پر بحث ہونے کے بعد کہ آیا سائبیریا کا سلسلہ ریلوے غیر مسلسل ہونا چاہیئے (یعنی یہ کہ جہان خشکی ہو وہان ریل قایم کی جائے اور جہان راستہ مین تری آئے وہ کشتی کے ذریعہ سے عبور کرنے کا انتظام کیا جائے) یا یہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کہین ٹوٹنے نہ پائے آخرکار ۱۸۹۱ء مین تجویز مؤخر الذکر فیصل قرار پائی۔ سلسلہ مزبور مقام زلاطوست سے جو اوس ریلوے کا موجودہ منتہا ہے جو سمارا اور اوفا کے درمیان قایم ہے شروع ہو کر میاسک اور چیلیابنسک کے ضلاع مین سے گزرے گا (۱۸۴ میل) یہان سے توکا ہنسک۔ کینسک۔ میرینسک۔ کراستا یرسک اور کانسک کو طے کرتا ہوا۔ نجنی اودنسک مین پہونچیگا (۱۷۳۶ میل)۔ اس حصہ کی لاگت کا مجموعی تخمینہ ۱۱۸۰۷۵۰۰ پاونڈ یعنی ۶۵۰۰ پاونڈ فی میل کے حساب سے کیا گیا ہے۔ نجنی اودنسک سے سلسلہ مزبور پھر شروع ہوگا۔ اور اکٹسکیا۔ ارکٹسک۔ جھیل بیکال۔ سری ٹنسک اور ہبارودکا مین سے گزرتا ہوا ولاڈی واستاک پہونچے گا (۲۹۶۵ میل)۔ اس سلسلہ کا کل طول ۴۷۸۵ میل اور مجموعی خرچ کا تخمینہ ۳۶۷۷۵۰۰۰ پاونڈ یا بحساب اوسط ۷۶۸۰ پاؤنڈ فی میل ہے۔ کام تون سرون پر سے شروع کر دیا گیا ہے اور کچھ میل سڑک جلدی سے ولاڈی واستاک مین تیار کر دی گئی تھی تاکہ ۱۸۹۱ء کے موسم گرما مین ولیعہد روس رسم افتتاح ادا کر سکے۔

دونوں ریلوں کا مقام اتصال اوسک قرار دیا گیا ہے۔ خود ماوراالنہرین ریلوے کی ایک نئی شاخ کے قیام کے متعلق آج کل تذکرہ ہو رہا ہے جو کاری بنت سے جو دریائے تجند کے کنارے واقع ہے۔ سرخس تک جائے گی۔ اس شاخ کے قایم کرنے سے روس اسی میل اور ہرات کے قریب پہونچ جائے گا۔

یوروپی روس میں دوسرے سلسلہائے ریلوے کی تعمیر

روپ پر جہان قاف کی ریلوے ماوراالنہری ریلوے کا لازمی نتیجہ اور تکملہ ہے نظر ڈالنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ بہت کچھ تاخیر و توقف کے بعد لاڈی کارکاس سے پٹرافسک تک کے سلسلہ ریلوے کے قیام کی منظوری زار نے دی ہے[۱]۔ گو کہ اس تجویز کے بھی متعدد مدعی ہین کہ ساتھ ہی پٹرافسک اور زارٹسن کے مابین ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کر کے وسط روس کے سلسلہائے ریلوے اور دریائے والگا کے ساتھ تعلق قایم کیا جائے۔ معہذا ایک جماعت اس غرض سے مامور کیگئی ہے کہ موقعہ کے معائنہ اور دیگر حالات پر نظر غائر ڈال کر اس امر کی نسبت رپورٹ پیش کرے کہ آیا۔ لاڈی کادکاس یا کسی اور قریب کے مقام سے ایک ایسی سرنگ کھودی

---

[۱] یہ سلسلہ ۱۶۰ میل لمبا ہوگا اور اس کی لاگت کا تخمینہ ۱۲۰۰۰۰۰ پاونڈ کیا گیا ہے روس کے بجٹ سال میں جو سنہ ۱۸۹۱ع کے متعلق ہے ایک لاکھہ پاونڈ کی رقم کی گنجایش تعمیر کے مصارف ابتدائی کے لیئے رکھی گئی ہے اسکے علاوہ ایک اور شاخ کے قیام کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے جو پٹرافسک سے باکو تک جائیگی اور طول میں ۲۲۰ میل ہوگی۔

جانی ممکن ہے جو سلسلہ کوہ قاف کے بطن مین سے گزر کر کسی اسٹیشن پر جو باطوم و طفلس کی لائن پر واقع ہو جا نکلے[لے]۔ اسکے علاوہ آدجی کابل کے اسٹیشن سے جو اوس سلسلہ ریلوے پر واقع ہے جو باطوم اور باکو کے مابین قایم ہے آستارا واقع سرحد فارس تک بھی ایک جدید سلسلہ ریلوے قایم کرنے کی تجویز ہے اور اسکی پیمایش بھی ہو رہی ہے۔ ان تمام سلسلہاے ریلوے کی تیاری جو ایک ساتھ عمل مین لائی جا رہی ہے اس امر کی شاہد ہے کہ روس نے اپنے مقبوضات واقع یوروپ اور بحیرہ اخضر کو ریل کے ذریعہ سے ملا نیکے مین نہایت دور اندیشی سے کام لیا ہے کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرق کی طرف اگر کبھی کسی فوجی کارروائی کا موقعہ آپڑا تو اوسکے لئے کمک اور سامان رسد بہم پہونچانے کے لئے لازمی طور پر مغرب کی سمت سے ہی بتمامہ استمداد کرنی پڑیگی۔

ماوراء النہر مین روسیون کی اخلاقی حالت

ماوراءالنہر سے مین نے اخبار" ٹائمس "کو حسب ذیل تحریر بھیجی تھی:-

یہ بات متواتر میرے سننے مین آئی ہے کہ ماوراءالنہر مین جو روسی فوج مقیم ہے اومین سازش۔ اوباشی۔ شرابخواری۔ قماربازی اور دوسری طرح طرح کی بدکرداریان پھیلی ہوئی

[لے] بیان کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی لائن ریل کی شاہراہ سے کسی ایسے اسٹیشن سے جو لاڈی کاوکاس کے جانب شمال واقع ہوگا شروع ہوکر درہ ڈرگی مین سے ہوکر سلسلہ کوہ قاف کو طے کرتی ہوئی ایک سرنگ مین سے جسکا طول پانچ میل سے کم ہوگا گزرے گی اور ۱۳۰ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گوری کے اسٹیشن پر جو طفلس ریلوے پر واقع ہے جا نکلیگی۔ لیکن اسپر لاگت بے انتہا آئے گی۔

ہین جسکی گورنمنٹ روس کو خبر نہین۔ ان روایات کا پے درپے سننے مین آنا اور ساتھ ہی اونکا تناقض سے معرا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان مین ضرور بہت کچھ حصّہ سچائی کا ہوگا۔ جو نوجوان یوروپی روس مین بے احتیاطیون کے مرتکب ہوتے ہین یا اوباشی مین اپنا روپیہ ضایع کردیتے ہین یا اور بری عادات اختیار کرتے ہین اونہین گورنمنٹ روس بطور کفارۂ ذنوب وسط روس مین کچھ عرصہ کے لیے جلاوطن کردیتی ہے تاکہ وہان اونکی اخلاقی حالت کی اصلاح ہوجاے لیکن یہ خیال نہین کیا جاتا کہ اس کالے پانی مین زندگی کا دوبھر ہونا بجاے اسکے کہ قدیم جرم کے ارتکاب مکرر کو مانع آئے اور اولٹا اوسکا معین ومحرک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وسط ایشیا کی ہر ایک روسی فوجی چھاونی مین ہنیزم کشی عیب جوئی اور لگاوٹ کا بازار خوب گرم رہتا ہے۔ کوئی ذی امتیاز شخص ایسا نہین جسکے دشمنون کا ایک جم غفیر موجود نہ ہو جنکا یہی کام ہے کہ اوسکی تخریب اور بربادی مین کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھین۔ پابندی ضوابط کا نمایشی ملمع بے قناعتی۔ بدباطنی اور بدکرداری مزمن پر چڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ اسمین شک نہین کہ اس سرزمین کی جانفرسا آب وہوا اور یہان کا نفرت انگیز طرز زندگی ان خرابیون کا بہت بڑا باعث ہے۔ مگر اس موقعہ پر سوال یہ پیش آتا ہے کہ جس سلطنت نے اپنی حالت وسط ایشیا مین ایسی بنا رکھی ہے آیا اخلاقی لحاظ سے اوس کے تفوق کا قایم رہنا قرین احتمال ہے اور کہین ایسا تو نہ ہوگا کہ جب وہ اپنی قوت کو کسی دشمن کے خلاف عمل مین لائے تو اوسے معلوم ہو کہ ایک کہنہ ناسور نے اوس مین ضعف پیدا کردیا ہے اور "بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد" والا مضمون ہو۔

انتظامی تبدیلیان



اگمان ہے کہ میری یہ تحریر جو مین نے بے سوچے سمجھے قلمبند نہین کی تہی روسیون کو ناگوار گذری ہو گی لیکن اوسکا حق بجانب ہونا تہوڑے ہی عرصہ کے بعد ثابت ہو گیا کیونکہ ابھی چند مہینے بھی نہ گزرنے پائے تہے کہ عیب چھپے۔ غلط کاری اور فتنہ پردازی کا ایک ایسا طوفان برپا ہوا کہ ماوراالنہر کی فوجی سوسائٹی کو اوسنے بیخ و بن سے ہلا ڈالا اور اوس وقت تک نہ تھما جب تک کہ وہان کے عہدہ دارون کو بدلکر اونکی جگہ نئے آدمی ازسرنو مقرر نہین کیے گیے۔ نفس واقعہ کو جو غیر خوش آیند ہے یہان درج کرنے سے مین احتراز کرتا ہون۔ لیکن اس کل شورش کا ماحصل یہ ہوا کہ جرنیل کروپٹکین اب۔ جرنیل کامروف کی جگہہ ماوراالنہر کا گورنر جنرل ہے اور کرنیل علی خانوف جو مرو مین ایک ذمہ داری کی خدمت پر مامور تھا وہان۔ سے علحیدہ کرکے قاف مین بھیجدیا گیا ہے۔ اسکے ساتھہ ہی فاضل اکمل موسیو چاریکاف کی جگہ جو دربار بخارا مین روس کیطرف سے بطور سفیر کے متعین تہا میرے دوست موسیو لیسار کا تقرر ہوا ہے جو مسئلہ تصفیہ سرحد افغانستان کے متعلق سند شہرت حاصل کرچکا ہے اور حال ہی مین روس کی طرف سے لورپول مین قونسل جنرل تہا۔ مشرق کی سمت مین اگر نگاہ دوڑائی جائے تو جرنیل روزنباش تاشقند کا گورنر جنرل نظر نہین آتا۔ بلکہ بجائے اوسکے جرنیل وروسکی جو سابق مین اڈیسہ مین پولیس کا افسر اعلیٰ تہا مقرر ہوا ہے۔ جرنیل انیکاف بھی اس عالمگیر طوفان کی زد سے نہین بچا لیکن ابھی تک اوسکے الزام لگانے والون کو اوس

پر پورا نظم ونسق حاصل نہین ہوا۔ ۵۰

ماوراء النہر کی خودمختاری



تبدیلیان جنکا نتیجہ یہی ہونا لازمی تھا۔ ماوراء النہر کی گورنمنٹ کے از سر نو ترتیب دیے جانیکا باعث ہوئین اور چونکہ ایک عرصہ سے یہ تجویز گورنمنٹ عالیہ کے مدِ نظر تھی اس لئے اسکا انجام کار عملی صورت اختیار کرنا ایک قدرتی امر تھا۔ بتاریخ ۲۶ مارچ ۱۸۹۰ء سینٹ پیٹرزبرگ مین یہ سرکاری فرمان صادر ہوا کہ ماوراء النہر کے نظم ونسق کے لئے علیحدہ انتظام عمل مین آئے۔ چنانچہ اس تاریخ سے باستثناے بعض خاص خاص امور کے صوبہ ماوراء النہر انتظامی حیثیت سے گورنمنٹ قاف کے ماتحت نہین رہا بلکہ ایک حد تک ترکستان کی طرح خودمختار ہوگیا ہے اور اوسے یہ اقتدار حاصل ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ کے فارن آفس (محکمہ خارجہ) سے براہ راست خط وکتابت کرے۔ یہ ایک ایسی تبدیلی ہے جسپر ایک عرصہ سے بحث ہو رہی تھی اور اسکا عمل مین آنا ماوراء النہر کے روز افزون سیاسی امتیاز اور قدر وقیمت کی وجہ سے حق بجانب ہے۔ اس کے ساتھ ہی مرو کے چارون خان جنکا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین کیا ہے اون انتظامی اقتدارات سے جو اونکو اپنے جرگون کے متعلق حاصل تھے محروم کردیے گئے ہین لیکن ایک سو بیس پاونڈ سالانہ سالانہ کا وظیفہ عمر بھر کے لئے اون کی ذات

۵۱ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ جنرل اننیکاف ریلوے کے ڈائرکٹر ہونے کی حیثیت سے ماوراء النہر واپس نہین آئیگا کیونکہ یہ صیغہ جنرل کروپٹکن کے تفویض کیا گیا ہے۔

سے کے لئے برستور قایم ہے۔ اس سے زیادہ قوی ثبوت اوس کامیابی کا اور کیا ہو سکتا ہی جو روس کو مفتوح ترکمانون کے باہمی قومی تعلقات اور رسوم و توہمات سے قدیم اثر کو مٹا دینے مین حاصل ہوئی۔ یہ وہی ترکمان ہین جو دس سال سے کچھ ہی زیادت پہلے جان توڑ کر روسیون سے لڑے تھے اور اب وہی ہین جو اپنے فاتحون کی غلامی کا دم رضا و عجز سے بھرتے ہین۔

جرنیل کروپٹکن

ورا النہر کے نظم و نسق کی تجدید سے بھی زیادہ معنی خیز اگر کوئی شے ہے تو وہ اس صوبہ کے نئے گورنر کا تشخص اور سیرت ہے۔ ایک امن پسند اور غیر جنگجو عالم کے بجائے جسے کیڑون مکوڑون کی علمی تقسیم مین اپنی فوج کا معائنہ کرنے سے زیادہ لطف حاصل ہوتا تھا اب ماورا النہر کا گورنر ایک ایسا شخص ہے جو اسکابیلف کا دست و بازو اور گویا اوسی کے قالب مین ایک دوسرا شخص ہے۔ اس نئے گورنر کا نام جرنیل کروپٹکن ہے اور فن سپہ گری مین اوسکا شمار وسط روس مین طبقہ اعلیٰ مین ہوتا ہے۔ کروپٹکن ۱۸۴۸ء مین پیدا ہوا۔ اٹھارہ برس کی عمر مین فوج ترکستان مین بھرتی ہوا اور محاصرہ و فتح سمرقند کے موقعہ پر وہ موجود تھا۔ ۱۸۷۲ء مین اسٹاف کالج کے امتحان مین سب سے اول نکلکر وہ ایک سال تک الجزایر مین رہا جہان فرانسیسون کے ساتھ شریک ہوکر وہ مہم صحرائے اعظم مین گیا اور اس معرکہ کے متعلق اوس نے اپنی پہلی تصنیف لکھی۔ اسکے بعد وہ وسط ایشیا کو واپس آیا اور جنگ خوقند مین اسکابیلف کے ساتھ رہا۔ اس

لڑائی مین وہ زخمی بھی ہوا جسکے صلہ مین اوسکو تمغہ صلیب سینٹ جارج عطا ہوا۔ ۱۸۷۶ء مین وہ ایک خاص سفارت پر یعقوب بیگ والی کاشغر کے ساتھہ ایک معاہدہ قایم کرنیکے لئے بھیجا گیا۔ اس سے روسیونکا مقصد اوس انگریزی سفارت کے اثر کا زایل کرنا تھا جو بہ سرکردگی فارسٹھ کاشغر کو روانہ کی گئی تھی۔ اسپر کروپٹکن نے اپنی دوسری کتاب لکھی۔ جنگ روم و روس مین وہ اسکابیلف کے اسٹاف کا صدر رہتا اور جب جنگ ختم ہوئی تو وہ جنرل اسٹاف کے ایشیائی حصہ کا افسر اعلی مقرر ہوا۔ اسی زمانہ مین اوسنے اس جنگ پر ایک تیسری کتاب لکھی۔ ۱۸۷۹ء مین اوس نے فوج ترکستانی کی سپہ سالاری کے عہدہ پر مامور ہوکر پھر وسط ایشیا کو مراجعت کی اور سال آیندہ اپنی فوج کا کچھہ حصہ لیکر وہ یلغار کے ساتھہ صحرائے ترکستان کو طے کرتا ہوا اسکابیلف سے گیاک بتی پر جا ملا اور عین وقت پر پہونچکر فوج کے تین دستون مین سے ایک کے ساتھہ اوسنے غنیم پر حملہ کیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک وہ سینٹ پیٹرس برگ کے صیغہ جنگ مین وسط ایشیا کے تمام انتظامی مسائل متعلقہ فن تدبیر ملکی و سپہ گری مین بطور مشیر خاص کے رہا ہے اور اب عین جوانی کے عالم مین ایک ایسے حصہ ملک کا کارفرما ہوکر آتا ہے جسکے حالات اوسکو کسی دوسرے روسی جرنیل کے مقابلہ مین زیادہ معلوم ہین۔ فن سپہ گری کے متعلق اوسکی قابلیت اور اوس کی مانی ہوئی بہادری اور جرارت ایسی چیزین ہین جن سے اوسکا تقرر نہایت نتیجہ خیز ہوجاتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ امر بھی نظر انداز نہین ہوسکتا کہ صیغہ راز کی وہ مشہور یادداشت اوسی کی مرتب کی ہوئی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہندوستان

پر روس کیونکر حملہ کرسکتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ روس کے تمامی اہل سیف کو اس یادداشت کی نسبت عام طور سے یہ خیال ہے کہ اس مین روس کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی سب سے زیادہ خیر خواہانہ اور عملی تجویز مندرج ہے۔ اس کا ذکر مین آگے چل کر کرون گا۔ جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنی قابلیتون کا پورا ثبوت دیا (۱۸۹۱ء) اور ماوراءالنہر کی اب صورت ہی کچھ اور ہے۔ جدھر دیکھو فوجی مشقون اور فوجی نقل وحرکت کے سوائے اور کچھ نظر نہین آتا۔ جرنیل موصوف کی تنخواہ چودہ سو پاؤنڈ سالانہ ہے اور آٹھ سو پاؤنڈ بطور لوازم اعزازی کے اوسے ملتے ہین گویا کہ کامروف کے مقابلہ مین اوسے چھ سو پاؤنڈ کم دئے جاتے ہین جسکی تنخواہ بقدر اس مقدار کے زیادہ تھی مسیو سولیسا شاید کسی دوسرے زندہ روسی کے مقابلہ مین وسط ایشیائی اور سرحدی مسائل پر انگریزی اور روسی پہلو سے زیادہ تبحر کے ساتھ حاوی ہے جرنیل وروسکی کا میلان جنگ کی طرف زیادہ ہے۔ حالانکہ جرنیل روز نباش جسکی جگہ وہ مقرر ہوا ہے ایک صلح پسند شخص تھا لیکن ان تین تقررات کے ایک ساتھ عمل مین آنے سے انگریزون کو اس امر کا یقین ہونا چاہئے کہ گو وسط ایشیا کے سیاسی مسئلہ پر عنقریب جنگی کشاکش کا اثر نہ پڑے تاہم اس سرزمین مین روس کی اغراض ومقاصد کی نگہداشت غیر معمولی تقید اور جانفشانی سے کی جائیگی۔ اس تحریر کے قلمبند کر چکنے کے بعد مین نے سنا ہے کہ جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنے رجحان طبیعت کا عملی ثبوت دیا ہے یعنی ماوراءالنہر کی گورنری کی خدمت کا جایزہ لیتے ہی اوسنے اپنے صوبہ سے تمام ممالک غیر کے لوگون کے اخراج کا حکم دیدیا ہے اور اس مین وہ انگریز

بھی شریک تھا جسکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون۔

وسط ایشیا مین روسی طاقت کا اجتماع

اس بات کو ہم نظر انداز نہین کر سکتے کہ روس نہایت دور اندیشی اور عاقبت شناسی سے کام لیکر اپنے نئے ممالک محروسہ مین باقاعدہ طور سے اپنی طاقت کو بڑہانے کے لئے امن و اطمینان کے موجودہ زمانہ سے استفادہ کر رہا ہے نئی فتوحات مین اوسے اپنی طاقت سے غیر معمولی کام لینا پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عارضی طور پر اوسکی قوت مین فتور آگیا۔ ۱۸۸۵ء کے نازک وقت مین روس حملہ کیلیے ہم سے بھی کم تیار تھا۔ لیکن اس پانچ سال کے عرصہ مین روس نے بہت بڑی ترقی کی ہے جسکی قدر و قیمت کا اندازہ کافی طور پر لگایا نہین جا سکتا۔ اور جو بڑے بڑے اصلاحی کام اوسنے اختیار کئے ہین۔ اون پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی امیدین اور آرزوئین ابھی تکمیل کے منتہا سے کوسون دور ہین۔ روس کے اس زمانہ کی اصلاحات و ترقیات پر جو بحیرہ اسود سے لیکر دریاے جیحون تک عمل مین آئین جب ہم نظر ڈالتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ سورم کی سرنگ کے کہودے جانے سے ٹرینس کاکیشین (آن روے قاف) ریلوے کی سودمندی بہت کچھ بڑہ گئی ہے۔ قاف کے شمال سے طفلس کے جنوب یا پٹرافسک واقع ساحل بحیرہ اخضر تک جدید سلسلہ جات ریلوے کے قیام کی تجاویز درپیش ہین بحیرہ اخضر کے جہازون کے بیڑہ مین بہ تدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ریلوے کا منتہا بدل کر کراسنوواڈسک قرار دیا گیا ہے۔ ماوراءالنہر کے سلسلہ ریلوے پر گاڑیون

کی تعداد بڑہادی گئی ہے اور اوسے بہت کچھ ترقی دیگئی ہے - ماوراءالنہر کی گورنمنٹ کو آزادانہ حکومت عطا کیگئی ہے اور ترکمانون کے قومی رابطہ اتحاد کو اور زیادہ توڑ دیا گیا ہے - دہ - دریاے آمو - کرکی اور دیگر مقامات مین نئی فوجی بارکین تیار کیگئی ہین اور مختلف مقامات علی الخصوص شیخ جنید متصل کرہتی واقع سرحد افغانستان مین فوجی چہاونیان قایم کیگئی ہین - روسی افسرون اور غیر کمیشن یافتہ افسرون کا تقرر فوج بخارائی مین کیا گیا ہے[۱۵] - اور سرخس اور تاشقند تک ریل کے بڑہانے کی تجویز پیش نظر ہے - ان مین سے ہر ایک کارروائی بجاے خود اہم اور نتیجہ خیز ہے لیکن اگر یہ سب ملکر ایک ساتھ عمل مین لائی گئین اور کوئی وجہ نہین کہ یہ باور نہ کیا جاے کہ عنقریب الٰہی ہوگا تو روس کی طاقت ۱۸۸۵ء کے مقابلہ مین بے انتہا بڑہ جائیگی - اسکے ساتھ ہی روس نے اپنی ایشیائی رعایا کے لئے روسی مدرسون مین تعلیم پانا لازمی کردیا ہے اور ماوراءالنہر مین پروانہ راہداری کے اوس طریقہ کو جو یورپی روس مین رایج ہے سختی کے ساتھ جاری کیا ہے - اگر ہم بیچ کو روس پانچسو میل کے فاصلہ پر سے پہلانگ جائین جو نقشہ مین افغانستان کے نام سے درج ہے اور جو کچھ اس پراسرار خطہ فاصل کے ہندوستانی پہلو پر ہو رہا ہے اوسپر نظر دوڑائین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمین بھی اپنی جانب ویسا ہی اطمینان ہے جتنا روسیون کو اپنی طرف - دونو طرف جنگی تیاریان ہو رہی ہین - لیکن جنگی تیاریون کا نتیجہ بالعموم تطویل امن ہوا کرتا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ وہ ملک جنہون نے لڑائی کے لئے بڑا ہر کی تیاری کی

۱۵ اسکا اعلان جنوری ۱۸۹۱ء کے ماسکو گزٹ مین ہوا۔

ہو اون مین لڑائی چھڑنے کا اتنا احتمال نہین ہوتا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جو جنگ کے لئے ٹہیک طور سے تیار نہ ہون یا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جن مین سے ایک نے زیادہ تیاری کی ہو اور دوسرے نے کم اور اول الذکر ثانی الذکر کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا دل سے آرزومند ہو۔

زمانہ آیندہ

اگر مجھ سے اسوقت سوال کیا جائے کہ وسط ایشیا کا عنقریب کیا سیاسی حشر ہونے والا ہے (کیونکہ کوئی ایسی پیشین گوئی کرنی جو زمانہ دراز سے تعلق رکھتی ہو لغو محض ہوگی) تو مین یہ جواب دونگا کہ آثار اور شگون تو ابھی تک امن ہی کے ہین[1]۔ زمانہ فریقین کے ذہن مین یہ بات متمکن کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اگر انگلستان اور روس مین لڑائی ہوئی تو وہ کسی مختصر سے رقبہ یا تہوڑی سی مدت تک محدود نہ ہوگی بلکہ اوسکے نتائج نہایت وسیع ہونگے جنکی نسبت کوئی شخص پیش بندی نہین کرسکتا موجودہ زار کی امن پسندی تو مشہور ہے اور اوس کی طبع کا یہ رجحان اس مسئلہ کے تصفیہ کا جزو اعظم ہے مگر روسی سوسائٹی کی پریشان حالت کو مد نظر رکھ کر اسپر زیادہ وثوق کے ساتھ بھروسا کرنا سلامت روی کے اصول کے خلاف ہوگا۔ البتہ یہ امید کیجا سکتی ہے کہ ولیعہد روس جنہون نے

[1] یہ مسودہ مطبع کو چھپنے کے لئے جارہا ہے کہ ہمارے سننے مین یہ چین کر دینی والی خبر آئی کہ روس پامیر اور دوسرے مقامات کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک زیادہ تشویش ناک زمانہ ہمارے دیکھنے مین آئے۔

تعال مین نگو سنہ مئی سلطنت سینہ کا سفر کیا ہے اپنے والد ماجد کی تبعیت میراث مین
پائین گے۔ افغانستان اب بھی گذشتہ پچاس سال کی طرح اس قفل کی کلید ہے۔ اگر
وہ اپنے عہد پر ثابت قدم رہا اور اوسنے اپنے ہمسایون کی حدود مین مداخلت نہ کی تو
کچھ عرصہ تک روس کا ملک اور ہندوستان بھی باوجود دوری کے ایک دوسرے
کے دوست رہ سکتے ہین۔



پانچواں باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

وحشیان جنگجو غارتگران تند خو   آئے نیشاپور کے فیروزہ زا کہسار سے

”خراسان کا نقاب پوش مدعی نبوت“ مور

ورود بہ عاشق آباد

عاشق آباد کے اسٹیشن پر ایک ایرانی نوکر مجھے ملا جسے کرنیل اسٹوارٹ نے از راہ عنایت مشہد کے انگریزی قونسل خانہ سے میری آسایش کیلئے بھیجدیا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرنیل موصوف نے میرے لیئے خیمہ و خرگاہ اور نوکر چاکر وغیرہ بھی روانہ کئے ہیں مگر وہ سرحد ایران پر عاشق آباد سے تیس میل کے فاصلہ پر مجھے ملینگے۔ چونکہ روسی حکام متعینہ مشہد انگریزی رعایائے مقیم ایران کو سرحد سے گزر کر روسی ماوراء النہر میں داخل ہونے کی اجازت دینے میں پس و پیش کرتے ہیں لہذا یہ لوگ جو سفر آئندہ میں میرے ہمراہ رہنے والے تھے مجھ سے عاشق آباد میں مل نہیں سکے۔ البتہ ایرانی سے یہ ممانعت متعلق نہ تھی اور اسلئے وہ اس غرض سے میرے پاس بھیجدیا گیا تھا کہ مجھے میرے کیمپ تک جو سرحد ایران پر میرا انتظار کر رہا تھا پہونچا دے۔ لیکن شومی قسمت سے یہ حالت تھی کہ

نہ مین سمجھون زبان اوس کی نہ وہ سمجھے زبان میری

اور ایسا شخص ملنا مشکل تہا جو ترجمانی کا کام دیسکے۔ غرضکہ مین گاڑی مین سوار ہوکر گرد و غبار کی دم گھونٹنے والی بادلون مین سے گزرتا ہوا گورنر جنرل کے مکان کو گیا۔ لیکن وہان پہونچکر مجھے معلوم ہوا کہ جرنیل کاموروف مجھ سے ایک دن پہلے عاشق آباد سے جا چکے تھے اور اس سے مین اون کی گذشتہ سال کی ملاقات سے کوئی فائدہ نہین اوٹھا سکا۔ اسکے بعد مین اونکے قایم مقام سے جا کر ملا مگر چونکہ ان صاحب کو میرے متعلق کوئی ہدایت نہین پہونچی تھی لہذا انہون نے یہ ظاہر کیا کہ وہ سینٹ پیٹرسبرگ سے بذریعہ تار ہدایت حاصل کرینگے۔ اور مجھ سے کہا کہ اوسوقت تک آپ عاشق آباد کی سیر سے اپنا دل بہلایئے۔ چونکہ مجھے سابق کے تجربہ سے معلوم تھا کہ عاشق آباد کے مناظر ایسے دلفریب نہین کہ باعث تفریح طبع ہوسکین۔ کیونکہ سوائے ایک معمولی سے دیسی بازار، چند روسی دکانون، روسی دیوانی اور فوجی عہدہ دارون کے مکانات اور فوجی چھاونیون کے سوا یہ ایک کف دست اجاڑ غیر خوش آیند صحرا پر واقع ہین اور ہمیشہ گرد و غبار کے ایک بگولے مین لپٹی رہتی ہین۔ وہان کی کوئی چیز قابل دید نہ تھی۔ لہذا مین نے اس دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور

لہ ۱۸۸۱ء مین جب روسیون نے ماوراءالنہر پر حملہ کیا تو عاشق آباد ایک ترکمانی بستی تھی جس مین پانچ سو گھر آباد تھے۔ روسی دار الحکومت ہوجانے پر اسکی حالت بہت جلد بدل گئی اور اس کی حدود بہت وسیع ہوگئین۔ ۱۸۸۴ء مین اس کی آبادی ۳۰۰۰ تھی۔ ۱۸۸۶ء مین فوج کو نکالکر اس کی آبادی دس ہزار ہوگئی۔ اوس زمانہ کے بعد سے لیکر اب تک یہان کی آبادی دس ہزار سے کسیقدر زیادہ رہی ہے۔

یہ خواہش ظاہر کی کہ مین فوراً ہی یہان سے روانہ ہوجانا چاہتا ہون - چونکہ میری یہ خواہش عاشق آباد کے فوجی موقعہ کے امتحان کرنے کے کسی خفیہ منصوبہ سے تطابق نہ رکھتی تھی لہذا مجھے روانگی کی اجازت دیدی گئی - لیکن نہ تو مجھے کوئی مدد دیگئی اور نہ کوئی مدد پیش ہی کی گئی حالانکہ اس وقت مین اپنے انتظام سفر کی دقتون کے رفع کرنے کے متعلق اعانت کا بہت کچھ محتاج تھا - بات اصل مین یون ہے کہ روسی فوجی حکام انگریزون کا عاشق آباد مین آنا پسند نہین کرتے اور متعدد مرتبہ اونہون نے ایسے مواقع پر ایسی بے رخی اور کج اخلاقی ظاہر کی ہے جو روسیون جیسی خلیق قوم مین شاذونادر ہی دیکھنے مین آتی ہے -

روانگی بجانب سرحد

آخرکار دو شخصون کی ترجمانی کے واسطے سے مجھے اپنے ایرانی ملازم کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا اور اپنے سامان کو از سر نو ترتیب دینے اور اوسے خچرون پر لادنے مین چند گھنٹے صرف کرنے کے بعد غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے مین عاشق آباد سے رخصت ہوا - میرا ارادہ یہ تھا کہ دامن کوہ تک تو درونشکی[ف] مین سوار ہو کر جاؤن اور وہان سے گھوڑے پر جسے ایرانی اپنے ساتھ لایا تھا سوار ہو کر باقی کا فاصلہ طے کر کے کیمپ تک پہونچ جاؤن - لیکن چونکہ ہماری گفتگو کے سلسلہ مین ضرورت سے زیادہ حلقے تھے اس لئے کچھ غلط فہمی سی واقع ہوگئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ میرا سامان تو رات بھر مارا مارا پھرا اور کہین دوسری صبح کو جا کر ملا اور ایرانی کو پندرہ میل پیدل چلنا پڑا اور سب مجھے بسواری اسپ

ف درونشکی ایک قسم کی گاڑی کا نام ہے - مترجم -

تن تنہا آدہی رات کے وقت سرحد کی طرف جانا پڑا۔ جہان پہونچکر مین ادہر اودہر بھٹکتا رہا یہان تک کہ حسن اتفاق سے رات کے ایک بجے کے قریب مجھے اپنی خیمہ گاہ کا نشان مل گیا۔

عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک کی تاریخ

جس سڑک پر مین نے سفر کیا اور جسکا حال مین اب بیان کرنیوالا ہون اوسے بہت بڑا امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے روس کو خراسان کے دل لبھانے والے صوبے مین داخل ہونے کا ایک نیا بنا بنایا راستہ مل جاتا ہے۔ ترکمانون کو ۱۸۸۱ء مین مسخر کرنے کے بعد اوس نے فوراً ہی یہ کارروائی شروع کی کہ سرحد ایران پر اپنی طاقت کو مستحکم کرے اور اوس تفوق سے فائدہ اوٹھائے جو فتوحات کے باعث اوسے اپنے کمزور اور ڈرپوک جنوبی ہمسایہ پر حاصل ہوگیا تھا۔ اصول فن حرب کے لحاظ سے تو روس کو پہلے ہی وہ تفوق حاصل ہوچکا تھا جسکے کفیل اوسکے جدید ممالک مفتوحہ تھے۔ اور ایک سرحدی معاہدہ کی رو سے جوان فتوحات کے بعد روس اور ایران کے درمیان قرار پایا۔ روس نہ صرف قلہائے کوہ پر مسلط ہوگیا بلکہ خاص خاص ذرایع آبرسانی[۱] اوس کے قابو مین آگئے اور اسطرح تفوق مسطور اور بھی زیادہ ارفع ہوگیا۔ جرنیل اننیکاف کی ریلوے کے قیام نے روس کی تجارتی فوقیت کو بھی یقینیات مین داخل کردیا ہے بشرطیکہ روس کا تجارتی مال بہ حفاظت وسہولیت سرحد سے گزر سکے۔ ترکمان اٹک (اٹک سے مراد دامن کوہ ہے)

[۱] کتاب "رشیاان سنٹرل ایشیا" (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین انکی فہرست بطور ضمیمہ کے چھپ چکی ہے۔

اور خراسان کے درمیان کوئی اچھی سڑک موجود نہ تھی اور جو تھی بھی وہ سرحدی اقوام کی وحشیانہ اور خونریز چپقلشون کی وجہ سے قریبا مسدود ہو گئی تھی۔ چنانچہ روسیون نے ایک جدید محفوظ اور سیدھا راستہ نکالنے کی غرض سے عاشق آباد سے سرحد ایران تک ایک فوجی سڑک بنانی شروع کی اور ایرانی اس امر پر رضامند ہو گئے کہ وہ اپنی سرحد کی طرف ایک اسی طرح کی سڑک تیار کرینگے جو روسی سڑک سے جا ملیگی اور بالآخر عاشق آباد کو ایک شاہراہ کے واسطہ سے جس پر گاڑی چل سکیگی کوچان اور مشہد سے ملا دیگی۔ اس سڑک کے ایرانی حصہ کی تیاری جرنیل گستیجر خان آسٹریا کے ایک انجنیر افسر کے سپرد کیگئی جو شاہ کا ملازم ہے ۱۸۸۸ء کے اختتام سے پہلے سڑک کا روسی حصہ جو طول مین تیس میل تھا سرحد تک پہونچ چکا تھا لیکن یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایرانی حصہ ابھی شروع بھی نہین ہوا تھا اور نہ اوسکے آغاز و انجام کے آثار ہی نظر آتے تھے۔ ایک تو اس تاخیر و درنگ نے روس کو برہم کیا اور دوسرے وہ فوائد جو انگلی برافروختگی کا باعث ہوئی جو اوسکے خیال مین برطانیہ کلان کو ۱۸۸۸ء مین رعایتی حقوق متعلقہ قارون کے حصول مین ایران سے پہونچے تھے۔ ان دونون امور سے متاثر ہو کر روس نے دربار ایران پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور ایک خفیہ معاہدہ کی شرایط مین جکا راز اب طشت از بام ہو چکا ہے اس شرط کے منوانے پر بھی اصرار کیا کہ ایران فوراً عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک تیار کردے۔ شاہ کجکلاہ کو یہ تقاضا مرغوب نہ تھا مگر سوائے تسلیم کے اور کیا چارہ تھا۔ اوہنین جبراً و قہراً روس کی بات ماننی پڑی چنانچہ جرنیل گستیجر خان اپنی خدمت سے سبکدوش کردیا گیا کیونکہ

اوسکی نسبت یہ مشہور ہوا تھا کہ خراسان کے گورنر جنرل کے ساتھ اوسکا تنازعہ ہو گیا ہے اور خفیہ طور پر وہ روسیون کے ساتھ خط و کتابت کرتا ہوا پایا گیا ہے) اور سڑک تیاری کا ٹھیکہ مشہد کے ملک التجار کو دیا گیا جس نے ایک سال کے عرصہ مین تیرہ ہزار پاؤنڈ کی لاگت سے کام تیار کر دینے کا وعدہ کیا - اس کے معاوضہ مین ملک التجار موصوف کو تمام مسافر خانون اور کنوؤن کے حقوق جو اس سڑک سے متعلق ہونگے مل گئے اور اسکے علاوہ تمام سڑک پر محصول وصول کرنیکا حق بھی حاصل ہو گیا - غرضکہ جب مین نے اس سڑک پر ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء سے شروع مین سفر کیا تو صورت حالات یہ تھی جو اوپر بیان ہوئی -

اس سڑک کا روسی حصہ

عشق آباد سے شروع ہو کر یہ سڑک جنوب کیطرف میدان مین سے ہوتی ہوئی پہاڑون کی طرف جاتی ہے - عرض اس کا ہر جگہ برابر ہے یعنی ۲۵ فیٹ - اور اگرچہ عشق آباد کے قریب اسمین جابجا گڑھے پڑے ہوئے تھے لیکن آگے جا کر اسکے ڈھلوان سے ڈھلوان حصہ بھی ایسے ہین کہ توپخانہ بآسانی اوس پر گزر سکتا ہے - آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے یہ سڑک دامن کوہ مین پہونچتی ہے اور وہان سے ایک بغلی وادی کو جو سلسلہ کوہ کوپت داغ کے محور کے متوازی ہے چکر کاٹتی ہوئی قطع کرتی ہے اسکے بعد چڑھاؤ شروع ہوتا ہے اور سڑک لہراتی اور پہاڑ کے پہلوؤن پر چڑھتی ہوئی پندرہوین میل پر ایک تنگ کوہستانی درہ مین داخل ہوتی ہے جسکی تہ مین ایک سیل کی پتھریلی گزرگاہ ہے - جب مین یہان سے گزرا تو یہ نالا خشک تھا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس زمانہ مین برف

پہنچتی ہوگی یا مینہ زور کا پڑتا ہوگا تو اسمین دفعتہً پانی جوش و خروش کے ساتھ آتا ہوگا
سڑک نالے کو متعدد مقامات پر پل کے ذریعہ سے نہین بلکہ پتھر کے ایک پشتہ نما راستہ
کی وساطت سے جو خود نالے مین سے گزرتا ہے اور کئی جگہ سے ٹوٹ چکا ہے اور یہ بھی گیا
ہے عبور کرتی ہے چونکہ اس سے کسی مفید عملی نتیجہ کا مترتب ہونا مفقود ہے نہین اس لئے
اسے روس کی کفایت شعاری پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے۔ اسکے بعد پچیسوین میل کے
قریب چڑھاؤ کا ایک دلہراتا ہوا سلسلہ شروع ہو کر ایک ویران مرتفع وادی مین داخل ہوتا
ہے جسکو یہ سڑک طے کر کے پھر پہاڑیون مین سے گزرتی ہوئی انجام کار روسی گاؤن
باج گیران (جسکے لغوی معنی محصول لینے والے کے ہین) جو بزمانہ سابق ایدان کے
نام سے مشہور تھا جا پہونچتی ہے۔ اس گاؤن سے روانہ ہو کر ایک میل کے فاصلہ پر
مسافر کا دوس قلہ کوہ پر گزر ہوتا ہے جو روسی اور ایرانی علاقہ کی سرحد ہے۔ اگرچہ عاشق آباد
مین اس اطراف کے افسر اعلیٰ نے مجھے ایک حکمنامہ دیا تھا تاکہ اگر راستہ مین کوئی روسی
سپاہی مزاحم ہو تو اوسے دکھا کر مین گزر سکون لیکن نہ تو راہ مین اور نہ سرحد پر ہی مجھکو کوئی
روسی سپاہی ملا حقیقت یہ ہے کہ روس کو اپنی ایشیائی سرحد کے اس حصہ پر پہرہ مقرر کرنے
کی ضرورت چندان پیش نہین آئی کیونکہ ایران کی طرف سے کسی دستبرد کا عمل مین آنا تو خارج
از بحث ہے اور روسیون اور دیسیون کے سوائے دوسری طرف کوئی اور شخص جاتا
نہین۔ البتہ سڑک کے قریب سرحد سے تھوڑے سے فاصلہ پر مین نے ایک وسیع
مستطیل پتھر کی عمارت تیار ہوتے دیکھی جو میرے خیال مین پہرہ کی چوکی اور مسافر خانہ کا

شہر تک کا مرد سے گی۔ ایرانی باج گیرا جس میں ایک چنگی خانہ واقع ہے جہاں ماشہد آباد کی طرف سے آنے والے کاروانوں پر محصول لیا جاتا ہے کچی مٹی کے جھونپڑون کا ایک چھوٹا سا گاؤن ہے جو سرحد سے قریبًا دو میل کے فاصلہ پر ایک وادی میں پہاڑی کے پہلو سے ملا ہوا واقع ہے یہی وہ مقام تھا جہاں میں اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں تھامے پا پیادہ حسن اتفاق سے اپنے کیمپ میں آپہونچا تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور ملتھے پر تیوری چڑھائے ہوئے سنگلاخ منظر پر اپنا دلفریب پرتو ڈال رہی تھی اور اسی کی رہنمائی سے منزل مقصود تک میری رسائی ہوئی۔ خاکستری رنگت کی عریان پہاڑیوں پر سبزہ نام کو نہ تھا اور بجز سوائے ایک آدھ قافلہ کے جسکی فریاد جرس البتہ خاموشی کو چیرتی ہوئی راہ میں میرے کانوں میں پڑی زندگی کی اور کوئی علامت میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔

سرحدی کوہستان

جس سلسلہ کوہ کو میں نے اب تک طے کیا تھا اور جسکی چٹانوں اور پہاڑیوں میں کوچان پہونچنے سے پہلے مجھے اور دو دن صرف کرنے پڑے اور جس کی وحشت زا مشرقی شاخوں میں مجھے ابھی اور دس دن بادیہ پیمائی کرنی تھی وہ خود مشرقی شاخ ہے اوس عظیم الشان سلسلہ کوہ البرز کی جو سنگ خارا کی ایک دیو قامت دیوار کی طرح ایران کی پوری شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے بسمت غرب میں اس سلسلہ کا تعلق کوہستان قاف کے ساتھ ہے اور روس سے ایکر تین۳ میل کے فصل سے یہ بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل کے سواد کو مستحکم کرتا اور راستہ میں دماوند کی رفیع الشان چوٹی کو جسکا ارتفاع ۱۹۴۰۰

فیٹ سے آسمان کا مدمقابل بناتا ہوا انجام کار تہوڑی دیر کے لئے گرگان کی وادی
مین استرآباد کی دوسری جانب بشکل نشیب سستانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔
لیکن تازہ دم ہونے سے اس مین اصل قوت پھر عود کر آتی ہے اور وہ ان پیچ در پیچ
کہساروں کی شکل اختیار کرتا ہے جو سلسلہ بسلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے پیدل فوج
کی قطاروں کیطرح صف آرا ہین اور جنکا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف بس
درمیانی ضلع مین سے ہوکر گزرتا ہے جو ترکمانی صحرائون اور ایران کے بڑے صحرا کے
شمالی دامن کے مابین واقع ہے۔ آگے چلکر ہرات کے قریب غیر صحیح الاسم سلسلہ کوہ
پروپمیسس سے جو ہندوکش کی مغربی شاخ ہے جو کوہستان سے جا ملتا ہے جس کوہستانی
طبقہ سے اوقت بحث کی جارہی ہے اوس مین پہاڑون کے شمالی سلسلے قزل داغ اور
کوپت داغ کے نام سے مشہور ہین اور وسطی اور بلند تر سلسلہ جو جنوب کی طرف وادی اترک
کا محیط ہے اعلی داغ اور بنالو داغ کے نام سے موسوم ہے۔ ان متوازی سلسلون
کے درمیان جو مرتفع وادیان چھپی ہوئی ہین اون کی بلندی کا اوسط چار ہزار فیٹ ہے اور
جو قلہائے کوہ ان وادیون پر سایہ افگن ہین اونکا ارتفاع آٹھ ہزار سے لیکر گیارہ ہزار
فیٹ تک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فقط خراسان ہی مین ایسی ایسی بلند سولہ چوٹیان
ہین۔ ان کی سنگلاخ عریانی اور سنسانی کا سمان ایسا ہے کہ اس سے زیادہ وحشت انگیز
تصور کسی شئے کا ذہن مین نہین آسکتا یہ خاکستری آگے کے کوہستان سے جنکا اجزا ترکیبی چونے
کے پتھر سے مشارکت رکھتے ہین اور جو سوائے جونیپر نامی ایک خود رو بوٹی کے کہ وہ بھی

شاداب اور کثیر الوجود نہین سبزہ سے معرا چشمون کی فراوانی سے محروم اور قابل کاشت زمین سے تہی دست ہین ابہی لکہوکہا سال کی طبقات الارضی سرگزشت غیر مہربان نوازنہ مگر راستبازانہ بیباکی کے ساتہہ سنا رہے ہین۔ آج سے دس سال پہلے ان کہسارون مین قتل اور غارتگری کی جوکمین گاہین موجود تہین اونہون نے گویا اوس سردمہری اور بیرحمی کی آڑ لے رکہی تہی جس سے یہ سنگلاخ طبقہ متصف ہے۔ ترکمان لٹیرے ان پہاڑون کے وحشت خیز درون مین شعلہ آتش کی طرح لپکتے ہوے آتے تہے اور شمشیر و تفنگ سے ان گاؤن اور ریوڑون پر آپڑتے تہے جنہون نے اون کی پے در پے غارتگری کے بعد بہی زندہ رہنے کی جسارت کا ارتکاب کیا تہا۔

ریل کی سڑک کی تجویز

روسیون نے عاشق آباد سے کوچان تک والی سڑک تیار کرنی شروع کی تہی تو بیان کیا گیا تہا کہ اونکا قصد ہے کہ اس سڑک پر آیندہ چلکر ریل یا دخانی ٹرمیوے کیلئے لوہے کی پٹری بچہائین تاکہ اسکے ذریعہ سے مشہد پہونچنا آسان ہوجاے لیکن ایک انگریزی افسر محکمہ تعمیرات نے جس نے اس سڑک کا معائنہ کیا ہے مجہہ سے کہا کہ ایسا نہین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۴ سطر ۵ جونیہ ایک جہاڑی کی شکل کی سدا بہار بوٹی ہوتی ہے جسکے پتے گاؤزبان کی شکل کے اور پہول گہچون مین ہوتے ہین اس کا پہل جو جہربیری کے بیر کے برابر اور رنگ مین نیگون ہوتا ہے دوسال مین پکتا ہے اور کہانے کے کام بہی آتا ہے۔ معلوم نہین کہ اس کا اردو یا فارسی نام کیا ہے۔

مترجم

ہوسکتا کیونکہ پہاڑونکے عبور کرنے مین اس سڑک نے جو چکر کاٹے ہین وہ بحالت موجودہ ایسے ہین کہ دنیا مین کوئی ریل کی سڑک اونکے پیچ وخم کی تاب نہین لاسکتی اور باج گیرہا اور کوچان کے درمیان کی سڑک کے ایرانی حصہ کے بعض موڑون پر بھی یہی قول راست آتا ہے کوچان سے مشہد تک صاف اور ہموار میدان ہے اور اسلئے ان دونون مقامات کے مابین ریل کی بڑی آسانی سے بچھہ سکتی ہے لیکن ایسی سڑک کے قایم کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہوگا قوی تر احتمال اس امر کا ہے کہ اگر روسیون کو مشہد تک ریل کا لانا مقصود ہے تو وہ سمت مقابل سے لائین گے۔

باج گیرہا سے کوچان تک براہ دربدم و امام قلی دو چھوٹی منزلین ہین۔ فاصلہ بارہ فرسخ یعنی اندازاً ۴۸ میل بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مین نے منزلون کا حساب عاشق آباد سے حسب ذیل کیا ہے۔

عاشق آباد سے باجگیرہا تک	۳۰ میل
باجگیرہا سے ایرانی باجگیرہا تک	۲ میل
ایرانی باجگیرہا سے امام قلی تک	۲۱ میل
امام قلی سے کوچان تک	۲۳ میل

متذکرہ بالا سڑک کا ایرانی حصہ

سرحد ایران اور کوچان کے درمیان اسوقت اونٹ اور خچر کا جو راستہ موجود ہے اوسپر مجوزہ فوجی سڑک پورے طور سے منطبق نہ ہوگی۔ ثانی الذکر او غازی کی راہ سے

چلکر کاٹتی او رچوڑے ڈہلوان یا مشکل مقامات ہین اون سے بچتی اور کتراتی ہوئی جائیگی - تاہم راستہ مین مجھے اس سڑک کے ناتمام حصون سے جابجا گزرنا پڑا - کہین کہین سڑک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تیار ہو چکا تھا - کہین ابھی صرف داغ بیل لگائی گئی تھی اور کہین مزدور کام کر رہے تھے مین نے صدہا مزدورون کو بارود سے پتھر اڑاتے یا پل تیار کرتے دیکھا - مگر یہ پل ایسے کمزور تھے کہ غالباً پہلے ہی طوفان مین بہہ جائینگے - ایک جرمن انجینیر اس کام کو زیادہ اصولی طریقہ پر تیار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا لیکن تقرر کے ایک ہی مہینے کے بعد اوسکا انتقال ہو گیا - اب فقط دیسی معمار سڑک تیار کر رہے ہین مگر امید نہین کہ اون کا کام دیرپا ہو اسکے علاوہ جن مزدورون کو مین نے دیکھا وہ بہت ہی سستی سے کام کر رہے تھے اور اگر اسطرح سے ملک التجار نے اپنا ٹھیکہ مدت معینہ سے دگنے زمانہ مین بھی ختم کر لیا تب بھی بڑے تعجب کا مقام ہوگا -

دربدهم و امام قلی

موجودہ راستہ باج گیر[1] سے جنوبی و مشرقی سمت مین ایک وادی کو قطع کرتا ہوا پتھر ملے ٹیکرون اور گہاٹیون مین سے ہو کر گزرتا ہے جنہین دیکھکر مجھے فلسطین کا وہ سونا اور غیر آباد قطعہ زمین یاد آگیا جو یورشلیم اور سامریہ کے درمیان ملتا ہے - کچھ دور آگے جا کر ہم ایک تنگ درہ مین داخل ہوئے جو اسقدر ڈہلوان تہا کہ مجھے مجبوراً گھوڑے سے اوتر کر پیدل چلنا پڑا - دونون طرف پہاڑون کی چوٹیون پر چھوٹے چھوٹے برج عقاب کے آشیانہ

---

[1] ایک مزدور کی مزدوری قریباً ۲½ پنس یومیہ تھی -

کیطرح جیسے زرے تھے اور چوٹی ایسی ... کی زیادہ چوڑے کے عرض میں حایل تھی ترکمانی
تاخت و تاراج سے ... جو ابھی تک فراموش نہیں ہوا تھا۔ درہ
کے ختم ہونے پر ہم ایک چھوٹے سے مدور میدان میں آ نکلے جس میں موضع وریدم ایک
پہاڑی ندی کے کنارے واقع ہے۔ یہاں میں نے پہلی مرتبہ ایک مربع حصار جسکی اونچی
اونچی کچی مٹی کی دیواریں تھیں اور جسکے ہر زاویہ پر ایک برج تھا دیکھا۔ اسکے بعد جس جس گاؤں میں میرا
گزر ہوا اوسی میں اس قسم کے حصار میری نظر سے آتے۔ جس زمانہ میں ترکمانوں کا
دور دورہ تھا تو ہر ایک گاؤں میں جو اون کی سرحد سے سو میل کے اندر ہوتا تھا اپنی قوت
قوت کے مستحکم کرنے کے لیے اس طرح کے حصار اونہوں نے بنوا رکھے تھے۔ چودہ
میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں وریدم میں کچھہ دیر ستانے کے لئے ٹھہرا اور
درختوں کے ایک جھنڈ کے نیچے دری بچھا کر میں نے ناشتہ کیا۔

جس درہ میں سے دریاے مشریک نکلکر وادی میں داخل ہوتا ہے اور جس میں نئی
سڑک کو کئی جگہہ ندی سے عبور کرنا اور طغیانی کے زمانہ میں بہ جانے کا خطرہ برداشت کرنا
پڑیگا۔ اوس میں سے ہوتے ہوے ہم کھلے میدان میں آ نکلے اور اون دو گاؤں میں
سے پہلے کے پاس سے ہوکر گزرے جو امام قلی کے نام سے موسوم ہیں۔ جو گاؤں
اول آیا وہ ہماری بائیں جانب واقع تھا۔ ایک تباہ حال جھونپڑی میں نالہ و شیون کی صدا بلند
ہوتی ہوئی سنکر اور عورتوں اور بچوں کے ایک جم غفیر کو جھونپڑی کے دروازہ پر گریہ وزاری
کرتے ہوے دیکھکر میں وہاں گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اس گاؤں کا ایک عیالدار شخص

اوس درہ مین جسے مین نے ابھی ابھی چھوڑا تھا ایک مزدور جو سڑک کے کام پر لگا ہوا
تھا اوپر سے پتھر لڑھکنے سے سخت صدمہ پہنچا کیونکہ ایک پتھر اوسکے سر پر گرا
اور وہ وہین مر گیا۔ متوفی کی لاش ایک چارپائی پر رکھی ہوئی دروازہ کے باہر پڑی تھی۔ مین نے
ان بچارون کو کچھ روپیہ دے کیونکہ وہ نہایت ہی مفلوک الحال نظر آتے تھے۔
گاؤن سے کچھ دور ندی کے کنارے پتھرون کے درمیان میں سے ایک گندھک کا گرم چشمہ
[illegible]
کے قریب وادی سے ایک وسیع [illegible]
کے جھنڈ اپنی شان رعنائی کی جھلک دکھا رہے تھے مین [illegible] پہنچا۔
یہ گاؤن بھی ایران کے تمام کوہستانی دیہات کی طرح پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور
اسکے مکانات جو غالبا کچے جھونپڑون پر مشتمل ہین اور جن مین ایک تنگ اور پست منفذ
دروازہ کا کام دیتا ہے تلے اوپر قطار اندر قطار بنے ہوے ہین۔ گاؤن کے چودھری
نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے مکان مین شب باش ہون لیکن خیمہ کے اندر رہنا جاڑے
مین ٹھہرنا زیر سقف کھٹملون سے یقینی طور پر دست و گریبان ہونے کے مقابلہ مین
بہتر تھا اور اسلئے مین نے اپنے ڈیرے مین ہی رات بسر کرنی پسند کی۔ یہان ایل خانی
یعنی سردار کوہیان کا ایک قاصد جہرم سے آکر ملا جسے اوس کے آقا نے جسکے دار الحکومت
مین کل میرا گزر ہونیوالا تھا اور جسے میرے آنیکی خبر ہوگئی تھی میرے پاس بھیجا تھا۔ یہ قاصد
ایک معمر اور سفید ریش شخص تھا اوسکی ڈاڑھی پر حنا کا خضاب تھا لیکن ایسا ناقص کہ بالون

کی سفیدی کی جھلک حنا کی سرخی کی چلمن مین سے برابر نظر آرہی تھی۔ اوس نے مجھہ سے پوچھا کہ آپ کوچان مین کس وقت وارد ہونے کا قصد رکھتے ہین کیونکہ میرے آقا کی خواہش ہے کہ شہر کے باہر آکر بطور مناسب آپکا استقبال کرین۔ اسکے جواب مین مین نے اوس سے کہا کہ مین دوپہر کے وقت کوچان پہونچون گا اسپر اوس نے کہا کہ اگر آپ ایک کامل دن امام قلی مین قیام فرما ہون تو مناسب ہو۔ لیکن اوسکی اس تحریک کا مقصد میری آسایش نہ تھا بلکہ اس سے اوسکی غرض یہ تھی کہ بہ فراغت و اطمینان اوسے کوچان واپس جانے اور خان کو میری اطلاع کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے۔ مین اوس کے اس مقصد کو سمجھہ گیا اور ہنس کر مین نے اوس سے یہ کہا کہ کوچان کی دلفریبیان کچھہ ایسا کشش مقناطیس کا سا اثر رکھتی ہین کہ مین یہان رک نہ سکون گا بلکہ بے اختیار کھنچا چلا آؤن گا۔

از زوبران تا بہ کوچان

جب مین دوسرے دن صبح کے سات بجے امام قلی سے روانہ ہوا تو مین نے زایرون کے ایک قافلہ کو جو رشت سے براہ اوزن ادا و عاشق آباد[۱] آیا تھا اور مشہد کو جاتا تھا۔

---

[۱] مسلمانون کے دونون فرقون (یعنی سنی اور شیعہ) کے زایرین اپنی مقدس زیارت گاہون کو جاتے آتے وقت ماوراء النہر کی ریلوے سے فائدہ اٹھاتے ہین۔ وسط ایشیا کے سنیون کو مکہ (معظمہ) کے دور دراز سفر کے اختیار کرنے مین اس ریل کی وجہ سے بہت کچھہ آسانی ہوجاتی ہے اور علی ہذا القیاس جو شیعہ کربلاے معلے اور نجف اشرف کے عازم ہوتے ہین اون کے لئے بھی اس مین بہت بڑی آسانی ہے۔ ایران کے شیعہ اور سمت مغرب کے مسلمان زایرین خانقاہ حضرت امام رضا علیہ السلام واقع مشہد کو جاتے وقت اسی ریل کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین۔

گدہوں پر سوار گاؤن سے نکلتے دیکھا۔ یہ لوگ بہ آواز بلند حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت امام حسینؓ اور مذہب اثنا عشریہ کے دوسرے اماموں کی منقبت پڑہتے جاتے تھے۔

وادی وادی تو مین شاہراہ پر گیا لیکن اسے طے کرنے کے بعد مین نے سمت جنوب و مغرب مین ایک پگڈنڈی کا قریب تر راستہ اختیار کیا جو ادن پہاڑیون کے سلسلہ کے اوپر سے ہوکر گزرتا ہے جو شمال کی طرف اٹک اور جنوب کی طرف کوچان کی سمت مین بہنے والی ندیون کا نکاس ہے۔ بائین طرف دو گہاٹیون کے درمیان موضع قلات شاہ محمد جسے ایک زمین دوز نہر سیراب کرتی ہے اور اوس سے کچھ دور آگے چلکر موضع قلات ملا محمود واقع ہے۔ ویران پہاڑیان باوجودیکہ اب وہ پست ہو چلی تہین اور اونہین دیکھکر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پتھر کی موجون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور اون کے پہلوؤن پر جابجا کاشت کیلئے ہل بھی چلا ہوا تھا لیکن باایں ہمہ اختلاف رنگ کی کیفیت اون پر نمایان نہ تھی۔ جہان تک نگاہ کام کرتی تھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا خاکی ڈبل زمین کا فرش وادی کہسار پر بچھا ہوا ہے لیکن یہ لباس گو ہمارے سپاہیون کے لئے گرم ملکون مین مفید اور باعث آسایش ہو مگر اس منظر کے لئے ہرگز موزون نہ تھا۔ زوبران (۵ امیل) کا نام اگرچہ فراوانی کا مرادف ہے لیکن اسکے دیکھنے سے مجھے تو بظاہر ایسا معلوم نہین ہوا کہ اس مین سنگ وحشت اور گرد وغبار کے علاوہ اور بھی کوئی چیز افراط کے ساتھ ہے۔ البتہ آب مصفّیٰ کا ننھا سا سوتا ایک چھوٹے سے پوکھر کو بھر کر چند بکھرے ہوئے سفیدون اور بیدون کو سیراب کرتا ہے کوچان پہونچنے مین ابھی دو پکے فرسخ اور باقی تہے

اور جب مین وہان پہونچا تو دوپہر ڈھل چلی تہی - تقریبًا گہنٹہ بہر پہلے سے مجہکو کوچان کا قصبہ اور اوسکے باغات ایک وسیع وادی مین جو بہت نشیب مین واقع تہے اسطح سے نظر آنے شروع ہوئے تہے کہ گویا ریت کے فرش پر کسی کے سرخ مٹی سے بہری ہوئی پاؤن کا نقش ثبت ہے - قصبہ کے اطراف وجوانب کی شاداب زراعت کی حدود نمایان طور پر فاصل تہین اور کل منظر کو دیکہکر دل مین یہ تصور پیدا ہوتا تہا کہ گویا کسی دیو نے زمین پر سے گذرتے وقت اپنا ایک عظیم الشان قدم روے زمین کے اس ویران گوشہ مین رکہا ہے اور رکہنے کے ساتہہ ہی اوسکے جادو بہرے اثر سے سبزہ وگل نمودار ہوگئے ہین اس وادی کے شمال اور جنوب کی طرف پہاڑیان واقع ہین جنکا سلسلہ پیچ وخم کہاتا ہوا غربًا شروان اور شرقًا مشہد کیطرف چلا گیا ہے - جب کوچان دو میل رہ گیا اور میدان مین داخل ہونے سے پہلے پہاڑی کا آخری اُبہار ختم ہوا تو مجہے شاہراہ پہر ملگئی - اور مین گہوڑے کو پویہ ڈالکر تیزی کے ساتہہ شہر پناہ کی طرف بڑہا - فصیل سے ایک میل کے فاصلہ پر اترک[1] کی ندی پر جو اس وقت خشک تھی ایک پل بندہا ہوا ہے - اس پل کی ایک ہی اونچی

[1] میرے خیال مین اس مین ذرا شک نہین کہ اترک کی خاص ندی یہی ہے - یہ ندی تبارک کی گہاٹی سے جو سلسلہ کوہ اللہ اکبر کے ختم پر واقع ہے کوچان سے جانب جنوب ۲۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور بعض دفعہ کوچان تک تبارک کے نام سے پکاری جاتی ہے - ویلنٹائن بیکر کو یہ دعوی ہے کہ اوسنے اس کے اصلی منبع کا سراغ لگایا جو شروان کے قریب ایک تالاب ہے، جسے قراقزن (دیگ سیاہ) کہتے ہین - لیکن ظاہر ہے کہ اس ندی کے حصہ بالائی کو اوس نے نظر انداز کردیا کیونکہ اوس زمانہ مین ضرور ہے کہ یہ خشک ہو -

محراب ہے، اور دونون طرف حفاظت کے لئے کوئی جنگلا موجود نہین۔ ندی کی خشک
تہ مین بکریون کا ایک ریوڑ کھڑا ہوا تھا اور جو تھوڑا تھوڑا سا پانی ڈابرون مین جابجا جمع تھا
اوسے پی رہا تھا۔ اس کنارہ پر سفیدے کے چند غبار آلودہ درخت کھڑے تھے لیکن
دوسری طرف زراعت عام اور سبزہ کی بہتات تھی۔ آڑوؤن، شہتوتون، لوکاٹون
اور انارون سے درخت لدے ہوئے تھے۔ مکانات کی چاردیواریون مین انگورون کی
بیلین گھری آبپاشی کی منڈیر والی نالیون پر دونون طرف سے پریشان اور بے قاعدہ طور
پر چڑہنے کے لئے کشمکش مین مصروف تھین اور ان کو دیکھکر یہ تقاضائے تقابل تصور اوس
صفائی اور پاکیزگی کیطرف منتقل ہوتا تھا جو فرانس مین بورڈو کے تاکستانون مین پائی جاتی تہی
معلوم ہوتا ہے کہ کوچان کے لوگ صنعت ودست کاری کے متعلق اپنی تمام مساعی ساخت
شراب پر صرف کرتے ہین اور جسقدر شراب یہان بنتی ہے اوسکے استعمال پر بھی کچھ کم توجہ
مبذول نہین کیجاتی۔ بادہ پرستی کے بارہ مین اہل سنت وجماعت نے جس شدید رہبانیت
کو مرعی رکھا ہے اوس سے شیعہ فرقہ کے مسلمانون نے اپنے آپکو ہمیشہ مستثنی قرار دیا ہے[لہ]

لہ اہل تسنن اور فرقہ اثنا عشریہ مین جو اختلافات مذہبی پائے جاتے ہین اونکو ماکولات ومشروبات کی حلت وحرمت سے چندان تعلق نہین اور شراب کی قطعی حرمت تو دونون فریق کے نزدیک مسلم ہے اس مین شک نہین کہ ایران مین شراب کا رواج ذرا زیادہ ہے لیکن اسکا باعث زیادہ تر وہان کے لوگون کی رنگین مزاجی قرار دیا جاسکتی ہے۔ نہ کہ مذہبی اعتقادات غالباً اسی کثرت رواج کو دیکھکر مصنف ممدوح نے شیعون کے متعلق یہ عام رائے قایم کی ہے۔ ورنہ ہندوستان مین جہان کی آب وہوا رجحان میخواری کی منافی ہے شیعون مین شراب کا ایسا عام استعمال نہین اور یون پینے کو تو شیعہ سنی سبھی پیتے ہین احکام مذہبی کی تعمیل کے لحاظ سے اس مین کسی فرقہ کی تخصیص نہین۔ مترجم

کوچان مین میرا استقبال



ب مجھے نہایت تعجب ہونا شروع ہوا کہ باوجودیکہ فارس کے صوبون مین گورنمنٹ کی طرف سے معزز مہمانون کا استقبال کیا جاتا ہے اور باوجودیکہ کل اسکے متعلق اس شدومد کے ساتھہ تیاریون کا ہونا مترشح ہوتا تھا پھر بھی خان کوچان کی طرف سے نہ تو ابتک میرے لئے کوئی گاڑی آئی اور نہ استقبال کے لئے کسی شخص ہی کو شہر کی طرف سے مین نے اپنی طرف آتے دیکھا[۵۱]۔ مجھے اسوقت یاد آیا کہ اسی ایلخانی کے زمانہ مین جب کرنل بیکر کا ۱۸۷۳ء مین یہان گزر ہوا تہا تو اونکے ساتھہ بھی ایسی ہی بے پروائی کا برتاؤ کیا گیا تہا اور اسکی وجہ یہی کہ خان معظم "خمار خمر دوشین" کے اثر کو بلی تانے زایل کر رہے تہے۔ چونکہ بادہ نوشی کے یہ جلسے اکثر ہوتے رہتے ہین اس لئے احتمال اس امر کا مقتضی تہا کہ اب میرے استقبال کے متعلق بہی کسی انتظام کے نہ کئے جاسکنے کی یہی وجہ قرار دی جائے گی۔ لیکن چونکہ مشرقی آداب سے مجھے واقفیت تہی اس لئے مین جانتا تہا کہ جب کسی غیر ملک کے شخص کے استقبال کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اجنبی کی خاطر و مدارات اوس حیثیت سے کیجاتی ہے جس حیثیت سے کہ خود وہ شخص اس پر مصر ہو۔ اور اگر وہ اپنے عہدہ اور خطاب کی شان کی برقرار رکھنے مین تکلیف سے کام لے تو اوسکا یہ طرز عمل شرمیلے پن سے منسوب نہین

---

۵۱ استقبال اصطلاح فارس مین سواردن کے ایک بدرقہ کو کہتے ہین جو ایک موقر اور معزز مہمان کی ہمرکابی کے لئے بہیجا جاتا ہے اور مہماندار اوس افسر کا نام ہے جو والی صوبہ یا شاہ کیطرف سے نووارد کی پیشوائی کو آتا ہے۔

کیا جاتا بلکہ کمزوری پر دال سمجھا جاتا ہے[51]۔ چنانچہ اس خیال کی بنا پر مین شہر پناہ کے باہر
ٹھہر گیا اور اس کس مپرسی کی حالت مین مینے شہر کے اندر داخل ہونے سے انکار کیا۔
اپنے افغان جمعدار اور جو ترکمان سوار[52] میرے ہمراہ تھے اون مین سے ایک کو مین نے
خان کے مکان پر یہ پیغام دیکر بھیجا کہ مین وقت مقررہ پر یہان پہونچا اور مجھے تعجب ہے
کہ شہر کے باہر ایک کاروان سرائے مین ٹھہرنے کی خفت مجھے اوٹھانی پڑی۔ میرے
قاصدون کو گئے ہوئے قریب دس منٹ کے گزرے تھے کہ گھوڑون کی ٹاپون کی
آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر مین آٹھ دس سوار گھوڑے ڈپٹاتے ہوئے آئے اور
اونکے پیچھے ایک کسیقدر سالخوردہ نیم بردم گاڑی جس مین دو سبزہ گھوڑے جتے ہوئے
تھے اور ان مین سے ایک گھوڑے پر ایک سوار بیٹھا تھا کاروان سرائے کے دروازہ
پر آپہونچی۔ سوارون کے افسر نے بیان کیا کہ خان کو آپکی ناراضی کی وجہ سے جسکا اظہار
حق بجانب ہے بڑی ندامت ہوئی اونکا قصد تھا کہ حسب قرارداد دیروزہ آپ کی پیشوائی کو
خود آتے لیکن اوس ابلق ڈاڑھی والے بڈھے نے جو امام قلی سے آپ کا پیغام لیکر
آیا تھا یہ کہا کہ آپ ٹھیک ایک بجے تشریف لائین گے۔ خان آپ سے معذرت

---

51 ایران کے عمائد اکثر اسی طریقہ سے اپنے مہمانون پر اپنا رعب جمانے کی کوشش کرتے ہین۔ لیکن اون کا مقصد اس سے یہ نہین ہوتا کہ مہمان سے بدخلقی سے پیش آئین۔ بلکہ اس سے انہین اپنی فضیلت اور امتیاز جتلانا مقصود ہوتا ہے۔

52 ان کا ذکر اگلے باب مین آئے گا۔

چاہتے ہین اور امید کرتے ہین کہ آپ اب تشریف لاکر اوس مکان مین جو آپ کے لیئے تیار کیا گیا ہے فروکش ہونگے - میری خود داری کے زخم کے لیئے یہ کافی مرہم تھا چنانچہ مین گاڑی مین سوار ہولیا - میرا گھوڑا آگے آگے تہا اور بدرقہ پیچھے پیچھے اور خان کے سوار بسرعت تمام بازارون اور گلیون مین راستہ صاف کرتے جاتے تہے -

خان کوچان کی مہمان نوازی

ایک پست پھاٹک مین سے جو کچی مٹی کی دیوار مین جسپر کچی مٹی ہی کے برج تھے بنا ہوا تھا شہر مین داخل ہو کر بہت سی تنگ اور پیچ در پیچ گلیون کو طے کرتے ہوے ہم آخر کار ایک مکان کے دروازہ پر جا ٹھہرے جسے خان نے سازوسامان سے آراستہ کر کے میرے رہنے کیلیئے مقرر کیا تہا - اس مکان مین تین نفیس کمرے تہے جن مین فرش بچھا ہوا تھا اور دیوارون پر قلعی کی ہوئی تھی - دیوارون مین جابجا طاقچے موجود تہے سامنے ایک چھوٹا سا صحن تھا جسکے وسط مین پھولون کی کیاریون سے گھرا ہوا ایک فوارہ دار حوض تہا - متمول اور خوشحال ایرانیون کے مکانات اندر سے بالعموم اسی قطع کے ہوتے ہین - میز پر ایک روسی ساخت کا سماوار رکھا ہوا تہا جس مین چاء جوش کہا رہی تہی اور میز کے چارون طرف بید کی بنی ہوئی کرسیان جو ہر ایک ایرانی امیر اپنے یورپین مہمانون کے لئے رکھتا ہے بچھی ہوئی تہین - بیچ کے بڑے کمرے کی باغ کی رخ والی دیوار گویا ایک بہت بڑے دریچہ کی چوکہٹ تہی جس مین مروجہ ایرانی وضع کے مطابق نگین آئینے لکڑی کی جالی مین خوشنما طور پر جڑے ہوے تھے - دوسرے کمرے مین جو خوابگاہ

کے لئے مقصود تھا ایک ایرانی ساخت کا چھوٹا سا لوہے کا تنور رکھا ہوا تھا اور دیوارون مین جسقدر طاق تھے اون سب مین اوس قسم کی روسی تصویرین رکھی ہوئی تہین جو انگلستان مین کرسمس کے دنون مین یا تو تجارت پیشہ لوگون کے اشتہارون مین اور یا کسی خاص موقعہ پر باتصویر اخبارون مین نکلا کرتی ہین مثلاً روسی شاہی خاندان کی اراکین کی رنگین شبیہین اور کالے بالون والی خوبصورت عورتون کی خوشنما تصویرین جنکے گلے طوقہاے فاخرہ سے مزین اور جنکے سینے اور بازو زیور بربائی سے مجلے تھے - چار بڑی بڑی شبیہین زار روس اور اوسکی ملکہ کی تہین اور خاص خاص تاج پوشان عالم کا ایک رنگین مرقع تھا جسکے وسط مین زار کی تصویر جو قد مین دوسری تصویرون سے دگنی تھی آویزان تھی - اسکی دہنی طرف قیصر جرمنی اور بائین جانب شہنشاہ آسٹریا کی قد کے لحاظ سے قسم دوم کی تصویرین لگی ہوئی تہین - قسم سوم کی تصویرون کی ایک قطار کے وسط مین ملکہ وکٹوریا کی شبیہہ ایک سرخ ریشمی لباس مین جلوہ افروز تھی - ان آرایشون کے ساتھہ کچھہ رنگین اور سنہری مذہبی تصاویر بھی موجود تھین - مثلاً مریم عذرا - حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کلیساے یونان کے متعدد اولیا کی تصویرین - اور ان کو دیکھنے کے بعد جب خلعت پوش بادشاہون اور دلربایان کرشمہ سنج کے تبسم زا چہرون پر نظر پڑتی ہی تو تقابل کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی - اس کمرے کے طرز آرایش سے اون بیرونی اثرات کا صاف اندازہ ہوسکتا تھا جن سے متاثر ہونے کی خان مین بہت کچھہ استعداد موجود ہے اور ضرور ہے کہ طرز ابتدائ ایک مختلف قوم کے مہمانون کے لیئے نکالا گیا ہو - اس وقت خان کی طرف

سے بڑی بڑی کشتیون مین سفید اور گلابی رنگ کی مٹھائیان میرے واسطے آئین اور خان نے مکرر معافی مانگ کریہ پوچھہ بہیجا کہ مین کس وقت اوس سے ملاقات کرنے آؤن گا اور یہ بھی دریافت کیا کہ امام قلی سے جو سرخ ریش قاصد میرا پیغام لایا تھا اور کرد ہونے کے باعث میرے ترجمان کی بات اچھی طرح سے سمجھہ نہ سکا تہا آیا اوسکی خطا معاف کرنے پر مین رضامند ہون یا نہین۔ مین نے ملاقات کا وقت پانچ بجے مقرر کیا اور خاطی کی تقصیر سے بخوشی درگزر کی۔

عام کوایف

قبل اسکے کہ مین کوچان سے آگے روانہ ہون مین اس اہم سرحدی صوبے کے باشندون کی سیرت اور اُس کرد سردار کے تشخص کے متعلق جسکا مین مہمان تہا اور جس سے عنقریب میری ملاقات ہونے والی تھی۔ کچھہ خیالات ظاہر کرونگا۔

کردون کی نوآبادی اور اونکی طاقت

تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ ایران کی شمالی و مشرقی سرحد تاتاریون کے تاخت و تاراج کی ایسی ہی جولانگاہ بن رہی تھی جیسی کہ دس سال قبل اخال تقی ترکمانون کی۔ شمالی صحرا سے جتھا باندہ کر یہ لوگ پہاڑی درون اور گھاٹیون پر بلائے ناگہانی کی طرح آنازل ہوتے تہے اور جو کچھہ سامنے آتا تہا اوسکو جلاتے اور پامال کرتے اور لوٹتے مارتے ہوئے جس سرعت اور بیباکی سے آتے تہے اوسی طرح واپس چلے جاتے تہے۔ شاہ عباس اعظم نے اپنی جبلی دانشمندی اور عظمت سے کام لیکر اپنے سرحدی مقامات کے

استحکام کے لئے پیک تجسس کو کسی اور طرف دوڑایا۔ کیونکہ اوسے اچھی طرح معلوم ہوگیا تھا کہ ایسے ڈرپوک لوگ جیسے کہ ایرانی ہین بذات خود حملہ آورون کی تاب مقاومت نہین لاسکتے چنانچہ جس طرح اوس نے اپنے نئے دارالسلطنت مین تجارت کو فروغ پر لانے اور اوس کو خوشحالی اور کامیابی کا مرکز بنانے کے لئے اپنے شمالی و مغربی صوبون سے اہل آرمینیا کی ایک جماعت کثیر کو لاکر اصفہان مین بسایا تہا۔ اسی طرح جنگجو کرد اقوام کی ہر ایک جماعت کثیر کو اوسی حصہ ملک سے لاکر اوس نے خراسان کی پہاڑی وادیون اور مرتفع میدانون مین آباد کیا۔ اس حکمت عملی سے اوس نے ایک وقت مین دو کام نکالے کیونکہ نہ صرف مشرق مین اوسکی قوت کو استحکام حاصل ہوگیا بلکہ جو بے امنی کہ مغرب مین کرد اقوام کے آئے دن کی خونریز معرکون اور خانہ جنگیون سے پیدا ہوتی رہتی تھی اوسکا بھی استیصال ہوگیا[۱]۔ جو قومین کہ یہان لاکر بسائی گئین اونکے نام شادلو۔ ظفران لو۔ کیوان لو۔ اور امان لو ہین۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ گو شروع شروع مین شاہ عباس کا یہ ارادہ تہا کہ چالیس ہزار گہر یہان لاکر بسائے جائین لیکن بعض قبائل کے سردارون کی مخالفت کیوجہ سے یہ تعداد کم ہوکر ۱۵۰۰۰ رہ گئی[۲]۔ غرضکہ ان کردونکو استرآباد اور چناران کے درمیانی

۱۔ بعض مصنفین نے ابتدا اس نوآبادی کا قیام شاہ اسمٰعیل بانی خاندان صفوی سے منسوب کیا ہے لیکن میرے خیال مین یہ صحیح نہین۔

۲۔ لیکن مجھے خیال پڑتا ہے کہ مین نے کسی جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک لاکھ قبیلے کردستان سے خراسان مین لاکر بسائے گئے۔ مگر غالباً یہ چھاپے کی غلطی ہے۔ مراد اصل مین ایک لاکھ نفوس سے ہوگی نہ کہ ایک لاکھ [illegible] سے

کوہستانون مین لاکر آباد کیا گیا اور قسم اول کا محصول یا خراج اِن نئے علاقون پر اون سے اس بنا پر نہین لیا گیا کہ سرحد کی حفاظت اور بادشاہ کی فوج کیلئے ضرورت کے وقت سوارونکی ایک جمعیت بہم پہونچا نیکی ذمہ داری کے لحاظ سے وہ سلطنت کی فوجی خدمت پر مامور ہین - البتہ کوچان چونکہ بہت ہی زرخیز علاقہ تھا اِسلئے اس کے حکمران پر کسیقدر زرنقد بطور خراج بعدمین عاید کیا گیا - بجنورد کا علاقہ ایسا شاداب نہین اور اس سلئے اسکے والی سی برائے نام کوئی سوغات سال بہ سال لے لی جاتی ہے - چونکہ یہ تازہ وارد لوگ خود مختار تھے اور اسکے علاوہ موروثی طور پر اون کی فطرت مین حکمرانی کی بو تھی - لہذا انکے سردارون نے تہوڑے عرصہ مین اپنے اقتدارات کو نہایت وسیع اور اپنے تشخص کو نہایت دقیع بنا لیا ان مین سے کوچان کو شروع ہی سے دوسرون پر تفوق حاصل تھا اور اسکے والی کو ایلخانی (یعنی سردار ایل یا قبایل) کا خطاب عطا کیا گیا - اس خطاب کے عطا کئے جانیکی وجہ یا تو یہ تھی کہ خان کوچان درجہ کے اعتبار سے دوسرے سردارون پر فوقیت رکھتا تھا اور یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہین اوسکا باعث یہ تھا کہ اوسے ذاتی طور پر باقی تمام سردارون کی اطاعت گزاری کا ذمہ دار قرار دیا جائے - بہرحال کرد نوآبادی خفیہ یا علانیہ طور پر بغاوتکا علم ہمیشہ بلند کرتی رہتی تھی اور اگرچہ نادر شاہ نے ایلخانی کی بیٹی سے شادی کرکے اون سے رابطۂ اتحاد و مصالحت بڑہانا چاہا لیکن جب وہ ہندوستان گیا تو اوسکی غیبت سے فائدہ اوٹھاکر وہ پھر خود مختار ہوگئے - اسپر نادر شاہ ایسا جھنجلایا کہ اونکے استیصال کا عہد کرکے اوس نے خراسان کا رخ کیا اور شہر کی دیوار تک وہ پہونچ

ہی گیا تھا کہ ۱۸۷۴ء مین وہ اپنے خیمہ مین مارڈالا گیا۔ اسکے بعد موجودہ صدی مین کوچان نے
فتح علی شاہ کے برخلاف کھلم کھلا بغاوت کی اور جب برنس ۱۸۳۲ء مین وہان تھا تو عباس مرزا
ولیعہد کی فوج جس کے توپخانہ کا اہتمام انگریزی افسرون کے سپرد تھا ایک طویل محاصرہ کے
بعد شہر کو ابھی سر کر چکی تھی۔ موجودہ شاہ کے عہد مین البتہ بغاوت نہین ہوئی اور گزشتہ ۲۰
سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ کے اثنا مین علی الخصوص اوس زمانہ سے جب سے کہ
روسیون نے شمال کی طرف پیش قدمی کی ہے اور اس سلئے وہ خاص ضرورت جس پر کردون
کی وقعت و طاقت مبنی تھی رفع ہو گئی ہے نہ تو کردون مین وہ پہلی سی طاقت ہی باقی رہی
اور نہ اونکے سردارون کا وہ اقتدار ہی قایم رہا۔

اون کی سیرت

اسان مین جو پانچ کردی ریاستین ابتداءً قایم کی گئی تھین اون مین سے اب
صرف تین یعنی کوچان۔ بجنورد۔ اور درگز باقی رہتی ہین جب یہ لوگ اول اول اس ملک
مین لاکر آباد کئے گئے تو چونکہ اون کی عادات سادہ اور وحشیانہ پن اور خود مختاری سے
ممتزج تھین اسلئے اونکے شورش آمیز طرز زندگی اور اون مواقع نے جو غارتگری کے
متعلق اونکو ہاتھہ آتے رہتے تھے بہت جلد اون پر اپنا بُرا اثر ڈالنا شروع کیا چنانچہ
جن سیاحون کو ترکمانون کے سرحدی مقاتلون اور مجادلون کے زمانہ مین اس طرف گزر
اتفاق ہوا اور جنہون نے دونون فریق کے طرز عمل کو مشاہدہ کیا وہ راوی ہین کہ قتل و غارت
کے لحاظ سے اگر ایک کو سگ زرد کہا جا سکتا ہے تو دوسرا بھی شغال کہلانے کا مستحق ہے

تاخت وتاراج اور لوٹ مار مین جب ان کو موقعہ ملتا تہا ان دونون مین سے کوئی کمی نہ کرتا تہا کرد ترکمان کو اپنا جائز شکار خیال کرتا تھا اور ترکمان کرد کو۔ اس مین شک نہین کہ ترکمانون کی حملہ آوری اور تاخت وتاراج علاقہ ایران کے خوفناک نتایج کا ذکر بمقابلہ اون نتایج کے جو کردون کے حملون سے ترکمانون کے علاقہ کے متعلق ظہور مین آئے ہم نے زیادہ سنا ہے۔ لیکن اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ کسی اجنبی کو ترکمانی دشت مین جانے کی جرارت نہین ہوئی حالانکہ سیکڑون آدمیون نے خراسان کے ویران اور برباد شدہ دیہات کو بچشم خود دیکھا ہے۔ شکل صورت اور لباس کے اعتبار سے کردون کی شباہت ایرانیون سے بہ آسانی تمیز ہوتی ہے۔ کردون کی قوم ایک تنومند اور مردانہ قوم ہے۔ ان کے چہرے فراخ اور کشادہ نقش خوب نمایان رنگ مایل بہ صباحت اور داڑہی اور سر کے بال سب ترشے ہوئے ہوتے ہین۔ اونہون نے اپنے لئے ایرانی لباس کے خاص خاص اجزا اختیار کر لئے ہین۔ بلکہ بجائے ایرانی کلاہ کے وہ سر پر بہیڑ کی کہال کی ٹوپی پہنتے ہین اور بہیڑ کی کہال کا ایک لمبا فرغل یا پوستین اونکے بدن کا لباس ہے۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا کہ وہ اپنے سردارون کی اطاعت گزاری کے اوصاف سے متصف ہونیکی وجہ سے مشہور تہے اور اون کے سردار حکومت عالیہ کے خلاف جب کبھی سر اوٹھاتے تھے تو وہ اونکا ساتھ دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تہے۔

ایلخانی کے اقتدارات

خطاب ایلخانی ہمیشہ ایک خاندان مین موروثی طور پر منتقل ہوتا چلا آیا ہے گو کہ برائے

نام اس کے لئے شاہ کے استصواب کی ضرورت ہوتی ہے۔ دولت ایران نے باوقات مختلفہ اس خدمت پر اپنے عہدہ دارون کو مامور کیا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کہ کردون نے بغاوت کی اور مخل ہونے والے عہدہ دار کو طوعاً و کرہاً وہان سے نکلنا پڑا۔ موجودہ شاہ کے تخت نشین ہونے کے زمانہ سے یا یون کہیے کہ گزشتہ ۲۵ سال کے عرصہ سے جب سے کہ شاہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ مین لی ہے کردون نے خاندان قاجار کو برابر غاصب خیال کیا ہے۔ پہلے وہ اپنے ہی فرمانبردارون کے زیر حکومت تھے اور اونہین شاہ ایران سے کچھ سروکار نہ تھا۔ ایلخانی طہران سے استمداد کیے بغیر اپنے نام سے قانون اور انصاف نافذ کرتا تھا یہان تک کہ سزاے موت صادر کرنے اور جان بخشی تک کے اقتدارات اوسے حاصل تھے لیکن ایک واقعہ سے جو کوچان مین میرے پہونچنے سے کچھ ہی دن پہلے ظہور مین آیا اوس تبدیلی کی بخوبی توضیح ہو سکے گی جو اب عمل مین آئی ہے۔ کوچان کے وزیر رمضان خان نامی پر ایک شخص نے بہ نیت انتقام ذاتی حملہ قاتلانہ کیا۔ رمضان خان گولی کے لگنے سے زخمی تو ہوا لیکن مرا نہین۔ امیر ایلخانی نے طہران سے ہدایت طلب کئے بغیر اقدام قتل کے اس مجرم کو مروا ڈالا اور بیان کیا جاتا ہے کہ عذابہاے گوناگون مین مبتلا کر کے اس شخص کو قتل کیا گیا۔ شاہ نے اسے اپنے حقوق شاہی مین ایک ناواجب دست اندازی سے تعبیر کیا اور مجھے اس مین ذرا شک نہین کہ سن رسیدہ ایلخانی کو اس کے لئے معتد بہ تاوان ادا کرنا پڑا ہوگا۔

حکمران خاندان



ندان ایلخانی کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:- پہلا سردار جسے ایلخانی کا خطاب ملا محمد حسین خان تھا جسکا صدر مقام گزشتہ صدی کے آخر مین شروان تھا۔ اوسکا بیٹا امیر گنا خان موجودہ صدی کے اوایل مین کوچان چلا آیا اور ترکمانون کے ساتھ اکثر اوس کی لڑائیان ہوئین۔ ۱۸۱۵ء مین اوسکے بیٹے رضا قلی خان نے اوسے معزول کردیا اور خود پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ ۱۸۲۲ء مین جب فریزر کوچان آیا (جسے وہ کبوشان یا کوچون کہتا ہے کیونکہ کوچان مخفف ہے کبوشان کا) تو رضا قلی خان ہی ایلخانی کوچان تھا۔ فریزر نے اوسکی نسبت لکھا ہے کہ رضا قلی خان ایک راستی پسند اور ایماندار شخص ہے لیکن باوجودیکہ شاہی قوت کے مقابلہ مین اوستے اپنی خودمختاری کو برقرار رکھا ہے تاہم وہ زیادہ جری یا قابل نہین۔ ایک دفعہ رضا قلی خان کی غیبت سے فائدہ اٹھاکر فتح علیشاہ نے جو باوجود فتوحات کے شوق کے ذاتی طور پر جرارت اور جنگجوئی سے معرا تھا کوچان پر چڑہائی کی لیکن شہر کو مسخر نہ کرسکا اور مجبوراً کچھ دنون کے لیے صلح کا عہد و پیمان کرکے واپس چلا آیا لیکن بعد مین جیسا کہ مین اوپر بیان کرچکا ہون عباس مرزا نے اس مقام کو فتح کرلیا اور رضا قلی خان کو طوعاً و کرہاً اطاعت قبول کرنی پڑی۔ پہلے تو قید ہوکر وہ طہران گیا اور پھر تبریز لیکن رستہ مین لوٹتے وقت بمقام میانہ غم اور غصہ کہا کر مرگیا۔ اوس کی جگہ اوس کا بیٹا سام خان حاکم مقرر ہوا۔ موجودہ ایلخانی رضا قلی خان کا چھوٹا بیٹا ہے اور اوسنے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے اپنے بھائی کا جانشین ہوسے چوبیس سال کا عرصہ گذرتا ہے۔

موجودہ ایلخانی



ــــے میزبان امیرحسین خان نے جسے شاہ کی طرف سے امیرالامرا اور شجاع الدولہ کے عظیم الشان خطابات عطا ہوئے ہین اپنی شصت سالہ زندگی مین زمانہ کا بہت کچھہ سرد گرم دیکھا ہے۔ اول اول ۱۸۵۶ء مین وہ جنگ ہرات مین شریک ہوا اور اسکے بعد ۱۸۶۰ء مین اوس نے اوس چڑہائی مین بھی حصہ لیا جو ایرانیون نے مرو پر کی لیکن جسکے نتائج ایسے برباد کن سے نکلے۔ خود پسندی۔ جاہ طلبی اور اعتدال سے زیادہ کبر و نخوت کے امراض مین تو وہ مبتلا تہا ہی لیکن اپنے بھائی کا جانشین ہونے کے بعد اوس نے یہ بیوقوفی بھی کی کہ حاکم خراسان سے عداوت پیدا کرلی۔ جب اوسے حاکم موصوف نے اپنی غلط کاریون کا جواب دینے کے لئے مشہد مین طلب کیا تو اوس نے وہان جانے سے انکار کیا اور اوس وقت تک سرکشی سے باز نہ آیا جب تک کہ ایک ایرانی فوج جو اوس کی تنبیہ و تادیب کے لئے بھیجی گئی تھی کوچان کی شہرپناہ کے قریب نہ پہونچ گئی۔ اسوقت باہمی مصالحت کے طور پر اس تنازعہ کا تصفیہ ہوا۔ اور شاہ کے خزانہ مین تاوان کی ایک مقدار کثیر کے داخل کرنے پر جسکی تعداد تین ہزار سے لیکر سات ہزار پاؤنڈ تک بیان کیجاتی ہے اوسکا قبضہ برقرار رہنے دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد پھر اوس نے یا تو بغاوت کا ارتکاب کیا اور یا اوس کی نسبت بغاوت کرنے کا شبہ پیدا ہوا۔ اس دفعہ وہ طہران مین بلایا گیا اور معزول کر کے قید کر دیا گیا اور اوسکا بیٹا اوسکی جگہ ایلخانی مقرر ہوا۔ کچھہ عرصہ کے بعد غالباً تاوان کی ایک مزید اور کثیر رقم ادا کرنے کے معاوضہ مین اوسکو رہائی ملی اور وہ اپنی خدمت پر بحال کر دیا گیا۔ اوس وقت سے لیکر

اب تک بغیر کسی مزید خرخشہ کے وہ کوچان پر قابض رہا ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ اوسکو موجودہ شاہ کی نسبت یہ بات خوب معلوم ہو گئی ہے کہ اوسکے عہد مین ایک سرحدی علاقہ کے حاکم اعلیٰ کے لیے کبھی بغاوت کرنا جلب منفعت کا محرک نہین ہوسکتا۔ اگرچہ اپنے کردی جرگون کی قوت کے ضعف کے باعث جو عرصہ دراز تک امن کے قایم رہنے سے پیدا ہوگیا ہے اور موجودہ شاہ کی طاقت کے استحکام کی وجہ سے اپنی طاقت کے کمزور ہو جانے اور نیز سلطنت کے تمام حصون مین قیام تار برقی کی وجہ سے کل طاقت کے حکومت عالیہ کی مٹھی مین آجانے کے باعث خان کوچان کے بہت سے قدیمی حقوق اور اقتدارات زایل ہو گئے ہین پھر بھی وہ سلطنت ایران کا ایک نہایت زبردست باجگذار ہے اور اگر اوسکے تشخص سے قطع نظر کیا جائے تو شاید اس حیثیت سے اوس کی ذات بہت کچھ دلچسپیون کا مرکز ہے کہ وہ ایک ایسے طبقہ کا آخری زندہ رکن ہے جو معدوم ہوتا جارہا ہے۔

اوس کا فرزند

اپنے بڑے بیٹے ابوالحسن خان سے جس کی عمر اس وقت چھتیس سال کے قریب ہوگی اس کی ہمیشہ سے ناچاقی رہی ہے۔ ابوالحسن خان ایک زمانہ مین شیروان کا حاکم تھا جو صوبۂ کوچان مین دوسرا بڑا شہر ہے۔ اوس کے باپ نے اوسے معزول کر کے قید مین لدیا۔ آج کل وہ چناران مین رہتا ہے اور شاہ کے حکم سے اوسکے لیے کچھ معاش مقرر کچھ دن ہوئے کہ اوس کی شادی وزیر خراسان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ لیکن یقینی

طور پر یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ اپنے باپ کا جانشین ہوگا کیونکہ اوسے جنون کا دورہ ہوا کرتا ہی اور ایسی حالت مین اوس نے اپنی پہلی بی بی کو جو ترکمان تھی اتنا مارا کہ وہ مرگئی۔ اسکے علاوہ بادہ پرستی کی عادت کامل طور سے اوسے اپنے باپ سے ورثہ مین ملی ہے۔

اوس کی شہرت

ڈر ہے کہ انگریزی ناظرین اس سن رسیدہ سردار کو بہترین طور پر اس حیثیت سے جانتے ہونگے کہ وہ شرابی ہے اور انگریزی مصنفین نے بھی جہان کہین اوسکا ذکر کیا ہے تو اوس تذکرہ کا اکثر حصہ خان موصوف کی بادہ پرستی کی حکایتون پر مشتمل ہے۔ گزشتہ ۴۰ سال کے اثنا مین کئی انگریزون نے آکر اوس سے ملاقات کی۔ چنانچہ کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین۔ کپتان نیپیر ۱۸۷۴ء مین۔ سر چارلس میگگریگر ۱۸۷۵ء مین اور اوڈونوون ۱۸۸۰ء مین[۱۵] اوس سے ملے اور ان مین سے اکثر نے اوسکو یا تو بادہ نوشی یا بدمستی اور یا خمار کے عالم

[۱۵] کوچان کے متعلق حسب ذیل تصنیفات مستند سمجھی جاتی ہین:۔ "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب بست و دوم ضمیمہ بی مصنفہ جے۔ بی فریزر (۱۸۲۲ء) + "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم صفحات ۴۷ الی ۴۸ مصنفہ سر۔ اے برنس۔ (۱۸۳۲ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (دھندلکا مشرق مین)۔ صفحات ۲۷۷ و ۲۷۸ مصنفہ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + "ڈایری آف اے ٹور ان خراسان" (روزنامچہ سفر خراسان) مرقومہ آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) و مندرجہ رسالہ مرتبہ رایل جاگرفیکل سوسایٹی جلد چہل و ششم صفحہ ۸۴ + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان)۔ جلد دوم۔ صفحات ۸۳ الی ۸۸۔ مصنفہ سر۔ سی۔ میگگر (۱۸۷۵ء) + "دی مرو اویسس" (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست و ہشتم۔ مصنفہ ای۔ اوڈونوون (۱۸۸۲ء) + "دی وار از ترکمانیہ" (جنگ ترکمانیہ) (بزبان روسی) جلد چہارم باب ہفتم مصنفہ جرنیل گراڈیکاف +

مین دیکھا۔ کوچان سفید شراب کے لیے مشہور ہے اور خان کو برانڈی اور بعض سے اور دوسری کافی طور پر تیشلی شرابون کی چاٹ بھی لگی ہوئی ہے۔ جرنیل گراڈیکاف کو جسے جرنیل اسکابیلف نے ۱۸۸۰ء مین شاہ کے علم سے روسی فوج کے لئے جو اوسوقت ماوراالنہر مین تقی ترکمانون کے خلاف مصروف پیکار تھی خراسان مین رسد خریدنے کے لیے بھیجا پہلی سے کوچان کے کرد سردار کے رجحان خاص کا حال خوب معلوم تہا۔ چنانچہ جو خدمت اوسکے تفویض کیگئی تھی اوسکا حال سرکاری اطلاع کے لئے سپرد قلم کرتے وقت وہ راستبازی کے ساتھہ اون تدابیر کا ذکر کرتا ہے جو اوسنے اپنے پیالہ نوش میزبان کے خوش کرنے کے لئے اختیار کین۔

"چونکہ ہمکو یہ معلوم تھا کہ وہ شراب کا رسیا ہے اس لیے ہم نے شراب انگوری اور واڈکا اور دوسری متعدد قسمون کی شراب کی چند بوتلین اوسکے سامنے رکھدین۔ شجاع الملک نے تہوڑی سی دیر مین مختلف شرابون کے کئی گلاس بھر بھر کر پیئے اور اسکے بعد اپنے ...یون اور سازندون کو بلایا۔ جو لوگ اوسکے ساتھہ آئے تھے اوہنون نے اور نیز اوسکے ...بیب اور مقربین ولی خان اور رمضان خان نے بھی اتنی شراب پی کہ بدمست ہو گئے۔ ...سکے بعد جلسہ کا رنگ اور گہرا ہوگیا اور ان لوگون نے دل کہولکر اودہم مچایا اور رنگ رلیان ...منائین۔ دوسرے دن مین خان کے پاس گیا اور اوسے اپنے کاغذات دکھائے۔ ابھی ...شراب کی بوتلین اوس کے سامنے رکھی ہوئی تہین۔ اوس نے مجھہ سے کہا کہ خمار کی ...ت اس وقت مجھپر طاری ہے۔ مگر اوسے توڑنے کی فکر کر رہا ہون۔ اثنائے گفتگو

مین اوس نے برانڈی افیون ۔حشیش ۔ اور شراب کا دور جاری رکھا اور دوپہر تک بالکل بدمست ہوگیا۔ اوسی دن شام کے وقت اوسنے ہمین یورپین کہانے کی دعوت دی اور پھر اتنی پی کہ اوسے ہوش نہ رہا"

لیکن اسکے بعد جب معاملہ کے متعلق بات چیت ہوئی تو جرنیل گراڈیکاف کو کبھی تو ایلچانی کی دانشمندی اور معاملہ فہمی پر تعجب ہوتا تھا اور کبھی اوس کی نشہ بازی سے نفرت پیدا ہوتی تھی ۔چنانچہ جس شخص نے جرنیل موصوف کی کتاب کو اپنے حواشی کے ساتھ طبع کیا ہے اوسکا بیان حسب ذیل ہے :۔

"خان کوچان کی صحبت مین تین دن تک رہنے سے کرنل گراڈیکاف کو معلوم ہوگیا کہ خان موصوف کے تمام قوائے ذہنی صحیح تہے اور یہ کہکر کہ ہم مال کمیشن پر خریدنے آئے ہین ہم اوسے دہوکے مین نہ لا سکے ۔اور اگرچہ وہ نشہ مین چور رہتا تھا پھر بھی ہر ایک بات اوسکو یاد تھی"

لیکن ایک دوسرے موقعہ پر وہ اسطرح ناقل ہے ۔

"خان کے ساتھہ معاملہ کے متعلق کارروائی کرنا سخت ہی مشکل ہے ۔اوس کے ساتھہ شراب پینی پڑتی ہے ۔ اوس کی بدمستی کے عالم کی تقریرون کو سننا پڑتا ہے اوس کے مے پرستی کے جلسون مین شریک ہونا پڑتا ہے اور با این ہمہ یہ احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ تنفر کی کوئی علامت نہ ظاہر ہونے پائے ورنہ اس وحشی کی آتش غیظ و غضب بھڑک اوٹھے کرنیل گراڈیکاف نے جرنیل اسکابیلف کو تار دیا تو اوس مین ظاہر کیا کہ دنیا مین ایسے بد اور وحشی شخص بھی کم پیدا ہوئے ہونگے جیسا کہ یہان کا خان ہے"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خان نے کثرت میخوشی کو اپنا شعار محض اس لئے مقرر کیا ہی کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنی ذات کو دوامی طور پر برقرار رکھے۔ کیونکہ اوس نے اپنے خلف الرشید کی مذاق مین بھی جسکا ذکر مین اوپر کر چکا ہون وہی ذوق بادہ نوشی منتقل کیا ہے جو خود اوسے اپنے باپ سے ترکہ مین ملا تھا کیونکہ جب فریزر ۱۸۲۲ء مین رضا قلی خان کا مہمان ہوا تو اوسوقت کے چشمدید واقعہ کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے کہ "مین نے خان اور اوس کے کل دربار کو بدمست و بدہوش دیکھا" لہذا اس خاندان کے اراکین کے اوضاع و اطوار مین ایک خاص قسم کا رنگین و خوش آیند تسلسل پایا جاتا ہے۔

دو ملاقاتین

خیال کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ مجھکو امیر حسین خان کے حالات سابقہ سے اسدرجہ واقفیت پیشتر سے تھی اور اگر خان موصوف کو معلوم ہو جاتا کہ مین اوسکے لچھن خوب جانتا ہون تو غالباً اوسے سخت صدمہ ہوتا ہے لہذا میری جو ملاقات اوس سے ہونیوالی تھی اوسکو مین کسی قدر تشویش و تردد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ القصہ مین اپنا فراک کوٹ (جو ترائی وضع کی ٹوپی کی ساتھ غیر موزون سا معلوم ہوتا تھا) اور کفش پوش پہن کر اور جسقدر ذاتی ملازم ممکن تھے اپنے ہمراہ لیکر[۱] اون چھ آدمیون کے پیچھے پیچھے ہو لیا جنہین خان نے میرے پاس

[۱] ایرانی آداب معاشرت کا یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو تم کو چاہیئے کہ خواہ سواری پر جاؤ خواہ پیدل لیکن جسقدر ذاتی ملازم ممکن ہون اپنے ساتھ لیتے جاؤ کیونکہ ملازمین کی تعداد آقا کے رتبہ کی پیمقیہ ہوتی ہے۔

اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اوسکے محل تک جو قریب ہی تھا میرا استقبال کرین۔ داخل ہونیکے
پھاٹک کے اوپر سے مکان کا روکار ایک ٹھرے محراب کی صورت مین نظر آتا تھا جسمین
اطالیہ کے مکانون کی وضع کے مطابق سفید پلستر کا خوشنما ابھروان کام ہو رہا تھا۔ اس
محراب کے پیچھے چھت کے اوپر ایک چھوٹا سا پاکیزہ کوشک بنا ہوا نظر آرہا تھا۔ پھاٹک
مین سے جہان بہت سے سنتریون کا ہجوم تھا گزر کر مین ایک وسیع اور کشادہ صحن مین داخل
ہوا جو طول مین عرض سے دوچند تھا۔ اس صحن کے حصۂ زیرین مین پھولون کی کیاریان تھین
اور وسط مین ایک حوض اس صنعت کے ساتھ بنا ہوا تھا کہ پانی اوسکے لبون کو بوسہ دیتا ہوا
ایک نالی مین جو اوسکے چارون طرف تھی گرتا تھا۔ اس قسم کے حوض تمام آسودہ اور خوشحال
ایرانیون کے مکانات مین پائے جاتے ہین۔ پرلی طرف ایک چبوترہ پر کوئی تیس آدمی حوض
کی طرف پشت اور صحن کے حصۂ بالا کی جانب جہان مجھے ایک اونچی کرسی کی ایوان کا اندرونی
حصہ نظر آرہا تھا نازخ کئے کھڑے تھے۔ اس ایوان کو ایک مشبک دریچہ جسکے وسط کا حصہ
کھلا ہوا تھا صحن سے جدا کرتا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرہ مین جو دہنی جانب کے گوشہ
پر واقع تھا داخل ہوکر مین نے اپنے کفش پوش اُتار دئے اور حاجب کی وساطت
سے وسطی منزل مین داخل ہوا۔ اس کمرے کے وسط مین دو میزین
رکھی ہوئی تھین جن پر رنگین بلورین ظروف اور کھلونے۔ آرایش کے طور پر رکھے
ہوئے تھے اور ایک طرف لوہے کا ایک کمانی دار پلنگ معہ توشک کے بچھا تھا۔ شیشہ کے
اس آرایشی سامان سے طبقہ اعلیٰ کے اہل ایران کے اوس مذاق کا اندازہ ہوتا ہے

سمجھہ مین نہین آتا لیکن عام طور سے پھیلا ہوا ہے اور لوہے کے پلنگ سے اس بات کا ثبوت ملتا تھا کہ اہل ایران نے نئی مغربی تہذیب کو کامیابی کے ساتھہ اپنی معاشرت کا جزو بنالیا ہے جس کمرہ کی سیر مین مین اس وقت مین مصروف تھا اوس کی پشت پر ایک اور کمرہ تھا جس مین خان ایک میز لگائے بیٹھا تھا اور جہان سے وہ مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے اٹھا۔جب تک وہ ترجمان کو افتتاح - ملاقات کے ابتدائی مراتب کی تفہیم کرتا رہا میری نظر اوسکی شکل وصورت اور وضع و قطع کے مطالعہ مین مصروف رہی اور اثنائے ملاقات مین جس مین کامل دو گہنٹے لگے ہونگے مجھے اس مطالعہ کا کافی موقعہ ملا۔

امیر حسین خان کی شکل وشباہت

شجاع الملک کی شکل وشباہت ایسی نہین کہ جس کی اوسپر نظر پڑے وہ اوس سے متاثر نہ ہو لیکن خوشرو اوسکو نہین کہا جا سکتا۔جس مکان مین اوسنے مجھے بطور اپنے مہمان کی اُتارا اوس مین اوس کی ایک عکسی تصویر آویزان تھی - یہ تصویر بعد مین مینے اوس سے مانگ لی اور مقابل کا صفحہ اسی تصویر کی نقل سے مزین ہے۔ اسکے متعلق اوسنے مجھہ سے یہ بیان کیا کہ چونکہ یہ شبیہ ایک ایرانی مصور کی تیاری کی ہوئی ہے اس لئے یہ اصل کے بالکل مطابق نہین اور اوس کے (یعنی خان کے) خال وخط اور وجاہت ظاہری کی صحیح صحیح کیفیت تصویر سے مترشح نہین ہوتی - خان کی اس نکتہ چینی پر میرا بھی صاد ہے کیونکہ گو وہ بدشکل ہے لیکن اوس کی نسبت یہ ہرگز نہین کہا جا سکتا کہ وہ کریہ المنظر ہے - برخلاف اسکے حکومت ووجاہت اور فہم و فراست کی ایک شان اوسکے چہرہ پر ہویدا تھی -

اگرچہ اوسکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چلی تھی پھر بھی اوسکی داڑھی اور سر کے بال کالے سیاہ تھے جسکی وجہ میرے خیال مین یہ ہے کہ وہ خضاب کرتا ہے۔ اوس کے خال وخط ایسے نہ تھے کہ جسکی نظر اون پر پڑے وہ بے اختیار اون سے متاثر نہ ہو اور اوس کا رنگ بہت ہی زردی مائل تھا۔ جس وقت مین اوس سے ملا تو وہ سیاہ رنگ کا کوٹ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھا۔ اوسکے کوٹ مین ہیرے کے تکمے ٹکے ہوئے تھے اور ایک الماس کے قبضہ کی تلوار اوس کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔ اوسکے سر پر ایک سیاہ اون کی کلاہ تھی جو اس قدر کھلی تھی کہ کانون تک آتی تھی[۱]۔ اوسکے ہاتھون مین سوتی دستانے تھے اور پاؤن مین سوتی جرابین اور ولایتی روغنی چمڑے کا جوتا تھا۔ کوتاہ نظر ہونے کی وجہ سے وہ ایک بہت بڑی نیلگون عینک لگائے ہوئے تھا۔ بات کرتے وقت اوسکے انداز اور طرز ادا سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص حکومت کا عادی ہے۔ ترجمان کو فہمایش کرتے وقت اوس نے بہت کچھ جوش ظاہر کیا اور جب وہ اپنا قلیان منگواتا تھا یا کوئی اور حکم دیتا

[۱] مترجم۔ ایک صدی کا عرصہ گزرتا ہے کہ خاندان قاجار نے کلاہ کو ایران مین بطور قومی لباس سر کے رواج دیا۔ اس سے پہلے عام طور سے لوگ عمامہ استعمال کرتے تھے۔ کلاہ کے رواج پانے کے بعد بھی بعض دفعہ اسکے گرد شال لپیٹ لی جاتی تھی مگر یہ امتیاز شاہ اور شاہی خاندان اور سلطنت کے بعض خاص اراکین کے لئے مخصوص تھا۔ اب صرف شاہی دربار کے موقعہ پر یہ صورت دیکھنے مین آتی ہے۔ کلاہ کی شکل بھی بہت کچھ بدل گئی ہے۔ صدی کے شروع مین یہ کوئی ڈیڑھ فٹ اونچی ہوتی تھی اور اسکی دیوارین بتدریج ڈھلتی ہوئی اوپر جاکر ایک چوٹی پر ختم ہو جاتی تھین۔ اب عام طور سے کلاہ کا ارتفاع چھ سے بیکر دس انچ تک ہوتا ہے اور اسکا چندوا ہموار ہوتا ہے۔

تہا تو اوسکے لہجہ مین شہنشاہانہ تحکم کی آمیزش پائی جاتی تھی۔ اوسکے بائین طرف ایک سید سبز عمامہ اور گہرے نیلے رنگ کا جبہ پہنے بیٹھا تہا اور کچھہ کچھہ دیر کے بعد جب خان بطور استحسان اوس کی جانب روئے خطاب کرتا تہا تو وہ ایک آدھ فقرہ بول جاتا تھا اور عام طور سے اپنے آقا کی صدائے بازگشت کا کام دیتا تھا۔ خان کا ایک چھوٹا بیٹا بھی موجود تھا جسکی عمر کوئی چودہ سال کی ہوگی اور کچھہ دیر کے بعد خان نے اپنے ایک سکرٹری کو بلایا جو تہوڑی تہوڑی فرانسیسی سمجہتا تہا۔ کچھہ فاصلہ پر چند نوکر کھڑے تہے اور قلیان۔ چاء۔ قہوہ اور برف کی قفلیان جو مانگتا تہا اوسے لاکر دیتے تہے۔

گفتگو



خان سے دو دفعہ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا کیونکہ دوسرے دن علی الصباح وہ بطور بازدید مجہہ سے ملنے آیا۔ ان موقعون پر اوسنے بہت سی عجیب وغریب اور مختلف الذات باتین کین جن کا مین اس مقام پر بالتفصیل اعادہ نہین کرتا۔ البتہ بر سبیل اجمال ان مکالمون سے کسی قدر اقتباس کرتا ہون۔ مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس شخص سے مجھے سابقہ پڑا ہی وسکے معائب عام طور پر خواہ کیسے ہی کیون نہ ہون۔ لیکن اس وقت اوسکے حواس ظاہری باطنی بالکل صحیح حالت مین ہین اور وہ ایک ذہین۔ ذکی اور تجسس پسند شخص ہے اثنائی گفتگو مین وہ وقتاً فوقتاً ایسی لاعلمی کا ثبوت دیتا تہا جو ایک یورپین مین طفلانہ معلوم ہوتی لیکن طفلانہ سادہ پن اور پیرانہ دانشمندی کی یہ آمیزش مشرقی عقل کا خاصہ ہے اور اس ملک کے طرز زندگی کے لئے اسکا ہونا لازمی ہے۔ جہان دماغی نشو ونما کو محدود حوالی

اور عام تجربہ کی نفی نے روک رکھا ہو۔

سوال وجواب

میرے سوال کے جواب مین وہ یہ نہین بتا سکا کہ اوس کی رعایا کی تعداد کسقدر تھی جسکی وجہ اوسنے یہ بیان کی کہ اونکا شمار کبھی نہین کیا گیا۔ یہ البتہ اوسنے مجھے بتایا کہ اوسکی ولایت مین چالیس ہزار گھر آباد ہین (مجھے ڈر ہے کہ خان کا یہ قول ایک بڑی حد تک مبالغہ آمیز ہے) اور ہر ایک گھر ایک تومان (چھہ شلنگ) محصول ادا کرتا ہے (اسمین پہلے سے بھی زیادہ مبالغہ ہے) اور ہر ایک گھر بوقت ضرورت ایک مسلح سپاہی بہم پہونچاتا ہے (یہ قول مبالغہ مین دونون سے بڑہا ہوا معلوم ہوتا ہے) پھر اوس نے کہا کہ یہ سپاہی بڑے جنگجو اور بہادر ہین اور ہر ایک حریف سے لڑنے مرنے کیلئے آمادہ ہین۔ اسپر مین نے قصد کیا کہ خان کے خیالات روس کے متعلق اور اوس روسی رجحان کے بارہ مین جسکا مجھے اوس کی نسبت شبہ تھا دریافت کرون چنانچہ مین نے کہا کہ خراسان نہایت زرخیز ملک ہے اور بعض دفعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روسی اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہین۔

وہ۔ "روسی اسپر کیسے قبضہ کر سکتے ہین؟"

مین۔ "جسطرح اونہون نے اخال تقی کو مسخر کیا"

وہ۔ "یہ نہین ہو سکتا۔ خراسان کے لئے ہم جان توڑ کر لڑین گے۔ جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ شہد ہاتھہ سے نکلا جاتا ہے تو سب کے سب جتھا کر کے اسکے بچانے کے لئے اپنی جان لڑا دین گے۔ ہم کوئی چھاچھہ نہین ہین کہ روسی ہمکو مزے سے غٹ غٹ

پی جائینگے[1]۔ ہمارے پاس آدمیون کی ایک دیوار موجود ہے اور ایسی دیوار پتھر کی دیوار سے زیادہ مضبوط ہوا کرتی ہے"

اگرچہ خان کے اس دعا کو مین نے بہ ادب تمام سنا لیکن مجھے اس کا بھی مقر ہونا پڑتا ہے کہ اس وقت مجھے نہ صرف اون آرایشون کا خیال گذرا جن سے اوس مکان کی دیوارین مزین ہتین جہان سے مین ابھی ابھی آیا تھا بلکہ ایک خط کا ایک خاص فقرہ بھی مجھے یکبیک یاد آگیا جو خان ممدوح نے باین ہمہ دعوائے ہمدردی قوم وحب وطن گراڈیکاف روسی کے نام لکھا تھا۔ اس خط مین خان والاشان نے ایک مقام پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ عیسی علیہ السلام کی ذات صرف ایک ایسی ذات ہے جسپر تمام ربانی برکتین اور رحمتین نازل کیگئی ہین تا کہ وہ آسمان سے اترکر ایک ایسی قوم کو پیدا کرین جیسی کہ روسیون کی قوم ہے" بہرحال مین نے مضمون بدل دیا اور خان سے پوچھا کہ ایران مین ریل کی ترویج کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ اگرچہ اوس نے عمر بھر ریل کی سڑک تک نہ دیکھی تھی لیکن تمام ملک مین ریل کے رواج دیے جانے کی ہامی بھر کر اوس نے مجھے حیرت مین ڈالدیا اور اس بات پر اوس نے تعجب ظاہر کیا کہ ابھی تک ریلون کا بنایا جانا کیون شروع نہین ہوا۔ پھر اوس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ ملکہ وکٹوریا نے پچاس سال سے زیادہ حکومت کی ہے اور حال مین اپنی جوبلی کا جشن منایا ہے۔ امیر افغانستان کے بخیلانہ طرز عمل کی طرف اشارہ کرکے اوسنے بیان کیا کہ یہ بات میری سمجھہ مین نہین آتی کہ کیون وہ اپنے علاقہ مین اجنبیون کو داخل ہونے نہین

[1] چہا جہہ کو جسے فارسی مین ماست یا آب دوغ کہتے ہین ایرانی اور کرد لوگ بڑی رغبت سے پیتے ہین۔

دیتا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ کسی اجنبی کا کوچان مین آنا اتنا مشکل نہین جتنا ہرات مین داخل ہونا تو اوسنے جواب دیا کہ مجھے یہ باور نہین آتا۔ لیکن خان کے دائرہ معلومات کی تنگی اوسوقت نمایان طور پر معلوم ہوئی جبکہ مین نے اوس سے بیان کیا کہ لندن سے امریکہ جانے مین آٹھ دن لگتے ہین۔ اسکے جواب مین اوس زیادہ سے زیادہ منزل سے استدلال کرکے جسے مسافر ایران کے خشکی کے سفر مین ایک دن مین طے کرتا ہے فوراً ہی اوسنے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ کیا لندن سے امریکہ تک ۸۰ فرسخ (یعنی ۳۲۰ میل) کا فاصلہ ہے[۱]۔ میرے سفر کی اغراض ومقاصد کے متعلق جو سوالات اوس نے کئے اون مین بھی اوسکی خصوصیات اور اس بارہ مین اپنے آباواجداد کے طرز عمل کی رعایت کی جھلک نظر آتی تھی۔ اوس کے باپ رضا قلی خان نے یہی سوالات فریزر سے کئے تھے اور خود اوسنے میرے آنے سے سترہ سال قبل یہی سوالات ٹریکر سے دہرائے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ اوس نے مجھ سے پوچھنا شروع کیا کہ "آپ کوچان کس لئے آئے ہین؟ آپ کیا

---

[۱] یہ سوال جو جغرافی معلومات کے متعلق اہل ایران کی عام لاعلمی کا نمونہ ہے۔ مجھے فتح علی شاہ کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے۔ جو موریر نے اپنی کتاب "فرسٹ جرنی" (پہلا سفر) کے صفحہ ۲۱۵ پر بیان کیا ہے۔ فتح علی شاہ کو امریکہ کے حالات دریافت کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اوسنے سر ہارڈ فورڈ جونس سے پوچھا کہ امریکہ کس قسم کی جگہ ہے؟ وہان پہونچتے کیسے ہین؟ کیا وہ سطح زمین کے نیچے واقع ہے؟ اسی قسم کا ایک دلچسپ قصہ ایک ایرانی سفیر متعینہ لندن کی نسبت پچاس سال بعد بیان کیا گیا ہے۔ سفیر مذکور جس جہاز پر سفر کر رہا تھا اوسکے متعلق جب اوس سے یہ بیان کیا گیا کہ وہ پانسو گھوڑون کی طاقت کا جہاز ہے تو وہ خوش ہو کر بولا۔ "ان گھوڑون کا اصطبل کہان ہے مجھے دکھاؤ"

چاہتے ہین ؟ کیا انگریزی سرکار آپکو سفرخرچ دیتی ہے ؟ اور دیتی ہے تو کس قدر دیتی ہے؟ اگر نہین دیتی تو تو آپ کے سفر کے مصارف کا کفیل کون ہے ؟" حقیقت یہ ہے کہ ذوق سیر سیاحت اور شوق اکتساب معلومات بلاشبہ ایسے جذبات ہین کہ مشرقی سمجھہ اون کی قدر و قیمت کے اندازہ سے قاصر ہے۔ [1]

اوس کو اپنے پیشہ اور اپنے خاندان کی حیثیت کے سمجھانے مین بہی مجھے بڑی دقت پیش آئی۔ پارلیمنٹ کا اوس نے کبھی نام بہی نہ سنا تہا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ مین ایک بڑی مجلس کا رکن ہون تو جوابًا اوس نے مجھہ سے پوچھا کہ "کیا تم سپاہی ہو؟" ایک انگریزی امیر کے رتبہ یا درجہ کی شان کا خیال اوسکے دل مین پیدا نہین ہو سکا۔ البتہ یہ معقول اور نتیجہ خیز باتین اوس نے مجھہ سے دریافت کین کہ "کیا تمہارے والد کے پاس بہت سے سپاہی ہین؟" اور یہ کہ "تمہارے والد کو اپنی جائداد کا مالک کس نے بنایا؟" جب مین نے بتایا کہ ہمارے خاندان کی جائداد آٹھہ سو سال سے ہمارے ہی خاندان کے قبضہ مین چلی آئی ہے تو اوسے بڑا تعجب ہوا۔ لیکن اسکے جواب مین اوس نے قریب قریب

---

[1] یہ بات ان لوگون کی سمجھہ مین نہین آسکتی کہ انسان کو تفریح و تفرج کی غرض سے یا باقتضائے شوق تحقیق ہی سفر اختیار کرنا چاہیے۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ کسکو پڑی ہے کہ محض حصول معلومات کے لئے قطع نظر تجارت سفر کے ایک طول طویل سفر کی زحمتین اور صعوبتین خود اپنی مرضی سے برداشت کرے پس اگر بادی النظر مین سفر کا کوئی مقصد معلوم نہ ہوتا ہو مثلاً یہ کہ اس سفر کو تجارت یا کاروبار کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے تو وہ فورًا کوئی ایسی غرض اوس سے منسوب کر دیتے ہین جو اون کے نزدیک قرین قیاس ہو" "سفر انسان" مصنفہ فریزر۔ صفحہ ۲۷۵۔

وہی جواب دیا جو مسٹر ہارڈکیسل ؂ شی اسٹوپس ٹو کانکر ؂ مین دیتا ہے اور پھر سمجھائے کہ کہن کی ایک ایسی تقلید کو مرعی رکھہ کر جسکا معرف ہوے بغیر مین نہ رہ سکا اوس نے کہا کہ فرنگستان بوجہ اپنی قدامت کے ایک عظیم الشان ملک ہے۔ قدامت سے جیسا کہ اوس نے بیان کیا اوسکی مراد شخصی اقتدار سے تھی۔

مین خان کو ایک تحفہ دیتا ہون

یزر نے مجہہ سے ستر سال پہلے میرے میزبان کے باپ کو ایک چاندی کی جیبی گھڑی تحفتہً دی تہی۔ مین نے بہی اس بارہ مین اوس کا اتباع کیا اگرچہ مجہکو اسوقت یہ خیال نہ تھا کہ مین اوس کی تقلید کر رہا ہون۔ خان کوچان نے میری جو خاطر اور تواضع کی تہی اس کے شکریہ کے اظہار کے طور پر مین نے ایک جیبی گھڑی اوسے پیش کی جسپر گھنٹون اور منٹون کا اندازہ گردشی سوئیون سے نہ ہوتا تھا بلکہ وقت اعداد کے ذریعہ سے جو ایک حلقہ مین نمودار ہوتے رہتے تہے معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ صنعت کے اس عجیب نمونہ کو دیکھہ کر نہایت ہی محظوظ ہوا لیکن چونکہ اعداد اوسکی سمجھہ مین نہین آسکتے تہے کیونکہ وہ معمولی رومائی اعداد سے جنہین اوس نے پہلے دوسری گھڑیون پر دیکھا تھا مطابق نہ تہے۔ لہذا مین نے اوسے ایک نقشہ کہینچ دیا۔ جس مین معمولی اعداد ایک سے ساٹھہ تک اور اون کے مقابل

؂ یہ کتاب انگلستان کے مشہور بذلہ سنج مصنف گولڈاسمتھ کی تصنیف سے ہے۔ مترجم

؂ مجہے وہی چیزین مرغوب ہین جو پرانی ہون۔ پرانی کتاب۔ پرانی شراب۔ پرانے احباب۔ پرانے رسم و آداب۔ پرانا زمانہ۔

کے رومائی مترادف درج تھے۔ اسکا ترجمہ اوس کے سکرٹری نے فارسی مین کردیا۔ شجاع الملک نے گھڑی لے لی لیکن لینے کے بعد اوس نے مجھہ سے یہ پوچھکر کہ اس گھڑی کی کیا قیمت ہوگی۔ مجھے محو حیرت بنادیا۔ اگر کوئی یورپین یہ سوال کرتا تو اوس کی اس قسم کی حرکت بی تمیزانہ تجسس پر محمول کیجاتی لیکن ایلخانی کے سوال کے فحوا کو مین نے اوسکی اس مشرقی خواہش سے منسوب کیا کہ معطی کو اوسکے ارمغان کی قیمت کے برابر کی کوئی چیز معاوضہ کے طور پر دیجائے۔ کیونکہ ایلخانی کے مشہور بخل کی وجہ سے یہ امر خارج از بحث تہا کہ وہ میرے تحفہ کی قیمت سے ایک دھیلا بھی مجھے زیادہ دیتا۔ لیکن جو تحفہ کہ وہ معاوضہ مین مجھے دینے والا تھا اوس کی کیفیت یا قیمت مجھے کبھی معلوم نہین ہوئی کیونکہ گو دوسرے دن جب وہ بازدید کو آیا تو اوسکے ساتھہ ایک بقچہ تہا جس مین (جیسا کہ مین نے بعد مین سنا) کچھہ قالینین یا زربفت تھی۔ لیکن تحفہ مجھے وہ دینے نہین پایا جسکی وجہ یہ تھی کہ اوس کے بعض نوکرون نے بقچہ کا بقچہ غایب کردیا۔

خان اپنے مطبخ سے میرے لئے کہانا بہیجتا ہے

چان کے سہ سردار سے میری ملاقات کے خاص واقعات یہی تھے جن کا مین نے اوپر ذکر کیا۔ یہ امر میرے لئے باعث مسرت ہے کہ گو مین اون بیانات کی تردید نہین کرسکتا جو اوس کی عادات و خصایل اور اوسکے کمالات کے متعلق سے پہلے کے سیاحون نے قلمبند کئے ہین لیکن پھر بھی مین کم از کم اوس کی سیرت کے ایک دوسرے پہلو پر جو محاسن سے زیادہ ترمتکیف ہے روشنی ڈال سکا ہون۔ سر چارلس میگا یگر

جو شششاع مین یہان آیا اوسنے خان کو چان کے متعلق یہی رائے قایم کی کہ خان موصوف کے عادات واطوار ایک شان متانت لئے ہوے ہین اور فہم وفراست کے لحاظ سے وہ ممتاز ہے۔ شام کے وقت مجھے ایرانی طباخی کی شناخت اور خود خان کے باورچی خانہ کے مطبوخات کی کیفیت کا اندازہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میرے لئے خان نے جو کہانا بہیجا اور جو میرے کمرے کے فرش پر قابون مین لاکر چن دیا گیا وہ اتنا تہا کہ ایک فوج کے لئے کافی ہوتا۔ سوزبار[له]۔ تین طرح کے پکے ہوے مرغ۔ حلوان کی بہنی ہوئی مسلم ران۔ کباب۔ خاگینہ۔ پلاؤ۔ اور دوسری انواع واقسام کے کہانے جنکا مجھے نام معلوم نہین۔ غرضکہ سبہی طرح کی نعمتین موجود تہین۔ جن جن چیزونکو مین نے کہایا وہ نہایت عمدہ پکی ہوئی تہین علی الخصوص پلاؤ اور چلاؤ تو ایسے تہے کہ پیرس کا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ باورچی بہی ویسا نہین پکا سکتا۔ پینے کے لئے کوچان کی شراب تھی جو نہایت ہی بدمزہ تہی۔ چہاچہ بھی موجود تھی مگر جب تک کام وزبان اوسکے عادی نہ ہون اوس وقت تک اوسکا مزہ بھی ایسا نہین کہ مرغوب ہو۔ البتہ شربت جو آیا وہ لطیف تہا اور اگرچہ اوسکے اجزا زیادہ تر شکر اور برف کا پانی ہی تہے لیکن وہ ایک نہایت ہی خوش ذائقہ او مفرح شئے تھی۔ ناشپاتی کے لکڑی کے نازک اور سفید وشفاف چمچے شربت کے پیالے مین تیر رہے تہے اور نہایت ہی بہلے معلوم ہوتے تھے۔

له اس مقام پر مصنف نے ایک طویل نوٹ اپنے انگریزی ناظرین کے لئے جو ان کہانون کی ماہیت سے واقف نہین اونکی ترکیب کے متعلق درج کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کے پڑہنے والون کے لئے ان کہانون مین سے ایک بہی ایسا نہین جسے نیا کہا جا سکے۔ اس لئے مین نے نوٹ کا ترجمہ ضروری نہین خیال کیا۔ مترجم

اسکے علاوہ انگورون کے خوشے بھی تھے۔ مجھے اسکے بعد ایک سے زیادہ دفعہ ایرانی کہانا کہانے کا اتفاق ہوا لیکن میرا خیال ہے کہ کوچان کا کھانا باعتبار کمیت حد اعتدال سے متجاوز تھا لیکن کیفیت کے لحاظ سے اس سے بہتر کہانا کسی مشرقی ملک مین مین نے نہین کھایا۔

شہر کوچان

یک دن مین شہر کوچان اوس کے حوالیات کو دیکھنے کے لیئے سوار ہوکر نکلا۔ دریافت کرنے پر مجھے یہ اطلاع ملی کہ اس شہر کی موجودہ آبادی بارہ ہزار ہے لیکن اس تخمینہ کو مین مبالغہ سے معرا نہین پاتا۔ شہر پناہ جسکے گرد مین پھرا اور جسے معہ خندق کے موجودہ ایلخانی کے باپ اور دادا نے تیار کیا تھا اوسکی مرمت عباس مرزا کے توپخانہ کی گولہ باری کے وقت سے نہین ہوئی۔ اسکے علاوہ زلزلہ کے متواتر صدمون علی الخصوص اوس زلزلہ سے جو ۱۸۵۲ء مین آیا فصیل بہت کچھ منہدم ہوگئی ہے ۱۸۷۵ء مین میگگریگر کا بیان ہے کہ یہ شہر ایسا ویران ہورہا ہے کہ اگر مین روس کا کوئی حال بیان نہ کرون تو میرا ایسا کرنا حق بجانب متصور ہوسکتا ہے۔ فصیل کی اب اکثر مقامات پر یہ حالت ہے کہ مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حقیقت نہین۔ شہر کے باہر اینٹون کے بہت سے روڑے ہین اور کئی برف کے مخزن ہین جو شہد کی مکہی کے چھتے کی طرح ایک گڑھے پر جس مین برف کا ذخیرہ رہتا ہے کچی مٹی کے بلند مخروطہائے مستدید کی شکل مین بنے ہوئے ہین۔ مین نے ایک بہت بڑا میوے کا باغ بہی دیکھا جو خان کی ملک سے ہے۔ اس باغ مین جسکا رقبہ دس بارہ ایکڑ

ہوگا۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی۔ آلوچے۔ انار۔ شہتوت۔ آڑو۔ بیر۔ اور بہی کے درخت موجود ہین۔ اس کے وسط مین کٹی ہوئی مٹی کا ایک چبوترہ کوئی ایک فٹ بلند واقع ہے شاہ نے جب ۱۸۸۳ء مین مشہد کا دوسرا سفر اختیار کیا اور یہان ٹھہرا تو اوس کا خیمہ اسی چبوترہ پر نصب کیا گیا تھا۔ اور جب زلزلہ کا خطرہ ہوتا ہے تو خان بھی یہین اپنا خیمہ لگا کر رہتا ہے۔ شہر کے باہر ایک سطح مرتفع ہے جو تخت شاہ کے نام سے مشہور ہے جس زمانہ مین فتح علیشاہ نے کوچان پر چڑہائی کی تھی تو یہین روس نے اپنے ڈیرے ڈالے تھے شہرپناہ سے کوئی ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی واقع ہے جو نادر ٹپی کہلاتی ہے نادرشاہ جون ۱۷۴۷ء مین یہین مارا گیا۔

عمارات

کوچان مین خان کے محل کے علاوہ اگر کوئی اور ایسی عمارت ہے جو عام عمارات کی گرد آلود اور افق دوز چھتون سے اوپر اپنا سر اٹھاتی ہے یا جسے کچھ بھی امتیاز حاصل ہے تو وہ ایک قبے اور دو لپست مینارون کی ایک مسجد ہے ان مینارون مین سے ایک کی چوٹی پر ایک چوبی غلام گردش ہے جہان موذن کھڑے ہو کر اذان دیتا ہے۔ چونکہ شیعہ فرقے کے مسلمان کافرون کو اپنی مساجد کے دروازون مین بھی داخل نہین ہونے دیتے اور اس لحاظ سے اس خاص بارہ مین حرارت دینی کے اظہار کے ساتھ دوسرے مذہبی احکام کی تعمیل سے نمایان طور پر پہلو تہی کر کے ایک عجیب خبط کا ثبوت دیتے ہین۔ اس لئے نہ تو یہان اور نہ کہین اور مجھے اس سے زیادہ موقعہ ملا کہ عربی وضع کے محرابدار دروازہ مین

مسجد کے اندرونی صحن کو ایک نظر دیکھہ سکون۔

افسوس ہے کہ فریزر کے سنہ ۱۸۲۲ء کے سفر کوچان کا حال مین نے بعد مین پڑہا ورنہ مین اوس عظیم الشان نسخہ قرآن کے اجزا کا سراغ لگاتا جسکی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا ہے کہ نادر شاہ کے چند کوچانی سپاہی اس قرآن کے کچھ اجزا تیمور کے مقبرہ سے جو سمرقند مین سے لائے تھے۔ ستر سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ اس نسخہ کے قریبًا ساٹہہ صفحے جو طول مین دش سے لیکر بارہ اور عرض مین سات سے لیکر آٹھہ فٹ تک ہون گے اور جن کا خط نہایت پاکیزہ اور خوبصورت تہا فریزر نے کسی امام باڑہ کے ایک طاق مین رکھے ہوئے دیکھے تھے۔

بازار

اثنائے قیام کوچان مین مین نے وہان کے بازارون کی بھی سیر کی۔ اون کی وضع عام مشرقی بازارون کی سی ہے۔ لمبی لمبی گلیون پر لکڑی کی محرابدار چھت پڑی تہی۔ اور اوسکے اوپر سے گارے سے لیپ دیا تہا تاکہ آفتاب کی سوزندہ شعاعین اندر نفوذ نہ کرین۔ کچھہ دیر کے لئے مین بزازون کے بازار مین ٹھہرا جہان مین نے بہت سی دکانون مین چھینٹ وغیرہ اور دوسرے طرح طرح کے سوتی کپڑون کے ذخیرے دیکھے۔ لیکن یہ کپڑے بظاہر یورپین ساخت کے معلوم ہوتے تھے اور جب مین نے دریافت کیا کہ یہ مال کہان سے آیا ہے تو مجھے جواب ملا کہ روس سے۔ ہر ایک تہان پر کسی روسی کارخانہ کا نام لکھا تھا۔ مین نے پوچھا کہ بازار مین انگریزی ساخت کا مال بھی فروخت ہوتا ہے یا نہین۔ اسکے جواب مین

ایک سوداگر نے کچھہ سرخ رنگ اور دہاری دار سوتی کپڑے کا ایک تھان نکالکر پیش کیا - لیکن ان مین سے کسی پر بھی کسی انگریزی کارخانہ کی علامت ثبت نہ تھی اور سوداگر یہ نہین بتا سکا کہ یہ مال کہان سے آیا ہے - آخر کار ایک سوداگر نے سوتی کپڑے کا ایک تھان جسپر بمبی کے کسی کارخانہ کی مہر تھی اور جو بلاشبہ ہندوستانی روئی سے تیار ہوا تھا نکالا جب مین نے سوال کیا کہ اتنی دور سے مال منگانے مین کیا نفع ہوسکتا ہے تو جواب ملا کہ اگرچہ دام تو اس مال کی بہت لگتی ہین لیکن چونکہ دیرپا اور عمدہ ہونے کے لحاظ سے یہ مال اورون سے اچھا ہے اسلئے لوگ اسے خریدتے ہین - کانچ - دہات اور چینی کے جسقدر برتن بازار مین تھے سب روس کے بنے ہوئے تھے - اسی طرح شکر بھی روسی ساخت کی تھی - مجھہ سے یہ بیان کیا گیا کہ جسقدر چا یہان استعمال ہوتی ہے اوسکا اکثر حصہ ہندوستان سے براہ بندر عباس و مشہد آتا ہے - لیکن کسی قدر چا کی درآمد روس سے بھی ہوتی ہے - اس مین شک نہین کہ کوچان مین روس کی سیاسی اور تجارتی اغراض کی خوب نگہداشت ہوتی ہے کیونکہ روسیون کی طرف سے یہان ایک وکیل مقرر ہے جسے سرکار روس سے تنخواہ ملتی ہے - تجارت برآمد جو زیادہ تر روئی اور چمڑے پر مشتمل ہے ارمنیون کے ہاتھ مین ہے کیونکہ تجارت سے خاص مناسبت رکھنے کے باعث تمام ایران کی تجارت اس قوم کے ہاتھ مین آگئی ہے - روسیون کے تفوق کی یہ کافی وجہ قرار دیجا سکتی ہے کہ کوچان عاشق آباد کے قریب واقع ہے اور ان دونون مقامات کے مابین ذرائع آمد و رفت امن و حفاظت اور سہولیت سے پر ہین - کوچان کو تار برقی کا ایک سلسلہ ایک طرف تو مشہد اور دوسری طرف بجنرد

سے جو وادی اترک مین بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ملتا ہے اور یہ سلسلہ روسی تار برقی سے ترزال اردات مین جا ملتا ہے۔ کوچان مین ہر ہفتہ عاشق آباد سے روسی ڈاک بھی آتی ہے جسے ترکمان سوار کوچان ہوتے ہوئے مشہد تک پہونچا دیتے ہین۔

صوبہ کوچان



اسکے کہ مین کوچان سے روانہ ہون مناسب ہوگا کہ مین اوس صوبہ اور حکومت کے متعلق کچھ تفصیلی حالات قلمبند کرون جسکا یہ شہر صدر مقام ہے۔ اسکے شمال مغرب کی طرف صوبہ بجنورد واقع ہے اور مشہد کی طرف اس کا علاقہ رادکان تک پھیلا ہوا ہے گویا کہ اس کا کل طول ساٹھ میل کے قریب اور عرض شمالاً جنوباً کسی قدر کم ہے۔ اس صوبہ مین سلسلہائے کوہ اور سطوح مرتفع جن مین روسی سرحد سے روانہ ہوکر مین سفر کرتا چلا آیا تھا۔ اور خاص وادی کوچان جسکا اوسط عرض پندرہ میل ہوگا اور جو مشہد تک بغیر کسی طبعی رکاوٹ کے پھیلی ہوئی چلی گئی ہے یکسان نسبت مین واقع ہین۔ سلسلہ کوہ شاہ جہان جو اس کے جنوب کا محیط ہے شہر کوچان کے عقب مین جو سطح سمندر سے ۴۰۰۰ فیٹ بلند ہے واقع ہے اور اوسکی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع دس ہزار فیٹ ہے۔ تمام شمالی ایران مین وادی کوچان سے زیادہ زرخیز اور شاداب علاقہ اور کوئی نہین۔ اگر آبپاشی کا بطور مناسب انتظام ہو تو یہان کے اناج کی پیداوار بیج سے ستر گنی ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اسی موزون طور پر خراسان کا غلہ کا گودام کہا جا سکتا ہے۔ اسکا بیلف نے جب گرا ڈیکاف کو شجاع الدولہ سے اپنے گھوڑون اور اونٹون کیلیے چارہ خریدنے کے واسطے روانہ کیا

تو اوسے ان تمام باتون کا حال خوب معلوم تھا اور آجکل کے روسی بھی جو ایک ایسے ضلع کی قریب اپنا صدر مقام قایم کر رہے ہین۔ جہان سے ایک بڑی فوج کے لئے رسد بہم پہنچ سکتی ہے اور جو گویا کل خراسان کے قبضہ کی کنجی ہے خوب جانتے ہین کہ اون کے اس طرز عمل کا مقصود اصلی کیا ہے۔ صوبہ کوچان مین زیادہ تر ظفران لو قبیلہ کے کرد آباد ہین لیکن کچھ جریلی ترک اور ایرانی بھی یہان بود و باش رکھتے ہین۔ آبادی کی کل تعداد نوے ہزار سے دو لاکھ نفوس تک بیان کیجاتی ہے اور یہ امر محتاج بیان نہین کہ اعداد اوّل الذکر احتمالاً زیادہ قرین اندازہ ہین۔ ایلخانی کی آمدنی کا ذریعہ کچھ تو وہ محصول ہے جو اوس کے علاقہ کے قصبات کے مکانون اور دکانون پر اور نیز بیرونجات کی مزروعہ اراضی پر لیا جاتا ہے اور کچھ اوسکی ذاتی جایداد کے محاصل ہین۔ اس مین سے اوسے اپنے سوارون کی جمعیت کے مصارف ادا کرنے پڑتے ہین۔ یہ رسالہ ساز و سامان سے عمدہ طور پر آراستہ اور بندوقون سے مسلح ہے مگر اسکی تعداد جو پہلے ایک ہزار تھی کم ہو کر پانچ سو رہ گئی ہے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ سرحد کی حالت اب وہ نہین رہی جو پہلے تھی۔

کوچان سے دوسرے راستے

کوچان سے مشہد۔ (براہ جعفر آباد۔ شور چاہ۔ رادکان۔ خیاران۔ گون آباد۔ قاسم آباد ۹۳ میل) دیکھو جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ۱۸۲۲ء) باب ۲۲ "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ مصنفہ سر اے برنس (سنہ ۱۸۳۲ء) جلد سوم صفحہ ۴۲ و ۶۷ "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی"، (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی) نمبر ۶

کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) جلد ۴۶ صفحہ ۱۷۹ الی ۱۸۷ و ۱۵۱ الی ۱۵۳ + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای او ڈونوون (۱۸۸۲ء) جلد اول باب ۲۸ +

کوچان سے سبزوار - (۹۶ میل) دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای او ڈونوون (۱۸۸۲ء) جلد اول صفحہ ۴۴۷

کوچان سے استرآباد - (براہ شیروان - بجنورد و گورگان) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے - بی - فریزر (۱۸۲۳ء) باب ۲۳ الی ۲۴ + "اے ونٹرس جرنی" (موسم زمستان کا سفر) مصنفہ مصنف مذکور (۱۸۳۴ء) جلد دوم خطوط نشان ۱۲ و ۱۳ +
"ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) - مصنفہ سر اے - برنس (۱۸۳۲ء) جلد دوم صفحہ ۸۶ الی ۱۰۱ +

کوچان سے شاہرود - (براہ شیروان - بجنورد - سمولغان - جاجرم - و بسطام) - دیکھو "کلاؤ ووڑ اندی ایسٹ" (گھٹا مشرق میں) مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) باب ۱۶ و ۱۷ + "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) مرتبہ کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) جلد ۴۶ صفحہ ۹۸ الی ۱۱۲ و صفحہ ۱۶۴ الی ۱۶۵ + "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس میگگریگر (۱۸۷۵ء) جلد دوم صفحہ ۸۸ الی ۱۱۳ +

کوچان سے درگز - دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد ۴۶ صفحہ ۸۸ الی ۹۴ و صفحہ ۱۵۸ - ۱۵۹ +

چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

دامن کہسار مین پیک نظر کے سامنے ۔۔۔ سلسلہ تہا اک چٹانون کا سراسر پیچ و تاب
ان کے اوپر چوٹیان ابرو پہ بل ڈالے ہوئے ۔۔۔ جنکے عارض پر پڑا تھا ابر سیمین کا نقاب
سب کے اوپر برف کا دریاے ابیض موجزن ۔۔۔ جسکو سورج نے کیا تہا غیرت لعل مذاب

"دی پلیس آف آرٹ" (قصر صنایع)۔ ٹینی سن

قلات نادری جانے کا قصد

قصد تہا کہ اگر ممکن ہو تو کوچان سے اوس مشہور و معروف سرحدی قلعہ قلات نادری یعنی قلعہ نادر شاہ کی سیر کرتا جاؤن جسکی نسبت سابق کے سیاحون نے یہ بیان کیا ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ حیرت انگیز قدرتی نظارون مین اس کا شمار ہے اور فی الحقیقت اپنی غیر معمولی قدرتی طاقت اور رسائی کی حد سے باہر ہونے کے باعث اس سرزمین مین جو پہاڑی قلعون اور ناقابل محاصرہ بلندیون سے معمور ہے یہ قلعہ فرد ہے۔ جب سے کہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ روس کا اس قلعہ پر دانت ہے (۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین ہاؤس آف کامنز مین یہ سوال پیش ہوا کہ آیا یہ قلعہ زار روس کو دے دیا جا چکا ہے یا نہین) ایرانی

ہر اجنبی کو جو اسکے دیکھنے کا شوق ظاہر کرے شبہ کی نگاہ سے دیکھا کئے ہین۔ اور اسلئے
مین نے اپنی خواہش کا مخفی رکھنا ہی قرین حزم خیال کیا۔ مین نے یہ امر تحقیق کر لیا تھا کہ روانہ
ہونے سے قبل شاہ سے اسکے دیکھنے کی اجازت حاصل کرنی ناممکن ہے کیونکہ شاہ کجکلاہ
ابھی تک اپنے سفر یورپ سے مراجعت فرمائے طہران نہین ہوئے تھے اور سفیر انگریزی
بھی دار السلطنت مین موجود نہ تھا کہ کارپردازان سلطنت کی وساطت سے اسکا انتظام
کر سکے۔ اس کے علاوہ مین خود اس قسم کی اجازت کبھی طلب نہ کرتا کیونکہ مجھے یہ بات بخوبی
معلوم تھی کہ اگر مجھے اجازت ملگئی تو روسیون کے لئے ایک نظیر قایم ہو جاے گی۔ اور
وہ بھی اسی قسم کی رعایت کے خواستگار ہونگے حالانکہ اون کے قاصد کا اس قلعہ مین
جانا میرے جیسے بے غرض سیاح کے وہان جانے سے شاید مختلف معنی رکھتا۔ حاکم خراسان
کو اجازت حاصل کرنے کی غرض سے مشہد تار دینے کی میری اور بھی کم خواہش تھی کیونکہ
مجھے اس امر کی نسبت شبہ تھا کہ آیا وہ ایسی اجازت دینے کا مجاز بھی ہے یا نہین۔ اس کے
علاوہ مجھے پورا یقین تھا کہ گو مین لوٹا نہ دیا جاؤن تاہم جاسوس میرے پیچھے پیچھے ضرور آئینگے
ایرانی لوگ اجنبیون کو اور بالخصوص اون لوگون جو کسی چیز کا نقشہ کھینچین یا کوئی سوال پوچھین
یا پیمایش کرین یا اپنی جیب میں سے کوئی آلہ نکالین اس درجہ شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہین کہ اگر
اونہین سیاح کا ارادہ پیشتر سے معلوم ہو جاے تو تحقیقات کی غرض سے کسی مقام کے دیکھنے
مین کامیابی نہین ہو سکتی۔ لہذا مین نے یہ عزم کر لیا کہ کسی شخص پر اپنا عندیہ ظاہر نہ کرون گا بلکہ
یہ ظاہر کرون گا کہ مین مشہد کو جا رہا ہون اور ممکن ہے کہ راستہ مین شکار کی غرض سے کچھ

دیر کیلئے راہ چھوڑکر پہاڑون مین چلا جاؤن - درحقیقت میرے دل مین یہ بات تھی کہ جو راستہ[۱] شاہراہ کے علاوہ مجھے مل سکا اوسے اختیار کرونگا اور دیکھونگا کہ آیا یکہ وتنہا کسی کو اطلاع یا اپنے آنے کی خبر دیئے بغیر مین محلات تک پہونچ سکتا ہون یا نہین -

ایلخانی کی وکٹوریا گاڑی

ایلخانی کی نگرانی کی زو سے بچنے مین بہت بڑی مشکل پیش آئی - اوس کو نہ صرف اسباب کے تجسس کا شوق بدرجہ غایت دامنگیر تہا کہ مین کہان کہان جانیکا قصد رکھتا ہون بلکہ وہ اس امر پر بھی مصر ہوا کہ مین مشہد تک اوس کی نئی روسی ساخت کی وکٹوریا گاڑی مین سفر کرون - چنانچہ اوس نے مجھے یہ دہمکی بھی دی کہ اگر تم میری گاڑی مین نہ جاؤگے تو جو چاندی کی جیبی گھڑی تم نے مجھے دی ہے وہ مین پھیر دونگا - مین نے بہتیرا اوس سے کہا کہ مجھے گھوڑے کی سواری زیادہ پسند ہے مگر اوس نے ایک نہ سنی اور یہ جواب دیا کہ آگے چلکر جی بھر کر گھوڑے کی سواری کر لینا - جب مین نے یہ عذر پیش کیا کہ جو گاؤن رستہ مین پڑتے ہین مین وہان ٹھہرتا ہوا جاؤنگا تو اوس نے کہا کہ گاڑی بہی آپ کے ساتھہ ساتھہ ٹھہرتی ہوئی جا سکتی ہے - آخر کار بصد وقت فیصلہ اس بات پر ہوا کہ مین پہلی منزل گاڑی مین جاؤن اور وہان سے اسے لوٹا دون - کوچان سے میری روانگی نہایت پر تکلف طور پر عمل مین آئی - خان بازار مین میرے ساتھہ ساتھہ ہاتھہ مین ہاتھہ دیئے کچھہ دور تک پیدل آیا -

---

[۱] مجھے اس قسم کے کسی راستہ کا حال معلوم نہ تہا - جو چند سیاح مجھہ سے بیشتر قلات نادری کو گئے سیدہے مشہد سے گئے -

پھر اوسنے مجھے گاڑی مین جو ہاسکو کی بنی ہوئی تھی اور جدید ترین اور نہایت ہی خوشنما وضع کی تہی (معلوم نہین یہ تحفہ اوسے کس نے بہیجا) سوار کرایا۔ گاڑی مین چار سبزہ گھوڑے جتے ہوئے تہے اور گہوڑون پر سوار بیٹھے ہوئے تہے۔ گاڑی کے آگے آگے غلام گہوڑون پر سوار رستہ صاف کرتے جاتے تہے اور کچھہ ملازم گاڑی کے ساتھہ ساتھہ چلے آرہے تہے۔ اس شان سے خان کی وکٹوریا گاڑی مجھے لیے ہوئے آہستہ آہستہ شہر کے باہر نکلی۔

از کوچان تا بہ چمگیرہ



یہ راستہ کا ابتدائی حصہ اوس شاہراہ پر واقع تھا جو مشہد کو جاتی ہے کیونکہ شبہ کے رفع کرنے کی غرض سے مین نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ رادکان تک جو شجاع الملک کے علاقہ کی سرحد ہے اور کوچان سے چالیس میل ہے اسی راستہ سے جاؤن۔ سڑک برابر مسطح چلی گئی ہے۔ البتہ کوچان سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر یہ اوس حد کو عبور کرتی ہے جو اتریک اور کشف رود کی ندیون کے طاسون مین فاصل ہے۔ سڑک نہ تو کٹی ہوئی ہی تھی اور نہ مرمت کے اعتبار سے ہی اسکی حالت اچھی تہی۔ غرضنکہ جس انجنیر نے اسے بنایا وہ اسکی تعمیر کے لیے مستحق تحسین نہین ہوسکتا۔ میرا کوچبان گاڑی زیادہ تر کہلے میدان مین ہانکتا تھا کیونکہ سڑک کو جابجا آبپاشی کی نالیان فٹ بھر یا اس سے بھی زیادہ گہری قطع کرتی تہین جنکی وجہ سے گاڑی کو ایسے جھٹکے لگتے تہے کہ پناہ بخدا۔ شروع کے ۱۰ میل تک زمین اگرچہ اس فصل مین خودرو سبزہ سے معرا تھی لیکن سبز کہیت ہر طرف لہلہاتے ہوئے نظر آرہے تہے اور کوئی

جگہ ایسی نہ تھی جہاں ہل نہ چلایا گیا ہو۔ لیکن دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ویرانی شروع ہو گئی۔ میں گرد کی ایک چادر میں لپٹا ہوا جا رہا تھا اور گز بھر آگے کی چیز بھی مجھے نظر نہ آتی تھی۔ میدان کے دونوں جانب کچھ کچھ فصل سے کچی مٹی کے بنے ہوئے جھونپڑوں کے گاؤں درختوں کے چھوٹے چھوٹے جھرمٹوں کے سایہ میں جو کسی اکیلے دکیلے نالے یا غیر مسدود قنات[5] کی وجہ سے اگ آئے تھے پناہ لئے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان گاؤں

[5] چونکہ مجھے قناتوں کا ذکر آگے چلکر بہت جگہ کرنا پڑے گا اور ایران کے مناظر اون سے نمایاں طور پر معمور ہیں۔ اسلیئے اون لوگوں کی اطلاع کیلئے جنہوں نے قنات نہیں دیکھی میں اس شئے کی ماہیت بیان کرتا ہوں۔ قنات (جو بلوچی اور افغانی کاریز کی ہم معنی ہے) ایک زمین دوز نالی کو کہتے ہیں جو کسی پہاڑی چشمہ سے اوس گاؤں میں پانی لائے جہاں مزروعی زراعت یا قیام حیات مقصود ہو۔ اسکے بنانے کی ترکیب حسب ذیل ہے:۔ اول اول کسی مرتفع مقام پر ایک گڑھے کھودے جاتے ہیں یہاں تک کہ پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے۔ اسکے بعد دوسرے سرے† پر جہاں پانی سطح پر لانا مقصود ہو یا

† مجھے اپنے ایک دوست سے جو کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر مقامات کی اس قسم کی کاریزوں کا حال بالتفصیل جانتے ہیں معلوم ہوا ہے کہ قنات کے تیار کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑھا کھودا جاتا ہے اور جب اوس میں پانی نمودار ہوتا ہے تو اس گڑھے سے اوس سمت میں جدھر پانی لیجانا مقصود ہوتا ہے ایک زمین دوز نالی کچھ دور تک لیجا کر ایک گڑھا سطح زمین پر سے کھلا ہوا کھودا جاتا ہے اور پانی پہلے گڑھے سے اس ڈھلوان نالی کے ذریعہ سے دوسرے گڑھے میں آکر جمع ہو جاتا ہے اور پھر اس دوسرے گڑھے سے آگے کو نالی کھودی جاتی ہے اور اسطرح گڑھوں کا ایک سلسلہ اوس مقام تک قایم کر دیا جاتا ہے جہاں پانی لیجانا مطلوب ہوتا ہے۔ مصنف نے جو طریقہ تیاری قنات کا بیان کیا ہے اوس سے مترشح ہوتا ہے کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑھا کھودتے ہیں اور پھر سمت مقابل سے جہاں پانی لانا مقصود ہوتا ہے اس گڑھے کیطرف نالی کھودنی شروع کیجاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ طریقہ ثانی الذکر طریقہ اول الذکر سے مختلف ہے۔ چونکہ میری ذاتی معلومات اسبارہ میں کچھ نہیں اس لئے میں کسی قطعی اور ناطق رائے کے اظہار سے قاصر ہوں لیکن قیاس اس امر کا مقتضی ہے کہ جو اطلاع مجھے اپنے دوست کے زبانی معلوم ہوئی ہے وہ صحیح ہو کیونکہ اسکی تصدیق خود مصنف کے نوٹ کے آخری حصہ سے ہوتی ہے جسمیں ہسپانوی سفیر جنہ بار بیرو بیان کرتا ہے کہ نالی کے تیار کرتے وقت کھدائی کا رخ اصلی گڑھے سے جسمیں پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے اوس مقام کی طرف ہوتا ہے جہاں لیجانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ اس مقام سے خود اصلی سرچشمہ کی سمت میں۔ مترجم

ہین سے پہلے ہم فتح آباد کے پاس سے ہوکر گزرے جو کوچان سے دو میل ہے۔
اوسکے بعد سرخان آیا جو سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر ہم جعفر آباد پہونچے جو پست

درمیانی مقامات پر کھدائی شروع کی جاتی ہے اور چشمہ کی سمت مین خفیف سے ڈھلاؤ کے ساتھ زمین کے نیچے
نیچے ایک نالی کھود دی جاتی ہے۔ جون جون کھودنے والا آگے بڑھتا جاتا ہے اور نالی زیادہ گہری ہوتی جاتی
ہے تو بیس بیس گز یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر دور گڑھے اوپر سے کھود دئے جاتے ہین اور جو مٹی نالی
کے نیچے کھودنے کی وجہ سے جمع ہوگئی تھی وہ ان گڑھون کے موںھہ پر اوپر لاکر جمع کردیجاتی ہے۔ اس طرح سے
کچھ عرصہ کے بعد زیر زمین دوز نالی چشمہ کے مُنہ تک پہونچ جاتی ہے اور پانی اس کی راہ سے مقام مقصود تک
پہونچ جاتا ہے گڑھے بعد مین نالی کو رکاوٹن اور مزاحمتون سے صاف کرنے کی غرض سے استعمال مین
لائے جاتے ہین۔ پس جس گاؤن مین کاشت کے قابل کچھ بھی زمین ہو وہ بالعموم بمنزلہ ایک زاویۃ الراس
کے ہوتا ہے جہان سے قناتون کے متعدد خطوط جو بسا اوقات طول مین کئی میل ہوتے ہین متفرع ہوکر قریب ترین
پہاڑ کی سمت اختیار کرتے ہین اور گڑھون کا طویل سلسلہ سطح ہوتا ہے کہ گویا میدان پر چھچھوندرون نے کچھ کچھ
فصل سے مٹی کے بڑے بڑے ڈھیر لگا رکھے ہین۔ لیکن یہ نالیان بڑی آسانی سے بند ہو جاتی ہین یا اون مین
رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے یا کسی اور باعث سے خراب ہو جاتی ہین۔ اسپر تمام محنت رائگان جاتی ہے اور از سر نو
دوسری نالی کھودنی پڑتی ہے چنانچہ بسا اوقات دو متوازی نالیان ایک دوسرے سے چند گز کے فاصلہ پر دیکھنے
مین آتی ہین اور ان مین سے جو نالی کہ پہلے کھودی گئی تھی وہ اب بالکل ترک کردی جاتی ہے۔ ثانی الذکر نالی کے
کھلے ہوئے گڑھے جس قدر خطرناک ہوتے ہونگے اوسکا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان گڑھون کے
گرد مٹی کا جو انبار لگا ہوتا ہے وہ مینہ کی وجہ سے بہہ جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہان کوئی ایسا نشان باقی
نہین رہتا جس سے معلوم ہوسکے کہ یہان گڑھا موجود ہے بہت سے جانور ان مین گر کر تلف ہو جاتے ہین
اون کی ہڈیان بعض دفعہ بیچ مین اٹکی ہوئی نظر آتی ہین سوار اور اونکے گھوڑے بسا اوقات ان گڑھون
مین قبل از وقت فنا ہو جانے سے بال بال بچے ہین۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب جو طہران مین رہتے تھے

مثلث نما قبون کا ایک مجموعہ سا ہے اور کوچان سے پندرہ میل ہے اور یہان سے چلکر ہمارا گزر دشت آباد مین ہوا۔ سیاہ گوسفند کے بالون کے بنے ہوئے خیمے جا بجا نصب تھے اور بتاتے تھے کہ سب کے سب کردون نے ابھی تک تمدن کا سبق نہین سیکھا بلکہ اُن مین سے بعض ابھی تک خانہ بدوش چلے آتے ہین گاہ بگاہ کوئی ویران گاؤن ہمارے دیکھنے مین آتا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہان کبھی کوئی قنات ہوگی جو اب برباد ہوگئی ہے یا کوئی چشمہ ہوگا جو خشک ہوگیا ہے۔ قلاتا[۵] پہونچکر جو کوچان سے تقریباً ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

ایک دن بازلیکر شکار کے لئے باہر گئے گھوڑے پر سوار جارہے تھے کہ دفعتہً ایک غیر مستعمل گڑھے مین گر کر اپنے ساتھیون کی نظرون سے غائب ہوگئے۔ مگر خیر یہ ہوئی کہ آدمیون نے فوراً اون کو گھوڑے سمیت اوپر نکال لیا اور اون کو کوئی صدمہ نہین پہونچا۔ قناتون کے گڑھون کو جنگلی کبوترون نے اپنا گھر بنا رکھا ہے۔ ایک گڑھے کے منھ پر کھڑے ہوکر اگر تالی بجاؤ تو دوسرے مین سے ایک جھنڈ خوف کھاکر سائین سائین کرتا ہوا نکلتا ہے اور تمہین نہایت عمدہ نشانہ کا موقعہ دیتا ہے۔ دولت وینس کے ایک سفیر سینر جوزیفا باربیرو نے چار سو سال ہوے کہ اپنے سفر ایران کے حالات قلمبند کئے تھے۔ اسمین ایک دلچسپ فقرہ قناتون کے کھودنے کی کیفیت کے متعلق بھی درج ہے۔ سولہوین صدی مین اس سفرنامہ کا ترجمہ انگریزی مین ہوا۔ ہم اُسمین سے اس مقام کا اقتباس کرتے ہین "دریا کے کنارے کے قریب وہ کنوئین کی شکل کا ایک گڑھا کھودتے ہین اور وہان سے اوس مقام کی سمت مین جہان اونہین پانی لے جانا مقصود ہو ایک زمین دوز کھائی جو تذکرہ بالا گڑھے سے زیادہ گہری ہوتی ہے کھودنا شروع کرتے ہین اور جب کوئی بیس قدم کے قریب کھود چکتے ہین تو ایک اور گڑھا پہلے گڑھے کیطرح کھودتے ہین اور اسی طرح کچھ کچھ فصل سے گڑھے کھودتے ہوئے وہ اس نالی کے ذریعہ سے جہان پانی لیجانا چاہتے ہین لیجاتے ہین" لیکن یہ طریقہ اس سے بھی زیادہ قدیم ہے کیونکہ پالیبیس نے بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

۵ قلاتا (قلات ہا) جمع کا صیغہ ہے اور اس سے مراد ہے ایسے مواضع یا دیہات کا مجموعہ جن مین سے ہر ایک اپنا جداگانہ نام

مین نے وکٹوریا گاڑی کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ دوسرے دن علی الصباح کوچان کو واپس چلی جائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر اور مشہد کی شاہراہ اور تار برقی کے کھمبون کو اپنی دہنی طرف چھوڑ کر مین آٹھ میل کا مزید فاصلہ طے کر کے جگیرمین جو رادکان سے کچھ ادھر ایک چھوٹا سا گاؤن ہے پہونچا۔ جب ہم میدان کو جواب سبزہ سے بالکل معرا ہو گیا تھا طے کر رہے تھے تو پانی کی ایک جانفزا جھیل جسکا منبع مشرق کا سراب تھا افق پر موجین مارتی ہوئی ہمکو دکھائی دینی شروع ہوئی اور جون جون ہم آگے بڑھتے جاتے تھے وہ پیچھے ہٹتی جاتی تھی۔ سرشام شمالی و مشرقی پہاڑیون پر جنھین ڈھلتا ہوا سورج بصد آب و تاب منور کر رہا تھا ایک عجب دلکو لبھانے والی گلابی اور مرجانی رنگ کی جگمگاہٹ نمودار ہوئی اور مقابل کا سلسلہ کوہ جسپر تاریکی چھا چلی تھی زبرجدین غبار کا نقاب اوڑھ کر کچھ دیر کے لئے حسن عالم سوز کی جلوہ گاہ بنگیا۔ لیکن زیادہ عرصہ گزرنے پایا تھا کہ دونون مین تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ ایک کی رنگت تو بادامی اور دوسری کی خاکستری ہوگئی۔ مین گاؤن کے باہر درختون کے ایک جھرمٹ کے نیچے خیمہ زن ہوا۔

پیال کو پرانے طریقہ پر کوٹ کر بھوسا بنانا

جن گاؤن کے پاس سے ہم دن کے وقت گزرے اون مین سے ایک مین مینہ جو کے پیال کو کوٹ کر بھوسا بنانے کا قدیم طریقہ عمل مین آتے ہوئے دیکھا۔ گاؤن کی چار دیواری کے باہر کٹی ہوئی مٹی کا ایک فرش تیار تھا جس پر پیال بچھا دیا گیا۔ اس کے لکڑی کی مینخین باہر کی طرف کو نکلی ہوئی تھین (اسکی شکل باجے کے صندوق کے بیلن

سے ملتی تھی) اور جس مین بیل جتے ہوئے تھے آہستہ آہستہ پیال کے ڈھیر پر پھرایا جانے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ پیال کٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑون کی شکل مین بدل گیا جسے ایران مین کاہ کہتے ہین۔ یہی کاہ ایران مین گھوڑون اور خچرون کا عام چارہ ہے۔ پیال کے کوٹنے کا یہ طریقہ اور جو آلہ اسکے لیے استعمال مین لایا جاتا ہے قدامت کے اعتبار سے مشرق کی اکثر عادات اور ظروف کے ہمسر ہین۔ دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ چارڈن[1] اور اوس سے بھی پہلے کے سیاحون نے اس طریقہ کو بالتفصیل اپنے سفر کے حالات کے ضمن مین بیان کیا اور اسمین ذرا شک نہین کہ اب سے دو سو سال بعد بھی دور و دراز دیہات مین یہی طریقہ دیکھنے مین آئے گا۔

کیمپ (پڑاؤ) کی زندگی

جس وضع و روش سے پڑاؤ مین زندگی بسر کی جاتی ہے اوسکی دلچسپیون اور مختلف الالوان کیفیتون سے طبیعت کبھی اچاٹ نہین ہوسکتی مسافر دن بھر سفر کرنے کے بعد گھوڑے پر سوار منزل پر پہونچتا ہے اور درختون کے سایہ مین اور اگر ممکن ہو تو بہتے پانی کے قریب اپنی فرودگاہ کے لئے کوئی دلکشا مقام تجویز کرتا ہے۔ زمین پر دری بچھا کر وہ کچھ دیر کے لئے لیٹ جاتا ہے اور ستانے سے جو سرور پیدا ہوتا ہے اوسکی لذت سے متمتع ہوتا ہے۔ گاؤن والے چارون طرف جمع ہو جاتے ہین اور اوسے گھورنے لگتے ہین کچھ پیسے ایندھن اور چارہ بہم پہونچا دیتے ہین۔ تھوڑی دیر مین آنچ سلگنے لگتی ہے۔ سماوار

[1] دیکھو "شارڈن" (حالات سفر) جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ الی ۱۰۶ ۔

سے کام وزبان کو تازہ کرنے والی بھاپ نکلنے لگتی ہے اور چار کا ایک خوشگوار اور مفرح پیالہ تھکے ماندے مسافر کے لیئے دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ خوش طعم ثابت ہوتا ہے اتنے مین باقی کا کیمپ آپہونچتا ہے۔ سائیس گھوڑون پر سے زین اوتارتے ہین۔ اونہین کھریرا کرتے ہین۔ کان سے لیکر دم تک اونہین ایک کمل اوڑھا دیتے ہین اور کھونٹون سے باندہ کر اونکے منہ مین گہاس اور بھوسے سے بھرے ہوئے توبرے چڑھا دیتے ہین خچرون کی پیٹھ پر سے خیمے اور بستر اور کہانا پکانے کے برتن اور دوسرا سامان اوتار لیا جاتا ہے اور خچر اپنے بار سے سبکدوش ہوکر فوراً ہی سب سے پاس کے درخت کی طرف جاکر اوسکے تنے سے اپنے پٹھے کھجانے لگتے ہین اور پھر مزے مین آکر زمین پر لیٹ جاتے ہین اور ہوا مین پاؤن بلند کرکے فرش خاک پر قلابازی لگانے کی بے نتیجہ کوشش کرتے ہین۔ ادھر باورچی اپنے کام مین سرگرمی کے ساتھ مشغول ہے اور جو آگ پہلے ہی سے دہک رہی تھی اوسے چولھے مین جو اوس نے جلد جلد بنایا ہے۔ جھونک رہا ہے۔ دوسری طرف زمین مین خیمہ کی میخین ٹھونکی جارہی ہین۔ تھوڑی دیر مین خیمہ نصب ہو جاتا ہے اور مسافر اپنے پلنگ پر لیٹ کر دن کے واقعات سے استحضار کرتا ہے۔ اپنا روزنامچہ قلمبند کرنے کیلئے اپنے پرے پرے ہٹتے والے ارادہ کو منت سے خوشامد سے آمادہ کرنیکی کوشش مین مصروف ہوتا ہے اور پھر کہانیکی تسلی بخش آمد کا انتظار کرتا ہے۔ ساڑھے آٹھہ یا نو بجے تمام کیمپ پر خچرون کی گھنٹیون کی ٹن ٹن یا گھوڑون کی گاہ بگاہ کی ہنہناہٹ کے علاوہ خاموشی طاری ہوجاتی ہے کیونکہ پانچ بجے صبح کے پھر وہی کوچ کا سامنا ہے۔

میرا عملہ



اِسکے کہ مین آگے روانہ ہون مین صرف اس باب کے مقاصد ئے لئے اپنے ملازمین کا تعارف ناظرین سے کرایا چاہتا ہون۔کیونکہ اس باب مین اون کا کئی مرتبہ ذکر آئیگا۔

میرے ملازمون کا سرگروہ رمضان علی خان نامی ایک ایرانی الاصل افغان تھا (یعنی اوسکا مورث اعلیٰ ایک ایرانی تہا جو نادرشاہ یا احمد شاہ درانی کے ساتھہ گذشتہ صدی مین افغانستان آیا اور یہین اوسنے بود و باش اختیار کرلی) جو ہندوستانی فوج "گائیڈس" رسالہ مین وفعدار ہے۔ اس فوج مین ہندوستان کی شمالی و مغربی سرحد سے اسی قسم کے لوگ بہرتی کئے جاتے ہین اور مہمات سرحد یا خدمت خارجہ پر مامور کئے جاتے ہین۔ رمضان علی جرنیل مکلین مشہد کے انگریزی قونسل جنرل کے ہمراہ ہندوستان سے آیا تہا اور ایشیائی قوم کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔جرارت۔حکمت عملی۔شہسواری اور شریفانہ عادات کے گوناگون اوصاف سے متصف ہونے کے ساتہہ اوسے یقین واثق تھا کہ دنیا مین کوئی قوم انگریزون کی ہمسر نہین۔کرنیل استوارٹ نے جو مشہد مین جرنیل مکلین کے قایم مقام تہے ازراہ عنایت مجہے اپنے ذاتی ملازم گریگوری نامی جلفا کے ایک ارمنی کی خدمات مستعار دی تہین۔اس شخص کو انگریزی بقدر ضرورت اور فارسی بہت عمدہ آتی تہی اور اس سلئے وہ میرے لئے نہایت عمدہ ترجمان ثابت ہوا[ا]۔ اسکے علاوہ کرنیل موصوف نے اپنا باورچی بھی

[ا] افسوس کہ چند ہفتہ بعد مشہد سے طہران کو جاتے وقت اس بیچارے کا رستہ مین انتقال ہوگیا۔

میرے ساتھ کردیا تھا اور مزید بران دو ترکمان سوار جن کا ایک چھوٹا سا رسالہ گورنمنٹ
ہندوستان کی طرف سے مشہد مین رہتا ہے اور جو مشہد اور ہرات کے درمیان انگریزی
ڈاک لے جانے پر ماموری مین میرے ساتھ متعین کردئے تھے۔ یہ لوگ پنجدہ کے ساری
ترکمانون کے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہین جنہون نے ۱۸۸۵ء مین روس کی پیشقدمی سے
پہلے برطانیہ کلان کی اطاعت اختیار کرلی۔ روسی فاتحون سے ملجانا انہون نے پسند نہین
کیا کیونکہ روسیون سے انہین سخت نفرت ہے چنانچہ اب تک یہ انگریزون کی اطاعت
مین برابر ثابت قدم رہے ہین مین مقابل کے صفحہ پر نوبادگلدی اپنے دونون ترکمان
سوارون مین سے بڑے کی عکسی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہون جو مین نے بمقام
امام قلی خود کھینچی تھی اوسکی سواری مین ایک نقرہ رنگ کا ترکمانی گھوڑا تھا جسکی دم حنا سے رنگی
ہوئی تھی اور اگرچہ دیکھنے مین اس گھوڑے کی صورت کچھہ اچھی نہ تھی مگر بھی کاروان کے دوسرے
جانورون کے مقابلہ مین ہمیشہ وہ زیادہ لمبی منزل طے کرسکتا اور زیادہ تیز جاسکتا تھا۔
یہہ گھوڑا عام طور سے قدم چال چلتا تھا جو ترکمان اپنے گھوڑون کو سکھاتے ہین اور یہ
چال چلتے وقت اپنی پچھلی ٹانگین بہت کھلی رکھتا تھا۔ ایرانی لوگ اس خصوصیت کو گھوڑے
مین عمدہ علامت خیال کرتے ہین اور اسکو اس بات کی دلیل سمجھتے ہین کہ ایسے گھوڑے
کے تیور نہین سکتے اس قسم کے گھوڑے کو ایران مین اسپ شلواری کشاد کہتے ہین نوبادگلدی
جب میرے آگے آگے جاتا تھا تو مجھے ہمیشہ اوسکے "گلدم" گھوڑے کی چال پر بے اختیار
ہنسی آتی تھی اور مین چلتے چلتے اوسکی عکسی تصویر اپنے فوٹوگرافی کے کمرے سے لیکر اپنی

ضیافت طبع کا سامان بہم پہونچایا کرتا تھا اور جب یہ تصویر مین تو بادگلدی کو دکھاتا تھا تو وہ بھی دانت کہول دیتا تھا۔ اب میرا صرف ایک اور ایسا نوکر باقی رہگیا ہے جسکا ذکر مجھے کرنا ہے اور وہ شکراللہ نامی میرا ایرانی سائیس تھا۔ شکراللہ مجھے عاشق آباد مین ملا تھا اور اوسکی نسبت نہ تو مین یہ کہہ سکتا ہون کہ وہ مستعد تہا اور نہ یہی کہہ سکتا ہون کہ کام چور تھا مین ذیل مین اپنے ہفتہ آیندہ کے روزنامچہ کا اقتباس درج کرتا ہون کیونکہ جس اطلاع پر یہ متضمن ہے وہ ایسے سیاح کے لئے جو بعد مین اسی راستہ سے سفر کرے مفید متصور ہوگی۔

رادکان کا برج

۵ - اکتوبر۔ سات بجے صبح کے روانہ ہوکر اور سات میل کا فاصلہ طے کرکے ہم ساڑھے آٹھہ بجے رادکان پہونچے یہ ایک گاؤن ہے جسمین چارسو سے لیکر ۵۰۰ تک مکانات ہونگے اور میوہ دار درختون کے دلفریب جھرمٹ اسکے اطراف وجوانب مین پائے جاتے ہین۔ یہان کے باشندے کیوان لوکرد ہین۔ دہنی طرف مجھے سعیدان (یا سعید آباد) نظر آیا جو مشہد کی سڑک پر ایک گاؤن ہے اسی سمت مین اوس عجیب وغریب برج یعنی میل رادکان پر بھی میری نظر پڑی جو ایک بلند مدور عمارت ہے اور بظاہر اوس زمانہ سے تعلق رکہتی ہے جو عربون کی فتح ایران کے بعد ظہور مین آیا سالہاسال اس عمارت کی صحیح غرض و غایت اب تک دریافت نہین ہوئی۔ اس کا بیرونی حصہ اینٹ کے نالی دار ستونون پر مشتمل ہے جنکی چوٹی کے گرداگرد مخروطی چھت کے نیچے جسلی

خط کوفی مین برنگ لاجورد ایک کتبہ لکھا ہوا تھا۔ اسکے اندرونی حصتہ مین ابتداءً تین منزلین تھین جنکا منہدم ہوکر نام ونشان بھی نہین رہا۔

اوڈونوون جس نے اس عمارت[۵] کا احتیاط کے ساتھ معائنہ کیا کہتا ہے کہ یہ عمارت نہ تو رہنے کا مکان ہوسکتی ہے اور نہ مقبرہ۔ اس دعوے کی شق ثانی کی وہ کوئی توجیہ نہین کرتا اور ایسے لوگون نے جن کا حق رائے زنی اس قسم کے امورمین مسلّم قرار پاچکا ہے اس کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ یہ خراسان کے تاتاری فرمان رواؤن مین سے کسی کا مقبرہ ہے اگرچہ یہ مفروضہ بھی کہ اس برج کو کسی زمانہ مین فوجی ضروریات کیلئے تعمیر کیا گیا ہوگا قابل التفات ہے۔ کرنل اسٹوارٹ کا قیاس ہے کہ یہ مینار شکار[۲] کے مقصد سے بنایا گیا ہوگا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ اسی قسم کا ایک برج ایک دوسرے گاؤن کے قریب استرآباد اور رَے کی سڑک

---

[۱] "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۲۲ - الی - ۲۴ -

[۲] "پروسیڈنگس آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (۱۸۸۱ع) کرنل اسٹوارٹ نے رادکان کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے :- "اس ضلع مین ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نسل کے اونٹ ہوتے ہین خراسان کا اونٹ اپنے قدوقامت اور توانائی کے لئے مشہور ہے۔ اس کے بال لمبے لمبے ہوتے ہین اور معمولی عربی یا ایرانی اونٹ کے مقابلہ مین یہ سردی گرمی اور زحمت زیادہ برداشت کرسکتا ہے۔ بہترین جانور وہ ہوتے ہین جو باختر کے اونٹ یعنی دو کوہان والے جانور اور عرب کے اونٹ یعنی ایک کوہان والے جانور کے میل سے حاصل کئے جاتے ہین۔ پہلی جھول مین جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنی قسم کا بہترین ہوتا ہے۔ معمولی ایرانی اونٹ عموماً ۳۲۰ پاؤنڈ (۴ من) اور ہندوستانی اونٹ ۴۰۰ پاونڈ (۵ من) بوجھ لیجا سکتا ہے - لیکن خراسان کی نسل کا اونٹ ۵۰۰ پاؤنڈ (۶¼ من) بلکہ ۷۰۰ پاؤنڈ (۸¾ من) بوجھ کا متحمل ہوسکتا ہے -

کے درمیان واقع ہے۔ اور اس برج کا نام بھی رادکان ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس نام سے جو نہ موجودہ فارسی ہے اور نہ ترکی۔ عمارت کی غرض و غایت کا کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔

سفر پشتہ



دوسرے دن میں نے گاؤن کے باہر قیام کیا اور رمضان علی کو اس غرض سے گاؤن مین بھیجا کہ قلات تک ہماری رہنمائی کرنے کے لئے کسی شخص کو اُجرت پر بطور بدرقہ مقرر کر کے لے آئے کیونکہ مین نے کوچان مین ایک افغان تاجر کی زبانی سنا تھا کہ یہان سے ایک راستہ پہاڑون مین سے ہوتا ہوا قلات کو جاتا ہے۔ ایک شخص نے تین قران کی معاوضہ مین پُشتہ تک جس کا فاصلہ ۶ فرسخ تھا ہماری رہنمائی کرنے کی حامی بھری۔ اوسنے بیان کیا کہ پشتہ سے آگے مین کبھی نہین گیا لیکن وہان سے کوئی دوسرا بدرقہ مل جائیگا جس وقت ہم گاؤن کی چار دیواری کے باہر ایک کھیت مین جو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خانقاہ واقع مشہد کے اوقاف مین سے تھا۔ بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے تو رادکان کا رئیس (یہ ایک سبز عمامہ پوش سید تھا جسکے ذمہ اس علاقہ کا انتظام تھا) کچھ لوگون کو ساتھ لئے تمباکو کے ایک کھیت کے معائنہ کے لئے باہر نکلا۔ فصل کو دیکھ کر اوس نے بآواز بلند اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ سال آیندہ تمباکو کے بجائے یہان گیہون بوئے جائین۔ ہم پھر دس بجے روانہ ہوئے۔ پشتہ تک کی منزل بڑی لمبی اور کٹھن تھی کیونکہ آفتاب کی حرارت بدن کو جھلسے ڈالتی تھی۔ اور کچھ دیر کے بعد گرم لو

چلنی شروع ہوئی جس نے صحرا کو گرد و غبار کے دم گھونٹنے والے بگولون سے بھر دیا۔ رادکان سے قریباً ۸ میل کے فاصلہ پر راستہ پہاڑیون کے اوس پہلے سلسلہ کے دامن مین داخل ہوا جو میدان کے شمال کی جانب واقع تہا اور پھر ایک سیل کی خشک نہ کو عبور کرتا ہوا ایک سطح مرتفع پر جا پہونچا جو اس علاقہ کے خاص کوہستانی سلسلہ اور وادی مشہد کے درمیان کی تدریجی سطوح مرتفع مین سے پہلی تہی۔ اس گرم و خشک ریگستان مین کہین کوئی گاؤن واقع نہ تھا۔ اور سبزہ اور پانی کا کہین نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ رادکان سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مدور قلعہ کے پاس سے ہو کر گزرے جو کھردری اور پتھریلی دیوارون سے محیط تھا اور جسکے ایک کنارہ پر ایک چٹان کے نیچے جسپر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تہا۔ شیری[۵۱] کا گاؤن ایک ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ اس کو طے کر کے شمال کی جانب بڑہتے ہوئے ہم ایک دوسری بلندتر سطح مرتفع پر پہونچے جو کئی میل تک ہزار مسجد[۵۲] یعنی خاص سلسلہ کوہ کے دامن کی طرف پہیلی ہوئی ہے۔ اِسکے طول مین کچھ کچھ فصل سے

---

۵۱ جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین سے کسی مین یہ نام مینے نہین دیکھے۔ اور اسلئے مین نے اونہین اوسی طرح ادا کیا ہے جیساکہ مینے اونہین سنا۔

۵۲ اس سلسلہ کوہ کی مخروطی چوٹیون کو مسلمان زایرون کے تصور نے بہت سی مسجدون کے مینارون سے تشبیہ دی ہے اور اسی لحاظ سے اسکو ہزار مسجد کہا گیا ہو۔ ہزار کا لفظ فارسی مین کثرت محض کے معنون مین استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد مین ہزار پیغمبر اب تک مبعوث ہوئے ہین اور ہر ایک سے ایک ایک مسجد منسوب ہے۔

گرکی پشان اور ارروخ کے گاؤن واقع ہین۔ ہم موضع پشتہ بین خیمہ زن ہوئے جو اس وسیع کوہستانی چبوترہ کی جانب جنوب رادکان سے کچھ چھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ باہر میدان مین خانہ بدوش کردون نے ایک بہت بڑا پڑاو ڈال رکھا تھا۔ اور اونکے سیاہ کئی چوٹیون والے خیمے اور کثیر التعداد ریوڑ ہمکو نظر آرہے تھے۔

سفر بلغار

۶- اکتوبر۔ ہم پونے سات بجے صبح کے روانہ ہوئے اور میدان کو طے کرتے ہوئے سیدھے موضع ارروخ (یا اردماخ) پہنچ جو دو میل کے فاصلہ پر سلسلہ کوہ کے دامن مین واقع تھا پہونچے۔ یہان ہم نے ایک چوڑی مگر خشک سیل کی تہ کو عبور کیا جو چٹان کی دیوارون مین سے لہراتی ہوئی گزرتی تھی۔ ایک میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمارا گزر ایک میدان مین ہوا جہان دو دوسرے آپس مین ملتے تھے ہم دہنی طرف والے درہ مین داخل ہوئے اور ایک کوہستانی وادی کو قطع کرتے ہوئے موضع اوغزا مین جا پہونچے جو اسکے ایک طرف کو چٹان کی ایک بہت بڑا زاویہ منفرجہ بناتی ہوئی ڈھال پر شاخہائے سبز اور بیاجین کا لباس پہنے واقع ہے۔ یہان ہم نے ایک بدرقہ اپنے ساتھ لیا اور اوسکے پیچھے پیچھے ایک تنگ و عمیق درہ مین داخل ہوئی جو پہاڑ کو اس طرح سے قطع کر رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے اپنے عظیم الشان تیشہ سے سنگ خارا کا پہلو چیر دیا ہے۔ اس کی دیوارین بالکل عمودی تھین اور بعض بعض مقامات پر کئی صدیون کے طوفان کی وجہ سے ان کا اوپر کا حصہ جھروکے والی

برجیون اور میناروں کی شکل مین منتقل ہوگیا تہا۔ اس کی تہ مین ایک ندی شور مچاتی ہوئی بہہ رہی تہی جس نے اپنی پتھریلی گزرگاہ پر مسلسل ومتصل کاوش سے جا بجا ڈابر پیدا کر دیے تھے۔ بصد دقت وزحمت ہمارے گھوڑون نے اس صعب المرور مقام کو طے کیا۔ یہ عظیم الشان درہ جسکی دیوارین سلسلہ در سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے تدریجی چبوترون کی شکل کی ہین ایک چھوٹے سے معیار پر بعینہ ایریزونا[1] کے اوس بے نظیر مگر غیر معروف دہانہ کے مشابہ ہے جس مین دریاے کالوریڈو بہتا ہے۔ اس مہتم بالشان درہ مین دو گھنٹہ تک سفر کرنے کے بعد ہم اسکے دہنے یعنی مشرقی پہلو پر چڑہے اور پہاڑون کے اوپر اوپر شمالی ومشرقی سمت اختیار کرتے ہوئے پہاڑیون کا ایک دوسرا سلسلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک نئی وادی مین داخل ہوئے جو چشمون اور ندی نالون کی فراوانی سے سیراب تھی اور جہان وضع قریش کے باشندون کی کہیتیان لہلہا رہی تہین۔ جسقدر پہاڑی گاؤن مین نے دیکھے اون سب مین یہ گاؤن قابل ذکر ہے۔ یہ ایک ڈہلوان چٹان کے پہلو پر واقع تھا اور اسکے مکانات بالکل ان گھرتہرون کے تہے۔ جن کی چنائی مین زیادہ صفائی کا لحاظ نہین رکھا گیا تھا۔ ان سب کے اوپر ایک قدیم پتھر کے قلعے کے کھنڈر ایک چوٹی پر سے تیوری چڑہائے ہوئے نظر آتے تہے۔ آفتاب کی پوری روشنی

---

[1] ایریزونا ریاست ہاے متحدہ امریکہ کا وہ علاقہ ہے جسکے شمال مین کوٹا۔ مشرق مین نیومیکسیکو۔ جنوب مین ریاست میکسیکو۔ اور مغرب مین نواڈا اور کیلی فورنیا واقع ہین۔ اس کا رقبہ ۱۱۳۹۱۶ میل مربع ہے۔ آبادی حسب مردم شماری ۱۸۹۰ء علاوہ ۳۲ ہزار اصلی باشندون کے ۵۹۶۲۰ تہی ایریزونا شمالی امریکہ کی مغربی سطح

مین بھی اس مقام کے دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس پر تاریکی چھا رہی ہے یہان سے ہم شمال کی جانب پلٹے اور پہاڑیون کی ایک دوسری قطار کی زینہ پیمائی کر کے ایک اور وادی مین داخل ہوئے جہان بلغار کا خوشنما گاؤن آباد ہے۔ یہان نو گھنٹے کی منزل طے کرنے کے بعد ہم شب باش ہوئے گو کہ راستہ کے پتھریلے اور دشوار گزار ہونے کے باعث ہم نے غالباً چوبیس میل سے زیادہ کی مسافت نہ طے کی ہو گی۔

بدرقہ کو زد و کوب ہوئی

ہم خیمہ زن ہو چکے تو مین نے سنا کہ جس کسان نے دوپہر کے وقت ہماری رہبری کی تھی اوسے اپنے گاؤن کو واپس جاتے وقت ایک ایرانی سوار نے بے طرح مارا

مرتفع کا ایک نہایت وسیع حصہ ہے جو جنوب کے طرف ڈھلتا ہوا چلا گیا ہے اور شمال و مغرق سے جنوب و جنوب کی سمت مین عظیم الشان سلسلہ ہائے کوہ جو زیادہ تر راکی ماونٹین کی کنگرہ وار شاخون پر مشتمل ہین۔ قطع کرتے ہین اس کوہستان کی ایک ایک چوٹی کا ارتفاع ۱۲ ہزار سے لیکر چودہ ہزار فیٹ تک ہے۔ دریاب کالوریڈو اپنی معاون ندیون کے ساتھ اس علاقہ کو سیر آب کرتا ہے۔ سطح مرتفع ایزی زونا کا ایک نہایت ہی حیرت انگیز اور دل پر بلے خیال اثر پیدا کرنے والا نظارہ یہ ہے کہ ان ندیون اور دریاؤن نے ہر سمت مین اسے غیر معمولی گہرائی سے چیر رکھا ہے۔ اسطرح جو گزرگاہین ترکیب پائی ہین۔ اونہین لفظ کنان (درہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے دونون طرف کی دیوارین بعض جگہ کئی ہزار فیٹ کی ولی بلندی کو پہونچتی ہے۔ سب سے زیادہ مشہور دریا۔ کالوریڈو کا عظیم الشان دہانہ ہے جو چارسو میل لمبا ہے اور جسکی دیوارون کا ارتفاع پندرہ سو میل سے لیکر چھ ہزار فیٹ ہے۔ چنانچہ اسی منظر کی طرف مصنف ممدوح نے متن مین اشارہ کیا ہے۔

پٹیا۔ میرے ملازموں سے اوس نے پہلے ہی سے کہدیا تھا کہ راستہ تو میں دکہا تا ہوں لیکن میری خیر نہیں معلوم ہوتی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن تین قران کی طمع ایسی نہ تہی کہ اسکے مقابلہ میں وہ زدوکوب کی کچھہ پروا کرتا۔ میرے ایک ملازم نے اس بیچارے کے چیخنے اور چلانے کی آواز سنی اور سوار کو اوسے مارتے ہوئے دیکھا لیکن یہ سوار ہمیں نہ تو اس کے بعد ملا اور نہ ہم کو اوسکا کچھہ حال معلوم ہوا وہ غالباً ان مقامات میں حکومت فارس کا کیہ و تنہا قایم مقام تھا اور ایک کثیر التعداد کاروان کے مقابلہ میں اپنے اقتدار اور شان و شکوہ کے اظہار کا چندان آرزومند نہ تھا۔

ازبلغار تا بہ وارده



اکتوبر۔ باوجودیکہ ہماری رہبری کا خمیازہ پہلے ایک شخص اس بری طرح سے اٹھا چکا تہا۔ پھر بھی آج صبح ایک اور بدرقہ ہمیں مل گیا ایک گھنٹہ تک ہم اون پہاڑیوں پر چڑہتے اور پھر اُن پر سے اُترتے رہے جو مریش کی جانب شمال واقع ہیں۔ اور پھر شمال کیطرف کوچ کر کے ہم آخرالامر اوس راستہ پر ہو لئے جو مشہد سے قلات کو جاتا ہے اس راستہ پر جو ایک عمیق دہانہ میں سے ہو کر گزرتا ہے تار برقی کے ستون قایم تہے جن پر کہ تار تھا مگر ایسا ڈھیلا کہ ہمیں وقتاً فوقتاً اپنے سر کو اوسکی زد سے بچانے کیلئے نیچے جھکانا پڑتا تہا۔ یہان کاروان کی وہ شاہ راہ مجھے ملی جو مشہد سے قلات نادری کو جاتی ہے اور جسکو اکثر انگریزی سیاحون نے جو نادر کا قلعہ دیکھنے گئے اختیار کیا ہے[1] یہان سے یہ راہ ایک تنگ اور

[1] جن انگریزون نے قلات کو دیکھا اور اوسکا حال بیان کیا وہ حسب ذیل ہیں :- ا فریزر نے ۱۸۲۲ء میں بالمنوش خان

عمیق درہ مین سے ہوکر گزرتی ہے جسکی دیوارین اسقدر قریب قریب ہین کہ بعض مقامات پر
پر صرف ایک سوار گزر سکتا ہے[۵۱]۔ اس درہ کا نام دہانہ پیرزن ہے[۵۲] ایران مین جب کسی خاص
طور سے زشت و کریہ اور خوفناک منظر کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوس کو اس عجیب و غریب مگر جیسا کہ مین آگے چلکر ظاہر
کرونگا نہایت ہی موزون تشبیہ کی وساطت سے ادا کیا جاتا ہے۔ ایک گھنٹہ مین اس دشوار گزار مقام کو طے کرنیکے
بعد ہم ایک کشادہ تر و وسیع تر وادی مین پہونچے جہان دو سڑکین پھٹ کر مشرق اور مغرب کی سمتین
اختیار کرتی ہین۔ مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ مغرب کی طرف والی سڑک بھی قلات ہی کو جاتی ہے

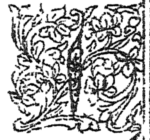
کے ساتھ مشہد سے قلات جانے کی کوشش کی لیکن مجبوراً اوسے اس کوشش کو ترک کرنا پڑا) کرنل ویلنٹاین بیکر (۱۸۷۶ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۱۹۴ الی ۱۱۰ + کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۶ء) "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" چھیالیسوین جلد صفحات ۷۵ الی ۷۹ و ۱۴۹ الی ۱۵۰ + سر سی میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۶۲ - ۳۸ + ای او ڈونوون (۱۸۸۱ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۸۲ + کپتان اے سی ییٹ (۱۸۸۵ء) "تھرو خراسان" (سفر خراسان) مندرجہ اخبار "ڈیلی نیوز" مورخہ ۲۷ اگست ۱۸۸۵ء۔ مسٹر اے کانڈی اسٹیون نے بھی ۱۸۸۱ء مین جب وہ سفارت انگریزی متعینہ طہران کے سکرٹری تھے قلات کو دیکھا لیکن اون کی رپورٹ عام طور پر شایع نہین کیگئی۔

[۵۱] اس دشوار گزار اور ہیبت ناک تنگنا کے مصدرین کو جس کی سنگلاخ زمین اور بھی زیادہ ناہموار ہے مین مشہد کو واپس ہوتے وقت بیان کرونگا اور اوس وقت پر اس کی حیرت انگیز استواری اور استحکام کے متعلق میکگریگر کی رائے کا اقتباس بھی درج کرونگا۔

[۵۲] دہانہ اور تنگ دونون فارسی لفظ ہین جو درہ کے معنون مین استعمال کئے جاتے ہین لیکن فرق ان دو کے مفہوم مین یہ ہے کہ دہانہ تو اوس مقام یا جگہ کو کہتے ہین جو دو پہاڑیون کے قاعدہ کے مابین واقع ہو اور تنگ سے مراد وہ گھاٹی ہے جو دو عمودی چٹانون کے درمیان ہو۔

لیکن بہت زیادہ ناہموار ہے اور گہوڑے اسپر سے گزر نہین سکتے۔ دوسرا راستہ البتہ آسان تھا اور اوسی کو عام طور پر مسافر اختیار کرتے تہے۔ چنانچہ ہم نے اپنا سمتہ آفتاب کی طرف موڑا اور مشرق کی سمت مین ایک مرتفع وادی کو طے کرنا شروع کیا۔ قراداغ (کوہ سیاہ) کا سلسلہ ہماری بائین طرف تہا اور اوسکے چونے کے پتھر کے نوکیلے ٹیکرون کے پہلوؤن پر "جونیپر" بوٹی اگی ہوئی تھی۔ اس وادی کے ایک مقام پر جہان ہمارا گزر ایک بلندی پر ہوا مشرق کی طرف ایک نہایت عالیشان نظارہ ہمارے دیکھنے مین آیا۔ پہاڑون کی قطارین سلسلہ درسلسلہ بتدریج ڈہلتی ہوئین دریائے تجند کے طاس کیجانب (جو کشف رود اور ہری رود کے اتصال سے ترکیب پاتا ہے) اور ترکمانی صحرا کی طرف چلی گئی تہین اور صحرا کا دہندلا منظر افق کے دریچہ پر ایک ہلکے زعفرانی پردہ کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس وادی مین کوئی ڈیڑہ گھنٹہ چلنے کے بعد ہمیں ایک مقام پر دفعتہً بائین طرف کو مڑنا پڑا۔ اور ایک پگڈنڈی پر سے ہوکر جسکا نام دواہ بوینی یعنی گردن شتر ہے ہم پہاڑ پر چڑہے یہ پگڈنڈی ایسی ڈہلوان اور کسی مقام پر سے ایسی ناہموار اور کہین سے ایسی سلیٹ تہی کہ باوجود پیدل ہونے کے ہم اپنے گہوڑون کو بڑی مشکل سے اسپر چڑہا کر لیجانے مین کامیاب ہوسکے پہاڑ کی چوٹی پر پہونچکر ہمین ایک دوسری وادی نظر آئی جو اوس وادی کے متوازی تہی جسے ہم ابہی چہوڑ آئے تہے یعنی اسکا رخ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف تہا۔ اس مین ایک چہوٹا سا گاؤن آباد تھا جسکے ساتھ ایک ٹیلے پر ایک ویران قلعہ نظر آرہا تھا۔ اس سے کچھ اور آگے چل کر وارده کا بڑا سرخ رنگ کا گاؤن تھا۔

باغ خان


ن گاؤن کو اپنی بائین طرف چھوڑکر ہم تار کے ستونون کی رہنمائی سے مشرق کی سمت مین تلال کی جانب روانہ ہوئے جنکی افق دوز فصیلین اب ہمکو دہندلی سی نظر آنے لگین - پانچ گھنٹے تک وقت زین رہنے کے بعد مین کچھہ دیر کے لیے ناشتہ کرنے کی غرض سے ایک آب جو کے کنارے ٹھہر گیا - یہ آب جو ایک وادی مین جو اس مقام پر ایک سنگلاخ گھاٹی کی شکل اختیار کر لیتی ہے بہ رہی تھی - مجھے یہان ٹھہرے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جن ترکمانون کو مین یہ ہدایت دیکر پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ خچر والون کو راستہ بتائین اون مین سے ایک نے آکر یہ خبر دی کہ گردن شتر پر چڑہتے وقت ایک خچر پھسلکر پچاس فٹ تک نیچے لڑہکتا ہوا چلا گیا جس سے اوس کی ایک ٹانگ زخمی ہو گئی یا ٹوٹ گئی - مجھے اس خبر کے سننے سے ذرا بھی تعجب نہین ہوا کیونکہ بعض مقامات ایسے ہین جنکو ایرانی خچر بھی بغیر خطرہ مین پڑنے کے عبور نہین کر سکتے اور بلا شبہ وشک یہ ہیبتناک قدرتی زینہ یعنی گردن شتر ان مین سے ایک ہے - اس بیچارے زخمی جانور کو ہم پیچھے چھوڑتے گئے تاکہ ہماری واپسی کے وقت تک اوس کی خبر گیری کی جائے اور دو میل تک گھاٹی گھاٹی چلے گئے حتی کہ اسکے مشرقی کنارہ پر ہم باغ خان کے چھوٹے سے گاؤن اور بوسیدہ قلعہ مین آ پہونچے -

کوہستانی گھاٹیان

یہان پہونچکر تار کے ستونون کا رخ دفعتہً شمال و مشرق کی طرف پلٹ گیا اور

ہمین پہاڑیون کے ایک کوہان کے عبور کرنے مین جو غلطان و پیچان دور تک چلا گیا تھا اور جسکے دوسرے سرے پر ایک عمیق گہائی شروع ہوئی تھی ایک گھنٹہ لگا اور جب ہم اسکو طے کر چکے تو معاً ایک نیا عظیم الشان نظارہ ہماری نگاہ کے پردہ پر ہویدا ہوا۔ اب ہمین قلات کے بیرونی حصار کے جنوبی حصہ کے نالی دار برج صاف نظر آنے لگے اور حصار کے اس حصہ مین جو شگاف ہے اوسکے قریب برجون کا آکر سرنگون ہوجانا بھی ہمکو معلوم ہونے لگا۔ اس سے پرے شمال کی جانب کمتر ارتفاع کی پہاڑیان اس صورت سے پھیلتی ہوئی چلی گئی تہین کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک دریاے سنگلاخ موجین مار رہا ہے۔ اس سے بھی آگے جب پیک نظر کو مین نے دوڑایا تو مجھے افق کے قریب سمندر کی لاجوردی سطح کی تمثال قراقم (ریگ سیاہ) کا نیلگون تختہ بچھا ہوا نظر آیا جسکو مین قریباً ایک ہفتہ پیشتر عاشق آباد مین خیرباد کہہ چکا تھا۔ جہان مین کھڑا ہوا تھا وہان سے جانب شمال اگر ایک خط مستقیم کھینچا جاتا تو وہ روسی اسٹیشن کاہکا مین سے ہوکر گزرتا جو ماوراءالنہری ریلوے پر واقع ہے۔ اسی اسٹیشن یا اسکے قریب کے اسٹیشن دوشک سے ایک سال قبل مین اور میرے ساتھی ریل سے اوترے تھے اور بغیر کسی قسم کی تیاری کے ہم نے یہ منصوبہ باندھا تھا کہ چلکر قلات اور مشہد کی سیر کر آئین۔ یہ بات ہمارے وہم و گمان مین بھی نہ گذری تھی کہ جن مقامات کی سیر کا ہم نے عزم کیا ہے اون تک پہونچنے کے لئے ہمین کس قدر وسیع۔ ہیبت ناک اور دشوار گذار مراحل طے کرنے پڑینگے۔ اوس موقع پر روسی حکام نے ہمین جانے سے روک[1] دیا تہا اور مین نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لئے اوسوقت سے

[1] دیکھو پرشیا ان سنٹرل ایشیا (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۰۱۔

لیکن اب تک کئی ہزار میل کا سفر سمت مقابل سے منازل مقصود تک پہونچنے کے لیے کیا ہے۔ الغرض ہم نے اب ایک نہایت ہی ڈھلوان اور لمبے اوتار سے نیچے آنا شروع کیا اور چونکہ ہماری بائین جانب گھاٹی کا اوتار بعض دفعہ قریباً عمودی ہو جاتا تھا اس لیے ہمین یہان زیادہ تر پیدل چلنا اور اپنے گھوڑون کو لگام تھامے ہوئے ساتھ اپنے پیچھے پیچھے لانا پڑا۔ درہ کا پہلو سے مقابل رنگین چکنی مٹی کے اجزا سے جنکے اوپر بھر بھر پتھر کی برجیان اور مینارے سر اوٹھائے کھڑے تھے مستور تھا۔ اور جب ہم نے اس عجیب وغریب اور بوقلمون نظارہ کا تماشا دیکھا تو ہم کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا پہاڑ کو کسی میلے یا جشن کی تقریب مین ایک مختلف الالوان جامہ جس مین ارغوانی اور کاسنی رنگ کی جھالرین ٹکی ہین پہنا دیا گیا ہے[۵]۔ اس گھاٹی مین تیتر کثرت سے موجود تھے اور چار چار چھ چھ آٹھ آٹھ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ فراٹا بھر کر ہمارے قدمون کے نیچے سے اوڑے مگر سو گز سے زیادہ دور نہین جاتے تھے۔ اور حقیقت مین اونکو اوڑنے کے مقابلہ مین چلنے مین زیادہ آسانی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ پہاڑ کی نوکیلی اور عریان چوٹیون پر گلہریون کی طرح پھرتے تھے۔ اُتار کے نیچے آکر ہم ایک سیل کی خشک تہ مین سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے یہان تک کہ ایک سنگلاخ دہلیز مین سے یہ اوس وادی مین آنمودار ہوئی جو وادی تلات سے پہلے کی ایک وادی

---

[۵] میننے سوائے دریائی یلو اسٹون (سنگ زرد) کے درہ کے جو شمالی امریکہ مین واقع ہے پتھر اور مٹی مین کہین ایسے شوخ قدرتی رنگ نہین دیکھے۔

کے پہلے آتی ہے۔ یہان پہونچکر تار برقی کے ستون اور راستہ دہنی طرف کو مڑ گیا لیکن چونکہ اب دوپہر ڈہل گئی تھی اور ہمارے جانور ماندہ و خستہ ہورہے تہے لہذا ہم بائین طرف کو پلٹ کر ایک بڑی ندی کے کنارے کنارے ہولئے جو وادی کے بیچ مین بہ رہی تھی اور چنارون اور سفیدون کا سبز طرہ اوسکی کلغی مین لگا رہی تہی۔ اس وادی کے مُنہ پر ایک دیوقامت چنار کا درخت ایک چٹان کی جڑ مین سے جہان کسی امام زادہ کا مزار تھا اگا ہوا تھا۔ اس درخت کی شاخون پر کثرت سے مینڈہون کے سینگ لٹک رہے تہے جنہین خوش اعتقاد مسلمان زایرون نے اس خانقاہ پر تعظیم و تقدس کی اسی طرح کی اور علامات کے ساتھ چڑہاوے کے طور پر چڑہایا تھا۔ ڈیڑہ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد مین موضع اسرجہ (یا آب گرم) کی چھوٹی سی گوشہ گزین بستی مین پہونچا جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب گرم پانی کے کچھ چشمے ہین۔

آب گرم

چونکہ میرے خچر جن پر سب سامان تھا بہت پیچھے رہ گئے تہے اور اگر غروب آفتاب سے پہلے وہ منزل پر پہونچ بہی جاتے تاہم اونکے آنے کے لئے کئی گھنٹے درکار تہے لہذا مین نے قصد کر لیا کہ کم از کم ایک رات تو ضرور کسی ایرانی جھونپڑے مین گزارنی چاہیے لیکن اسرجہ کے باشندون نے ایک اجنبی کو دیکھکر اظہار مسرت نہین کیا اور نہ اپنی مہمان نوازی کا ثبوت دیا۔ اول تو اونہون نے یہ بیان کیا کہ نہ تو ہم تمہارے جانورون کے لئے چارہ بہم پہونچا سکتے ہین اور نہ تمکو شب باش ہونے کے لئے کوئی مکان دے سکتے ہین۔ مگر

پکھہ روز قدح کے بعد ایک گاؤن والے نے کچی مٹی کی ایک کوٹھری جو خالی تھی میرے حوالے کی۔ اور میرے بدن پر جسقدر کپڑے تھے اونہین کی مدد سے جسطرح مجھہ سے بن پڑا مین نے شب باش ہونے کیلئے تہیا کیا۔ خوش قسمتی سے کوئی ساڑھے دس بجے رات کے خچر آن پہونچے جسکی وجہ یہ تہی کہ ایک بدرقہ مل گیا تہا جس کی مدد سے وہ صحیح وسلامت پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔

قلات مین داخل ہونیکا امکان

دو دن مین جن دیسی لوگون سے میری ملاقات ہوئی اون سے قلات مین داخل ہونے کے امکان کے متعلق نہایت متضاد روائتین میرے سننے مین آئین بعض تو یہ کہتے تہے کہ جو شخص چاہے قلات مین جا سکتا ہے[۵۱] اور بعض کا یہ بیان تھا کہ پہاٹک پر سخت پہرہ رہتا ہے اور کسی اجنبی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہین دیجاسکتی۔ پس اب یہ سوال پیش آیا کہ مجھے کس بہیس مین قلات کے اندر جانے کی کوشش کرنی چاہیئے مین یہ نہین چاہتا تہا کہ اس قدر زحمت اٹھاکر یہان تک آنے کے بعد لوٹا دیا جاؤن لیکن ساتھہ ہی مین کوئی ایسی بات بہی نہین کرنی چاہتا تہا جس سے معلوم ہونے پر شبہ پیدا ہو

۵۱ جرنیل اینکات نے اوّل اوّل مین مجھہ سے یہ پوچھا تہا کہ مشہد کو کوچان کی راہ سے جانے کے بجائے کیون آپ کاہکا اور قلات نادری کا زیادہ دلچسپ راستہ اختیار نہین کرتے۔ جرنیل موصوف نے مجھہ سے یہ بہی کہا کہ روسی افسرون کو خود اون کی گورنمنٹ کی طرف سے داخل ہونے کی ممانعت ہے لیکن انگریز کو کوئی نہین روکے گا۔

یا انگلستان کی آبرو پر حرف آئے۔ جو کچھ کہ بعد میں میرے دیکھنے میں آیا اوسکی بنا پر میں قیاس کرتا ہون کہ رات کے وقت گھوڑے پر سوار قلعہ کے اندر چلا جانا اغلب ترین امکان ہوتا گو کہ اس امر کی نسبت یقینی طور پر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال چونکہ مجھے اپنے ارادہ کا اخفا منظور نہ تھا اور بے ضرر ہونے کے باعث وہ محتاج اخفا بھی نہ تھا لہذا میں نے قصد کر لیا کہ روز روشن میں قلعہ کے پھاٹک پر (اگر کوئی پھاٹک موجود بھی ہوا) جاؤنگا اگر بلا مزاحمت داخل ہو سکا تو خیر ورنہ ہرگز داخل ہونے کا قصد نہ کرونگا۔ اسکے علاوہ اس نواح میں میرے موجود ہونیکا واقعہ ایسا نہ تھا کہ کسی نہ کسی وقت عام طور سے معلوم نہ ہو جاتا اور اسلئے تبدیل لباس یا اخفا کی کوشش میں گو عارضی طور پر مجھے کامیابی بھی ہو جاتی تاہم آخر میں جا کر راز افشا ہو جاتا۔

ہمارا قلات کے قریب پہونچنا

۸ اراکتوبر ساڑھے چار بجے صبح کے میں اٹھا اور پانچ بجے چاندنی میں روانہ ہوا کیونکہ دس میل کی کڑی منزل میرے سامنے تھی۔ وادی اسر چپ کے اوس مقام تک آکر جہان ہم کل اسمیں داخل ہوئے تھے ہم نے ندی کے بہاؤ کا رخ اوسکے کنارے کنارے اختیار کیا جو یہاں شمال کی طرف پلٹ کر ایک تیرہ و تار سنگلاخ گھاٹی میں جو دربند جور کے نام سے مشہور ہے داخل ہوتی تھی۔ اس گھاٹی کی تیرگون دیوارون کے درمیان ہمکو اپنا رستہ ندی کی تلیٹی کے اندر اور کبھی اوسکے باہر ٹٹولتے ہوئے جانا پڑا۔ چاند ہمارے سر پر بصد آب و تاب چمک رہا تھا اور ہمارے سامنے بنات النعش متانت و وقار کے

ساتھہ جھلملا رہی تھین - گہاٹی کے مخرج پر ایک ویران اور بوسیدہ قلعہ کھڑا تھا - راستہ
اب چوڑا ہوتا ہوا ایک مسطح اور کشادہ وادی پر جا کر منتہی ہو گیا - ایک عجیب و غریب ٹیکرا
جسکے گریبان کو قدرت نے تشنج کی حالت مین چاک کر ڈالا تھا ہمارے دیکھنے مین آیا -
اس کے ٹکڑے وادی کے عرض مین پہیلے ہوئے تہے اور اوسکے طبقات حجریہ کچھہ
عجب طرح سے بل کہائے اور جہکے ہوئے تھے - کہار کے پہلو سے نفت آمیز پانی کی
نہرین نکل نکلکر ندی مین جاملتی تہین جسکی سطح پر سے ہمکو دیکھہ کر جنگلی بطخون کی ایک ٹکڑی شور
مچاتی ہوئی اوپر کو اڑی - اس وادی کو ہم نے نصف طے کیا تہا کہ آفتاب نکلا اور اوس کی
روشنی مین تلات کی جنوبی دیوار اپنی دہنی جانب ہمکو نظر آئی - یہ چٹان کی ایک رفیع و عظیم الشان
قدرتی فصیل تھی جو وادی کی سطح سے اٹھکر سات یا آٹھہ سو فیٹ کی بلندی تک چلی گئی تھی چوٹی
پر یہ فصیل تختہ کی طرح مسطح تھی لیکن اسکے پہلو جو بالکل عمودی اور ناقابل نفوذ تہے کہ درے
اور نالی دار تہے - چار دفعہ مین اس رفیع الشان سد کے نیچے ادہر سے اودہر گزرا اور ہر دفعہ
مین نے یہی خیال کیا کہ جو قدرتی مناظر میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب
سے زیادہ حیرت انگیز ہے - اسکے بیرونی ڈہال یا پشتے نہایت ڈہلوان چٹانون اور
سنگلاخ دندانون پر مشتمل ہین اور وادی پر سے ابھرتے ہوئے اسکے پہلوؤن کی طرف
بڑہتے ہین اور اون کی شکل ملبہ کے عظیم الشان انبارون سے ملتی ہے جن کی نسبت بظاہر یہ گمان
ہو سکتا ہے کہ اوپر سے پتھر پھینک پھینک کر یہ ڈہیر لگا دیے گئے ہین جس مقام پر یہ قدرتی
پشتے ختم ہوتے ہین وہان سے چٹان دیوار کی طرح سیدھی اپنی ہوائی برجیون تک اٹھی

ہوئی چلی جاتی ہے۔ چونکہ یہ دیوار قلات کا جنوب و مشرق کی طرف سے احاطہ کرتی ہے لہذا صبح کے وقت سورج کی شعاعیں اس پر نہیں پڑتیں بلکہ یہ سایہ میں چھپی رہتی ہے۔ البتہ شام کے وقت جب سورج ڈوبنے لگتا ہے تو سنگ سرخ اوسکی ترچھی کرنوں کے تلے سنگ یاقوت و سنگ یشب کے ستونوں کی طرح جگمگا اوٹھتا ہے اور فصیل کا یہ تمام حصہ پہلوئے آتش معلوم ہوتا ہے۔

دروازۂ ارغوان شاہ

وادی کے اتار کے رخ میں آتے وقت جہاں کوئی متنفس نظر نہیں آیا میں نے کچھ دور آگے ایک مقام دیکھا تھا جہاں سنگلاخ فصیل کی سطح چوٹی دفعۃً خلائے محض پر منتہی ہو گئی تھی اور روس کا تسلسل بظاہر کسی دراڑ یا شگاف کی وجہ سے رک گیا تھا۔ جب ہم اس مقام کے قریب پہونچے جو اوس گھاٹی سے قریب سات میل کے تھا جس میں سے ہو کر ہم وادی کے اندر داخل ہوئے تھے تو وادی کے پہلو ملنے شروع ہوئے حتی کہ تھوڑی دیر میں وہ اسقدر قریب آ گئے کہ صرف ایک تنگ سا راستہ باقی رہ گیا۔ جسپر ندی کی تہ نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اس قدرتی گذرگاہ کو ایک یا دو دفعہ پیچ و خم کھا کر طے کرتے ہوئے ہم ایک چٹان کی دہلیز کے قریب پہونچے جسکا عرض کوئی بیس گز ہوگا اور جسے ایک دیوار نے بالکل مسدود کر رکھا تھا۔ اس دیوار میں اگر کوئی منفذ تھا تو وہ تین محراب نما در تھے جن میں سے ندی گزرتی تھی اور قلات کے اندر جانے والے کے لیئے اگر کوئی پھاٹک تھا تو وہ یہی محرابیں تھیں۔ محرابوں کے اوپر دیوار کا جو حصہ

تہا اوس مین مورچے بنے ہوئے تہے اور ایک کنگورہ دار فصیل بھی اوسپر موجود تھی لیکن اسکے اوپر کوئی شخص موجود نہ تہا اور زندگی کی کوئی علامت ہمکو نظر نہ آئی۔ یہی وہ مشہور ومعروف پہاٹک ہے جسے دربند ارغوان شاہ کہتے ہین۔ ارغوان شاہ[ف] نے جو ہلاکو خان کا پوتا تہا ابتداءً اس درہ کو مستحکم کیا اور اوس کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک مرتبہ اوسے اوسکے چچا احمد خان سے نے لڑائی مین شکست دی تو وہ قلات مین آکر قلعہ بند ہوگیا پہاٹک سے گذر کر گھاٹی کی دہنی دیوار پر چٹان کے ایک صفائی کے ساتہہ تراشے ہوئے حصتہ پر ایک خوشنما کتبہ ثبت کیا ہوا نظر آتا ہے جس مین یہ واقعہ مندرج ہے۔ موجودہ دیوار حال مین بنائی گئی ہے۔ اس سے پہلے کی دیوار نادر شاہ کی تیار کرائی ہوئی ہتی جو میری دانست مین بہت زیادہ مستحکم تھی۔

میرا داخل ہونا معلوم ہوجاتا ہے

اب مجھے یقین ہوگیا کہ میرے تمام وساوس وخطرات بے بنیاد تہے۔ چنانچہ مین نے ندی کی تلہٹی مین گھوڑا ڈالا۔ اور رمضان علی خان۔ گرگیوری اور شکر اللہ کو کہ وہ بہی گھوڑون پر سوار تہے اپنے ہمراہ لئے بیچ کی محراب مین سے اندر داخل ہوا۔ کسی شخص نے وہان آکر

[ف] یہ شاہنشاہ جسے اہل ایران ارغوان شاہ کہتے ہین مگر جو عام طور پر ارغوان شاہ کے نام سے مشہور ہو ۱۲۸۴ء سے ۱۲۹۱ء تک تاتار کا فرمانروا رہا۔ یہ وہی حیرت انگیز شخص ہے جسکے پاس قبلائی خان فغفور چین نے مارکوپولو کو ایک تاتاری عروس اوس کی پیشکش کے لئے ساتہہ دیکر بہیجا تہا۔ سلاطین یوروپ ساتہہ جن مین شاہ ایڈورڈ اول بہی شامل تہا اوسنے سیاسی روابط قایم کئے۔ اپنے باپ آباقا خان کی طرح اوس میلان بہی مذہب عیسوی کی طرف تہا اور مسلمانون کو اوس نے تمام سرکاری خدمتون سے نکال دیا تہا۔

ہمین نہین روکا۔ کچھ دیر بعد مجھے ارغوان شاہ کے کتبہ اور ایک گول برج کے دیکھنے مین لگی جو پہاٹک سی بہت اوپر پہاڑ کے ایک بلند مقام پر بنا ہوا تہا۔ کوئی سو گز کا فاصلہ گاؤن کے مکانات کی طرف جو گہاٹی کے دونون طرف واقع تہے مین نے طے کر لیا ہو گا کہ دفعتہً پہاٹک سے جسے ہم پیچہے چہوڑ آئے تہے کسی کے بے تحاشا چلانے کی آواز بلند ہوئی اور ایک تبہ حال سپاہی جو ابھی تک نیم خوابی کی حالت مین تہا۔ اپنا پہٹا پرانا سوتی کرتہ پہنتا اور پوری آواز سے چلاتا بہاگتا ہوا ہماری طرف آیا۔ اسکے جواب مین کچھ اور آوازین بھی آنی شروع ہوئین اور تہوڑی دیر مین دیوارین سے جو فی الحقیقت ایک فوجی برج تہا اور جسکے اندر دریچے لگے ہوئے تہے نیم ملبوس شخصون کی ایک گونا گون جماعت جسکے کپڑے پہٹے پرانے تہے نکلنی شروع ہوئی۔ البتہ کہین کہین شیر اور آفتاب کے نقش سے مزین کسی بٹن کی جہلک نیلی سرخ دہاری کی پتلون کے ساتہ نظر آجاتی تہی جس سے مجھے معلوم ہوا کہ مین شاہ کجکلاہ کی سربازیا باقاعدہ پیدل فوج کے ایک حصہ کے سامنے کہڑا ہون۔

پہرہ والون کے ساتہ میرا مکالمہ

چونکہ مین یہ نہین چاہتا تہا کہ فساد ہو جائے اور چونکہ سپاہی اپنا فرض ادا کر رہے تہے گو کہ اسقدر غفلت ضرور اون سے سرزد ہوئی کہ قریب تہا کہ مین اونکے بیچ مین سے اون کی آنکھون مین خاک جہونک کر نکل جاؤن لہذا مین ٹہر گیا اور اون سے میری گفتگو شروع ہوئی۔ اوّل اوّل تو اونہون نے نہایت سختی سے کام لیا اور یہ کوشش کی کہ ہمارے ہر ٹٹوون کی لگامین پکڑ کر کہینچتے ہوئے واپس لیجائین لیکن جب مین نے اون کو

سمجھایا کہ بغیر اجازت کے مرار اوہ آگے بڑہنے کا نہین ہے تو وہ ذرا دہیمے پڑ گئے۔
مین نے اون سے یہ دریافت کیا کہ تم لوگون کا سرکردہ کون ہے اور کہان ہے۔ مگر معلوم
ہوا کہ ایسا کوئی شخص وہان موجود نہ تہا۔ اسکے بعد مین نے پوچھا کہ خان قلات کہان ہے
اسکا جواب مجھے یہ ملا کہ خان اپنے گاؤن مین ہے جو یہان سے دو میل کے فاصلہ پر
واقع ہے۔ اس پر مین نے شکر اللہ کو جو ایرانی ہونیکے باعث شبہ سے پاک تھا ایک سپاہی
کے ساتھ جو اوسکے پیچھے اوسکے گہوڑے پر سوار ہو لیا خان کے پاس یہ پیغام دیکر بہیجا کہ
مین فلان شخص ہون اور اس بات کی اجازت چاہتا ہون کہ مجہکو قلات کے بیچ مین سے
گزرکر دوسری طرف جانے دیا جائے یا اگر وہ اپنی ذمہ داری پر مجھے اجازت نہ دے سکے
تو پھر مشہد تار دیکر اجازت منگوا دے۔

جماعت سرباز کا برتاؤ

ایرانی کو خان کی طرف بہیجکر مین پہاٹک پر سپاہیون سے باتین کرتا رہا۔ سردی
شدت کی تھی کیونکہ سورج کی کرنون کے اس دروازہ تک پہونچنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی تہے
اس لئے مین نے کچھ ایندھن مول لیا اور الاؤ جلایا۔ جب اونہون نے سنا کہ مین انگریز ہون
تو اون کا کہنچاؤ کم ہوگیا اور اونہون نے مجہ سے یہ بیان کیا کہ اگر تم روسی ہوتے تو جس وقت
تم گہوڑے پر سوار دروازہ کے اندر داخل ہوئے تہے اوسی وقت ہم تم کو گولی مار دیتے
مگر مین نے یہ سوال کرکے اون کو بے ضرورت دق کرنا نہین پسند کیا کہ جب تم نے مجہکو
دیکھا تک نہین تھا تو میری قومیت کا حال تمکو کس طرح معلوم ہوسکتا تھا یا جب تم لمبی تانے

سوور سے تھے تو تجھے گولی کس طرح مار سکتے تھے۔ اوہنون نے یہ بھی بیان کیا کہ سال گذشتہ
ایک روسی قلات دیکھنے کی غرض سے آیا تھا اور اوسنے ایک ایرانی کو زدو کوب کی مگر
ایرانیون نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اُس کی خوب گت بنائی۔ اسپر وہ تین سو ترکمانون
کو ہمراہ لیکر انتقام لینے کی غرض سے واپس آیا مگر جب ہم اون سے بر سر معارضہ ہونے
کے لئے باہر نکلے تو روسی اپنے ترکمانون کے ساتھ پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد اوہنون
نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ شاہ کے سب سے بڑے بیٹے ظل السلطان نے
ایرانی لباس ترک کر کے انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے اور بوشہر سے جہاز پر سوار ہو کر لندن
کا عزم کیا ہے؟ مین نے اون سے دریافت کیا کہ قلات مین تم لوگون کی کس طرح بسر ہوتی
ہے اور یہان تمہاری نوکری کا کیا حال ہے اوہنون نے جواب دیا کہ یہان کا پانی نفت
کی آمیزش کے باعث نہایت درجہ مضر صحت ہے اور ہم اسی کی وجہ سے بیمار پڑ جاتے
ہین [۱] اوہنون نے مجھ سے یہ بھی شکایت کی کہ باوجودیکہ ہم تین مہینے مین اپنی موجودہ خدمت
سے سبکدوش کئے جانے والے تھے لیکن پھر بھی ہم پانچ مہینے سے یہان پڑے
ہوئے ہین اور اس عرصہ مین ہمکو ایک حبہ تنخواہ نہین ملی۔ مجھے ان کم بخت مصیبت کے
دن کی حالت پر جن کی نسبت سپاہی ہونے کا تصور اوسی اعتبار سے کیا جا سکتا ہے

---

[۱] قلات کا مضر صحت ہونا مشہور ہے مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ آیا اسکا باعث جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے
نفت کے ذریعہ آبرسانی کا ناقص ہونا ہے یا اور کوئی سبب جب کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین یہان آیا تو اوسے معلوم ہوا
کی آبادی ٹائیفس (ایک قسم کا بخار جسمین انتڑیون مین زخم پڑ جاتے ہین) کی وجہ سے بہت کم ہو گئی تھی اور حقیقت مین جو سپاہی کہ یہان

جس لحاظ سے کسی کنجڑے کا گدہا ڈاربی کی گہوڑ دوڑ کی شہرۂ جیتنے ہوئے گہوڑے کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بے اختیار تاسف آتا تہا۔

خان کا جواب



ڈیڑہ گہنٹہ کامل انتظار دکہا کر شکر اللہ واپس آیا اور بولا کہ خان نے کہا ہے کہ آپ حاکم مشہد کو تار دیکر اجازت طلب کیجئے اگر وہان سے جواب باصواب آئے تو آپ قلات مین سے گزر سکتے ہین۔ یہ سنکر مجہے اطمینان ہوا کیونکہ مین بہی یہی چاہتا تہا چنانچہ مین نے جاکر کرنیل اسٹوارٹ کے نام تار لکہا کہ حاکم مشہد سے ملکر میری درخواست پیش کیجیے اور جو جواب ہو اوس سے مجہکو بذریعہ تار اطلاع دیجیے۔ لیکن اب ایک تازہ مشکل پیش آئی اور وہ یہ کہ کوئی آدمی ایسا موجود نہ تہا کہ پیغام تار برقی کو فارسی حروف مین لکہدے عوام الناس لکہنا پڑہنا نہین جانتے جب اونہین خط لکہنا ہوتا ہے تو کسی کاتب سے اجرت دیکر لکہوا لیتے ہین۔ قلات مین صرف ایک ہی منشی تہا اور وہ اسوقت افیون کے نشہ مین بیخبر سو رہا تہا۔ میرے اصرار پر بصد وقت اوسے جہنجوڑ جہنجوڑ کر اُٹہایا گیا اور آخر الامر وہ آنکہین ملتا ہوا آیا اور جس تار کو مین نے آدہ منٹ مین لکہا تہا اوسے فارسی حرفون مین لکہدینے مین اوسنے آدہا گہنٹہ لگایا۔ مین نے اب چاہا کہ ایرانی کو مشہد سے جواب آنے کا انتظار کرنے کے لئے تار گہر مین چہوڑ کر خود اپنے خیمہ کو چلا جاؤن لیکن گریگوری نے جسے اہل ایران کی خصلت اور سیرت سے کماحقہ آگاہی تہی مجہہ سے کہا کہ ابہی مشکل رفع نہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲۔ متعین ہین اون کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ بیمار رہتی ہے۔

ہوئی اور اس لیئے بہتر ہوگا کہ ابھی آپ انتظار فرمائین - مین نے اوس کی اس نصیحت پر عمل کیا اور پھاٹک کے دوسری طرف جا کر ٹھیر گیا -

ایرانی چالین

ایک گھنٹہ کے بعد شکر اللہ نے آکر یہ خبر سنائی کہ تار کے لینے سے اس بنا پر انکار کر دیا گیا کہ سلسلہ تار برقی مشہد اور قلات کے درمیان کسی مقام پر سے ٹوٹ گیا ہے - تھوڑی دیر بعد خان کا ایک قاصد گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا اور بہت سی توجیہین گھڑ کر اوسنے اپنی چرب زبانی اور رسائی کے بہت کچھ جوہر دکھائے اور مجھکو ایرانیون کی عادت و سیرت کی دلچسپ سیر کا موقعہ دیا - اول تو اوسنے یہ بات دہرائی کہ تار ٹوٹ گیا ہے لیکن جب مین نے یہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو خان نے خود مجھ سے یہ بات نہ کہی ہوتی کہ آپ تار دیجیے - اس پر اوسنے اپنی منطق کا رخ بدل دیا اور کہنے لگا کہ تار ٹوٹا تو نہین مگر زمین سے مس کر رہا ہے - اسکے جواب مین نے اوس سے کہا کہ زمین پر لگنے سے تو پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع نہین ہو سکتا - یہ سنکر ایک اور انوکھی حجت اوس نے میرے سامنے پیش کر دی اور وہ یہ کہ خان کا مطلب یہ نہین تھا کہ آپ مشہد کو تار بھیجین بلکہ خان یہ چاہتے ہین کہ آپ طہران کو تار دین - چونکہ قلات سے طہران تک مشہد کے بالواسطہ سلسلہ کے علاوہ براہ راست کوئی علیحدہ سلسلہ تار برقی قایم نہ تھا - لہذا اوسکا یہ جھوٹ آسانی سے ظاہر ہو گیا لیکن مجھے اس امر کے تسلیم کرنے کے بغیر چارہ نہین کہ اب جو فوراً ہی اوسنے جو تھا جھوٹ گھڑ کر میرے سامنے پیش کیا اوسکی تردید کے لیے مین آمادہ نہ تھا

اب کی دفعہ شرمندہ یا محجوب ہوئے بغیر نہایت بیباکی سے اوسنے مجھسے یہ کہا کہ خان کا مطلب یہ نہین تہا کہ آپ مشہد یا طہران کو تار دین بلکہ اون کا مقصد یہ تہا کہ جب آپ مشہد کو واپس جائین تو وہان پہونچکر تار دین - چونکہ فن دروغبانی مین ایسے یکتاے روزگار سے باتون مین بازی لے جانے کی کوشش کرنا محض لاحاصل تہا لہذا مین نے اس کوشش کو ترک کر دیا مگر پہر بھی مین نے اس امر پر زور دیا کہ خان سے مشہد کو تار دینے کے متعلق جو درخواست مین نے کی ہے اوسکا جواب مجھے ابہی مین ملنا چاہیئے - غرضکہ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ گریگوری جو شکر اللہ کے مقابلہ مین خدمت سفارت زیادہ اچھی طرح سے انجام دے گا سوار ہوکر گاؤن کو واپس جائے اور میرے سوال کا معین جواب خان سے لائے -

دو ید و جہید و بہ جست و بہ رفت

یہ تمام واقعہ دربند ارغوان شاہ کے باہر سو گز کے فاصلہ کے اندر پیش آیا مین گریگوری کو ہدایات دے ہی رہا تہا کہ ایرانی جو گہوڑے پر سوار ہو چکا تھا دفعۃً گہوڑے کو مہمیز لگا کر محراب مین سے ڈپٹ کر پہرے والون کو یہ پکار کر کہتا ہوا نکلا کہ کسی کو اندر داخل ہونے نہ دینا - جب گریگوری کچھ دیر بعد واپس آیا تو اوسکو اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا - اب کیا ہو سکتا تہا - مجبوراً مجھے اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور قلات نادری کے اندرونی حصہ کی سیر کرنے کے متعلق جو کوشش مینے کی تھی اوس کا اس بے آبروئی سے خاتمہ ہوا - اسوقت شکر اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مین تار گہر مین تار لیکر گیا تو تار منشی نے لینے

ہی کو تہا کہ اتنے مین خان کے بیٹے نے آکر کہا کہ خان کا حکم ہے کہ ہرگز کوئی تار نہ بہیجا جائے
مین نے سرزمین ایران مین داخل ہونے سے پہلے ایرانیون کی حیلہ بازی کا بہت کچھہ حال
سنا تہا مگر مجھے یہ ہرگز توقع نہ تہی کہ دو ہفتہ کے اندر ہی ایسی محتنی مثال میرے دیکھنے مین
آے گی۔ اور مین یہ نہین کہہ سکتا کہ جو برتاؤ میرے ساتہہ کیا گیا اوسکی وجہ سے مین برہم و آشفتہ
ہوا یا مشرقی چالبازی کی جو مثال اس نے میرے سامنے پیش کی اوسکی وجہ سے مجھے حظ
حاصل ہوا۔

مشہد مین ایک افواہ

اس واقعہ کے ایک دلچسپ نتیجہ کا ابہی ظہور ہونے والا تھا۔ کیونکہ جب مین
تین دن بعد مشہد پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حاکم مشہد بڑے جوش کی حالت مین تھا جسکی
وجہ یہ تہی کہ اوسے خان صداقت نشان نے یہ اطلاع دیدی تہی کہ جدید برطانوی نائب
قونسل نے ایک مسلح جماعت کے ساتہہ آکر بجبر قلات نادری مین داخل ہونے کی کوشش
کی اور پہرے کے سپاہیون پر تلوار کہینچی لیکن سپاہیون نے بھی اپنا فرض بہادری اور
شجاعت سے ادا کیا اور اپنے مخالفین کو پسپا کیا۔

دیوار پر کمند لگا کر چڑہنے کی کوشش

۱۹ اکتوبر۔ مین نے اس نواح سے روانہ ہونے کے قبل قلات کے اندر داخل
ہونے کے لئے ایک دفعہ اور کوشش کرنیکا قصد کیا۔ میکگریگر کی کتاب پڑہنے سے
مجھے معلوم ہوا تہا کہ ارغوان شاہ اور نفتا کے دو خاص منافذ کے سواے اور بھی

بعض ایسے راستہ ہین جنکے ذریعہ سے قلات مین داخل ہو سکتے ہین چنانچہ بہ مقام آب گرم ایک شکاری نے ہم سے کہا بھی کہ مجھے ان مین سے ایک راستہ معلوم ہے لیکن مین خود بہ خوف افشا آپ کو وہان لے جا نہین سکتا۔ البتہ میرا ایک بھتیجا ہے جو علی الصباح یہان آکر آپ کو میرے بجائے بدرقہ کا کام دے گا۔ مگر جب صبح کا وقت آیا تو بھتیجا حسب قرارداد دیروزہ موجود نہ تھا اس سے اور نیز ایک اور واقعہ سے جو شام کے وقت پیش آیا مجھے یقین ہو گیا کہ نواح قلات مین میرا موجود ہونا شبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ وہ واقعہ یہ تھا۔ شام کے وقت جب مین ایک کچی مٹی کے جھونپڑے مین بیٹھا ہوا رمضان علی اور گریگوری سے سفر آیندہ کی تجاویز کے متعلق گفتگو کر رہا تھا تو مین نے چھت پر کچھ سرسراہٹ سی سنی اور جب آنکھ اٹھا کر مینے اوپر دیکھا تو ایک آدمی جو چھت کے ایک سوراخ مین کان لگائے ہماری باتین سن رہا تھا مجھے نظر آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص قلات سے اسی غرض سے آیا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ کوئی رہبر مجھکو نہ ملا اور اسلئے مینے بغیر بدرقہ کے روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔ مین نے قلات کی طرف آتے وقت وادی مین سے ایک مقام ایسا دیکھا تھا جہان پر سے قلعہ کی جنوبی دیوار کی فصیل کا ہموار اور مسلسل خط مستقیم ایک زاویہ پر منتہی ہو کر منحنی ہو گیا تھا اور انگریزی حرف V کی شکل بناتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اون قدرتی ڈھلوان پشتی بانون مین سے ایک کی راہ سے جو میدان سے اس دیوار کی تائید کے لئے اوٹھے ہوئے چلے گئے۔ تھے اس تک رسائی ممکن جس شخص نے یہ بیان پڑھا ہے وہ اگر قلات جائے تو وہ وادی قلات کے وسطی۔

سے اس مقام کو ضرور شناخت کر لیگا - مین کچھ رات رہے ساڑھے تین بجے اٹھا خچرون
پر سامان لادا گیا - اور ہم سب اسر چہ سے صبح کاذب کی تاریکی مین جبکہ کڑکڑاتی سردی پڑ رہی
تھی ساڑھے چار بجے روانہ ہوئے - خیمہ و خرگاہ کو تو دربند چور سے مین نے وارودہ کی
منزل کیطرف روانہ کر دیا اور خود گھوڑے پر سے اوتر کر اور اوسے دامن کہسار مین چھوڑ کر
پہاڑی پر چڑہنا شروع کیا - اگرچہ پہاڑی نہایت ڈہلوان تھی لیکن مجھے اس کی
زینہ پیمائی کرنے مین زیادہ دیر نہین لگی - اور مین بہ آسانی فصیل کی کنگرہ دار سنگلاخ چوٹی
کے نیچے پہونچ گیا - اس مقام پر چٹان کو جو افقی دہاریون کی شکل مین فصیل کی چوٹی کی
ساتھ متوازی چلی گئی تھی کسی نے (غالباً نادر شاہ نے) تراش کر ایک مستطیل چبوترہ کی
شکل کا راستہ تیار کیا تہا جسکے کنارے حفاظت کے لئے گول برجیان بنی
ہوئی تہین جو اب ویران تہین - اس قسم کے چبوترے دو تھے - ایک نیچے تہا اور دوسرا
اوس سے اوپر تیس فیٹ کے فاصلہ سے واقع تہا - مین نیچے والے چبوترہ پر چڑہتا ہوا
اوس مقام تک جا پہونچا جہان حرف ۷ کی شکل کا خلا تہا - اوپر اب تیس فٹ کی چڑہائی
اور باقی تھی - مگر چٹان نہایت ہی ڈہلوان اور سلیٹ تھی - اس وقت مین تن تنہا تہا اور اگرچہ
اسپر چڑہنے کو تو چڑہ جاتا لیکن یہ مقام کچھہ ایسا خطرناک تہا کہ نیچے اوترنے مین مجھے
بڑی مشکل پیش آتی - اس لئے مین نے اوپر چڑہنے کا ارادہ ترک کر دیا - ایک دوست
کی مدد اور ایک رسے کے ذریعہ سے مین نے بہ آسانی اس مشکل کو حل کر لیا ہوتا مگر قلات
کے اندر کا جو حال مجہکو معلوم ہے اوسکی بنا پر مین نہین کہہ سکتا کہ دیوار پر سے جو منظر

میری نگاہ کے سامنے آتا وہ ایسا ہی دلاویز ہوتا جیسکی اس دیوار کی بیرونی شکل وصورت سے توقع کیجا سکتی ہے۔

قلات کے دور کا نظارہ بلندی پر سے



حال مین واپسی کے وقت اس نواح کے بلند ترین پہاڑ پر جسکا نام مجھے معلوم نہین لیکن جسکی بلندی قلات کے حوالی کے ارتفاع سے بدرجہا زیادہ ہے چڑھا اور وہان سے میری آرزوئین خلاف توقع اس حد تک پوری ہوئین کہ گو مجھے زاویۂ نگاہ کے بہت زیادہ انفراج کے باعث قلات کی اندرونی سطح نظر نہین آئی تاہم اس کی دونون طرف کی دیوارون کا دور مشرق سے لیکر مغرب تک مجھے پورا نظر آگیا۔ جنوبی دیوار جس پر مین نے چڑھنے کی کوشش کی تھی اس بلندی سے جہان مین کھڑا تھا شمالی دیوار کے مقابلہ مین پست تر معلوم ہوتی تھی۔ شمالی دیوار دوسری طرف کو اسکے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس مقام سے مین نے بلا دقت پوری جنوبی فصیل کو بیس میل تک ایک خط مستقیم مین کھنچا ہوا دیکھا۔ یہ دیوار ایسی سیدھی اور باقاعدہ طور پر چلی گئی تھی کہ گمان ہوتا تھا کہ اسے عمداً ایسا بنایا گیا ہے اور اسکے عمودی پہلو چوٹی سے لیکر اوس مقام تک جہان سے پشتیبان نما چٹانین ڈھلتی ہوئی وادی تک چلی آئی تھین کھردرے اور ڈھلوان تھے۔ اگر کوہستان اولمپیس کے مہا دیوتا جوپیٹر کے ساتھ جنگ کرتے وقت دیو پیکر ٹائٹن کسی

ے یونانی صنم پرستی کی روایات مین یک جگہ آیا ہے کہ ٹائٹن یورینا س دیوتا کے چھ دیو قامت بیٹے اور اور اسیقدر بیٹیان تھین جن کی لڑائی زیوس یا جوپیٹر سے ہوئی جو مہادیوتا تھا۔ یہ لڑائی ایک عرصہ دراز تک جاری

ایسے قلعہ کی تعمیر کی ضرورت محسوس کرتے جہان محصور ہوکر وہ اپنے حریف کے حملون کی مستقل مدافعت کرسکتے تو وہ اسی قسم کا سنگلاخ حصن حصین تیار کرتے پہاڑ کے چوٹی پر جہان مین کھڑا ہوا تھا مین نے قلات کے پورے دور کا ایک خاکہ کھینچا جو مقابل کے صفحہ پر درج ہے۔ سامنے کے پہاڑون کا سلسلہ وادی اسرچہ کو اوس وادی سے جدا کرتا ہے جو ارغوان شاہ کے دروازہ تک پھیلی ہوئی ہے۔

قلات کی تاریخ

کچھہ میرے دیکھنے مین آیا اوسکو اس قدر وضاحت اور باریکی سے بیان کرنے کے بعد مین اب اون امور سے بحث کرتا ہون جو میرے دیکھنے مین نہین آئے لیکن جنکا مجھے ایسے ذرایع سے علم ہوا جن تک عام طور سے لوگون کی رسائی نہین ہوئی۔ میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ میرے ناظرین کے ذہن مین قلات نادری کی حالت موجودہ کا صحیح تصور جاگزین ہوجائے۔ ناظرین کو یہ بات اب تک معلوم ہوچکی ہوگی کہ گو قلات نادری کا لفظی ترجمہ ہم نے قلعہ نادر شاہ کیا ہے اور لوگ عام طور سے اوسے کہتے بھی یہی ہین تاہم اسے لفظ قلعہ کے عرفی مفہوم کے اعتبار سے قلعہ نہین کہہ سکتے کیونکہ یہ حقیقت مین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۷۹ - رہی اور آخرکار جوبطر نے بجلی کے زور سے اپنے حریفون کا استیصال کرکے اونہین ٹارٹیرس جو قدیم یونانیون کے مذہبی عقیدے کے مطابق اون کے دوزخ کا طبقہ اسفل السافلین ہے مقید کردیا۔ اس روایت کو بعد مین فلاسفہ نے مجازی طور پر عقل وترتیب اور قدرت کی وحشیانہ قوتون کی باہمی کشاکش کی علامت سے تعبیر کیا۔ مترجم

اگرچہ جو نقشہ مین نے دیا ہے وہ بھی مکمل نہین تاہم میرے خیال مین سرمیکگریگر کے نقشہ سے بھی قلات کی صحیح نسبت ظاہر نہین ہوتی۔

ایک کوہستانی سطح مرتفع ہے جسکا اوسط ارتفاع سطح سمندر سے ۲۵۰۰ فیٹ ہوگا۔ اِس کو جابجا غاراور دہانے قطع کرتے ہوئے چلے گئے ہین۔ اسکا کل طول ۲۰ میل اور عرض پانچ سے لیکر ۷ میل تک ہوگا۔ قلعہ کی تعریف اس پر صرف اس حد تک صادق آتی ہے کہ یہ وسیع قطعہ زمین جسکا رقبہ غالباً ۱۵۰ مربع میل ہوگا چارون طرف عمودی اور عریان چٹان کی ایک عظیم الشان قدرتی دیوار سے جسکی بلندی وادی کی سطح سے سات سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک ہوگی گھرا ہوا ہے۔ ابتدائی زمانہ سے اس مقام کی حیرت انگیز اور خلاف عادت نوعیت نے جو ضرور ہے کہ قدرت کی کسی انوکھی کرشمہ سنجی کا نتیجہ ہو اس نواح کے باشندون کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا۔ ایرانی روایت کی رو سے یہی وہ مقام ہے جہان رستم پہلوان اور افراسیاب کی تورانی فوج مین لڑائی ہوئی اور بیان کیا جاتا ہے کہ فوج توران بہادران ایران کے ہاتھون شکست کہا کر قلات سے نکل بہاگی اور دریائے جیحون کی طرف پسپا ہوئی جہان اوسے آخری مرتبہ شکست فاش ہوئی۔ قلات ہی مین فردوسی کے شاہنامہ کے مطابق کیخسرو کا بہائی فرود آکر قلعبند ہوا یہان تک کہ طوس نے آکر اوس پر حملہ کیا اور اوسے مارڈالا۔ جس کتبہ کا مین نے حوالہ دیا ہے اوس سے ثابت ہوتا کہ محصورین کے لئے بچاؤ کے ایک عمدہ مقام ہونے لحاظ سے چنگیز خان کے مغل جانشینون کو اس کا علم تہا۔ تیمور کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے گہات پاکر حکمت عملی سے اس پر قبضہ کرلیا۔

نادرشاہ کا اسے مستحکم کرنا



کہین نادرشاہ کے زمانہ مین جاکر اس کی بے بہا قدرتی خوبیون سے استفادہ کیا گیا۔ نادرشاہ جب ہندوستان سے کئی بادشاہون کے مال غنیمت کے انبار اور سلاطین مغلیہ کے خزانون کی بے انتہا دولت اپنے ساتھ لاد کر واپس لایا تو اوسنے قلات کو جسنے وہ بچپن۱؎ سے اچھی طرح جانتا ہوگا۔ ایک ایسا لاجواب مخزن پایا جہان یہ تمام گنجینے جمع کئے جا سکتے تھے اور جہان جنگ وجدل کے لئے بھی ایک ایسا مقام مل سکتا تھا جو ناقابل محاصرہ تھا۔ چنانچہ اوسنے اسکے تمام منافذ پر قلعبندی کی ہر ایک چوٹی اور ہر ایک غار یہ کے مقام پر پہرے کے برج نصب کئے۔ سنگلاخ فصیلون کو رسائی کی حد سے اور دور کرنے کے لئے اندر اور باہر کی طرف سے مصنوعی طور پر اور زیادہ ڈھال دیدی۔ اپنے رہنے کے لئے اندر ایک چبوترہ پہ مکان بنوایا (مگر اسمین وہ بہت کم رہتا تھا) اور عمدہ پانی بہم پہونچانے کے لئے بڑے بڑے تالاب کھدوائے۔ اور ایک نہر کے ذریعہ سے تازہ پانی کے لانے کا انتظام باہر سے کیا۔

بسیل لطط ریز

قلات کی جو حالت نادرشاہ کے زمانہ مین تھی اوسکی صرف ایک ہی ایسی کیفیت مجھکو معلوم ہوئی ہے جسے ایک ایسے سیاح نے بیان کیا جو خود وہان موجود تھا۔ اس شخص کا بیان ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے۔ یہ نہین کہ محض سنے سنائے واقعات پر اوسنے

۱؎ نادرشاہ محمد آباد کے قریب جو ملحقہ ضلع درگز کا صدر مقام ہے ایک خیمہ مین پیدا ہوا۔

یقین کر لیا ہو- یہ کیفیت بیسل بططزنیز نامی ایک یونانی تاجر کی سرگذشت مین مندرج ہے جس نے اٹھارہوین صدی کے شروع مین فارس اور وسط ایشیا کے بعید ترین حصون کا سفر کیا اور خیوا اور بخارا تک جا کر مشہد مین نادر شاہ کے حضور مین باریابی حاصل کی معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا روزنامچہ جو طرز کے لحاظ سے انوکھی مگر عبارت کے لحاظ سے قرین فہم یونانی[۵۱] زبان مین لکھا گیا ہے اون مورخین کو بالکل معلوم نہ تھا جنہون نے زبانی شہادت کے مواد سے انیسوین[۵۲] صدی کے آغاز مین قلات کے غلط سلط حالات قلمبند کیے اور اس مقام کی نسبت ناظرین کے ذہن مین غیر واقعی تصورات بٹھا دیے جن کی تصحیح بیکر

۵۱ اس سفرنامہ کو موسیو شفر نے اپنی تنقید اور اہتمام سے ۱۸۸۶ء مین بمقام پیرس طبع کیا۔ بیسل بططزیز یا (جیساکہ اوسکے فرانسوی مدیر نے لکھا ہے) بیسل وٹیس نے نادر شاہ کی سوانح عمری بھی قلمبند کی مگر اس کا اب پتہ نہین چلتا۔

۵۲ - مثلاً میلکم نے کنیئر کے حوالہ سے اس مقام کو حسب ذیل بیان کیا ہے۔ (بجاے اسکے کہ مین اس مقام کا اردو مین خود ترجمہ کرون مین نے مناسب سمجھا ہے کہ تاریخ ملکم کا جو فارسی ترجمہ مرزا اسمعیل حیرت مرحوم پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی نے کیا ہے مین اوس سے اوس مقام کا اقتباس کرون) "قلات قریب یک درجہ در شمال مشہد دو راہ در شاہجہان در جاے واقع است کہ آن را از در کوہ گویند و اطراف آن ہمہ کوہستان است و آن کوہے است بسیار بلند و فقط دو راہ تنگ دارد- بعد ازانکہ بقدر ہفت میل بالا می روند سطحہ ہموار می شود کہ قریب دوازدہ میل محوطۂ آن نسبت و چشمہ ہاے خوب بسیار دارد و غلہ و برنج در آنجا بہ فراوانی حاصل می شود۔ سکنہ آنجا در چادر زندگی می کنند۔ فقط عمارتے کہ درین سطحہ نیکو آئین بہ نظر می آید دو برج۔ عمارت کوچکے از مرمر است کہ نادر بنا کردہ است بر چہار ایہ جہت محافظت ذخائر و برای جہت مقام خود نادر ساختہ بود- و چون سطحۂ مزبور را رہا کردہ بہ قدر پانزدہ میل دیگر بالا روند بہ قلۂ کوہ می رسند- در آنجا سطحۂ دیگر بہ نظر می آید کہ اگرچہ بہ بزرگی قطعۂ اول نیست اما در حاصل خیزی با آن برابری می کند"- از تاریخ ایران مولفہ سر جان ملکم مترجمہ مرزا حیرت- جلد دوم- باب ۱۷- صفحہ ۳۳۳- مطبوعہ بمبئی ۱۸۷۲ء-

اورنگل کے سنہ ۱۸۷۳ء کے سفر قلات تک نہ ہوئی۔ سنہ ۱۷۲۸ء مین لیطرینہ بنجاہ اسے لوٹتے وقت قلات کی راہ سے مشہد آیا اور اوسنے قلات کے بیان پر اپنے روزنامچہ کی ۴ سطرین (۸۰۷ - الی - ۸۲۲) صرف کین ہین وہ کہتا ہے کہ پہاڑ یہان اس قدر بلند ہین کہ اون تک رسائی محال ہے اور یہ مقام گویا ایک عظیم الشان دیوار سے گھرا ہوا ہے جو نہ صرف درختون سے معرا اور چٹیل ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سنگ مرمر یا پیتل کی ایک ترشی ہوئی دیوار ہے اسکا دور ۴۰ یا ۵۰ اسٹیڈیم[1] ہے (جو چند غلطیان اوسنے کی ہین ایک اون مین سے یہ بھی ہے) اور اسمین داخل ہونے کے صرف دو راستے ہین جن کی قطع بہول بہلیان کی سی ہے۔ دیکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ان راستون کے بنانے کے لیے جن مین بوقت واحد صرف تین سوارون یا پیدلون کے گزرنے کے جگہ ہے پہاڑون کو زلزلہ نے شق کر دیا ہوگا۔ قلات کے اندرونی حصے کے متعلق (جو اوس وقت نادرشاہ کی پوری توجہ سے اپنی موجودہ حالت سے بالکل مختلف تھا) وہ صرف اسی قدر کہے گا کہ اس مین وہ تمام چیزین موجود ہین جو قدرتی نعمتون کی شکل مین انسان کو مطلوب ہین۔ اور کسی چیز کے کبہی باہر سے لائے بغیر اسمین ہر ایک مایحتاج کے بہم پہونچانے کی استعداد موجود ہے لیطرینز یہ بہی بیان کرتا ہے کہ نادرشاہ نے یہ قصد کیا تہا کہ قلات مین اپنا خزانہ رکھا کرے۔

زمانۂ مابعد کی تاریخ

سنہ ۱۷۴۷ء مین نادرشاہ کے قتل ہوجانے کے بعد قلات موجودہ خان کے خاندان

[1] سٹیڈیم فاصلہ کا یونانی پیمانہ ہے جو ۵۸۲ انگریزی فٹ کے مساوی ہوتا ہے۔ مترجم

کے قبضہ مین آگیا۔ چنانچہ اوس وقت سے لیکر آجتک معہ اٹک یعنی اوس کوہستان کے جو ترکمانی دشت کی طرف ڈہلتا ہوا چلا گیا ہے یہ قلعہ اسی خاندان کے قبضہ مین چلا آیا ہے قلات کے خان برائے نام ایران کے باجگذار رہے۔ کبھی کبھی اونہون نے اپنی خود مختاری کا بھی اظہار کیا جسکے باعث ایک سے زیادہ دفعہ مشہد سے تعزیری فوج اونکی گوشمالی کے لیئے بھیجی گئی۔ اسی لئے قبیلہ کے سردار کو مشہد مین بطور یرغمال کے رکھا جاتا ہے تاکہ اوسکا قایم مقام قلات مین سرکشی نہ کرنے پائے۔ جب سے روس نے ۱۸۸۱ء مین اٹک کو فتح کرلیا ہے اور بعد مین روس و ایران کی اس نواح کی سرحد دونون طاقتون کے باہمی معاہدہ کی رو سے معین ہوئی ہے اوس وقت سے قلات کے مضافات کا اکثر حصہ مثلاً ابی ورد (جواب کاہکا کہلاتا ہے)۔ مہنا۔ چاردہ۔ (جواب دوشنک کے نام سے موسوم ہے) اور چاچا۔ گویا کہ وہ تمام دیہات جو اس سلسلہ کوہ کے شمالی قاعدہ پر واقع ہین۔ روس کے حیطۂ اقتدار مین چلے گئے ہین اور جیسا کہ مین آگے چلکر دکھاؤن گا روسی بتدریج کوہستان کے پہلوؤن پر رینگتے ہوئے اوسکی چوٹی کی طرف بڑہے چلے جارہے ہین۔ یہان تک کہ انجام کار وہ خود قلات مین پہونچ جاینگے۔

قلات کا ایران کے زیر فرمان ہونا

ناصر الدین شاہ نے اپنی سلطنت کی قوتون کو ایک مرکز مین لاکر جمع کرنے کی حکمت عملی اختیار کی ہے اوسکے ساتھہ ساتھہ قلات کا اپنی مضافات سے محروم ہو۔ اپنے اقتدارات کو کہو بیٹھنا اوسکے پورے طور پر محکوم اور مطیع ہوجانیکا باعث ہے۔

موجودہ خان - حاجی ابوالفتح خان کے وہم وگمان مین بہی یہ بات نہ گزرے گی کہ اوس سرکشی اور مطلق العنانی کو اپنا وتیرہ بنائے جو اوسکے پیشروون کا مسلک تہا - قلات مین گورنمنٹ ایران کی طرف سے کچھ فوج متعین ہے اور یہ اوس پلٹن کا ایک حصہ ہے جو مشہد مین مامور ہے - برائے نام اس وادی مین پانچ سو سربازون کی جمعیت اور گہوڑون کی توپخانہ مین سے دو توپین موجود رہتی ہین - جو کچھ در بند ارغوان شاہ پر مین نے دیکھا تھا اوسکے لحاظ سے مجھے یہ خیال نہین ہوسکتا کہ حقیقت مین اس قدر جمعیت یہان موجود رہتی ہے - کیونکہ جسطرح اون شرائط کی پابندی نہین کیگئی جن کی رو سے یہ جمعیت تین مہینے بعد اپنی خدمت سے سبکدوش کی جاتی اوسی طرح اس جمعیت کی حقیقی تعداد کے قایم رکہنے کو بھی مدنظر نہین رکہا گیا - اگرچہ یہ مقام قدرتی طور پر حد سے زیادہ مستحکم ہے لیکن میرا یہ خیال ہے کہ بہ لحاظ اوس جمعیت کی پراگندہ اور تباہ حالت کے جو یہان مامور ہے - اسے غنیم جسوقت چاہے ایک ہی دہاوے مین سر کر سکتا ہے - اسکی مورچہ بندی کی یہ کیفیت ہے کہ وہ دس منٹ کے لیے بہی آجکل کے توپخانہ کی تاب نہین لاسکتی -

قلات کی حربی حیثیت

معلوم ہوتا ہے کہ قلات اپنی موجودہ حالت مین حربی لحاظ سے ایران کے لئے کچھ زیادہ مفید نہین اور اگر یہ مقام روس کے قبضہ مین چلا جائے تو میرے نزدیک اوسکے لیے بھی اس کا قبضہ چندان سودمند نہوگا - احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ آیندہ کوئی فاتح نادر کی طرح قلات کو ایک مستحکم گنجینہ قرار دے گا - اور نہ آج کل کا کوئی ماہر فن حرب ایک ایسے

احاطہ کو مستحکم کرنے کا خیال دل مین لائے گا جسکا دور ساٹھ میل سے اوپر ہو۔ قلات کی اصلی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہان سے ماوراء النہر پر چڑہائی کرتے وقت فوجی نقل وحرکت کا آغاز کر سکتے ہین۔ اگر اس کے منافذ پر ایک قوی جمعیت مامور ہو اور ایک طاقتور فوج اس کے اندر محصور ہو تو یہ ہر زمانہ مین ایک ایسے غنیم کیلئے جو اسکے نشیب ہائے زیرین پر صف آرا ہو خار پہلو ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہان سے اگر ایک فوج مخالف چاہے تو بلائے ناگہانی کی طرح ماوراء النہری ریلوے پر جا گرے اور روس کے سلسلۂ تعلقات کو بحیرۂ خضر سے منقطع کر دے۔ لیکن دولت ایرانی کی یہ خیال نہین ہو سکتا کہ وہ ایسا تو کیا اس سے نصف بہادری کا کارنامہ بھی انجام دیگی۔ اور اسلئے نادر کا قلعہ کبھی بھی وہ مقام نہین بنے گا جہان سے ایرانی فوجین نکل کر جرنیل اینینکاف کی ریلوے پر حملہ آور ہونگی۔ اگر روسی قلات کو لے لین جس کی اونہین از حد خواہش معلوم ہوتی ہے تو رعب کے اعتبار سے اونہین بے انتہا فائدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ نادر کے زمانہ سے لیکر ابتک قلات خراسان کی سب سے بڑی فوجی جگہ سمجھی گئی ہے۔ قلات کے قبضہ سے روسیون کو ایک بہت ہی عمدہ گودام مال اور فوجی ذخایر کے جمع کرنے کے لئے ہاتھ آجائیگا اور نیز اسکو وہ فوج کی ایک محدود تعداد کے لئے اسلحہ خانہ بنا سکین گے۔ محدود کا لفظ اسلئے استعمال کیا گیا کہ تعداد کثیر کے لئے نہ تو ذرایع آبرسانی ہی کافی ہین اور نہ کافی رسد ہی بہم پہونچ سکتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک یہ بہت بڑا اسلبی نفع اونہین حاصل ہوگا کہ ایسی زبردست اور مستحکم جگہ کو وہ دشمن کے ہاتھ مین پڑنے

نہ دین گے۔ لیکن اگر خراسان پر حملہ آور ہونے کے لحاظ سے اس کی سودمندی پر نظر ڈالی جائے تو مین نہین سمجھہ سکتا کہ روسیون کو اس سے نفع ہوگا کیونکہ مشہد پہونچنے کے اور بھی راستے جو زیادہ آسان ہین اونکے لئے موجود ہین اور اسکے علاوہ زمانہ حال کی کوئی فوج اون ہیبت ناک درون اور پر خطر گہاٹیون کو جو چالیس میل تک ان دونون مقامات کے درمیان پہیلتی ہوئی چلی گئی ہین اپنی سلامتی کا کفیل نہین قرار دے سکتی۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ قلات کی حملہ آوری کی آنکھہ جنوب کی طرف نہین بلکہ شمال کی طرف نگران ہے اور چونکہ سطوت واقتدار کا رخ سمت اول الذکر مین ہے اسلئے بعد از قیاس نہین ہے کہ ہم اسے پھر بھی بطور ایک اسلحہ خانہ کے استعمال مین آتا ہوا دیکھین۔

قلات کے پانچ دروازے

قلات نادری کی حربی حیثیت پر جسقدر مین بحث کرچکا وہ کافی ہے۔ اب مین اس کی اندرونی ہیئت کذائی کا کچھ حال بیان کرتا ہون۔ جس زمانہ مین بیکر اور میکگریگر نے اسے آکر دیکھا اوس سے قبل اس کا بہت کم حال لوگون کو معلوم تہا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ فریزر نے محض سماعی شہادت کی بنا پر اس کی کیفیت قلمبند کی اور وہ بھی بدرجہ غایت مختصر۔ اوسنے اسکے طول اور عرض دونون کو اصل سے دوگنا بتایا ہے۔ اس کے اندر اون پانچ دروازون مین سے ایک کے ذریعہ سے داخل ہوتے ہین جن مین سے دو خاص دروازے یہ ہین:۔ جنوب کی طرف دروازہ ارغوان شاہ اور شمال کی طرف دروازہ نفتا۔ باقی کے تین دروازے کُشتانی۔ چو بست اور دوہ چاہ ہین جو علی الترتیب

جنوب و مشرق۔ مغرب اور شمال و مغرب مین واقع ہین۔ ان تمام دروازون کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پر مورچہ بندی ہے اور فوجی جمعیت ان کی حفاظت کے لیے متعین ہے۔ اس مین شک نہین کہ دو خاص دروازون کے متعلق یہ قول البتہ صحیح ہے۔ بہت سی پگڈنڈیان بھی ہین (تو بیان کی جاتی ہین) جن کے ذریعہ سے اسمین داخل ہو سکتے ہین۔ اور مجھے وزاشیہ نہین کہ اسکے وسیع دور مین چرواہون کو ضرور ایسی پگڈنڈیان ملی ہون گی جن کے ذریعہ سے گو بہ مشکل ہی سہی لیکن اسکے اندر پہونچ ضرور سکتے ہونگے۔ بہرحال اس کی ہیئت ظاہری اور نیز مشہور و معروف منافذ کی قلت جو ایسی گھاٹیون مین واقع ہین۔ جنہین آسانی کے ساتھہ مسدود کیا جا سکتا ہے اس عام خیال کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ پہاڑی قلعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجائبات قدرت مین سے ہے

آبادی

باشندے زیادہ تر جلائر اور بنجات قوم کے ترک ہین۔ اسکے علاوہ کچھہ عرب اور کردی خاندان بھی یہان آباد ہین انکی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہین۔ ان کی آبادی اون دو بڑے دیہات پر جو اس وادی مین واقع ہین جس مین ایک ندی جسکے کنارے مین آیا داخل ہوکر قلات کو طے کرتی ہے اور چھہ چھوٹے چھوٹے موضعون پر جو مرتفع میدانون مین واقع ہین مشتمل ہے۔ دو بڑے دیہات مین سے میں ارغوان شاہ کو دیکھا جو اسی نام کے دروازے سے تہوڑی دور کے فاصلہ پر درہ کے دونون طرف آباد ہے۔ دوسرا گاؤن جسکا نام گیوک گنبد (ترکی مین اسکے معنی گنبد آسمان

کے ہین) یا جا گنبد ہے جسے مقامی طور پر اختصار کرکے گوگنبد بنا لیا گیا ہے اسی دروازہ سے دو میل کے فاصلہ پر وادی ہین واقع ہے - اور یہ وہ مقام ہے جہان میتھے شکر اللہ کو دو دفعہ خان سے ملنے اور تار بھیجنے کے لئے روانہ کیا تھا - یہان ایک عجیب وغریب مدور برج سرخ بھربھرے پتھر کا ہے جسکی بیرونی سطح پر نالی وار ستون ایک بہت بڑی مثمن کرسی پر بنائے گئے ہین - اسے قصر نادری کہتے ہین جسے نادر شاہ نے (نہین معلوم کس غرض سے) تعمیر کیا تھا اور اب اوسمین خان سکونت پذیر ہے - گوگنبد سے ندی چھ میل تک اوسی وادی مین بہتی ہوئی جاتی ہے جو قلات کو جنوباً شمالاً قطع کرتی ہے اور ایک سنگلاخ تنگنا سے مین سے بہتی ہوئی قلات کی شمالی دیوار کے پاس پہونچکر ایک درز مین سے گذرتی ہے جو ارغوان شاہ کے شگاف کے مشابہ ہے جسپر اوسی طرح سے مورچہ بندی کی گئی ہے - جس کی حفاظت کے لئے اوسی طرح سے فوج بھی مامور ہے اور جسے اوسی کے مانند ایک دیوار نے مسدود کر رکھا ہے جسمین ندی کے گذرنے کے لئے محراب نما در رکھے گئے ہین - ندی گھاٹی مین سے نکلکر پست تر پہاڑیون کے دامن مین سے گذرتی ہے اور بالآخر وہ شک کے اناج کے کھیتون کو جا سیراب کرتی ہے -

آثار قدیمہ

علاوہ نادر کے برج کے جو گوگنبد مین واقع ہے اس تاجوری دو اور یادگارین یہان

لہ میکگریگر نے اپنی کتاب "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) کی جلد دوم مین صفحہ پر اس کی تصویر دی ہے -

موجود ہین جو زیادہ ممتاز نہین۔ گاؤن کے شمال و مغرب کی طرف ایک کشادہ سطح مرتفع پر ایک مکان کے کہنڈر پائے جاتے ہین جو غالبًا اوس کا محل تھا اور جس کا نام عمارت نادری ہے۔ سب سے زیادہ وسیع آثار ایک احاطہ کے ہین جو زندان خانہ کے نام سے موسوم ہے اور کوئی بیس گز مربع ہوگا اس کی پرلی طرف بہت سے سیاح جاتے جاتے کوہ خشت کی چوٹی پر پہونچے ہین جو متذکرہ صدر سطح سے پندرہ سو فیٹ اور سطح سمندر سے چار ہزار فیٹ بلند ہے لیکن میگریگر کی یہ رائے تھی کہ دوسرے پہاڑ ایسے ہین جہان سے زیادہ خوش آیند اور خوشنما نظارہ دیکھنے مین آتا ہے۔ نادر کے بنائے ہوئے تالابون اور نہرون کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔

زراعت اور ذرایع آب رسانی

اوڈونوون نے قلات کو ریسیلاس[۱] کی جانفزا وادی سے تشبیہ دی ہے لیکن اگر اوسے کچھ مدت کے لئے اسکی چار دیواری کے اندر مقید رہنے کی سزا دیجاتی تو غالبًا وہ اس تشبیہ کو بدل دیتا۔ قلات کے مجموعی اندرونی رقبہ کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ زیر کاشت ہے اور اوس ندی کے علاوہ جسکا ذکر اوپر اکثر کیا جا چکا ہے پانچ اور چھوٹے

---

[۱] ریسیلاس انگلستان کے مشہور و معروف حکیمانہ روش ادیب ڈاکٹر جانسن کا ایک ناول ہے جسمین ڈاکٹر صاحب موصوف نے افسانہ کے پیرایہ مین ایک خیالی سرزمین کا حال بیان کیا ہے جہان کے باشندونکو امن و اطمینان کے ساتھ ایک فہیم و دانشمند حکمران کے سایہ عاطفت مین زندگی بسر کرنے کی نعمت حاصل تھی یہ خطہ شادابی اور زرخیزی مین اپنی آپ ہی نظیر تھا۔ مترجم

چھوٹے چشمے یہان پانی پہونچاتے ہین - پانی کی اوس قلت کی وجہ سے زیادہ آبادی یا ایک بہت بڑی جمعیت اس قلعہ مین نہین رہ سکتی البتہ اگر باہر سے پانی لانے کا انتظام کیا جائے تو ایسا ممکن ہے - اندرونی حصہ کی زراعت دو رقبون پر محدود ہے - ایک تو وہ وادی جس مین ندی بہتی ہے اور ایک سطوح مرتفع - اوّل الذکر خطہ مین ندی کے کنارہ اور نیز ہموار جگہون مین وہان - کپاس - لوسن گھاس - انگور - خربزے - اور کھیرے پانی کے جان بخش اثر سے شادابی کے ساتھ نشو ونما پاتے ہین - بلند زمین پر جو وادی کی تہ سے ایک ہزار بلکہ ڈیڑھ ہزار فیٹ بلند ہے جو اور گیہون بوئے جاتے ہین - قلات کے اندر درخت یا جھاڑیان بہت ہی کم ہین اور کمیت یا کیفیت کے اعتبار سے گھاس بھی عمدہ نہین ہو سکتی کیونکہ لوگ اپنے ریوڑون کو چرانے کے لئے اکثر باہر بھیجتے ہین پس اسی مقام کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ایک مرغزار ہے جو چٹیل پہاڑون اور آتش بار ریگستانون کے درمیان مین واقع ہے - غلط ہوگا -

مراجعت بہ وارده

یہان سے مین مشہد کو واپس پھرا - پہلی منزل اوس راستہ پر واقع تھی جسے مین پہلے طے کر چکا تھا اور جو قلات اور وارده کے مابین واقع ہے - فاصلہ پانچ فرسخ بیان کیا جاتا ہی مگر مین اسے بیس میل سے زیادہ نہ کہون گا - میرا خیمہ ایک باندی پر گاؤن کے باہر نصب کیا گیا اور یہان مین نے اوس خچر کو دیکھا جو گردن شتر سے نیچے لڑھک پڑا تھا حسن اتفاق سے اسکی ٹانگ ٹوٹی نہ تھی بلکہ اوس مین سخت موچ آگئی تھی - رات بھر سردی مین کھڑے

رہنے سے بیچارے کی ٹانگ ایسی اکڑ گئی تھی کہ اوس سے دو قدم بھی نہیں چلا جاتا تھا

منزل کاروہ

- اکتوبر۔ ہم کاروہ کی طرف روانہ ہوئے جس کا فاصلہ نام کو تو سات فرسخ ہے لیکن میرے حساب سے ۲۶ میل سے زیادہ نہیں۔ سفر کا ابتدائی حصہ اوس مقام تک جہاں بلغار کی طرف سے وہ بغلی گھاٹی آتی ہے جسکا ذکر پیشتر ہو چکا ہے مجھے دوہرانا پڑا۔ کیونکہ اسی راستہ کو مین تین دن قبل طے کر چکا تھا۔ یہاں سے ہم تار کے ستونوں اور ندی کے کنارے کی رہنمائی سے جو پورے درہ مین پھیلی ہوئی ہے آگے بڑھے۔ ان سیدہا اور عمودی دہانہ کو ہم کئی میل تک بصد دقت و زحمت طے کرتے رہے۔ کبھی تو ہم کو اون ٹھیکروں اور چٹانوں پر سے گذرنا پڑتا جو ندی کی تہ مین جا بجا موجود تھے۔ کبھی ایک تنگ سے شگاف مین مقید ہونا پڑتا اور کبھی ان تمام وحشت زا مقامات کو طے کر کے ہم دفعتًا ایک خوبصورت سی پر فضا وادی مین نکل آتے میگریگر جو بحیثیت ایک سپاہی ہونے کے کوہ وادی و صحرا کی نسبت رائے زنی کرنے کا اچھا ملکہ رکھتا تھا اوسنے مشہد سے لیکر قلات تک کی سڑک کے اس حصہ کے حالات اپنے معنی خیز عبارت مین خاص طور سے حسب ذیل بیان کئے ہین "مین نے یقینًا کوئی حصہ ملک قدرتی طور پر اس درجہ مستحکم نہین دیکھا جیسا کہ وہ علاقہ جو ستائیس میل تک کاروہ اور وارود کے درمیان چلا گیا ہے۔ یہ علاقہ ناقابل محاصرہ دہانوں اور دروں کی گویا ایک مسلسل قطار ہے جن مین سے ایک بھی اس راستہ کی شہرت کے لئے کافی

ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس علاقہ کو دیکھ کر یہ گمان نہیں ہوتا کہ جو کچھ ہمارے دیکھنے میں آیا۔ وہ عالم بیداری میں تھا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ

"خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا" [۱]

راستہ میں ہم ایک بہت بڑے پتھر کے پاس سے گذرے جو ایک ہزار فیٹ بلند ٹیکرے کے اوپر ٹکا رکھا تھا اور کوہ پنج منہ (۱۶ اسیر) کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ظریف الطبع بادشاہ نے ایک دفعہ اپنے کسی درباری سے کہا تھا کہ اس بے حقیقت پارہ سنگ کو جو ہوا میں معلق ہے اپنی عقل کی میزان خارا سنج میں تولدے کچھ دور آگے چلکر بائیں طرف کو راستہ سے بیس فیٹ بلند ایک بہت بڑی چونے کے پتھر کی چٹان کی ترشی ہوئی سطح پر بزبان عربی و فارسی ایک کتبہ ہمارے دیکھنے میں آیا جس میں اُس فتح کا حال مندرج ہے جو شیبانی محمد خان ازبک فاتح بخارا نے کفار ایران پر سنہ ۹۱۶ھ میں حاصل کی اسکے بعد ہم ایک چھوٹے سے گانوں میں پہونچے جسکا نام مجھے ہرک یا وہرک بتایا گیا۔ یہاں درختوں کے ایک جھنڈ کے روح پرور سایہ میں ندی کے کنارے میں کچھ دیر سستانے کے لئے ٹھہر گیا۔ اسی گھاٹی میں اور چھ میل کا سفر کرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وادی بتدریج چوڑی ہو کر ایک کھلے میدان کی شکل میں بدل گئی جس کے سرے پر کاردہ کا بڑا گاؤں درختوں سے گھرا ہوا آباد ہے۔ یہ ایک حقیر سی جگہ ہے لیکن کم از کم یہ امتیاز اسے ضرور حاصل ہے کہ یہاں ایک چھوٹے سے علاقہ کا سردار رہا کرتا ہے۔

[۱] ترجمہ فی تہر و خراسان" (ر. ف۔ خراسان) جلد دوم صفحات ۴۴ و ۴۵۔

مشہد تک کی سڑک



- اکتوبر - جو پہاڑیان وادی کاردہ کے گرداگرد حلقہ زن ہین اون کا دامن پکڑکر مشہد کی سڑک ایک تنگ دہانہ مین داخل ہوتی ہے جسے دربند کاردہ کہتے ہین - اس دہانہ کے اندر ندی اپنی لہریا چال کے ساتھ دردکی عمودی دیوارون کی پائین کو ... کرتی ہوئی جارہی تھی دونون طرف پہاڑیون کے زیرین پہلوؤن پر عظیم الشان کنگرہ نما چوٹیان جو ہزار سے لیکر ڈیڑہ ہزار فیٹ تک بلند ہون گی - خدا سے باتین کرہی تہین - جو جو حیرت انگیز مناظر گزشتہ ہفتہ کے اثنا مین میرے دیکھنے مین آئے - اس گہاٹی کا وحشت زا شکوہ اون مین سے کسی سے کم نہ تہا اور رہ رہ کر میرے دل مین خیال آتا تھا کہ وہ لوگ جو جبال الپس کے درون کی تعریف مین ہرزہ درائی کیا کرتے ہین اگر وہ درے برف اور یخ کے لاثانی سانچے مین ڈہلے ہوئے ہی کیون نہون اگر وہ ہین ایشیائی اس ان دیکھے گوشہ مین سفر کرنے کا اتفاق ہو تو قدرتی مناظر کے ایسے حیرت انگیز تسلسل کو دیکھ کر جن مین سے ہر ایک کسی معروف تر سرزمین مین سیاحون کے ایک جم غفیر کو اپنی طرف کشان کشان سے آتا اونکی بہی عقل چکر مین آجاے گی -

خراسان کے شمالی و مشرقی حصہ کے مناظر

اس مقام پر پہونچکر ہم نے پہاڑون کو خیرباد کہی اور اوس میدان کے مشرقی سلسلہ کی بادیہ نوردی شروع کی جہان سے ایک ہفتہ پہلے بہ مقام رادکان روانہ ہو کر ہم داخل کوہستان ہوئے تہے - پس بیجا نہ ہوگا اگر مین اپنے تصور کی نگاہ اون مناظر اور حوالی پر

ڈالون جنکے درمیان مین ایران کی سرزمین مین داخل ہونے کے زمانہ سے لیکر ایتک سفر کر رہا تہا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کی سب سے زیادہ غیر معروف اور با این ہمہ سب مین افضل مثال کے طور پر پیش کی جا سکنے والی خصوصیات پر محتوی ہین۔ جو نقش کہ ان خصوصیات نے میری لوح تصور پر ثبت کئے اون کا خلاصہ اپنے سفر کے حالات کا اعادہ کئے بغیر مینے اخبار ٹائمس مین حسب ذیل قلمبند کیا تہا:۔

'کوچان سے روانہ ہونے کے بعد مین پہاڑون مین مشرق کی طرف روانہ ہوا اور خراسان کے اس چٹیل اور عسیر المرور گوشہ کی کوہستانی وادیون مین دشت پیمائی کرتا پھرا۔ چونکہ خیمہ و خرگاہ اور خچرون کے ساتہہ ہونے کی رکاوٹ ایسی نہ تہی کہ مین پچیس میل روزانہ سے زیادہ سرعت کے ساتھہ سفر کرسکتا لیکن پھر بہی اس دلچسپ ملک مین جہان بہت کم سیاح آئے ہون گے۔ مجھے کامیابی کے ساتہہ دو سو میل کی مسافت طے کرنیکا موقع ملا جو گاؤن رستے مین پڑے اون مین سے اکثر کے نام کسی انگریزی نقشہ پر موجود نہین ہین اور صرف چند بڑے بڑے یا معروف تر مقامات مثلاً قلات نادری کے مشہور قلعے وغیرہ کے نامون سے اہل یوروپ کے کان آشنا ہین۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ ان مقامات مین کسی امر کے متعلق بھی قابل اعتبار اطلاع آسانی سے نہین ملسکتی۔ علی الخصوص مقامات کے درمیانی فاصلہ کا حال جسکی تحقیق مین کسی قسم کا بہی تکلف نہ ہونا چاہیے۔ معلوم ہونا نہایت مشکل ہے۔ ایک فرسخ جو برائے نام چار میل کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل

کا ہوتا ہے اس ملک میں پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل تک اس سے مراد ہوسکتی ہے۔ یہہ یہان ایک معمولی سی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے پوچھتا ہے کہ فلان مقام کتنی دور ہوگا تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہی نصف فرسخ۔ حالانکہ اس سے اوسکی مراد فرسخ کی کسر سے ہوتی ہے جس کے ایک سے لیکر ساڑھے تین میل تک ہوسکتے ہین۔ جن مناظر کے درمیان مجھے سفر کرنیکا اتفاق ہوا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کے تمام حصے مین پہیلے ہوے بیان کئے جاسکتے ہین وہ اپنی طبعی خصوصیات کے لحاظ سے نمایان طور پر یکرنگ ہین بلند پہاڑون کے متعدد سلسلے جن کا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف مائل ہی ایک دوسرے کے متوازی متفاوت فصل سے چلے جاتے ہین۔ ان سلسلون کے درمیانی قعر زیادہ شمالی حصون مین عمیق دہانے ہوتے ہین جو اپنے تہ مین ایک سیل کی گذرگاہ سے زیادہ گنجایش نہین رکہتے حالانکہ جنوب کی طرف یہی قعر چوڑے ہوکر وادیان بنجاتے ہین جنہین پہاڑی ندیان سیراب کرتی ہین اور جنمین جابجا گاؤن آباد دکھائی دیتے ہین حتی کہ یہی وادیان آگے جاکر وسیع اور زرخیز میدانون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔ جیسے شمال مین کوچان اور کوہ بنالود کے جنوب مین نیشاپور کا میدان۔ حاجب گھاٹیان کوہستان کی اس ریڑہ کو بسا اوقات زاویہ قائمہ بناتی ہوئی قطع کرتی ہین جس سے ایک وادی سے دوسری وادی مین جانے کا رستہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ گہاٹیان دفعتہً پیدا ہوجانے کے باعث اور اپنی انوکہی عظمت و شان کے لحاظ سے دلپر کچھ عجب بیخودی

کر دینے والا اثر ڈالتی ہین۔ ہر ایک مین بیسیون ایسے ایسے محفوظ اور مستحکم مقامات پائے جاتے ہین۔ جن پر حملہ کیا جانا امکان سے خارج ہے اور مین نہین سمجھتا کہ دنیا کے کسی اور حصہ مین حد الثلج سے نیچے کا کوئی طبقہ بھی کوہستانی مناظر مین وحشت زا اور ہیبت ناک ہونے مین اس کا ہمسر ہوگا۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ان تنگ دہانون کا قاعدہ سیس کی ایک تہ کے سوا جس مین بڑی بڑی چٹانین بکھری پڑی ہوتی ہین۔ کسی اور کو اندر جانے کی اجازت دے۔ اور دہانون کی عمودی دیوارین بسا اوقات پانچ سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک اوپر کو اوٹھی ہوئی چلی جاتی ہین۔ بلند تر پہاڑون پر روئیدگی کا نشان تک نہین ہوتا اور انکی عریانی اور بیچ پڑا پن طبیعت کے لئے کبھی مرغوب نہین ہو سکتا۔ البتہ بلند ترین چوٹیان سنگریزون کا طرہ سر پر لگا کے اپنی رفعت و شکوہ کی شان دکھاتی ہین اور کبھی کبھی ایسے محویت انگیز قدرتی نظارے دیکھنے مین آجاتے ہین جیسے قلات کی جنوبی وادیون زراعت قریباً وادیون کی تہون مین ہی محدود ہی اور وہان اس کا دارومدار ان قلیل الصفا ندیون اور نالیون پر ہے جو آبپاشی کے لئے کھود کر کھیتون تک پہونچائی جاتی ہین۔

ہر ایک گاؤن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک خاکستری رنگ کے ریگستان مین ایک لہلہاتا ہوا مرغزار ہے اور کچی مٹی کے غلیظ جھونپڑے جن کے دود آلود دامن مین ہرے سفیدون اور تر و تازہ میوہ کے درختون کی جھالر ٹکی ہوتی ہے۔ مسافر کو ویسی ہی تازگی بخشتے ہین۔ جیسے انگلستان کا زیادہ سے زیادہ آرام دہ گھر۔

حیات بہیمی و انسانی



ربرداری کے جانوران پہاڑی دیہات مین نہایت چھوٹے چھوٹے مٹیالے رنگ کے گدہے ہوتے ہین - اونٹ صرف قافلون کے ہمراہ دیکھنے مین آتے ہین اور گہوڑا تو غریب لوگ رکھہ نہین سکتے - پہاڑیون کے خشک پہلوؤن پر جو تہوڑا بہت سبزہ ہوتا ہے اوسپر کالی بہیڑون اور بکریون کے ریوڑ جو عظیم الجثہ کتون کی نگرانی مین ہر جگہہ دیکھنے مین آتے ہین چلتے ہین - اس لئے گوشت کی یہان ارزانی اور بہتات ہے - کالے بیل لکڑی کے بہدّے ہلون مین جُتے ہوئے نظر آتے ہین لیکن ان ہلون مین لوہے کی پہال چڑہی ہوئی نہین ہوتی - مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ بیل تو ہر جگہہ نظر آتے ہین لیکن گائین اور دودہ ہر ایک گاؤن مین دستیاب نہین ہوتا - مرغیان البتہ کثرت سے ملسکتی ہین جہان جا ہو تین پنس (تین آنے) مین ایک لے لو - وادی کوچان مین ہر قسم کا میوہ بافراط ملتا ہے مگر شمال کی طرف مجھے ذرا بہی میوہ نہ ملسکا - چانول کسانون کی عام غذا تھی - یہ کسان لوگ دیکھنے مین وجیہہ وشکیل اور توانا معلوم ہوتے تہے اور شہری ایرانیون سے بالکل مختلف تہے - نسل کے اعتبار سے وہ ایرانی نہین تہے بلکہ ترکمان یا ترک معلوم ہوتے تہے اور صورت شکل مین بہی وہ اتنے ایرانیون سے نہین ملتے جلتے جتنے ازبکون اور تاتاریون سے - سر پر وہ بہیڑ کی کہال کے کنٹوپ پہنے تہے جو ترکمانی وضع کے نہ تہے بلکہ چند دسے پرسے کم بلند تہے - اونکی ٹانگون پر کرمچ کی پٹیان - کچے چمڑے کے تسمون سے بندہی تھین اور پاؤن مین وہ گائے کی کہال کے ڈٹے

جوتے کہ وہ بھی اسی طرح سے بذریعہ تسمون کے بندہے تھے پہنے ہوئے تھے ۔
عورتین ہر جگہ دیکھنے مین آتی تھین مگر بالعموم اون سب کے چہرے احتیاط کے ساتھ
چھپے ہوئے تھے نہ کی نقاب سے بلکہ اوپر کی سوتی چادر کے ذریعہ سے جو چہرہ کے
حصہ زیرین پر کھینچ لیجاتی تھی - جن عورتون کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا وہ قبل از وقت
بڈہی اور بدصورت ہوچکی تھین مگر یہ مشرق کا افسردگی خیز قانون ہے جس سے مفر نہین ہے

طبعی خصوصیات



کچھ اوپر بیان کیاجاچکا ہے اور یہاں اس سرزمین کے پہاڑون کی خاص ساخت
کے متعلق مین ایک دو باتین اور ایزاد کیا چاہتا ہون - اول تو جو خطوط دریاؤن کے
طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین وہ شاذونادر ہی بلند ترین سلسلہاے
کوہ یا چوٹیان ہوتی ہین - اس کی مثالین اون دونون خطوط انقسام کی صورت مین میّنے
دیکھین جوانگ یعنی ماوراالنہر اور کوچان - اور کوچان و مشہد کی ندیون کے طاسون کو
ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین یا دوسرے الفاظ مین یون کہیئے کہ اون دونون ندیون
کے طاسون کا انفصال باہمی بذریعہ تقسیم قدرتی جو علی الترتیب بحیرہ اخضر اور ہری رود مین
جاملتی ہین - دوم یہ کہ بجاے اسکے کہ دریا سلسلہاے کوہ کے محور کے متوازی جائین
یا یون کہیے کہ جو عمیق وادیان اون کے درمیان واقع ہون اون مین بہتے ہوئے اون
کونون پر سے اپنا رخ بدل لین - جہان پہاڑ کی ریڑہ مین خم آجاتا ہو وہ سلسلہاے کوہ
کو زاویہ قایمہ بناتے ہوئے قطع کرنا چاہتے ہین اور قدرت نے اس غرض سے

جوف کہسار مین ایسی ایسی درزین اور شگاف پیدا کردے ہین جو خود یہ دریا کبھی پیدا نہ کرسکتے تھے
اسکے علاوہ ان درازون کے دیکھنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ پانی کی قوت روانی کی
عمل سے ترکیب پذیر ہوئے ہین۔ بلکہ قیاس اس بات کو چاہتا ہے کہ ابتدا مین کرسی زمین
کے اُٹھتے وقت شدت کے کھنچاؤ یا تناؤ کی وجہ سے یہ شگاف پیدا ہوگئے۔

ہمارا مشہد کے قریب پہونچنا



ہم ایک دفعہ میدان مین پہونچ گئے تو مسافت جلد جلد قطع ہونی شروع ہوئی
اور ہم نے اندروخ اور رزان کے دیہات کو جو پانی کی فراوانی اور زراعت کے ایک
وسیع رقبہ کی نعمتون سے بہرہ ور نظر آتے تھے یکے بعد دیگرے اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس
پہنائے عظیم کے بعیدترین جنوبی حصون مین مشہد کے عقب کے پہاڑ اپنی نوکیلی پشت
کی مجزا چٹانون کا بھیانک روپ دکھا رہے تھے۔ مین نے ٹکٹکی باندھ کر اس امید مین
اس طرف دیکھنا شروع کیا کہ مقدس امام کے مزار کا سنہرا گنبد اور اوس کے مینا اس فاصلہ
سے مجھے نظر آجائین۔ بتدریج غبار کے مرغولے اوپر کو اوٹھنے لگے گویا کہ دریچہ افق پر پشمین
پردہ پڑا تھا جسے طناب مین اوپر کھینچ رہی تھین اور اول تو ایک فوری چمک اور پھر ایک دیر
تک قایم رہنے والی جھلملاہٹ نے مجھے بارہ یا پندرہ میل کے فاصلہ پر سنہرے کلس
کی جھلک دکھا دی۔ اگرچہ اس نظارہ کو دیکھکر میرے قلب پر اوس صاحب عقیدت زایر
کی سی وجدانی کیفیت طاری نہین ہوئی جو صدہا بلکہ ہزارہا میل کا صعوبت ناک سفر طے
کر کے اس مقدس مقام کو دیکھنے آتا ہے اگرچہ مین نے فرط عقیدت سے "یا علی" اور

"یا حسینؑ" کے پر جوش نعرے نہیں بلند کئے۔ اور اگرچہ مین نے اپنے دامن کو پارہ پارہ کر کے عابد و زاہد شیعون کے دستور کے موافق قریب ترین جہاڑی پر نہین لٹکا دیا۔ تاہم مین نے اس منظر کو اوس گہری دلچسپی اور محویت سے دیکھا جو اس مشہور و معروف شہر کے شنیدہ اور خواندہ حالات کے علم کی وجہ سے مجہہ مین پیدا ہو گئی تہی اور اپنے گہوڑے کو مہمیز لگا کر جسقدر جلد مجہہ سے ہو سکتا تہا مین نے اوس میدان کو جو میرے اور میری منزل مقصود کے درمیان حائل تہا قطع کرنا شروع کیا۔

ایک حادثہ



بادگدی اور مین گہوڑے ڈپٹاتے ہوئے آگے آگے جا رہے تہے اور اوسکا اشہب "گلدم" اپنی جولانی کے زبردست کرشمے دکھا رہا تھا کہ اپنے پیچھے کے ساتہیون کے گہوڑیون کی ٹاپون کی آواز کا یک لخت موقوف ہو جانا مجھے محسوس ہوا اور مینے پلٹ کر دیکھا کہ کیا ماجرا ہے۔ دو سو گز کے فاصلہ پر گریگوری کا عراقی چارون شانے چت ہوا مین دولتیان پہینک رہا تہا۔ اس کا بوجھ چارون طرف زمین بکھرا پڑا تھا اور ناشاد ارمنی اپنے آپکو گہوڑے کے تلے سے بدقت تمام نکال رہا تہا ... موتہہ بسور بسور کر اپنے گھٹنے کو مل رہا تہا۔ ایک طرف کو رمضان علی خان بھی خاک ... ل مین اٹا ہوا پیادہ اپنے گہوڑے کے پیچھے بدحواسی کے عالم مین جا رہا تھا ... ہڑا فراٹے بہرتا ہوا نگاہ سے غایب ہونے کو تہا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گریگوری ... بانور زیادہ خستہ و ماندہ ہو جانے اور جو بہاری بوجھ اوسپہ لدا ہوا تہا اوسکو لیکر

ہمارے ساتھ ساتھ اس تیزی سے دوڑ رہے تھے کے باعث سکندر کی کہا کر نیچے گر پڑا اور گرگوری
اوسکے تلے دب گیا اور افغان جب اپنے ساتھی کو اس مصیبت سے نجات دینے کے
لئے گھوڑے سے نیچے اوترا تو گھوڑے نے اوسکے سر پر ایسی دولتی چلائی کہ وہ دہڑام
سے زمین پر گر پڑا۔ قصہ مختصر تھوڑی دیر میں سب کچھ درباصلاح ہو گیا اور ہم دونون کو پیچھے
چھوڑ کر مین نے پھر گھوڑا اوڑایا۔ شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مضبوط اور گیارہ
محرابون کے بلند پشتہ پل پر پہونچے جو کشف رود کی حقیر سی ندی پر بندھا ہوا ہے یہ پل جس کا
نام پل شاہ ہے ندی کے کاہیدہ حجم سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ندی کا پاٹ اس
مقام پر صرف پچیس فیٹ تھا اور پانی کی روانی بمشکل محسوس ہوتی تھی۔ پل کی سنگ بندی
ابتداءً گول سنگریزون سے کی گئی تھی۔ لیکن ایران مین جو حالت کسی اور اچھے کام کی ہوتی ہے
وہی اس سنگ بندی کی بھی ہوئی سنگریزے غایب ہو گئے اور یہ شکستہ گذرگاہ بجائے
فائدہ رسان ہونے کے اور اولٹی مسافرون کی ٹانگین توڑتی ہے

خواجہ ربیع کا مزار

ایک میل کی مزید مسافت طے کرنے کے بعد ہم خوجہ ربیع (یا خواجہ ربیع) کے مقبرہ کی چاردیواری

لہ یہ ندی (جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قدیم فارسی مین کشف کچھوے کو کہتے ہین) جس کا نام آب مشہد بھی ہے اور جسے بعض دفعہ
قراسو (آب سیاہ) کہتے ہین چشمہ گیلاس سے جو چناران اور رادکان کے درمیان ایک دلدل سے نکل کر
وادی مشہد کے نالون اور سیلون کو جمع کرتی اور ملک دربند (درۂ سفید) میں سے گذرتی ہوئی پل خاتون پر
سرحد روس کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہان پہونچکر دریائے ہری رود سے ملتی ہے۔ ان دونون کے
اتصال سے دریائے تجند پیدا ہوتا ہے۔

کے پاس پہونچے۔ یہ ایک بزرگ تھے جنکی نسبت بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت امام ضیا
علیہ السلام کے دوست تھے ، بعض سے کہتے ہین کہ امام ممدوح کے اوستاد تھے۔ اور
اونہین اسی مقام پر تبیاں قرب حضرت امام دفن بھی کیا گیا ہے۔ مقبرہ کے گرد ایک باغ
ہے جس مین کثرت سے درخت موجود ہین اور داخل ہونیکا راستہ ایک رفیع الشان پھاٹک
ہے جسکے جوف مین محراب دار طاقون کے اندر کچھ حجرے بنے ہوئے ہین۔ حوالی
پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ مشہد کے لوگ فرصت کے اوقات مین تفریح طبع
کے لیے یہان آیا کرتے ہین اور فی الحقیقت مضافات شہر کا کوئی حصہ اگر دلچسپی کے
اعتبار سے سربرآوردہ ہے تو وہ یہ ہے۔ اس خیال سے کہ اس عمارت کے اندر ایک
مسجد بھی ہے اور اسلیے اسپر مذہب کا رنگ چڑھا ہوا ہے مین نے اسکے اندر داخل ہونیکی
کوشش نہین کی بلکہ باہر سے اس کی ایک عکسی تصویر لے لی۔ بعد مین مین نے سنا کہ
مقبرون مین ہر خاص و عام کو جانے کی اجازت ہے یہ موجودہ عمارت اصلی مقبرہ نہین بلکہ
اوس کتبہ کے مضمون سے جو اس پر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عباس اعظم نے اسکو
ایک قدیم تر عمارت کے آثار پر تعمیر کیا تھا۔ اسوقت اس کی مکرر تجدید عمل مین آرہی تھی۔
عمارت چارون طرف سے پاڑون سے گھری ہوئی تھی اور قبہ کے بیرونی حصہ کی نیلی
انیٹین جن مین سے اکثر کا رنگ اوڑ گیا تھا اور بہت سی اکھڑ گئی تھین اون کی مرمت راج مزدور
کر رہے تھے۔ گگ ۱۸۷۲ء مین اسکے خشتی کام کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایران
کی دوسری تمام عمارات کے اس قسم کے کام سے یہ کام اچھا ہے۔ مگر اس کا بھی اکثر

حقیقتہ ضایع ہوگیا تھا اور قبہ کے ڈہلاؤ کے شروع ہونے کے مقام سے نیچے کسی زمانہ مین جو منبت کاری تہی۔ اسکے اب صرف کچھ نشان رہ گئے ہین۔ اسکے قریب ہی حکمران خاندان کے بانی آغا محمد شاہ کے باپ فتح علی خان قاجار کا مقبرہ ہے۔ نادر شاہ اوس کا دشمن ہوگیا تھا اور اوسی کے حکم پر آغا محمد شاہ کی گردن ماری گئی تہی۔

ہمارا مشہد مین داخل ہونا

جلد سڑک مٹی کی خاک آلودہ دیوارون مین سے گزرتی اور چھوٹی چھوٹی خندقون کو جو مشرق کے تمام شہرون کا عام حیرانی منظر ہوا کرتی ہین عبور کرتی ہوئی بڑہی۔ شہر پناہ کا لمبا سلسلہ اب ظاہر ہوا جسکے اوپر جابجا برج بنے ہوئے تہے اور جو چارون طرف ایک پایاب خندق سے گھری ہوئی تہی۔ پہاٹک مین سے گذر کر جہان ایک میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے جوان نے معًا اوٹھکر اپنی بندوق کی نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ سلامی اتاری۔ ہم کوئی آدھ گھنٹہ تک اون خالی خولی اور دلچسپی سے معرا گلیون کو گھوڑے پر سوار طے کرتے رہے جو مشرق کے عظیم الشان سے عظیم الشان دارالسلطنت کے پانچ مین سے چار حصون کا سرمایہ ہوا کرتی ہین۔ اور خیابان یعنی مشہد کے وسطی بازار مین سے گزرنے کے بعد (جسکا زیادہ تفصیلی حال باب آیندہ سے متعلق ہے) مین ایک پست دروازہ کے سامنے جا ٹھیرا جس پر ایک بہت بڑے رنگے ہوئے سپر نما تختے پر گورنمنٹ برطانیہ کا نشان منقوش تہا جس سے اس بات کا پتہ چلتا تہا کہ ملکہ معظمہ کا قونسل جنرل اور وایسرائے کشور ہند کا ایجنٹ یہان رہتا ہے۔ ایک منٹ نہ گزرنے پایا

تھا کہ کرنیل چارلس اسٹوارٹ سے مینٹے تپاک کے ساتھہ ہاتھہ ملانے مین اپنے آپکو مصروف پایا۔

کاروہ سے مشہد تک کی منزل کا فاصلہ ۸ فرسخ بیان کیا جاتا ہے مگر حقیقت مین ۲۴ میل سے زیادہ نہین۔ نظربران قلات سے مشہد تک کا راستہ حسب ذیل ہے۔

	فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
قلات نادری سے واردہ تک	۵	۲۰
واردہ سے کاروہ تک	۷	۲۶
کاروہ سے مشہد تک	۸	۲۴
میزان	۲۰	۷۰

قلات کو جانے اور وہان سے آنیکے مزید راستے

قلات سے درگز (براہ ارچینگان ۰ ۷ میل)۔ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ع) "کلاوڈز ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحات ۲۱۰ الی ۲۲۹ ۔ سر سی میگگریگر (۱۸۷۵ع) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۶۳۔ الی۔ ۷۵۔

قلات سے مشہد (براہ کان گوشہ و قرائیغان)۔ ان دونون راستون مین جو چاہین اختیار کرسکتے ہین۔ سر سی میگگریگر (۱۸۷۵ع) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم ضمیمہ دوم۔

ساتوان باب

مشہد

"اقوام کے مذاہب اور زمانہ کے مشاہیر کی کچھ نہ کچھ تعظیم یقیناً ہم پر واجب ہے"

گبن "ڈکلاین اینڈ فال آف دی رومن امپایر" (زوال وخاتمہ سلطنت روما)

مشہد کے مورخین سابق

گذشتہ پچاس سال سے متعدد یورپین لوگون نے مشہد کا سفر کیا ہے اور تفصیلی یا اجمالی طور پر اوسکے حالات بیان کئے ہین - ان مین انگریزونکو کیا بلحاظ خوبی تصنیف اور کیا بلحاظ تعداد فوقیت حاصل رہی ہین اونکے نامون اور نیز تصانیف[1] کی فہرست درج ذیل

---

[1] جے - بی - فریزر (۱۸۲۲ء) "جرنی ان ٹو خراسان" (سفر خراسان) - باب ہفدہم + لفٹنٹ - اے کونولی (۱۸۳۰ء) "اوور لینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر) - جلد اول - باب دہم + ڈاکٹر جے - والف (۱۸۳۱ء و ۱۸۴۳ء) "ٹریولس اینڈ ایڈونچرس اینڈ نیریٹو آف اے مشن ٹو بخارا" (حالات سیاحت وسرگذشت وداستان سفارت بخارا) + سر اے - برنس (۱۸۳۲ء) "ٹریولس ان ٹو بخارا" (سفر بخارا) - جلد سوم - باب چہاردہم + جے - پی فیریر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) باب نہم + این - ڈی - خانیکاف (۱۸۵۸ء) "میمائر سر لا پارتی مریڈیونیل دی لا ایسی سنترل" (تذکرہ اقوام علاقہ جنوبی وسط ایشیا) بزبان فرانسوی) - صفحات - ۹۷ - الی - ۱۰۸ و "مشہد لا سنتا سیٹا - ای - ال سو ٹر یٹو ریو ---

کرتا ہون تاکہ اگر ناظرین کسی خاص زمانہ یا کسی خاص شخص کے حالات دریافت کرنا چاہین۔ تو وہ ان کتابون کی مدد سے اپنی ضرورت پوری کر سکین۔ اگر مین نے مشہد کے حالات لکھکر ان مورخین کی تعداد مین ایک کا اور اضافہ کیا ہے۔ تو اس سے میرا یہ مقصد نہین کہ جو درجہ اپنی مساعی کے لحاظ سے اونہین حاصل ہے او سمین تصرف کرون بلکہ میری

بقیہ حاشیہ صفحہ ٣٠٧۔ ای۔ بی۔ ایسٹ وک (۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ"۔ (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ٢٠٠ الی ٢٣٣ + اے۔ ویمبری (۱۸۶۴ء) "لایف اینڈ ایڈوینچرس" (حیات و سرگذشت) باب بست و ہفتم + "مین وانڈرنگز اینڈ لیبنس ان پرسین" (یعنی سیاحت اور قیام ایران مین) + کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش (۱۸۷۲ء) "رائیڈ تھرو اسلام" (سفر دنیاے اسلام بذریعہ سواری اسپ)۔ صفحات ٩٨ الی ١١٢ + جماعت ماموره تصفیہ حد سیستان (۱۸۷۶ء) (١) کرنیل ایون۔ اسمتھ۔ "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول صفحات ٣٥٧ الی ٣٦٦۔ (٢) ڈاکٹر ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائیگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ٣٦٠ الی ٣٦٨ + کرنل۔ ویلنٹاین۔ بیکر (۱۸۷۶ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ"۔ (گھٹا مشرق مین)۔ باب دہم + سر سی۔ میک گریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول صفحات ٢٧٧ الی آخر کتاب مع نقشہ شہر صفحہ ٢٨٣ + جے۔ بیسٹ (۱۸۷۸ء)۔ "پرشیا۔ دی لینڈ آف امامس" (ایران یعنی سرزمین ائمہ)۔ صفحات ٢٢١ الی ٢٣٥ + ای۔ او ڈونوون (۱۸۸۱ء)۔ "دی مرو اوسس"۔ (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست و ہشتم و بست و نہم۔ جلد دوم۔ باب سیم + پی۔ لسار (۱۸۸۲ء) "پیٹرمنس متھی لنگن"۔ ۱۸۸۴ء۔ باب ہشتم + لفٹنٹ۔ اے۔ سی۔ ییٹ (۱۸۸۵ء) "ٹریولس ود دی افغان باونڈری کمیشن" (داستان سیاحت ہمراہی جماعت ماموره تصفیہ سرحد افغانستان)۔ باب دہم + مشہد کے اس صدی سے پہلے کے حالات مختصر اور منتشر ہین۔ لیکن ۱۷۴۱ء مین اس شہر کے دلچسپ حالات عبدالکریم کی کتاب "وایج دی لا اند آکمہ" (سفر از ہند تا مکہ) کے صفحات ٨٣ و ٧٠ الی ٩٣ مین پائے جاتے ہین۔

غرض وغایت ان مسائل کا تکملہ کرنا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ بہ طرز احسن بیان کر چکے ہین اوسکے اعادہ سے مین بہ حد امکان احتراز کرون گا اور جہان تک ممکن ہوگا ماخذ اصلی کو وثوق ویقین کی نظر سے دیکھون گا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی میرا یہ کام ہوگا کہ جہان جہان ان مورخین سابق نے غلطیان کی ہین اون کی اصلاح کرون اور مشہد کی تصویر کو آج تک کے واقعات کے قلمبند کرنے سے خط وخال اور نوک پلک سے ٹھیک کرون مشہد مین ملکہ معظمہ کے ایک سرکاری نائب کے مستقر ہی کا ہونا اس کی تاریخ مین ایک اہم واقعہ ہے

تاریخ

اس مقدس شہر کے خاص خاص حالات کا ذکر مین نہایت اختصار کے ساتھ کرونگا۔ اسکے نام (مشہد[1] جسکے معنی مقام شہادت کے ہین) اور اس کی شہرت کا باعث یہ واقعہ ہے کہ نوین صدی عیسوی مین حضرت امام موسی رضا علیہ السلام جو بارہ ائمہ مین سے بہ لحاظ سلسلہ آٹھوین ہین یہان سپرد خاک کئے گئے۔ افواہاً یہ سنا جاتا ہے لیکن اسکی بظاہر کوئی اصلیت نہین معلوم ہوئی کہ خلیفہ مامون الرشید مشہور خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے نے جسکا دار الخلافہ مرو تھا حسد کی وجہ سے امام صاحب کو جو اوس وقت شہر طوس مین جو موجودہ مشہد سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا رہتے تھے زہر آلود انگور کھلا کر شہید کرا دیا۔ لیکن ایک اور روایت اسطرح سے ہے کہ امام ممدوح نے طوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۸۔ اس کتاب کا ترجمہ فرانسوی زبان مین مسیو لینگلے نے کیا۔

[1] مشہد اسم ظرف مکان ہے جسکا مادہ شہد ہے۔

ہی مین طبعی طور پر انتقال فرمایا - یہ نہین کہا جا سکتا کہ ان دونون روایتون مین سے سچی کونسی ہے - بہر حال امام صاحب کی نعش موضع صنع آباد مین جو مشہد کے قریب واقع ہے ایک روضہ کے اندر دفن کی گئی - شہادت کی روایت کا ایک عجیب ضمیمہ یہ بھی ہے کہ مامون کے جلیل القدر باپ ہارون الرشید کا مقبرہ بھی یہین ہے - صنع آباد بتدریج مذہبی کشش اور زیارت کا مرکز بن گیا اور ابن بطوطہ نے جو ۱۳۳۳ء کے قریب سفر کرتا ہوا یہان آیا دیکھا کہ امام صاحب کی مسجد موجود ہے اور اوس کی نہایت درجہ تعظیم کی جاتی ہے[۱] ۱۴۰۴ء مین جب ہسپانیہ کا رفیع الشان سفیر ڈان رای گانزیلز ڈی کلاویجو تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے ہوئے مشہد سے گزرا تو اوسنے بھی یہی واقعہ بلند کیا[۲] - تیمور کے سب سے چھوٹے بیٹے شاہ رخ نے بعد مین اس مزار کو مزین و آراستہ کیا اور اوس کی بیگم

---

[۱] اوس کا بیان حسب ذیل ہے :- "مشہد الرضا ایک وسیع اور آباد شہر ہے جہان میوہ افراط سے پیدا ہوتا ہے مشہد (یعنی روضہ) پر ایک بہت بڑا قبہ ہے جو حریر کے غلاف اور طلائی شمعدانون سے مزین ہے - قبہ کے نیچے حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے مقابل خلیفہ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے - اس مقبرہ پر شمعین روشن کی جاتی ہین - لیکن جب شیعان علی زیارت کے لئے یہان داخل ہوتے ہین تو وہ ہارون الرشید کے مدفن کو [illegible] تے ہین مگر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار پر درود و سلام بھیجتے ہین" اس بیان سے واضح ہوتا ہے [illegible] ہوین صدی مین جس طرح یہ مقام شیعون کی زیارتگاہ تھا اوسی طرح سنی بھی یہان زیارت کرنے کو آتے تھے -

[۲] اوسکا یہ بیان ہے :- "حضرت امام رضا علیہ السلام ایک بڑی مسجد کے اندر ایک بڑے مقبرہ مین دفن ہین جسپر چاندی [illegible]ح چڑھا ہوا ہے - اس مزار کی وجہ سے یہان ہر سال کثیر التعداد مسافر اطراف و اکناف عالم سے آتے ہین - جب [illegible]ن پہونچتے ہین تو سواری پر سے اوترکر خاک کو بوسہ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم مقام مقدس پہونچ گئے"

[illegible] ہکلوئٹ سوسائٹی -

گوہر شاد نے وہ عالی شان مسجد تعمیر کی جو ابھی تک اسکے برابر کھڑی ہے۔ لیکن کہین سولھوین صدی کے شروع مین جاکر جبکہ حکومت خاندان صفوی کے حصہ مین آئی مشہد عالمگیر شہرت کا مرکز بنا۔ مذہب شیعہ کو قومی مذہب قرار دینے کے بعد نئے فرمانرواؤن کے لئے یہ امر نہایت ضروری تہا کہ وہ کوئی ایسی متبرک زیارت گاہ مقرر کرین جو اون زائرون اور روپیہ کو جو مکہ معظمہ کی طرف کھنچا ہوا چلاجاتا تہا۔ اپنی طرف کہینچ لائے اور تمام شیعون کی حرارت دینی کا منبع اور مصدر ہو۔ چنانچہ جس طرح جروبوم نے دان اور بیتھل مین طلائی گوسالے اس غرض سے رکہدئے تہے کہ اسرائیلی زایر یورشلیم سے منحرف ہوجائین اسی طرح شاہان اسمٰعیل طہماسپ اور عباس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مسجد کو سیم وزر اور اوقاف سے مالامال کردیا۔ یہ فرمانروا خود بھی یہان آتے تہے اور بعض دفعہ اقامت پذیر ہوتے تہے[1]۔ غرضکہ اون کی مساعی سے یہ مقام دنیائی ایران کا مکہ بن گیا اور اب تک ہے۔ اس مین شک نہین کہ شیعون کے متبرک مقامات مین مشہد کا شمار درجہ اول مین نہین ہے۔ کیونکہ جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلعم

[1] عباس اعظم کے زہد واتقا کے ثبوت مین یہ بیان کیاجاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے کل دربار کے ساتھ اصفہان سے مشہد تک برابر پیدل چلتا ہوا آیا اور دربار کے بہت دان لے کل فاصلہ کو ایک رسی کے ذریعہ سے ناپا جسکی روسے یہ فاصلہ ۱۹۹ فرسخ اور کچھہ کسر قرار پایا۔†

† ۔ اسی قسم کی روایت شہنشاہ اکبر کی نسبت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اوس عقیدت اور ارادت کے لحاظ سے جو اوس کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تہی وہ پیادہ پا معہ بادشاہ بیگم کے آگرہ سے چلکر اجمیر شریف تک آیا تہا بلکہ یہان تک بیان کیاجاتا ہے کہ وہ متعدد مرتبہ اسی طرح اللہ مسافت طے کرکے اجمیر شریف کی زیارت کو آیا۔ مترجم

کے داماد اور شیعی عقاید کے موجب دین کے حقیقی پیشوا) اور اونکے فرزند حضرت امام حسینؑ شہید بلحاظ تقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر فوقیت رکھتے ہین اسی طرح اون کے مزار بھی جو نجف اور کربلا مین واقع ہین مشہد والے روضہ سے زیادہ متبرک ہین۔ لیکن نجف اور کربلا دونون کے دونون ترکی علاقہ اور اس لحاظ سے ایک غیر سرزمین مین واقع ہین اور وہ دل بھی جو حب وطن کے پاک جذبہ سے بالکل معرا ہوگا جب نجف اور کربلا کی زیارت کرتے وقت یہ شوق نہ رکھتا ہوگا کہ ایران کے مذہبی مرکز مین پہونچکر اوس کی زیارت کرے اور دوگانہ بجا لائے اور مزار امام کی ضریح کو بوسہ دے[1]۔ لیکن چونکہ مشہد سرحد توران سے اس قدر قریب تھا اس لئے یہ ترکمانی تاخت وتاراج اور حملہ آوری کی برابر زد مین رہتا تھا اور خراسان کے تمام سرحدی شہرون کی طرح اسکی تاریخ بھی ہنگامون اور شورشون سے بھری پڑی ہے۔ شاہ عباس کے عہد مین (۱۵۸۶ء) ایک دفعہ ازبکون نے اسکو سر کرکے لوٹا اور غارت کیا۔ اسکے بعد محمود افغان کے حملے نے اسے بہت کچھ نقصان پہونچایا۔ لیکن نادر شاہ فاتح کی سرپرستی نے اسمین پھر جان ڈالدی۔ نادر شاہ نے تخت ایران پر بیٹھنے کے بعد اگرچہ شیعہ مذہب کے عقاید ترک

[1] مین نے کربلا کے ایک شیعہ سید سے پوچھا کہ مسلمانون کے متبرک مقامات کے درجہ کا سلسلہ شیعی عقاید کی رو سے کیا ہے تو اوسنے حسب ذیل جواب دیا:۔ اول مکہ معظمہ۔ دوم مدینہ طیبہ۔ سوم نجف اشرف۔ چہارم کربلائے معلی۔ پنجم کاظمین شریف متصل بغداد شریف۔ ششم مشہد مقدس۔ ہفتم سامرہ (سُرَّ مَن رَأیٰ) واقع کنارہ دجلہ۔ ہشتم قم۔ لیکن اگر کوئی ایرانی شیعہ ہوتا تو وہ مشہد کا درجہ کربلا کے بعد رکھتا۔ مکہ کی زیارت کرنے سے زایر حاجی کہلاتا ہے۔ کربلا سے کربلائی اور مشہد سے مشہدی۔

کردے تھے اور جبراً شیعہ مذہب کے استیصال کی کوشش کی تھی[۵۱]۔ تاہم وہ اکثر مشہد میں اپنا دربار لگایا کرتا تھا اور روضہ امام کو از سر نو تعمیر کر کے اوسے مزین و آراستہ کیا تھا۔ اس کے عہد میں اوسنے اس شہر میں اپنے اور اپنے بیٹے[۵۲] کے لیے سبب کی اوس نے فرط حسد بعض سے آنکھیں نکلوا دی تھیں مزار بھی بنوائے تھے۔ اوس کی وفات کے بعد مشہد اوس کے اندھے پوتے شاہرخ[۵۳] کے قبضہ میں رہا جس کی کمزور حکومت کے زمانہ میں ازبکوں کے آئے دن کے حملوں سے اس شہر کی آبادی ساٹھ ہزار سے گھٹ کر بتیس ہزار رہ گئی۔ آخر کار صدی کے خاتمہ پر آغا محمد خان قاجار خواجہ سرا نے جو ایران کے حکمران خاندان کا بانی ہے شاہرخ کو تخت سے اوتار دیا اور وحشیانہ ظلم کے ساتھ اوسکو عذاب دے دیکر مارا۔ موجودہ صدی میں مشہد نے کئی دفعہ حکومت عالیہ کے برخلاف اوس نفرت کی وجہ سے جو خاندان قاجار کے ساتھ اوسے برابر چلی آئی ہے۔ علم بغاوت بلند کیا۔ اور ان بغاوتوں کے پے در پے ظہور میں آنے کی وجہ سے ایک سے زیادہ تعزیری مہمات شاہ کو بھیجنی پڑیں لیکن سلطنت کے دوسرے اجزا کی طرح اب ناصر الدین نے اسکو بھی پوری طرح سے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ہے۔

۵۱ مذہب سنت وجماعت کی ترویج کا جو اقدام نادر شاہ نے کیا تھا وہ مصلحت ملکی اور حکمت عملی پر مبنی تھا جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیائے اسلام تبریز سے لیکر دہلی تک ایک شہنشاہ کے زیرنگین ہو جائے۔

۵۲ اس بیٹے کا نام رضاقلی میرزا تھا۔ مترجم

۵۳ شاہ رخ اوسی رضاقلی میرزا کا بیٹا تھا جسے نادر نے اندھا کیا۔ مترجم

شہر کا نقشہ



...کے گرد بہی مشرق کے تمام دوسرے شہروں کی کچی مٹی کی ایک دیوار کھچی ہوئی ہے جس مین برابر برابر فصل سے برجیان بہی ہوئی ہین اور گوشون پر آگے کو نکلے ہوئے برج ہین۔ ابتداءً اس دیوار کے نیچے کے حصّہ کی موٹائی نو فٹ اور اوپر کے حصہ کی چار فٹ تہی اور اسکے علاوہ ایک فٹ موٹی منڈیر بہی اسپر موجود تھی۔ لیکن اب اس کی حالت نہایت شکستہ ہو رہی ہے۔ سابق مین فصیل کے نیچے ایک چھوٹی سی کہائی ہوئی تہی جس کے باہر کے یعنی محاصرین کی طرف والے کنارے پر ایک پست سی منڈیر بنی ہوئی تہی اور اس کہائی کے بعد ایک اور زیادہ چوڑا ان کی کہائی تہی لیکن انحطاط کے عمل نے ان دونون کو یکسان ویرانی کا لباس پہنا دیا ہے اور اکثر مقامات پر یہ ایک دوسری سے متمیز نہین ہوتین فصیل کے دور کے مختلف اندازے لگائے گئے ہین۔ کسی نے چار کسی نے ساڑھے چار اور کسی نے چہہ میل اسکا فاصلہ بیان کیا ہے لیکن نقشہ اور ترتیب کی بے قاعدگی کی وجہ سے اندازہ لگانا مشکل ہے[1]۔ شہر پناہ کے پانچ پہاٹک ہین جن کی تفصیل یہ ہے۔ بالاخیابان پایئن خیابان جو خاص بازار کے دونون سرون پر واقع ہین۔ اور لوگان اور عیدگاہ

[1] میگگریگر نے اپنی کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۸۴ پر جو نقشہ دیا ہے اور جسے کرنیل ڈالمیج نے تیار کیا تہا اوسکے سوائے مجہے اور کسی نقشہ کا علم نہین مگر یہ بہی پورے طور پر صحیح نہین۔ ایسٹوک نے فصیل شہر کے گرد گہوڑے پر سوار ہو کر پہرتے اور اوس کا موقعہ بیان کرتے وقت غلطی سے کمپاس کے نقطون کو بدل دیا ہے جو شمالی سمت تہی اوسکو جنوبی اور جو مشرقی تہی اوس کو مغربی بیان کیا ہے۔

اور سراب۔ ارک جسے مین نے جاکر دیکھا اور جس کا حال مین تہوڑی دیر مین بیان کرون گا۔ جنوبی و مغربی دیوار کی طرف واقع ہے[1]

خیابان

زیارت گاہون کے بعد مشہد کا جو خاص منظر ایرانیون کی دلفریبی کا باعث ہے اور دوسرے مشرقی دار الحکومتون کے مقابلہ مین اس مین جداگانہ شان پیدا کرتا ہے ایک بازار ہے جو تقریباً پونے دو میل تک خط مستقیم مین چلا گیا ہے اور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین شہر کو دو حصون مین تقسیم کرتا ہے۔ اس بازار کے وسط مین روضۂ متبرک ایک چار دیواری کے اندر واقع ہین۔

اس بازار کا نام خیابان ہے اور شہری عظمت و شان کے لحاظ سے اہل مشرق کی نظرون مین اس کی وہی وقعت ہے جو یورپ والون کے نزدیک پیرس کے "شانزیلیزی" کی ہے۔ اسکے بیچون بیچ ایک نہر جاری ہے۔ لیکن ہم سے اگر کوئی پوچھے تو ہم اسے ایک غلیظ خندق سے تعبیر کرینگے جسکا عرض بارہ فٹ ہوگا۔ جسکے دونون کنارون پر اینٹ کی دیوارین ہین اور جس پر آمد و رفت کیلئے تختون کے کمزور سے چوبی پل بندہے ہوئے ہین۔ کہتے ہین کہ اس کی روکار اور نیز پل ابتدائً پتھر کے تھے۔ بظاہر اس نہر سے پینے کے پانی

[1] مشہد کے جغرافی موقعہ کے لئے دیکھو مضمون مرقومہ میجر ٹی۔ ایچ۔ ہو لڈچ مندرجہ "پروسیڈنگز آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (رویداد رایل جاگریفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدیدہ۔ جلد ہفتم مطبوعہ ۱۸۸۵ء۔ صفحات ۷۳۵ - تا ۷۳۸۔

کے چشمے۔ غسل خانے۔ کپڑے دہونے کے گہاٹ۔ مرے ہوے جانوروں کے مدفن۔ اور بدرو کا کام لیا جاتا ہے اس کے دونون طرف چنارون۔ شہتوتون۔ اور بیدون کی بے قاعدہ اور غیر مسلسل قطارین کہڑی ہین اور ان درختون مین سے اکثر بہت ہی پست قد اور غیر شاداب[۱] ہین۔ پہر دونون طرف رہروون کے لئے سڑکین ہین۔ جن کے کنارون پر بازار کی ابتر و پریشان دکانین واقع ہین۔ غرضکہ کل عرض خیابان کا تقریبًا اسّی فیٹ ہوگا۔ دن کے کاروبار والے حصہ مین خیابان مین لوگون کا اسقدر اژدحام ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص گہوڑے پر سوار ہوکر قدم قدم بہی اس مین سے گزرنا چاہے تو باوجود سوارون کی مدد کے جو رستہ صاف کرتے ہوئے آگے جاتے ہین وہ نہ گزر سکے گا۔ چیخ پکار اور شور و شغب ہر طرف سے ایک ہی وقت مین بلند ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مختلف الاقوام اور مختلف الحیثیت لوگ سب یہان مخلوط نظر آتے ہین۔ شاندار سفید عمامہ پوش ملا۔ غریب و مفلوک درویش۔ لحیم و شحیم اور پر تمکین سوداگر۔ پہٹے پرانے کپڑون والا ہیاہ حال زائر۔ کسی کو خاطر مین نہ لانیوالا سبز عمامہ پوش سید۔ دبکا ہوا سنی جو ہمت کرکے دشمن کے حصن حصین مین چلا آیا ہے۔ سیاہ ابروون والے افغان۔ خوشرو اور شکیل ازبک۔ خوشحال اور دولتمند عرب۔ تندخو اور وحشی بدو۔ ہندوستان کے تاجر۔ قاف کے زاہد۔ ترک

[۱] ایک مصنف کا بیان ہے کہ خیابان مین پہلے کہجورون کے درخت تہے لیکن اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ اڈونون نے جب اس بازار کے عرض کا اندازہ ۲۰۰ فیٹ کیا ہے تو ادسے غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔

تاتاری۔ مغل۔ تاجیک۔ غرضکہ مشرق کے مختلف الالوان۔ مختلف الالسنہ اور مختلف الاشکال لوگون کے خلاصہ کا قوام یہان دیکھنے مین آتا ہے۔ کونولی۔ فیرزر۔ ڈیمبری اور اودڈونوون نے اس زندہ رنگا رنگ مرقع کا ایسا پر اثر اور دل پر نقش ہوجانے والا بیان قلمبند کیا ہے کہ مین اس بارہ مین اون کی برابری کی کوشش نہین کرتا۔ جس زمانہ مین میرا اس شہر مین گزر ہوا تو شاید سب سے زیادہ عجیب تبدیلی اس کے رنگ روپ مین یہ ہوئی تھی کہ پچاس پچاس گز کے فاصلہ سے لالٹینون کے ستونون کی قطار خیابان مین کھڑی ہتی جسے حاکم مشہد نے ابھی ابھی نصب کرایا تھا۔

شہر کا باقی حصہ قبرستان

خیابان کو چھوڑ کر ہم پیچ در پیچ گلیون کی بھول بھلیان مین داخل ہوتے ہین۔ اور کچی مٹی کی دیوارون مین پھرتے۔ عجیب وغریب موڑون پر جن کا بظاہر کوئی منتہا نہین معلوم ہوتا چکر کاٹتے۔ گاہ بیگاہ کسی بازار مین جا نکلتے اور کھلے مقامات اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیرون پر سے گزرتے ہین۔ شہر کے زیادہ تر آسودہ حال باشندون کے مکانات بلند دیوارون کے اندر چھپے ہوئے ہین لیکن غریبون کے جھونپڑون کے دروازے بسا اوقات اسقدر پست ہوتے ہین کہ گلی کی سطح سے بھی نیچے ہوتے ہین اس طرح سے پھرتے پھرتے ہم دفعتہً ایک وسیع کھلے رقبہ مین پہونچتے ہین جس کی سطح پر بے قاعدہ مٹی کے تودے اور پتھر کی ٹوٹی ہوئی سلین بکھری ہوئی نظر آتی ہین۔ یہ مقام قبرستان ہے جسکی متبرک زمین کے ایک چھوٹے سے حصے کے لیے معتقدین گرانبہا قیمتین ادا کرتے ہین اور جس مین دفن

کئے جانے کے لئے اکثر ہزارہا میل سے نعشین لائی جاتی ہین - اسکے قریب راج لوگ اپنے اسارون مین سنگ خارا کی سلون کو جو مشہد کے قرب وجوار سے نکلتی ہین اور جو قبرون پر بطور یادگار کے نصب کی جانے والی ہین تراشنے مین مصروف نظر آتے ہین - اور انپر قرآن (شریف) کی کوئی آیت یا متوفے کے پیشہ یا حیثیت کی کوئی علامت کندہ کرتے ہین اس سے زیادہ مستقل یا ہٹائے جانے کے ناقابل تعویذ کے استعمال کی اجازت نہین دیجاتی کیونکہ قبرستان کے محدود رقبہ کی ضروریات کے لحاظ سے یہ امر لازمی ہے کہ یہ زمین دوبارہ کام مین لائی جاسکے اور اسلئے جب کوئی پرانی قبر بیٹھ جاتی ہے تو اس شہر خموشان کے کسی تازہ وارد کو اوس مین دفن کیا جاتا ہے - بہت سی قبرون پر چھوٹے چھوٹے سفید شامیانے تنے ہوئے تھے جن مین متوفے کے اقربا نے ملاؤن کا اجرت دیکر اس غرض سے بٹھا رکھا تھا کہ قرآن خوانی کرین تاکہ جنت کا رستہ اوس کے لئے صاف ہوجائے -

مشہد کی آب وہوا

باوجودیکہ یہان قبرستانون کی کثرت ہے اور قوانین حفظان صحت کی ان کے انتظام کے متعلق اس شدت سے خلاف ورزی کی جاتی ہے - اور باوجودیکہ اس شہر کی آبادی اس قدر گنجان ہے کہ سال کا کوئی حصہ ایسا نہوتا ہوگا جبکہ اس مین علاوہ مستقل باشندون کے نووارد لوگون کی تعداد کثیر نہ داخل ہوتی ہو اور اسکے علاوہ غلیظ چہ بچون اور حوضون کی یہان ایسی کثرت ہے پھر بھی بہت سے اور ایرانی شہرون کے مقابلہ مین مشہد کی آب وہوا بدرجہا بہتر ہے - اگرچہ یہ عرض بلد کے تقریباً اوسی خط متوازی پر واقع ہے جسپر کہ طہران واقع ہے

اور اس کا ارتفاع کم تر ہے یعنی طہران کے ۳۸۰۰ فیٹ کے مقابلہ مین صرف ۳۱۰۰ فیٹ تاہم طہران کے مقابلہ مین یہان سردی زیادہ پڑتی ہے اور اموات کم واقع ہوتی ہین۔ خانیکاف نے اس کی وجہ اوس موقعہ کو قرار دیا ہے جو مشہد کو ایک سلسلہ کوہ کے شمالی پہلو پر واقع ہونے کے باعث حاصل ہے جو اسے صحرا کی دم گھوٹنے والی ہواؤن سے بچاتا ہے۔ مشہد کا پانی نہایت نفرت انگیز ہے اور پینے کے قابل نہین کیونکہ اسمین گوگرد آمیز ہائڈروجن کے اجزا مقدار کثیر مین پائے جاتے ہین۔ مین نے پانی کے ایک پیالہ مین اپنا استرا رات بھر رکھا رہنے دیا اور صبح جو اُٹھکر دیکھا تو اسے بندوق کی فولادی نالی کی طرح سیاہ پایا۔

بادگیر اور قراول خانے

ان کی سطح کے اوپر متعدد بادگیر یعنی ہوا کے برج اُٹھے ہوئے نظر آتے ہین جو خلیج فارس کے بحری شہرون کا نمایان منظر ہین۔ اون کی بناوٹ کا اصول حسب ذیل ہے۔ ایک بلند مربع یعنی چار پہلوؤن کا مینار مکان کی چھت پر بنایا جاتا ہے لیکن چارون پہلوؤن مین عمودی نالیان یا درزین ہوتی ہین جنکے ذریعہ سے ہوا چھت مین سے جس مین نالیون کے موقعہ کے لحاظ سے شگاف دے دیے جاتے ہین۔ گزر کر نیچے کے کمرہ مین جہان صاحب مکان گرمیون مین رہتا ہے داخل ہوتی ہے اور اسطرح اس کمرہ مین ہوا کے مسلسل جھونکے آتے رہتے ہین۔ ایران کے جنوبی حصے کے زیادہ گرم مقامات پر ان ہوائی کمرون کی جگہ سرداب یعنی تہ خانے ہوتے ہین۔ مشہد کا ایک اور نمایان منظر

قراول خانون یعنی پھرے کی چوکیون کی ایک تعداد کثیر ہے جو شہر مین جا بجا واقع ہین۔ اور جن مین باقاعدہ پیدل فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے متعین ہین۔ قراول خانہ بالعموم ایک برآمدے پر مشتمل ہوتا ہے جسکے پیچھے سپاہیون کے رہنے کا حجرہ ہوتا ہے سپاہی اپنی بندوقون کو جو پرانی وضع کی نالی سے بھری جانے والی قرابینین ہوتی ہین بالعموم قراول خانے کے سامنے ملا کر کھڑا کر دیتے ہین۔ لیکن جب کوئی یورپین گھوڑے سوار پاس سے گذرتا ہے تو ایک پھٹے حال سپاہی نیلی سرج کا کوٹ پہنے اور بھیڑ کی کھال کی طرہ دار ٹوپی اوڑھے جو غالباً دکان کے اندر اپنا وقت گذار رہا تھا معاً اوٹھ کھڑا ہوتا ہے اور نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ ان ہتیارون مین سے ایک کو اٹھا کر سلامی اتارتا ہے اس کے بعد وہ اوسے پھر جہان سے لیا تھا وہین رکھ دیتا ہے اور خود بیٹھ جاتا ہے۔

متبرک عمارات

میگریگر نے ۱۸۷۵ء مین ٹھیک کہا تھا کہ "اس شہر مین کوئی ایسی بات نہین جو کسی کو اسکی سیر کی ترغیب دلائے یا اگر قسمت اوسے یہان کھینچ لائے تو زیادہ دیر تک یہان قیام رکھنے پر اوسے آمادہ کرے۔ صرف ایک عمارت یعنی مزار (حضرت) امام رضا (علیہ السلام) ایسی ہے جو دیکھنے قابل ہے لیکن اوسکے دیکھنے کی بھی کسی یورپین کو اجازت نہین ملسکتی البتہ جان جوکھون مین ڈال کر ممکن ہے کہ وہ اسکے اندر داخل ہوسکے لیکن جن خطرات کا اوسے سامنا کرنا ہوگا اون کی تلافی ہرگز وہ منظر نہین کرسکتا جو اوس کے دیکھنے مین آئے گا"

حقیقت مین یہ نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے کہ خیابان مین سے گذرتے گذرتے دفعتہً

ایک محرابدار پھاٹک جو اوس پراسرار چار دیواری مین لگا ہوا ہے جہان متبرک عمارات واقع ہین یورپین مسافر کا رستہ روک دیتا ہے اور عیسائی کی نظر سے اوسکو اوسی طرح چھپا دیتا ہے۔ جس طرح طناب ہارون زندون کو مردون سے جدا کرتی ہے۔ لیکن جو یورپین اس مین داخل ہوئے ہین اون کے اور نیز خود مسلمان زائرون کے بیانات سے اس کے اندرونی منظر کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) بست

اب دار پھاٹک جس پر ایک یورپین ساخت کا گھنٹہ نصب ہے اوس کے دوسری طرف چار دیواری کے اندر کوئی سو گز کے فاصلہ تک سڑک ایک پر ہجوم بازار مین سے گذرتی ہوئی اوس مقام تک جاتی ہے جہان مساجد مین داخل ہونے کی راہ ہے۔ یہان کثرت سے آدمیون کا ہجوم ہوتا ہے اور خرید و فروخت کی خوب گرم بازاری ہوتی ہے جو زائرین چار دیواری کے اندر رہتے ہین یہان ہر ایک مایحتاج خرید سکتے ہین۔ اور اونکے یہان آنے کی یادگار مین مشہد کی مقامی ساخت کی اشیاء تعویذ۔ انگوٹھیان چھلے اور فیروزے جن آیات قرآنی کندہ ہوتی ہین اون کے سامنے خریدنے کے لئے باصرار پیش کیجاتے ہین۔ لیکن چار دیواری کے اس حصہ کا سب سے زیادہ قابل ذکر وصف یہ ہے کہ امام صاحب سے متعلق ہونے کے باعث یہ زمین پاک [illegible] ...باتی ہے اور اس لحاظ سے

حدود کے اندر داخل ہوجائے اوس کے لئے ایک ایسے امن یا بست کا حکم رکھتی ہے جس مین کسی کی مجال نہین کہ اوسکو ضرر پہونچا سکے[۱]۔ بعض مصنفین نے بیان کیا ہے کہ عیسائی یہودی اور گبر بھی اس سے یہی فائدہ اٹھا سکتے ہین لیکن اون لوگون کی زبانی مین نے سنا کہ ایسا نہین ہے۔ بہر حال ایک مسلمان کے لئے یہ ایک محفوظ جائے پناہ ہے جہان اوسے امان مل سکتی ہے اور جہان سے وہ یہ اطمینان تمام اپنے دشمنون کے ساتھ چار دیواری سے باہر آنے کے لئے اپنی مخلصی کے متعلق زر تاوان وغیرہ کی شرائط طے کر سکتا ہے[۲]۔ حرم یا امن کے خیال سے اہل مشرق پورے طور پر آشنا ہین۔ اور جن

---

[۱] اسی مضمون کو قاآنی ذیل کے شعر مین ادا کرتا ہے۔

امام ثامن ضامن حریمش چون حرم آمن + زمین از حزم او ساکن سپہر از عزم او پویا ۔ مترجم

[۲] ۔ ایران مین بست کا خیال تین جداگانہ مقامات سے منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ یہ بتانا مشکل ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ (۱) متبرک عمارات یا مساجد سے (اس کا مقابلہ یہودیون کے معبد کی قربان گاہ کے دونون کنارون کے ساتھ کرنا چاہیئے جنکے چھونے سے چھونے والا انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر نکل آتا ہے)۔ (۲) شاہ یا شاہی خاندان کے اراکین کے اصطبل یا گھوڑون کی دمون سے۔ (۳) توپخانہ کے نواح سے۔ مثلاً میدان توپخانہ واقع طہران سے خصوصاً اوس بڑی توپ کے چھونے سے جو محل کے باہر ہے۔ چارڈن اپنے دو سو سال پہلے کی اپنی کتاب مطبوعہ لینگلے۔ جلد ہفتم صفحہ ۳۶۹ مین بیان کرتا ہے کہ اولیاء کبار کے مقبرون۔ شاہی محل واقع اصفہان کی پہاٹک اور شاہ کے مطبخ اور نیز اصطبل سے امان کا یہ خیال وابستہ تھا۔ شاہی اصطبلون اور گھوڑون کے خصوصیت کے ساتھ بطور امن کے انتخاب کئے جانے کی وجہ وہ حد سے زیادہ توجہ قرار دی جا سکتی ہے جو ایسے ملک مین کہ قیمتی نسلین موجود ہون اور جہان ہر شخص فن شہسواری مین دخل رکھتا ہو والی ملک کی املاک کے اس المثل ہے کہ وہ گھوڑا جسکے سوار نے اوس کی حرمت کا لحاظ

امان بخش شہرون کا ذکر کتاب عہد عتیق کے پہلے پانچ پارون مین ہے وہ اس خیال کے ابتدائی مصادر تھے۔ لیکن انگریزی ناظرین کو بھی اسپر حقارت یا استعجاب سے نظر ڈالنی چاہیئے کیونکہ ہمارے اپنے ملک اور خاص دارالسلطنت مین زیادہ عرصہ نہین گذرتا کہ اسی طرح کی ایک جائے پناہ قرضداروں کے لئے اوس مشہور و معروف مقام ایلسیشیا مین موجود تھی جو بلیکفرائرس برج اور ٹمپل بار کے درمیان واقع تھا اور جو ابتدائے ہسپانی فرقہ ڈامینیشن یا بلیک فرائر کا مسکن تھا۔ مشہد مین بست امام صاحب کی خاص جائداد سمجہا جاتا ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ - نہین کیا کبھی اپنے سوار کو فتح و نصرت کا منہ نہین دکہایگا۔ اس کے علاوہ میلکم نے اپنی تاریخ کی دوسری جلد کے تیئسوین باب مین ایک ایرانی قلمی تحریر کا اقتباس درج کیا ہے جس مین یہ لکہا ہے کہ نادرشاہ کے پوتے نادر مرزا پر جس قدر مصائب نازل ہوئے اون کی وجہ یہ تہی کہ اوس نے ایک مفرور کو جس نے شاہی اصطبل مین جا پناہ لی تہی مروا ڈالا۔ اس تحریر مین حسب ذیل دلچسپ تفصیل مندرج ہے "جس بادشاہ یا سردار کے طویلے مین کوئی مجرم پناہ لے اوس پر لازم ہے کہ جب تک وہ مجرم وہان رہے اوسکو کہانا کھلائے۔ یہ جائز ہوگا کہ وہان پہونچنے سے پہلے یا وہان سے روانہ ہونے کے بعد اوسکو قتل کردیا جائے۔ لیکن جب تک وہ طویلے مین موجود ہے اوسوقت تک خواہ وہ ایسا غلام ہی کیون نہ ہو جس نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہو پہر بھی کسی کی مجال نہین کہ اوسے چہو بھی سکے۔ سلامتی کا مقام گہوڑے کا سر ہے اور اگر اسے کہلی ہوا مین باندہ دیا جائے تو پناہ لینے والے شخص کو چاہیئے کہ نکلتے کو چھوڑ دے۔" زمانہ مابعد مین سر کی طرح دم کے چہونے والے کو بھی امان مل جاتی تہی گو کہ دم کے چہونے مین خود گہوڑے کی دولتی کی طرف سے امان ملنے کی پوری امید نہ ہوتی تہی۔

۵ ایلسیشیا کے مفصل حالات کے لئے سر والٹر اسکاٹ انگلستان کے مشہور تاریخی افسانہ نگار کے ناول "فارچونز آف نجل" کو پڑہنا چاہیئے۔ اس ناول مین مصنف نے ایلسیشیا کے تاریخی حالات نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کئے ہین۔ مترجم

اور اس کے متعلق یہان تک تقید عمل مین لایا جاتا ہے کہ اگر احیاناً کوئی جانور ہن کی حدود کے اندر داخل ہوجائے تو زیارت گاہ کے عہدہ دار اس پر فوراً اپنا قبضہ کر لیتے ہین۔

صحن



کے بازار کے سرے پر ایک بلند محراب دار پھاٹک ہین سے جو آس پاس کی دیوارون سے بہت اونچا ہے صحن یعنی متبرک عمارات کے خاص آنگن مین داخل ہوتی ہین۔ یہ ایک رفیع الشان احاطہ ہے جس کا طول ڈیڑھ سو اور عرض پچہتر گز ہوگا۔ اس مین اون دولتمند لوگون کے سنگین مزار واقع ہین جنہین اپنی دولت کی وجہ سے اس اعلی امتیاز کے خریدنے کا موقعہ ملا اور اس کے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین۔ اس صحن کے وسط مین ایک چھوٹی طسی ہشت پہل سائبان نما عمارت کھڑی ہے جسکی چھت مطلا ہے اور جس کے نیچے ایک فوارہ دار حوض ہے۔ اس حوض مین نہر سے پانی آتا ہے اور اسکے چارون طرف پتھر کی ایک نالی بنی ہوئی ہے جسے شاہ عباس نے بنوایا تہا۔ اس حوض سے پانی سے زائرین یہان داخل ہوکر وضو کرتے ہین۔ احاطہ کے چارون پہلوؤن پر اون مقامات پر سے جو حجرون کے درمیان اور اُن سے اوپر ہین دیوارون مین کاشی کا کام ہے اور ہر دیوار کے وسط مین وہ عظیم الشان ایوان (محرابدار پھاٹک جو رفیع الشان مستطیل چوکھٹون مین نصب ہین) خلاسے باتین کرتے ہوئے نظر آتے ہین جو وسط ایشیا کے عربون کے فن عمارات کا نمایان خاصہ ہین۔ یہ محرابی در بڑی بڑی رنگین اینٹون سے جن پر کوفی خط مین آیات قرآنی کندہ ہین مزین ہین۔ جنوبی ایوان پر ایک کتبہ ثبت ہے

جس مین لکھا ہے کہ اسے شاہ عباس ثانی نے ۱۰۵۹ھ مین تعمیر کرایا تھا ۔ اور اسپر جسکے
ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ چارون ایوانون پر خط کوفی مین جو ... لکھی ہوئی ہے اور ...
حصہ زیرین ۱۲۶۲ھ مین ایزاد کیا گیا۔ مغربی ایوان کی چوٹی پر ایک قفس ظاہر بنی ہوئی
ہے جسکے اندر کھڑے ہوکر موذن اذان دیتا ہے۔ ایسٹوک نے غلطی سے تعبیر
کرلیا ہے کہ یہ برجی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ہے۔

مشرقی ایوان وہ ہے جس مین سے گزرکر امام صاحب کی خاص خانقاہ مین داخل ہوتے ہین اور اسکا اختصاص اوس سونے کے کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اسکے اوپر کے نصف حصہ پر کیا ہوا ہے۔ ایک کتبہ سے جو اس ایوان پر ثبت ہے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ سلطان حسین نے ۱۰۸۵ھ مین اس کی تعمیر ختم کی۔ کچھہ عبارت اس کے بعد کی ہے جسمین لکھا ہے کہ نادرشاہ نے ۱۱۴۵ھ مین اوس سونے سے جو وہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کے خزانون کو لوٹ کر لایا تھا اسپر ملمع کرایا۔ صحن مین دو مینارے ہین جو اون بیانات کی رو سے جو سیاحون نے ان کے متعلق قلمبند کئے ہین اور نیز اوس ذاتی مشاہدہ کی رو سے جسکا موقعہ مجھے بست کے ایک بازار کی چھت پر چڑہنے سے حاصل ہوا داخل ہونے کے خاص پھاٹک کے دونون طرف متناسب فصل سے قایم نہین ہین۔ قدیم

ف کیپارڈن کہتا ہے کہ موذنون کے لئے ایران مین ان قفسون کے بنائے جانے کی وجہ یہہ تھی کہ کہین آس پاس کے مکانات کے صحنون مین اون کی نامحرمانہ نظر عورتون پر نہ پڑے۔

تر مینارہ ہے جسے شاہ اسمعیل بادشاہ طہماسپ نے تعمیر کیا تھا خود مزار قایم ہے۔ جب فریزر دوسری مرتبہ ۱۸۳۴ء مین یہان آیا تو "یہ اس قدر متزلزل یا ضرر رسیدہ ہو رہا تھا کہ اس خوف سے کہ مبادا یہ گر نہ پڑے اسے خود گرا دیا گیا" بعد مین اسے از سر نو تعمیر کیا گیا۔ دوسرے مینارے کو جو ذرا بڑا ہے نادر شاہ نے تعمیر کیا تھا۔ یہ مینارہ مقابل کے پھاٹک کے عقب پر کھڑا ہے۔ ان دونون مینارون کے اوپر کے حصون پر سنہرے ملمع کی تانبے کی چادرین چڑھی ہوئی ہین اور اُن کی چوٹی پر وہ قفس نما غلام گردش بنی ہوئی ہے جو ایرانی طرز عمارت کا عام خاصہ ہے۔ جب سورج کی کرنین ان کی جگمگاتی سطح پر پڑتی ہین تو دور سے دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ستون ہین کہ چمک رہے ہین۔

(۳) مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام

اب ہم اوس عمارت کے پاس پہونچتے ہین جو چار دیواری کے اندر بلحاظ رفعت و شان کے سب کی سرتاج ہے یعنی زندۂ جاوید امام کی مسجد اور مزار۔ زندۂ جاوید مین نے جان کر کہا کیونکہ جس عقیدہ کی بنا پر یہ زیارت گاہ معہ اپنے وسیع توابعات کے قایم ہے وہ یہ ہے کہ امام ممدوح ابھی تک زندہ ہین۔ اور جو لوگ اون کی درگاہ مین آتے ہین اونکی دعاؤن کو خارق عادت طور پر قبول فرماتے ہین۔ امام صاحب جو حضرت کہلاتے ہین اپنے مہمانون کے میزبان بھی ہین۔ جب تک یہ لوگ اونکے علاقہ کے اندر رہتے ہین وہ نہ صرف اون کی روحانی ضروریات کے کفیل ہوتے ہین بلکہ اون کے حوایج بدنی کو بھی بہم پہونچاتے ہین۔ جو زایر یہان آئے

وہ یہاں کے خادم ملاؤں میں سے ایک کو معقول شرح فیس ادا کر کے اون سے استخارہ کر سکتا ہے اور جواب شافی آسانی سے پا سکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً یہ افواہ مشہور ہوتی رہتی ہے کہ حضرت کی درگاہ پر حیرت انگیز کرامت ظہور میں آئی۔ یعنی لنگڑے اولے چلنے لگے۔ اندھوں کو سوجھائی دینے لگا یا اسی طرح کا اور کوئی زبانی کرشمہ ظاہر ہوا۔[۵۱]

روضہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک وسیع منزل آتی ہے جسکے سنگ مرمر کی فرش پر بیش قیمت قالینیں بچھی ہوئی ہیں۔ اس کے اوپر ۷۵ فٹ کی بلندی تک سب سے بڑا گنبد اٹھا ہوا چلا گیا ہے جس نا ہموار طلع شدہ حصہ مشہد کے باہر کو دور سے اس مقام کا[۵۲]

---

۵۱ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ دو سو سال کا عرصہ منقضی ہوتا ہے جبکہ فرانسیسی پادری سینسن نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اوس کے پوست کندہ حالات یوں بیان کئے ہیں:۔ "شاہ عباس نے بہت سے جھوٹے معجزوں کے عمل میں لائے جانے سے اس مزار کو مشہور کر دیا ہے۔ اوسنے دیدہ و دانستہ ایسے آدمیوں کو جو اندھے نہیں تھے یہاں اس غرض سے متعین کیا کہ اپنا اندھا ہونا ظاہر کریں اور پھر دفعتہً بینا ہو کر پکار اٹھیں کہ حضرت کی کرامت سے ہم بینا ہو گئے"۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اس وجہ سے حضرت امام رضا کا مزار ایسا متبرک سمجھا جانے لگا کہ ایران کے امرائے عظام میں سے اکثر نے اسی مسجد میں دفن کئے جانے کی خواہش ظاہر کی ہے اور اس کے اوقاف میں بیش قیمت جائداد ایزاد کی ہے۔ برخلاف اسکے نادر شاہ کو ان مصنوعی کراماتوں سے بیحد نفرت تھی۔ ملکم نے اپنی تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۵ پر اسکے متعلق ایک حکایت بیان کی ہے۔

۵۲ شارڈن کے سفرنامے (مطبوعہ لیپزگ) کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۲۸ پر ایک نہایت دلچسپ واقعہ مندرج ہے۔ شارڈن جو ۱۶۷۳ء میں بعہد شاہ سلیمان اصفہان میں تھا۔ بادشاہی زرگر کے مکان پر ان طلع شدہ اینٹوں کو جو دیکھنے گیا۔ جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے گنبد پر جو حال ہی میں زلزلہ سے ضائع ہو چکا تھا نصب کئے جانے کے لئے تیار کی جا رہی تھیں۔ لایڈ کے انگریزی ترجمہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۳۷ میں یہ

سراغ بتاتا ہے اور اوس کی منتظر آنکھوں میں سرور کا نور پیدا کرتا ہے۔ اس منزل کی دیواریں کاشی کے کام سے مزین ہیں اور عربی زبان میں مطلا جلی کچھ عبارت ان کے اوپر کے حصہ پر منقوش ہے۔ اس عمارت میں آوازوں کی گونج ہر وقت بلند ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ خانقاہ کے خادم اونچی آواز سے قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ سید اپنے وظائف و طاعات کا ورد کرتے ہیں اور ملاح ملا اپنی خدمات تازہ وارد زایرون کے آگے پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب مہینوں تک ویران اور غیر دلخوش کن جوالی ہر غیر کی صعوبتیں اور زحمتیں جھیلنے کے بعد زایر کی نگاہ اس مشہور و معروف درگاہ کے سنگ مرمر کے فرش۔ کاشی کے آرائشی کام۔ سنہرے رپہلے سامان اور بیش قیمت چڑھاوون پر پڑتی ہے تو محویت کے عالم میں اوسکے منھ سے اعتقاد آمیز تعجب اور مسرت کی ندائیں بے اختیار بلند ہوتی ہیں۔ ویمبری جس نے اسے خود دیکھا ہے کہتا ہے کہ "اندر اور باہر اس مزار پر سونا چڑھا ہوا ہے اور اس لحاظ سے اسلامی دنیا میں یہ خانقاہ بلا شبہ و شک سب سے زیادہ دولت رکھتی ہے۔ اگرچہ اوس زمانہ سے جبکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۷۔ واقعہ اس طرح سے مندرج ہے "یہ اینٹیں پیتل کی (تانبے کی نہیں) تھیں اور طول میں ۱۰ انچ عرض میں ۱۶ انچ اور موٹائی میں دو پاؤنڈ کی موٹائی کے برابر تھیں۔ ان اینٹون کے نیچے کی طرف دو پٹیاں تین تین انچ چوڑی ایک دوسری کو قطع کرتی ہوئیں بنی ہوئی تھیں تاکہ پلستر میں کھب جائیں اور اینٹون کو مضبوطی سے پکڑ سکیں۔ اوپر کے حصہ پر اس قدر سونا چڑھا ہوا تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ خود یہ اینٹ ہی خالص سونے کی ہے۔ ہر ایک اینٹ پر ۱½ ۳ ڈکٹ (سونے کا ایک قدیم سکہ جسکی قیمت معہ روپیہ کے قریب ہوتی تھی) کے برابر سونا چڑھتا تھا اور قیمت ہر اینٹ کی تقریبًا ۱۰ کراؤن (۲ پاؤنڈ) ہوگی۔ شاہی زرگر نے اینٹون کی تیاری کی نگرانی

اوّل اوّل یہ خانقاہ قایم ہوئی اب تک کئی دفعہ اسے لوٹا جاچکا ہے[ل] پھر بھی اسکے گنبدون اور برجون اور اندرونی حصہ کی منبت کاری مین بے شمار دولت موجود ہے۔ اسکی اندرونی دیوارین نادر جواہرات و زیورات سے مزین ہین۔ کہین کوئی طرہ مکلل بہ الماس آویزان ہے کہین کوئی تلوار اور ڈہال لٹکی ہوئی ہے جس مین لعل اور زمرد جڑے ہین۔ کہین مرصع کنگن طوقہاے فاخرہ اور بیش قیمت جہاڑ نظر آتے ہین۔ یہ ضد غیر موزون نہ ہوگا۔ اگر زایر اس جگمگاتی ہوئی عمارت کے اندر داخل ہونے پر قبل اسکے کہ وہ اپنی پرستش کے مقصود اصلی یعنی مزار تک پہونچے فرط تحیر و تعظیم سے اپنا سر آستانہ جھکادے کہ وہ زمین سے جا لگے۔

مزار امام

مختلف زمانون مین اس مزار کے گرد سونے اور چاندی اور فولاد کی ضریحین نصب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۸ کے کام پر متعین تہا مجہے بتایا کہ اوّل اوّل ۳۰۰۰ اینٹون کی تیاری کا حکم بادشاہ نے دیا۔

[ل] کسی نے اسکو اتنا نہین لوٹا جتنا ان لوگون نے جنہین اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہونا چاہیے تہا علی الخصوص نابینا شاہرخ کے دو بیٹون نے جو نادر شاہ کے پوتے تہے فرط حرص و طمع سے اس درگاہ کو جسے ان کے دادا نے مزین و آراستہ کیا تہا اور جس کی اون کی نظرون مین اس قدر وقعت اور عظمت تہی اپنی غارت گری کی خاص طور سے آماجگاہ بنایا۔ نصر اللہ مرزا نے حضرت امام صاحب کے مزار کے گرد کی طلائی ضریح کا ایک حصہ اکہڑوا لیا اور نادر مرزا نے گنبد کی چوٹی پر سے اوس بڑے طلائی قبے کو جسکا وزن ۲۰۴ پاونڈ (سوا پانچ من) تہا اتروا لیا اور دونون بہائیون نے اندر کے سامان مین سے جہاڑون قالینون وغیرہ کو خوب ہی لوٹا۔

کی جاتی رہی ہین پہلی ضریح ابتدائے شاہ طہماسپ نے نصب کرائی تھی لیکن نادرشاہ کے پوتے نے اسکے ایک حصہ کو اکھڑوا کر غارت کیا۔ سب سے آخری ضریح خود نادر نے بنوائی تھی۔ مزار مین داخل ہونے کے تین دروازے ہین۔ ایک دروازہ چاندی کا ہے۔ ایک سونے کا جسپر بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے ہین۔ یہ دروازہ فتح علی شاہ کا ہدیہ ہے۔ تیسرے دروازے پر ایک قالین بچھا ہوا ہے جس مین موتی ٹکے ہوئے ہین مزار کے گرد جو ضریحین ہین اون پر چاندی اور لکڑی کی لوحین آویزان ہین جنپر ادعیہ ماثورہ ثبت ہین۔" ہر ایک لوح کے سامنے عبادت کرنے والون کی ایک جماعت کھڑی رہتی ہے اور یہ لوگ یا تو خود دعائین مانگتے ہین اور یا اون دعاؤن کو دہراتے جاتے ہین جو اون کا مرور پڑہتا ہے۔ دعائین مانگتے وقت وہ گریہ وزاری کرتے ہین گویا کہ اسطرح ابدی خوشی کے دروازے اون کے لئے کہل جائین گے۔ حقیقت مین ایشیا کے ان غیر تہذیب یافتہ باشندون کو فرط ارادت وعقیدت سے خانقاہ کی جالی اور فرش اور علی الخصوص اوس بڑے قفل کو جو دروازے سے لٹکا رہتا ہے بوسہ دیتے ہوئے دیکھنا ایک عجیب وغریب اور عظیم الشان منظر ہے۔ زہد واتقا کی ان کیفیات سے اگر کسی کا قلب غیر متاثر رہتا ہے تو وہ مجاور اور سید ہین۔ اون کی غرض صرف اسی قدر ہے کہ اپنی مٹھی روپیہ سے گرم کرین۔ وہ عبادت کرنے والون مین ہر طرف گہستے پھرتے ہین اور جب تک حسب دلخواہ کچھ وصول نہین لیتے اوسوقت تک پیچھے نہین ہٹتے۔ جب زائر فرط اتقا سے پچھلے پاؤن چلتا ہوا انجام کار اس عمارت سے رخصت ہوتا ہے تو اوسے

مشہدی کا اعزازی لقب حاصل ہو جاتا ہے جسے وہ اپنی مہر اور قبر کے تعویذ پر کندہ کراتا ہے اور ہمیشہ اپنے نام کے بعد بطور خطاب کے استعمال کرتا ہے ۔"

دوسرے لوگون کے مقبرے

امام صاحب کے مزار کی زیارت کی محویت مین زایر کو غالبًا مشہور و معروف خلیفہ ہارون الرشید کی مشت خاک کی پروا بھی نہ ہوئی ہوگی جو قریب ہی ایک تابوت مین محفوظ ہے اور نہ شاید فتح علی شاہ کے بیٹے اور موجودہ شاہ (ناصر الدین) کے دادا عباس مرزا کی مقبرے ہی سے اوسے زیادہ دلچسپی ہوگی جو اس عمارت کی مقدس چھت کے نیچے واقع ہے۔ اسکے علاوہ خاص خانقاہ کے باہر بہت سے لوگون کے مقبرے ہین لیکن امتیاز و اہمیت کے لحاظ سے وہ ایسے نہین کہ اون پر زیادہ وقت صرف کیا جاے

وہ یورپین جنہون نے مزار کو دیکھا ہے

اب مین ایک عام غلطی سے بحث کرتا ہون جسکا ظاہر کرنا اغراض حق کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس غلطی کی اشاعت کی ابتدا ۱۸۶۲ء مین مسٹر ایسٹوک نے یہ کہکر کی کہ "مسجد (حضرت) امام رضا مین اگر کوئی یورپین کبھی داخل ہوا ہے تو وہ مین ہون اور یہ تو یقینی ہے کہ اگر کوئی یورپین بحیثیت یورپین کے اس عمارت مین داخل ہوا ہے تو وہ میرے سوا اور کوئی نہین"[۵] اس غلطی "انسائکلوپیڈیا بریٹانیکا" کی طبع جدید مین نہ صرف اعادہ کیا گیا ہے بلکہ اس بارہ مین اور اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ مشہد کے متعلق

---

۵ دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) - جلد دوم - صفحہ ۲۲۹ -

جو مضمون اس مین درج ہے اوسمین لکھا ہے "دونون سے پہلے اگر کوئی یورپین چار دیواری تک گیا تو وہ الیسٹوک تھا" یہ دونون دعوے بالکل بے بنیاد ہین۔ الیسٹوک سے پہلے فریزر ۱۸۲۲ء مین درگاہ مین داخل ہوا اور مزار تک چلا گیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھے اور ملاؤن سے یہ کہنے کے بعد کہ مین نے مذہب اسلام قبول کرلیا ہے (اوس کا یہ طرز عمل نہایت ہی قابل اعتراض تھا) اوسکو صحن کے ایک حجرے کے اندر رہنے کی اجازت دی گئی اور اس عرصہ مین اوسنے اندر کا نقشہ کھینچ لیا۔[۵۱] ۱۸۳۱ء مین کونولی نے مسجد کے تمام حجرونکو باستثنائے اوس حجرے کے جس مین مزار ہے دیکھا اور صحن مین اوس کی آمدورفت روزانہ رہتی تھی اور گو اوس کو پہچان لیا گیا لیکن اوس سے تعرض نہین کیا گیا۔[۵۲] ۱۸۳۲ء مین برنس بخارا سے واپس آتے وقت صحن کے اندر گیا لیکن اس سے آگے جانا اوس نے قرین احتیاط نہین سمجھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے قلمبند کرتے وقت وہ لکھتا ہے کہ "میری احتیاط میرے شوق پر غالب آئی"۔[۵۳] اِسکے بعد فیریرے نے بھی ۱۸۴۵ء مین ایسا ہی کیا۔[۵۴] فریزر جب ۱۸۳۴ء مین مشہد کو واپس آیا اور یہ وہ زمانہ تھا جب عباس مرزا کی فوج جسکے ساتھ متعدد انگریزی

۵۱ دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) صفحات ۴۷۲ و ۵۱۱۔

۵۲ دیکھو اوورلینڈ جرنی انٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ صفحہ ۲۸۸۔

۵۳۔ دیکھو "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحہ ۷۰۔

۵۴ دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) صفحہ ۱۲۶۔

افسر بھی تھے شہد پر قبضہ کرچکی تھی تو اوسنے تمام یورپینون کو بلا امتیاز و تفریق صحن مین آتے جاتے دیکھا جو اس وقت بہت ہی بوسیدہ ہو رہا تھا اور جس کی بعد مین جا کر مرمت ہوئی[51] یہ تمام لوگ ایسٹوک کے سفر سے پہلے آئے۔ لیکن جب خود ایسٹوک کی باری آتی ہے تو ہمین نہ صرف اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ جانے کے صحیح معنون مین مسجد مین نہین گیا بلکہ یہ دریافت کرکے ہمین اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ اوسکی زیادہ تر محتاط متقدمین تو صحن کو طے کر کے آگے گئے تھے مگر اوس نے اتنا بھی نہین کیا۔ متولی باشی یعنی خانقاہ کے محافظ اعلی نے اوسے عقب سے اون حجرون مین سے ایک مین اندر آنے کی اجازت دی جو صحن کے گرداگرد واقع ہین اور یہان بیٹھ کر اوسنے اپنے سامنے کے منظر کو دیکھا۔ اس سے آگے وہ نہین گیا اور یہان ہی وہ پہونچا تو بے خبری کے عالم مین[52]۔

اس سلسلہ واقعات مین اوسکے زمانے سے لیکر آج تک کے اور اوڈونوون تک کے زمانے کے حالات کو بیان کرتے کرتے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال بعد یعنی (سنہ ۱۸۶۳ء) مین ویمبری جس نے جوانمردی کے ساتھ فقیرون کا بھیس بدلکر بخارا اور سمرقند کا خطرناک سفر اختیار کیا تھا اپنے سفر سے لوٹتے وقت مسجد مین داخل ہوا اور جس بھیس کو اوس نے اتنی مدت تک اس کامیابی کے ساتھ نباہا تھا اوسی مین مزار والے

---

[51] دیکھو "اے ونٹر ان جرنی" (موسم سرما کا سفر) - جلد دوم - صفحہ ۲۱۱-

[52] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم - صفحات ۲۲۴ - الی ۲۲۹ -

حجرہ کے اندر بھی گیا۔ اسی زمانہ مین ایک انگریزی افسر کرنیل ڈالیمج نے جو شاہ کا ملازم تھا[۱] اور مشہد کے قریب بارود کے ایک کارخانہ کا منتظم تھا حسام السلطنۃ گورنر جنرل کی تائید سے صحن کے اندرونی حصہ مین داخل ہوا۔ بالآخر جب ہم ۱۸۹۰ع مین اوڈونوون کے زمانہ تک پہونچتے ہین۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحن مین بھی داخل نہین ہوا بلکہ باہر کے ایک دروازے مین سے اوس نے چار دیواری کے اندرونی حصہ کو فقط اچھا نک کر دیکھا تھا[۲]۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے میرے خیال مین معرض خطر مین پڑنے کے بغیر آج کے دن بھی انجام دیا جا سکتا ہے۔ بست تک اگر کوئی یورپین پہونچ جائے خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ وہ خاص پھاٹکون کے علاوہ کسی دوسرے پھاٹک کی راہ سے داخل ہو تو وہ بغیر زیادہ وقت کے صحن کے پھاٹک تک پہونچ سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ لوگون کی نظرون کی آماجگاہ بنے یا کچھ لوگ اوسکا پیچھا کرین یا ایک انبوہ کثیر اوسکے گرد و پیش جمع ہو جائے لیکن گمان غالب ہے کہ اوس پر حملہ نہین کیا جائے گا۔ ہان اگر وہ حدود محترمہ کے اندر داخل ہو تو دوسری بات ہے گو کہ مین اون لوگون مین سے ہون جن کا میلان اس رائے کی طرف ہے کہ اس بارہ مین اہل مشرق کے تعصب کو حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر

---

[۱] کرنیل (ابتداءً ڈاکٹر) ڈالیمج ایک انگریز تھا جو جنگ کریمیا مین ویٹرینری سرجنی (بیطاری) کی خدمت انجام دیکر شاہ کی ملازمت مین داخل ہوا۔ طہران مین اوسنے انتقال کیا۔ مشہد کا جو نقشہ میکگریگر کی کتاب مین درج ہے وہ کرنیل ڈالیمج ہی کا تیار کیا ہوا تھا اور چند قرائن دیکر میکگریگر نے اوس سے خرید لیا تھا۔

[۲] - دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست و نہم۔

دکھایا جاتا ہے۔ بہرحال نہ صرف ذاتی سلامتی بلکہ اپنی قوم کے نام نیک کے برقرار رکھنے کی غرض سے کسی اجنبی کا ایسی کوشش کرنا داخل حماقت ہوگا کیونکہ معلوم ہو جانے پر ضرور اوس کی قومیت پر دہبا لگے گا۔ مین خود ایک راہنما کی مدد سے جس مقام تک بازار کی چھتون پر سے ہوتا ہوا گیا وہ میرے خیال مین بست کے اندر واقع تہا جہان سے مین عمارات متبرکہ کو بخوبی دیکھہ سکتا تہا۔ اس مقام سے گوہر شاد کی مسجد جو مسجد حضرت امام رضاؑ سے ملی ہوئی ہے اور جس کا مین اب ذکر کرنے والا ہون کوئی اسی یا سو گز ہوگی۔ اگر مجھے کوئی خاص امتیاز حاصل ہے تو وہ یہ کم پایہ امتیاز ہے کہ جہان تک میرا علم ہے مشہد کی چار دیواری کے اندر جو پہلا انگریز ممبر پارلیمنٹ داخل ہوا وہ مین ہون[ف]۔

(۴) مسجد گوہر شاد

دوسری مسجد مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام کے عقب مین واقع ہے مگر اس کا رخ امام صاحب کی مسجد کے مقابلہ مین ترچھا ہے۔ امام صاحب کی مسجد کی طرح اس کا بھی ایک بڑا صحن ہے اور اسکے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین اور کاشی کے کام کے رفیع الشان ایوان اور دو بڑے غیر ملمع شدہ مگر کاشی ہی کے کام کے مینارے اسے زینت بخشتے ہین۔ اس کی روکار خاص پر ایک کتبہ ثبت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۲۱ھ مین بعہد شاہرخ یہ مسجد تعمیر کیگئی۔ ایک اور کتبہ جنوبی ایوان پر درج ہے جس مین لکھا ہے

ف اوسوقت تو مصنف صرف ممبر پارلیمنٹ ہی تہے مگر اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشہد کی چار دیواری کے اندر اگر کشور ہندوستان کا کوئی وائسرائے کبھی داخل ہوا ہے تو وہ لارڈ کرزن ہین۔ مترجم

کہ شاہ سلطان حسین نے ۱۰۸۰ھ میں اسے از سر نو بنوایا۔ فریزر کے خیال مین جس نے اس مسجد کو دیکھا "یہ مسجد بلحاظ خوشنمائی اور عظمت و شان کے ایران کی تمام دوسری مساجد پر فوقیت رکھتی ہے" اور ویمبری اس کے خاص دروازے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے "مین بڑی دیر کے بعد اس بات کا فیصلہ کر سکا کہ آیا مین اس دروازہ کو فضیلت دوں یا اون دو اسی نمونہ کے دروازون کو جو مین نے سمرقند اور ہرات مین دیکھے تھے کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ اگر یہ ایک ہی کاریگر کے ہاتھ کے بنے ہوئے نہین ہین تو کم از کم یہ سب کے سب شاہ رخ کے زمانہ مین تو ضرور تعمیر کئے گئے۔ ممکن ہے کہ مدرسہ خانم واقع سمرقند اور نیز مصلائے ہرات رفعت و شوکت کے اعتبار سے مسجد گوہر شاد کے دروازہ پر فوقیت لے گئے ہون لیکن یہ تو مین کبھی یقین نہین کر سکتا کہ وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہین"

مسجد گوہر شاد کے بیرونی حصہ پر آج کے دن یہ تعریف پورے طور سے صادق نہین آتی گو کہ اس کا کاشی کا کام بلاشبہ نہایت خوشنما ہے۔ اس کے گنبد پر جو امام صاحب کی مسجد کے گنبد سے زیادہ بڑا اور زیادہ اونچا ہے نیلی۔ سبز اور نارنجی رنگ کی اینٹون کا کام ہے جو بعض بعض مقامات پر سے اکھڑ گئی ہین۔

بست کی دوسری عمارات

صحن خاص کے محرابی درون مین سے ایک کے ذریعہ سے مدرسہ مین داخل ہوتے ہین جسے مرزا جعفر ایک متمول ایرانی سوداگر نے جس نے ہندوستان مین بہت کچھ دولت پیدا کی بنوایا تھا۔ یہ عمارت مشہد کی تیسری نہایت ہی عمدہ عمارت ہے اور عالی شان اور

زینت و آرایش کے لحاظ سے دونوں مسجدوں کی ہمسر ہے۔ اسکے بانی نے بہت کچھ روپیہ بھی اسکے لئے وقف کر دیا ہے جو پچاس ساٹھہ ملاؤن کے مصارف کا کفیل ہوتا ہے۔ چار دیواری کے اندر دو مدرسے صحن رہنے کے مکانات اور حمام اور نیز ایک بہت بڑا کھانے کا کمرہ ہے جہان زایرون کو حضرت کی طرف کہانا دیا جاتا ہے ہر زوار کو تین دن تک مفت کہانا ملتا ہے اور اس دعوت عام پر ۳۰ من یا ۴½ سیر پہانول روز صرف ہوتے ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحب کے اسطرح کے پانچ سو یا چھہ سو مہمان ہر روز میان کہانا کہاتے ہین۔

کتب خانۂ امام صاحب

کتب خانہ امام صاحب کے متعلق ہم خانیکاف کے مرہون منت ہین کہ اوس نے اپنی عالمانہ تحقیق سے ہمکو حسب ذیل اطلاع بہم پہونچائی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ کتب خانہ کے قایم کئے جانیکی تاریخ شاہرخ کے زمانہ سے پیشتر نہین قرار دی جاسکتی۔ قدیم ترین نسخہ جو اس کتب خانہ مین رکھا گیا قرآن مجید کا ایک نسخہ تھا۔ اسکے بعد شاہ عباس اور شاہ سلطان حسین نے یہان کتابین بہیجی۔ ۱۸۵۸ع مین خانیکاف کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے کتب خانہ کی ایک فہرست مرتب کی گئی تہی جس سے اوسے معلوم ہوا کہ کتب خانہ مین ۲۹۹۷ تصانیف ۳۶۵۴ جلدون مین تہین جن مین ۱۰۴۱ قران تہے (۱۸۹ چھپے ہوئے اور ۸۵۲ قلمی۔ قلمی نسخون مین سے بعض بلحاظ تقطیع و حجم و خوبی لاجواب تہے)۔ ۲۹۹ زایرون کے لئے کتب ادعیہ و اعمال تہین۔ ۲۳۴ عام کتب فقہ تہین اور ۲۲۱ کتابین

صرف شیعہ عقاید کے متعلق تھین۔ اس بات کے معلوم ہونے سے تعجب ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ پر جس شخص نے سب سے بڑا احسان کیا وہ نادر شاہ تھا جس نے باوجود جاہل ہونیکے اس مین چار سو قلمی نسخے رکھوائے۔

خانقاہ کی آمدنی



نقاہ کی آمدنی نقد و جنس کثیر المقدار ہے۔ فریزر کہتا ہے کہ خاندان صفویہ کے آخری فرمانروا شاہ سلطان حسین کے زمانہ مین اٹھارہوین صدی کے شروع مین یہان کی آمدنی صہ ,,, تومان تھی لیکن ۱۸۲۱ء مین اوسکا بیان ہے کہ یہان کی آمدنی اے ,,, سے لیکر اصما ,,, تومان تک ہے (ممکن ہے کہ اس مین چھاپے کی غلطی ہو اور اوس کا مقصود ے ,, سے لیکر صہ ,,, تک کا ہو)۔ بیسٹ نے ۱۸۷۴ء مین کل آمدنی کی تعداد للعہ ,,, تومان ہونا بیان کی جو اوس زمانہ مین ے ,,, پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ جو اطلاع مجھکو ملی اوسکی رو سے اسوقت اس خانقاہ کی آمدنی ے ,,, تومان (جس کے موجودہ شرح تبادلہ کے حساب سے مع ,,, پاونڈ ہوتے ہین) اور دس ہزار خروار غلہ[1] ہے۔ امام صاحب کی جائداد غیر منقولہ تمام ایران مین پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسکے علاوہ مکانات۔ کاروانسراؤن۔ دکانون اور بازارون کی شکل مین بھی بہت سی جائداد اون کی ملک ہے مسجد کے چھہ سو ورماہہ یاب خادم ہین اور ہر ہفتہ کے لئے ایک سو کی ماموری عمل مین آتی ہے۔ عمارات متبرکہ کے کل عملہ کی تعداد مجتہدون۔ ملاؤن۔ متولیون۔ ملازمون۔

---

[1] ایک خروار = ۶۴۹ پاونڈ = (۳۲۴½ سیر = ۸ من ۴½ سیر)۔

نوکرون چاکرون اور دوسرے ماتحتونکو ملا کر دو ہزار ہوتی ہے ۔

مشہد کی آبادی



کی مجموعی معینہ آبادی آج کے دن بھی وہی ہے جو کونولی کے زمانہ مین تھی یعنی قریبًا ۴۵۰۰۰ - لیکن مشہد کی زندگی مین مذہبی عنصر کو جس قدر دخل ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ سال تمام مین کوئی ایک لاکھ زایر اس شہر مین داخل ہوتے ہین حالانکہ اوسط تعداد زایرون کی اس شہر مین ہر وقت ۵۰۰۰ سے لیکر ۲۰۰۰۰ نفوس تک ہونا بیان کی جاتی ہے - ان اعداد سے اور نیز جو کچھ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اوس سے ایک حد تک واضح ہو سکتا ہے کہ مجتہدین اور پیشوایان مذہب کے ہاتھ مین کیسی وسیع اور زبردست طاقت موجود ہے اور اوسے مشہد کی سیاسی حالت سے لازمی طور پر کہان تک تعلق ہے - اس مین ذرا شک نہین کہ مشہد مختلف قومون - مختلف پیشون - مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کا مجمع ہے جو خانقاہ کے محور کے گرد گھومتا ہے - جس طرح مشہد کے حصہ وسطی مین متبرک چار دیواری قایم ہے اسی طرح اہل مشہد کی زندگی بھی اسی قلب سے قایم ہے جو اوہام - کرامت پرستی اور ریا کاری کا تیرہ اثر چارون طرف پھیلاتا ہے - کونولی کی اس رائے کے صائب ہونے مین کلام نہین ہو سکتا کہ مشہد کے ملاؤن مین سے اکثر گندم نما اور جو فروش ہوتے ہین - جنکا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ جو لوگ امام صاحب کی درگاہ کی زیارت کو آئین اونکو جس طرح ہو سکے لوٹین مجتہد سے لیکر نانبائی تک کے ذہن مین یہی دھن سمائی ہوئی ہے اور خدام درگاہ زایرون کے روپیہ پیسہ ہی اکتفا نہین کرتے

بلکہ امام صاحب کی درگاہ کو درست حالت مین رکھنے کے لئے جو روپیہ مخصوص ہونا چاہیئے اوس پر بھی دست تغلب دراز کرتے ہین"۔

خانقاہ کا انتظام

قدیم زمانہ سے خانقاہ کا انتظام ایک عہدہ دار کے ہاتھ مین چلا آیا ہے جو متولی باشی کہلاتا ہے۔ متولی باشی کے لئے لازمی نہین ہے کہ وہ طبقہ علما سے تعلق رکھتا ہو بلکہ عموماً وہ ارباب دنیا مین سے ہوتا ہے۔ اپنے عہدہ کے امتیاز کی وجہ سے متولی باشی مشہد مین اخص الخواص سمجھا جاتا ہے اور اقتدار و رسوخ کے لحاظ سے وہ گورنر جنرل خراسان سے کچھ کم نہین بلکہ اکثر اوس پر بھی فوقیت لے جاتا ہے۔ موجودہ شاہ کی طاقت کا یہ کچھ کم ثبوت نہین تھا کہ دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی اوسنے اپنی بھائی رکن الدولہ کو جو میرے خراسان پہونچنے کے وقت وہان کا گورنر جنرل تھا متولی باشی کے عہدہ پر مامور کرنے سے مذہبی عنصر کو سلطنت کے انتظامی عنصر کا مطیع و محکوم بنا لیا۔ تاریخ مین یہ پہلا واقعہ تھا کہ دونون عہدون پر ایک ہی شخص کا تقرر عمل مین آیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس نسبت سے مجتہدین کی مذہبی طاقت گھٹ گئی اوسی نسبت سے فرمانروائے وقت کی سیاسی طاقت بڑھ گئی۔ اقتدار اور ناموری کے لحاظ سے متولی باشی کے بعد کمتر درجہ کے متولی ہین۔ جن مین سے بعض کی خدمت موروثی ہے اور بعض کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ ان کے بعد مجتہد ہوتے ہین جنھین بہت کچھ امتیاز اور رسوخ حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتون مین شاہ کی طرف سے ان کے کچھ وظایف بھی مقرر ہوتے ہین ان سب کے بعد ملاؤن کا

درجہ ہے جن کا کام یہ ہے کہ وعظ اور امامت کرین اور جو کچھہ زایرون سے وصول کرسکین اوس سے قوت بسری کرین۔ ممتاز تر مجتہدین کو نہایت درجہ مقدس خیال کیا جاتا ہے جب وہ مسجد مین نماز پڑہنے کے لئے داخل ہوتے ہین تو بہت سے لوگ اون کے پیچھے نماز پڑہنے کے لئے جمع ہوجاتے ہین اور وہ اپنے خالی وقت کا بہت کچھ حصہ بلا تفریق و امتیاز جوش و خروش اور گریہ وزاری کرنے مین گزارتے ہین۔ جب مین مشہد مین پہونچا تو مذہبی ماتم کا زمانہ تہا۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا غم کیا جارہا تھا۔ تعزیے نکالے جارہے تھے۔ متبرک مقامات مین لوگون کا ہجوم تھا اور ڈھولون نقارون کے بجنے اور لوگون کے چلانے سے رات نمونہ رستخیز بن رہی تھی انگریزی قونسل خانہ کے قریب جہان مین ٹھیرا ہوا تھا کوئی نہایت ہی خوش اعتقاد شخص رہتا ہوگا۔ کیونکہ اوسکے شیون و بکا نے تمام مکان سر پر اُٹھا لیا۔ مجھے اوس کے رونے اور چلانے کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آئی اور پڑا پڑا مین بھی دل مین اوسے کوستا رہا۔

چار دیواری کا رقبہ

بست کے ایک پھاٹک سے لیکر دوسرے پھاٹک تک جس زمین کا احاطہ چار دیواری نے کر رکھا ہے۔ اوسکا رقبہ کم از کم ۱/۴ مربع میل ہوگا۔ مغربی دروازہ پر نقارخانہ قایم ہے اور یہان سے دوسرے ایرانی دار الحکومتون کی طرح شام کے وقت ڈھول نفیری اور جہانجہ کی غیر خوش آیند آواز بلند ہوا کرتی ہے۔



متعہ ۱؎



از انکہ مین خانقاہ اور اوس کے زایرون کا ذکر ختم کرون اس امر کا بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ مشہد کی زندگی کا سب سے زیادہ عجیب و غریب پہلو وہ سامان عیش ہے جو زایرون کے لئے اونکے اثنائے قیام مشہد مین بہم پہونچایا جاتا ہے ۔ زایرون کو جو دور دراز سفر اختیار کرنا پڑا ہے ۔ جو مصیبتین اور صعوبتین اونہین سہنی پڑی ہین ۔ جو رنج و فراق اپنے گھر اور اپنی بیوی بچون سے جدا ہونے کے باعث اونہین برداشت کرنا پڑا ہے اوسکے لحاظ سے بہ منظوری قانون مذہبی و بہ ایمائے ارباب اجتہاد اُن کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ اثنائے قیام مشہد مین عارضی نکاح سے متمتع ہولین ۔ مشہد مین ایسی عورتون کی ایک کثیر اور مستقل تعداد ہے جو ہنگامی زوجیت کے لئے تیار رہتی ہین ۲؎ فریقین کسی ملا کے پاس جسکا ملنا دشوار نہین ہوتا چلے جاتے ہین اور اوس کی اجازت سے

۱؎ مصنف نے اس موقعہ پر لفظ "پراسٹیٹیوشن" استعمال کیا ہے ۔ لیکن چونکہ اس مقام کا موضوع متعہ ہے جو اہل تشیع کے نزدیک مذہبی لحاظ سے جائز اور مستحسن ہے اس لئے مین نے لفظ مزبور سے قطع نظر کرکے متعہ لکھا ہے ۔ صیغہ کے معنی کے سمجھنے مین بھی مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔ صیغہ سے مراد نکاح ہے نہ کہ خود وہ عورت جس سے نکاح کیا جائے ۔ اسکے علاوہ متعہ ایسی چیز نہین ہے جو مشہد ہی سے مخصوص ہو جیسا کہ مصنف کا خیال معلوم ہوتا ہے ۔ بلکہ ہر مقام اور ہر وقت مین ہو سکتا ہے مترجم

۲؎ صیغہ یعنی ہنگامی زوجہ سے ایک دن سے لیکر ۹۹ برس کی مدت تک کے لئے نکاح کیا جا سکتا ہے ۔ عورتین پورے زمانہ کے لئے صیغہ بنائے جانے کو عقدی یعنی حقیقی زوجہ ہونے پر ترجیح دیتی ہین ۔ عقدی کو اوس کا شوہر جب چاہے طلاق دے سکتا ہے لیکن صیغہ کو مدت معینہ معاہدہ سے پہلے باستثنائے اوس صورت کے جبکہ اوس سے بداعمالی سرزد ہو جدا نہین کیا جا سکتا ۔ بڑے شہرون مین محدود عرصہ کے لئے جو عورتین صیغہ بنائی جاتی ہین اونہین نیم طوائف سمجھنا چاہیئے ۔

معاہدہ نکاح مرتب کیا جاتا ہے جسپر فریقین کی مہریں ثبت کی جاتی ہین۔ اور مقررہ شرح فیس کے ادا کرنے کے بعد نکاح قانونی طور سے کامل ہو جاتا ہے۔ پندرہ بیس دن یا جو کچھ بھی میعاد مقرر ہو اوس کے گزر جانے کے بعد نکاح کی مدت ختم ہو جاتی ہے۔ عارضی شوہر کسی دور دراز سرزمین مین اپنی پہلی محبوبہ کے پاس واپس چلا جاتا ہے اور عارضی زوجہ چودہ دن کی عدت کے ختم کرنے کے بعد پھر کوئی نیا شوہر ڈھونڈ لیتی ہے۔ بالفاظ دیگر عیاشی کا ایک مہتم بالشان طریقہ مذہب کی اجازت سے مشہد مین رائج ہے۔ ایشیا کے اور کسی شہر مین غالباً اتنی بدکاری نہین ہوتی جتنی مشہد مین اور مجھے افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ جو زائر حضرت امام رضاؑ کے مزار کی دہلیز کو بوسہ دینے کے لئے بحر و بر کو طے کرتے اور مصیبتین جھیلتے ہوئے آتے ہین۔ اونکے دل مین اثنائے سفر مین اسی خیال سے بھی کچھ کم تشفی اور تسکین نہ ہوتی ہوگی کہ مشہد مین پہونچکر ان زحمتون کی تلافی ہو جائیگی۔ اور وہان ہم خوب کھیل کھیلین گے۔

نادر شاہ کا مقبرہ

وہ نامور۔ فاتح نادر شاہ جس نے اس شہر کی سرپرستی کی اور اسکو مزین و آراستہ کیا ابتداءً یہین دفن کیا گیا تھا۔ اپنے حین حیات مین اوس نے اپنے اور اپنے بیٹے رضا قلی میرزا کے لئے یہان مقبرے بنوائے تھے جو مسجد امام صاحب اور دروازہ بالا خیابان کے مابین واقع تھے۔ اب اون کا نشان بھی باقی نہین۔ وحشی خواجہ سرا آغا محمد خان قاجار نے جو اپنی مصیبت کے باعث اصلی کو بھولا نہ تھا تخت پر بیٹھتے ہی اپنے دیرینہ انتقام کی خواہش کو ان

دونون مقابر کے مسمار اور منہدم کرنے سے پورا کیا۔ نادر کی ہڈیان اوس کے حکم سے طہران لائی گئین اور اپنے دوسرے رقیب کریم خان زند کی خاک کی طرح اوس نے انہین اپنے محل کی دہلیز کے تلے گڑوا دیا تاکہ جب کبھی وہ باہر نکلے تو اوس شخص کی مٹی کو اپنے پاؤن تلے روندتا ہوا جائے جس نے اوس پر اور اوس کے خاندان پر مظالم عظیم برپا کئے تھے۔ فریزر کے زمانہ مین یہ منہدمہ عمارات مشہد مین ملبے کا ایک ڈھیر ہو رہی تھین۔ دس سال بعد برنس نے شلغمون کا ایک کھیت اوس زمین پر اگا ہوا دیکھا جس مین فاتح ہندوستان کی لاش دفن تھی۔

مشہد مین یہودیون کی آبادی

مشہد مین ابھی تک یہودیون کے بہت سے خاندان آباد ہین گو کہ اونہین اپنے مذہبی طریقہ کے بموجب اداے عبادت کی سخت ممانعت ہے اور وہ صرف خفیہ طور پر اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہین۔ ۱۸۳۸ء مین اون کے جبراً مسلمان بنائے جانے کی روایت مشہور ہے اور ایک سے زیادہ سیاح نے اوس کا اعادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر والف جو اس واقعہ سے پہلے اور اوسکے بعد دو دفعہ مشہد مین آیا اسے حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتا ہے "واقعہ یہ ہوا۔ ایک غریب عورت کے ہاتھ پر زخم تھا۔ کسی مسلمان طبیب نے اوسے یہ نسخہ بتایا کہ کتے کو مار کر اوس کے خون سے اپنا ہاتھ تر کرے۔ چنانچہ اوسنے ایسا ہی کیا۔ مگر دفعتہً تمام شہر کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تم لوگون نے ایسا کرنے سے ہمارے پیغمبر کی تحقیر کی ہے۔ چند لمحون مین ۳۵ یہودی مارے گئے۔ جو باقی بچے

وہ خوفزدہ ہوکر مسلمان ہوگئے۔ اب وہ خفیہ طور پر پہلے سے بھی زیادہ پکے یہودی ہین لیکن اپنے آپ کو انوسیم (مجبور کئے گئے) کہتے ہین[۱]۔

والف یہ نہین بیان کرتا (جس سے اس عام جوش اور بلوے کے پہیلنے کی توجیہ ہوتی) کہ یہودن اور کتے کے مارے جانے کا واقعہ بدقسمتی سے اوس دن پیش آیا جبکہ مسلمان عیدالضحے کا جشن منانے مین مصروف تھے[۲]۔ اوہام پرستی اور بغض و عداوت نے بڑی آسانی سے ایک ایسے واقعہ کو جس سے کسی کے دل کا ستانا مقصود نہ تھا لوگون کی نظرون مین اس صورت مین پیش کیا کہ گویا اوس کی غرض و غایت اونکے قومی مذہب کی توہین تھی اور اسی لئے فساد برپا ہو گیا۔ اوس زمانہ کے مقابلہ مین آج کل بہت کم تعصب یہان کے مسلمانون مین ہے لیکن یہودی کو اب بھی چاہیئے کہ مشہد مین اپنا طرز عمل مودبانہ اور منکسرانہ رکھے۔

سرکاری عمارات

خانیکاف بیان کرتا ہے کہ مشہد مین چودہ مدرسے اور سولہ کاروان سرائین ہین۔ اوس

---

[۱]۔ دیکھو "نیرمٹو آت مشن ٹو بخارا ان ۱۸۴۵-۱۸۴۳" (حالات سفارت بخارا ما بین ۱۸۴۳ع لغایت ۱۸۴۵ع) جلد اول صفحہ ۲۳۹ و جلد دوم صفحہ ۲ –

[۲]۔ مسلمانون کی روایت کے بموجب عید قربان کا جشن حضرت ابراہیم کی اس نیت کی یادگار مین منایا جاتا ہے کہ اونہون نے حضرت اسمٰعیل (نہ کہ حضرت اسحٰق) کو قربان کرنا چاہا تھا۔ جو جانور اس موقعہ پر قربانی کئے جاتے ہین وہ مسلمانون کے عقیدے کے مطابق بہت کچھ باعث ثواب ہین اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانون کو پل صراط پر جو تلوار کی دہار سے بھی زیادہ تیز ہے جنت کی طرف جاتے ہوئے گزرنا پڑے گا تو یہی قربانی کے جانور

ان کے نام اور نیز تاریخ ہاے قیام بھی اوسنے گن کر بتائی ہین - جو ناظرین ان امور کے متعلق اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہون وہ اوس کی کتاب پڑھ کر یہ باتین دریافت کر سکتے ہین

صنعت و دستکاری

نے مشہد کی مقامی صنعت اور دستکاری کے متعلق کتابون مین بہت کچھ حالات پڑھے تھے لیکن یہان کی بنی ہوئی جو چیزین میرے دیکھنے مین آئین اونہین دیکھکر مجھے بڑی مایوسی ہوئی - خریدار کے لیے یہان کے بازار سے زیادہ ناقص بازار اور کوئی ہو ہی نہین سکتا - دمشقی وضع کی تلوارون کے پھل یہان عرصہ قدیم سے بنتے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداءً اس کام کے بنانے کے لیے تیمور نے دمشق کے کچھ کاریگر یہان لاکر آباد کئے تھے لیکن چونکہ تلوارون اور پیش قبضون کے بجاے اب بندوقون اور طپنچون کا رواج ہوگیا ہے اس لیے نئی تلوارون کو کوئی نہین پوچھتا - ریشمی اور سوتی کپڑے اور مخمل یہان تیار ہوتی ہے لیکن کیفیت کے لحاظ سے بخارا کے اسی قسم کے کام کے مقابلہ مین اونہین بہت ہی ادنی درجہ حاصل ہے - شہر مین ۶۵۰ ریشم بافی اور ۳۲۰ شالبافی کے کارخانے ہین البتہ عمدہ قالینین یہان دستیاب ہوسکتی ہین خصوصاً اصلی مشرقی وضع کی قالینین جن کی بناوٹ غفت اور جن کے رنگ دیرپا ہوتے ہین اور قاین اور برجند سے آتے ہین بہم پہونچ سکتی ہین - کردی وضع کے قالین بھی اچھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۵ - اوس وقت اون کے کام آئین گے -

لہ دیکھو "تذکرہ اقوام جنوبی حصہ علاقہ وسط ایشیا" زبان فرانسیسی صفحہ ۱۰۷ -

ایک جداگانہ شان سے لئے ہوئی ہین لیکن اسقدر خوبصورت نہین ہوتے فقط مشہد مین قالین بافی کے چالیس کارخانے ہین۔ ترکمانی قالین اور زیورات اور ہتیار سابق مین مشہد کے بازارون مین عام طور پر بکا کرتے تھے لیکن اب ان چیزون کو روسی یا توماورالنہر مین تمام وکمال خرید لیتے ہین اور یا یورپ کو بھیج دی جاتی ہین۔ ایران مین طہران کے بعد جواہر کا مرکز ہے گو کلان ترکمانون کے ڈیرون کے قریب استرآباد غالباً دوسرے درجہ پر بہترین مقام ہے جہان ترکمانی ساخت کی چیزین دستیاب ہوسکتی ہین۔ قدیم تاتاری بلکہ باختری سکے بھی لیا اوقات مشہد مین مل سکتے ہین۔ مین نے یہ خیال کیا تھا اور میرا ایسا خیال کرنا حق بجانب بھی تھا کہ چونکہ نیشاپور کی مشہور ومعروف فیروزے کی کانین یہان سے اسقدر قریب ہین اس لئے یہان اس پتھر کے عمدہ عمدہ نمونے مشہد کے بازارون مین موجود ہونگے۔ لیکن جو فیروزے میرے دیکھنے مین آئے وہ نہایت خراب تھے۔ جتنے اچھے پتھر ہوتے ہین وہ کان سے نکلتے ہی خرید لئے اور تھامک غیر مین بھیج دیے جاتے ہین۔ جو پتھر باقی بچتے ہین وہ مشہد مین آتے ہین لیکن اون کی کیفیت اور قیمت ایسی نہین ہوتی کہ زائرون کی توجہ اپنی طرف منعطف کرے۔ نہ مجھے وہ پتھر کے تراشے ہوئے پیالے۔ بادئے۔ بدہنے اور دوسری قسم کے ظروف ہی پسند آئے جو ایک قدیم وضع کی خراد اور اوزارون کے ذریعہ سے ایک نرم پتھر کو جو اس نواح مین نکلتا ہے تراش کر تیار کئے جاتے ہین۔ اس پتھر کی دو قسمین ہین۔ ایک تو بہورا اور کل جہ سرخی اور دوسرا نیلاہٹ لئے ہوئے خاکی رنگ کا ہوتا ہے۔ لیکن اگرچہ سیاحان سابق نے ان صنعتی

اشیا کی نہایت تعریف کی ہے مین نہ تو اس پتھر کی عمدگی کی قدر کر سکا جس سے یہ چیزین تیار کیجاتی ہین اور نہ خود ان چیزون کی شکل کے تناسب یا جو صنعت اون پر صرف کی گئی تھی اوس کی داد دے سکا۔

شرح اجرت اور قیمت اشیا

مین مشہد مین آیا تو کاریگرون کی اجرت کی شرح حسب ذیل تھی۔ بڑھئی ۳۔ قران یعنی ایک شلنگ ۹ پنس (۱/۹) یومیہ۔ راج ۲ قران۔ لوہار ½۱ قران۔ عام مزدور یک قران۔ روٹی کی قیمت ۱ پنس (۱/ر) فی سیر اور بکری کے گوشت کی ¾۴ پنس (۵/ر) فی سیر تھی مرغیان جو کوہستان مین ½۳ پنس (۰۳/ر) کو ملتی تھین یہان ۷ پنس (۷/ر) مین دستیاب ہوتی ہین۔ گیہون کی قیمت ۷ سیر کے لیے ۶ پنس (۶/ر) تھی اور جو کی ۴ پنس (۴/ر) سے کسیقدر کم۔

بینک اور روپیہ قرض ملنے کی سبیل

اس شہر مین ۴۴ اچھی حیثیت کے ساہوکار یعنی سود خوار ہین اور ان سب کا مجموعی سرمایہ ۹۳۱۰۰۰ تومان یعنی ۲۶۶۰۰۰ پاؤنڈ ہوگا۔ ان مین سے صرف دو کا سرمایہ دس لاکھ تومان (۲۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا۔ تین ایسے تھے جنکا سرمایہ پچاس پچاس ہزار تومان (۱۴۲۸۵ پاؤنڈ) تھا اور دو کا سرمایہ تیئس تیس ہزار (۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا باقی کم حیثیت کے ساہوکار تھے طہران کے "نیو اورینٹل بینک" کا ایک ایجنٹ مشہد مین رہتا تھا لیکن چونکہ اس بینک نے اپنا کام ایران کے نئے "امپیریل بینک" کے تفویض

کر دیا اس لئے امپیریل بینک خراسان میں قایم ہو گیا ہے جہاں اوس کے لئے ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔ مشہد میں روس کے بہت سے روبل (ایک روسی سکہ) کے نوٹ (ان کی تعداد ...... بیان کی جاتی ہے) زیر رواج تھے۔ انگریزی ساورن کی قیمت ٣ تومان اور ½ ٣ قران یعنی اوسط شرح تبادلہ کے حساب سے ١٩ شلنگ چھ پنس تھی۔ ہندوستان کا روپیہ یہاں اپنی پوری قیمت پر یعنی ا شلنگ ٥ پنس میں چلتا تھا۔[51]

گورنر جنرل مشہد کی ملاقات

اثنائے قیام مشہد میں خراسان کے گورنر جنرل سے ملا۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں یہ اعلی عہدہ دار شاہ کے دو بھائیوں میں سے جو بقید حیات موجود ہیں ایک ہے۔ اوس کا نام محمد تقی مرزا اور اوس کا خطاب رکن الدولہ ہے اور وہ اسوقت تیسری دفعہ گورنر جنرلی کی خدمت پر مامور ہوا تھا۔ گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ میں کچھ کچھ فصل سے وہ اس خدمت پر متعین رہ چکا تھا اور بیچ میں کبھی کبھی کسی دوسرے امیدوار کے شاہ کی نظروں میں چڑھ جانے یا زیادہ رشوت دے سکنے کے باعث ہٹا بھی دیا گیا جاتا رہا تھا۔[52] اوس کی نسبت یہ بات مشہور تھی کہ وہ ایک نرم مزاج اور کمزور دل کا شخص ہے

٥١۔ مال اور تجارت کی سیاسی رپورٹ نشان ٧٥٣ بابت ١٨٩١ء۔

٥٢ سال رواں (١٨٩١ء) کے موسم بہار میں رکن الدولہ کو خدمت گورنری سے پھر ہٹا دیا گیا جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اوسے روسیوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اوس کی جگہ فتح اللہ خان صاحب دیوان جو سابق میں ظل السلطان کے ماتحت فارس کا گورنر تھا مقرر ہوا ہے۔

اور شاہی خاندان کا شیوۂ کفایت شعاری روس کے حصہ مین بھی آیا ہے لیکن سیاسی امور مین وہ دنیا سازی سے کام لیتا ہے۔ البتہ اوسکے مشیر خاص کی ہمدردی علی الاعلان روسیون کے ساتھ تھی۔

ارک

ارک یا قلعہ جس مین گورنر جنرل رہتا ہے شہر کے جنوبی و مغربی حصہ مین واقع ہے اور ایک وسیع میدان شہر کے اور اسکے درمیان حائل ہے۔ ارک کے گرداگرد پست دیوارون اور برجون کا ایک حصار کھنچا ہوا ہے اور دو برجون کے درمیان ایک پھاٹک مین سے جسکے اوپر شیر و آفتاب کا ایک دہندلا سا مضحکہ انگیز نقش نظر آرہا تھا ہم اندر داخل ہوئے اور ایک لمبی ڈاٹ کی چھت کی گلی مین سے گذرتے ہوئے ایک وسیع صحن مین پہونچے۔ یہان ہم گھوڑے سے اترے اور ایک کثیف چاردیواری مین سے ہوتے ہوئے جس مین پھولون کی پریشان کیاریان تھین ہم ایک چھوٹے اندرونی صحن مین داخل ہوئے جہان بہت سے ملازمین اور خدام کھڑے ہوئے تھے جو ہمکو ایک دیوانخانے مین جو دوسرے سرے پر تہا لے گئے۔

رکن الدولہ کے ساتھ میری گفتگو

یہان گورنر مجھسے ملنے کے لیے بڑہا۔ وہ پست قد اور بہت ہی جسیم ہے لیکن اوسکے چہرہ سے ہر قسم کی نعمت و عزت کے آثار پائے جاتے ہین اور گو شاہ سے اوس کی شکل نہین ملتی تاہم نسل قاچاریہ کے ستا ئیہ خال و خط سے آراستہ ہے۔ اوسکے سر کے بال تو سیاہ

سے تھے لیکن اوس کی داڑھی کی کھونٹیان سفید تھین سر پر وہ برے کی کھال کی کلاہ پہنے تھا اور اوس کا باقی کا لباس کشادہ دامن والے معمولی سیاہ کوٹ اور ایرانیون کے امرا کی پتلون پر مشتمل تھا اوس کے ہاتھون مین سفید سوتی دستانے تھے اور خوش اخلاقی کے طور پر اوس نے اپنے ہاتھون کو اپنے سینے پر آڑا جوڑ رکھا تھا۔

ہماری گفتگو کچھ بہت زیادہ دلچسپ نہ تھی کیونکہ گورنر نے صرف اخلاق آمیز رسمی جوابات پر اکتفا کی۔ جب مین نے اوس سے دریافت کیا کہ آیا آپ کے خیال مین ریلونکا ایران مین قایم کیا جانا قرین احتمال ہے۔ تو اوسنے یہ مبہم سا جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالے جب ریل کے سلسلون کا ایران مین قایم ہونا ممکن ہے اون کے متعلق اوس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ظن غالب یہ ہے کہ طہران سے قم تک سب سے پہلے ریل کا سلسلہ قایم کیا جائیگا اوس نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے صوبہ کی معدنی پیداوار بہت بڑی ہے (جو غالباً صحیح ہو) اور سونے۔ چاندی۔ سیسے۔ تانبے اور کوئلے پر مشتمل ہے۔ جب مین نے اوس سے یہ دریافت کیا کہ آیا خلائق عامہ کو یہ بات معلوم ہے کہ شاہ نے حال مین یوروپ کا جو سفر اختیار کیا ہے اوس کے اثنا مین یوروپ نے اور بالخصوص انگلستان نے اوسکا استقبال کس طور پر کیا تو اوس نے یہ جواب دیا۔ "عوام الناس کو یہ حالات کیسے معلوم ہو سکتے ہین۔ صرف عہدہ دارون اور اعلی طبقہ کے لوگون کو اوس کی کیفیت معلوم ہے۔ طہران مین تین اخبار شایع ہوتے ہین اور ان مین سے ایک کی سو کاپیان ہر ہفتہ مشہد مین آتی ہین۔ بعد مین جب شاہ کا سفرنامہ شایع ہوگا تو لوگ پڑہین گے اور اوسوقت اون کو سب حال معلوم

ہوجائیگا"

رکن الدولہ کی ملاقات سے مجھپر جو اثر ہوا وہ اوس اثر سے مختلف نہ تھا جو متعدد ایرانی اعیان سلطنت کی گفتگو سے جن سے بعد مین مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میرے دلپر پڑا اور وہ یہ کہ اگرچہ اعیان موصوف مجردطور پر اپنے ملک کی اندرونی ترقی اور فلاح کے متمنی ہین۔ لیکن عملی طور سے اس مقصد کی تکمیل کے لئے بالکل کوئی کوشش نہین کرتے اور جس حالت مین ہین اوسی مین خوش ہین۔

فوج متعینہ مشہد



اگلے باب مین مین صوبہ خراسان کی فوجی طاقت کے متعلق کسیقدر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرون گا۔ فی الحال مین صرف اوس فوج کا ذکر کرتا ہون جو مشہد مین ہے یہان تین پیدل پلٹنین آٹھہ آٹھہ سو جوانون کی متعین ہین جو بالعموم صوبہ آذربایجان کے ترکی صوبہ سے بھرتی کی جاتی ہین۔ اس احتیاط کا مقصود یہ سمجھا جاتا ہے کہ فوج والون اور شہر کے لوگون مین رابطہ اتحاد قایم ہونے نہ پائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ارک مین بیس ہلکی توپین موجود ہین۔ لیکن چونکہ وہ کبھی باہر نہین لائی جاتین اور توپچی اون کے چلانے کی کبھی مشق نہین کرتے اور توپخانہ کے گھوڑون سے بھی ان کے متعلق کبھی کام نہین لیا جاتا اسلئے حقیقی جنگ مین غالباً یہ توپخانہ زیادہ مہیب نہ ثابت ہوگا۔

مشہد و دول خارجہ کے قونسل

صرف دو طاقتون کے وکیل مشہد مین متعین ہین اور وہ طاقتین برطانیہ کلان اور روس

ہین اور ظاہر ہے کہ انہین دونون طاقتون کو یہان وکیل رکہنے کی ضرورت بھی ہے۔ جو واقعات برطانوی اور روسی قونسلون کے یہان مقرر کئے جانے کا باعث ہوئے اور جو میرے مشہد پہونچنے سے کچھ ہی عرصہ پہلے ظہور مین آئے ایسے نہین کہ اون کا یہان ذکر نہ کیا جائے۔ اوّل اوّل روس نے ۱۸۸۸ء کے آخری حصّہ مین اس بارہ مین تحریک کی ۱۸۸۱ء کے عہدنامۂ اخال وخراسان کے ساتوین فقرے کی رو سے اوسکو ایران کی سرحدی چوکیون پر وکیل متعین کرنے کا استحقاق حاصل تہا[۱] لیکن اس عہدنامہ مین کسی قونسل یا قونسل جنرل کے تقرر کا ذکر نہ تھا۔ مشہد کو کسی ممکن الوقوع صورت مین سرحدی مقام سے تعبیر نہین کیا جا سکتا تہا اور ترکمانون کے جہگڑے سے اوس کا بعید ترین تعلق بہی نہ تھا۔ اسکے علاوہ شاہ اس امر کا خاص طور سے مخالف تہا کہ خراسان کے مذہبی دارالحکومت مین کوئی ایسی دست اندازی کی جائے۔ روس اور برطانیہ کلان دونون ایک عرصہ دراز سے یہان دیسی مختار مقرر کر رہے تہے مگر جو انگریزی عہدہ دار مثلاً جرنیل مکلین اور کرنیل اسٹوارٹ بطور خاص اس سرزمین مین سیاسی خدمت پر مامور کئے گئے وہ کسی دوسری جگہ سکونت رکہتے تہے یا اپنا مستقر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ بدلتے رہتے تہے اور کبہی مستقل طور پر

---

[۱] یہ فقرہ حسب ذیل ہے:۔ اس عہدنامہ کی شرائط کی پابندی اور تعمیل کے لحاظ سے اور اس غرض سے کہ جو ترکمان سرحد ایران پر رہتے ہین اون کے چال چلن کی نگرانی کی جائے ہز میجسٹی شہنشاہ روس کی گورنمنٹ کو ایران کی تمام سرحدی چوکیون کے لئے وکیلون کے نامزد کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اون تمام معاملات مین جو فریقین معاہد کے مقبوضات سے ملے ہوئے اضلاع مین امن وآسایش کے قیام کے متعلق ہون وکلائے متعینۂ روسی اور ایرانی حکام کے باہمی تعلقات کا واسطہ ہون گے۔

مشہد مین نہ رہے تھے کیونکہ اونہین ہمیشہ یہ یقین دلایا جاتا رہا کہ یہان رہنے مین اونہین جان کا خوف ہوگا۔

موسولساف کا تقرر

روس نے کچھ عرصہ سے فیصلہ کر لیا تھا کہ اوس کی اغراض متعلقہ خراسان اس امر کی مقتضی ہین کہ مشہد مین اوس کا ایک وکیل سرکاری طور سے رہے - چنانچہ زار نے موسولساف روسی قونصل متعینہ رشت کو جو ایران کے سیاسی مسائل کو اچھی طرح سمجھنے کی وجہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر خیال کیا جاتا ہے مشہد کا قونصل جنرل نامزد کیا اور شاہ کو اطلاع دیگئی کہ اوسے اس تقرر کی نسبت اپنی منظوری دینی ہوگی - یہ تحکمانہ طرز عمل شاہ کو نہایت ناگوار گذرا اور کچھ عرصہ تک منظوری نہین دی گئی - لیکن روس کی طاقت شمال کی طرف اس درجہ مستحکم ہے کہ جن تجاویز کو وہ معرض عمل مین لانا چاہے اون کی زیادہ عرصہ تک یا حقیقی طور پر مدافعت کرنا ایران کے لئے نہایت خطرے کا باعث ہے - چنانچہ کچھہ توقف کے بعد منظوری دی گئی اور ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین موسولساف کی ماموری مشہد مین عمل مین آئی - جب ایک دفعہ روسیون کے ساتھہ ایسی رعایت عمل مین لائی گئی تو انگریزون کو بھی اوس سے متمتع ہونے سے روکا نہین جاسکتا تھا - غرضکہ جنرل مکلین جو کچھہ مدت سے افغانی و ایرانی سرحد پر گورنمنٹ ہند کی سیاسی وکالت نہایت قابلیت سے انجام دے رہا تھا ساتھہ ہی مشہد کا قونصل جنرل مقرر ہوا اور اپنی خدمت پر اپنے روسی ہم عہدہ معاون سے کچھہ عرصہ پہلے پہونچکر اوس محدود سیاسی جماعت کا رکن رکین قرار پایا جو خراسان

کے دار الحکومت مین اسطور سے وجود پذیر ہوئی تھی ۔

روسی قونصل خانہ



گورنمنٹ روس کچھہ عرصہ سے اس موقعہ کے لیے تیاریان کر رہی تھی چونکہ ایجنٹ کی طرف سے یہان مامور تھا اوسکے رہنے کے لئے ایک وسیع مکان جسکے حوالی کشادہ تھے اور جو شہر کے ایک عمدہ حصہ مین واقع تھا دیا گیا تھا ۔ چنانچہ اس عمارت مین جو ایک بڑے شہنشاہ کے وکیل کے سرکاری مکان ہونے کے لئے بالکل موزون تھی موسولساف فوراً چلا آیا ۔ اور روسی پرچم اوسکے دروازے پر لہرانے لگا ۔ چار روسی کاسک اور ایرانی فوج کے کچھہ سپاہی جو گورنمنٹ ایران کی طرف سے دونون قونصلون کی حفاظت کے لئے مامور ہوئے تھے باہر جاتے وقت قونصل کے آگے آگے چلتے تھے اور مشہد کے لوگ جن کا مذہبی تعصب بالکل سلبی ثابت ہوا بہت جلد اس غیر عنصر کے جو اس فوجی شان کے ساتھہ شہر مین نکلتا تھا عادی ہو گئے ۔ اس مین ذرا شک نہین کہ ایک لایق روسی افسر کے عملہ کے ساتھہ موجود ہونے اور وسیع حوالی اور ایک شاندار عمارت کی وجہ سے جو اثر لوگون کے دلون پر پڑا ہوگا اوس سے ضرور ہے کہ مشہد مین روسیون کا رسوخ بہت کچھ بڑھ گیا ہو اور گو اس رسوخ کو بعض دفعہ شاہانہ اور فوری تحکم کے ساتھہ عمل مین لایا جاتا ہے لیکن پھر بھی اس سے اس رسوخ مین باعتبار شدید الکیفیت ہونے کے کوئی فرق نہین آتا ۔ مشہد مین ایک زبردست روسی وکیل کا موجود ہونا گویا اوس بڑی طاقت کی محسوس علامت ہے جسکے نقل و حرکت اور منصوبون کے متعلق مشرق کی

ہر بازار مین گفتگو ہوا کرتی ہے اور جس کا ہر وقت بڑہنے والا سایہ جسے ویسی لوگ بیخودی کے عالم مین سر تسلیم خم کئے ہوئے دیکھتے ہین ایک گرجنے والے بادل کی طرح افق کی طرف سے بڑہتا ہوا املاک پر چھا رہا ہے۔

انگریزی قونصل خانہ

اخبار " ٹائمس " کو جو مراسلات بہ نے بہیجے اون مین سے ایک مین حسب ذیل تحریر مندرج تھی: " افسوس ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اپنے مختار کے رہنے کے لئے ایسے عالیشان مکان تیار نہین کر سکی۔ اس ضرورت کے لئے روس کی طرح انگلستان نے پہلے سے تیاری نہ کر رکہی تہی اور جس عمارت پر اب برطانوی قونصل خانہ کی علامت ثبت ہے اور انگریزی پہریرا اڑتا ہے اوس کی ظاہری شان ایسی نہین کہ اپنے مکین کے رتبہ اور امتیاز کا کچھ بہی ثبوت دے سکے۔ یہ امر نہایت ہی باعث ذلت ہے کہ برطانوی قونصل جنرل ایسے پست اور تبہ حال مکان مین بود و باش رکہے۔ گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنے سفیر کی شان اور حیثیت کے موافق فوراً کسی ایسے مکان کا انتظام کرے جس سے یہان کے لوگون کے دلون مین ایک عظیم الشان اور دولتمند طاقت کا رعب بیٹھ سکے۔

مجھے یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ اس بارہ مین گورنمنٹ میری ہم خیال نکلی اور اوس نے ایک معتد بہ رقم کی منظوری اس غرض سے دی کہ ایک قطعہ زمین خرید کر اوس پر ایسی عمارت قایم کی جائے جو برطانیہ کلان کی عظمت و شان کے شایان ہو۔ جرنیل مکلین جس نے خراسان مین برطانیہ کلان کی وکالت کی خدمت نہایت قابلیت سے انجام دی ہے

اوس کا پہلے پہل یہ قصد تھا کہ شہر پناہ کے باہر ایک قطعہ اراضی مع باغ جس کا رقبہ تقریباً تیس ایکڑ تھا خرید اجائے لیکن جو اطلاع بھیجی گئی ہے اوسکے بعد ہمیں ملی وہ یہ ہے کہ یہ خیال ترک کردیا گیا ہے اور غالباً شہر ہی میں کوئی قطعہ آراضی خرید لیا جائیگا۔

اراکین و تقررات

برطانوی سفارت کے اراکین نظام سفارت کے پوری طرح سے ترکیب پاجانے کے بعد کیونکہ ابھی تک اس کی حالت ابتدائی ہے [illegible] قونسل جنرل [illegible] مددگار اور ایک نائب قونسل ہونگے [illegible] سارجنٹ اور تین سپاہی پہرے کے لئے خانگی طور پر مامور کئے گئے ہیں ان کی خوشنما وردی اور خوش آیند وضع سے دیکھنے والے پر خواہ مخواہ اچھا اثر پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ ایران کی طرف سے ایک سارجنٹ اور چھہ جوان سرکاری طور پر پہرے کیلئے متعین ہیں۔ انگریزی قونسل خانہ سے ۲۲ ترکمان سواروں کا ایک دستہ بھی متعلق ہے۔ یہ ترکمان پنجدہ کے قبیلہ سارق سے تعلق رکھتے ہیں اور اوسوقت سے جب کہ سرحد افغانستان کا شروع شروع میں جھگڑا ہوا یہ انگریزوں کے ساتھ ہیں اور اب مشہد اور ہرات کے درمیان خانگی ڈاک لے جانے پر مامور ہیں۔ اس ڈاک کا سلسلہ ہرات میں امیر افغانستان کی ڈاک سے جا ملتا ہے

حاشیہ صفحہ ۳۵۶۔ جرنیل مکلین اب اپنی خدمت سے سبکدوش کیا جاچکا ہے (سنہ ۱۸۹۱ء) اور اوس کی جگہ مشہد کا قونسل جنرل مسٹر نے الیاس مقرر ہو کر آیا ہے جو ہندوستان کی سول سروس (طبقہ ملازمت ملکی) میں نہایت ممتاز اور سر برآوردہ ہے۔

اگر امیر افغانستان اپنے ممالک محروسہ کے شمالی حصون مین ہو تو بعض دفعہ ویسراے کشور ہند کا کوئی ضروری مراسلہ نہایت آسانی اور سرعت کے ساتھ اس دور کے راستہ سے اوسکے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ جب ایک شاندار اور موزون حوالی کی عمارت تیار ہو جائیگی۔ تو برطانوی قونسل جنرل جو گورنر جنرل ہند کا ایجنٹ بھی ہے اس اعانت اور تائید کی وجہ سے اپنی شان اور حیثیت ایسی رکھہ سکے گا جو اوس طاقت ذوالریاستین کی رفعت وعظمت کے شایان ہوگی جس کا وہ مختار ہے اور جو ایسے ملک مین اور ایسے لوگون کے لئے لوازم سی ہے جن کی نظرون مین آداب ظاہری اور نمائش کو گویا حصول نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

قونسلون کی کارروائی

تو مشہد مین دونون طاقتون کی ظاہری سیاسی حیثیت کا حال ہے۔ اب مین اُن کثیر التعداد انتظامی کارروائیون کا ذکر کرتا ہون جو دونون قونسلون کو انجام دینی پڑتی ہین کیونکہ روس اور برطانیہ دونون کی صدہا رعایا کو مشہد مین تجارتی اغراض سے آنا پڑتا ہے رعایاے برطانیہ جو یہان آتے ہین زیادہ تر ہندو اور چند کشمیری ہوتے ہین جو بمبئی سے براہ بندر عباس یہان تجارتی مال لاتے ہین یا بعض دفعہ وہ افغان یا ایرانی ہوتے ہین جو انگریزی رعایا ہو گئے ہین۔ جو افغان مشہد مین آتے ہین وہ اون حقوق سے جو انگریزی رعایا کو حاصل ہین مستفید ہونے کے لئے اپنی پوری رضامندی کا اظہار کرتے ہین حالانکہ امیر اپنے علاقہ مین بہ تقاضاے نخوت وغرور کسی ایسے حق کے تسلیم کئے جانے کا ہرگز روادار نہین۔ خراسان مین روس کی رعایا ارمنی۔ قاف کے مسلمان۔ ترکمان۔ ماوراءالنہر کے

باشندے۔ سرحد اور بخارائی ہین۔ ان رعایا کے نامون سے درج رجسٹر کرنے اور اون کے کاروبار مین اونہین عاجل مدد دینے مین روسیون کو اپنے طریقۂ پروانہ راہداری کی وجہ سے بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ اس طریقہ کے ذریعہ سے درخواست گزار کا تشخص۔ قومیت اور دعاوی فوراً دریافت ہوسکتے ہین۔ انگریزون نے اس نہایت ہی مفید طریقہ کو کبھی اختیار نہین کیا اور اس لئے جن اشخاص کو انگریزی ظل حمایت مین ہونے کا دعوی ہو اون کے دعاوی کی حقیقت کی تحقیق مین بہت کچھ وقت اور محنت صرف کرنی پڑتی ہے اور پھر بھی بسا اوقات ایرانی حکام کو اوسپر اعتراض ہوتا ہے اور بڑی مشکل سے بہت دیر کے بعد اس کا تصفیہ اون کے حق مین ہوتا ہے۔ پس ان مشکلات اور دقتون کے لحاظ سے یہ مناسب ہوگا کہ کم ازکم ایران مین پروانہ راہداری کے طریقہ کے رواج دئے جانے کے مسئلہ پر غور کیا جائے[۵۱]۔ مین یقین کرتا ہون کہ گورنمنٹ ایران اس کو نہایت ہی پسند کرے گی۔

طوس

مشہد کے نواح مین بہت کم مقامات دیکھے جانے کے قابل ہین۔ خواجہ ربیع کی مسجد کا ذکر مین پیشتر کرچکا ہون۔ مصلا جو ابتدا ز ۱۶۹۹ء مین عید قربان کی تقریب کے لئے تعمیر کیا گیا تھا اور جس کی نسبت میگگریگر بیان کرتا ہے کہ شہر کے حوالی مین اگر کوئی کھنڈر دیکھنے

[۵۱] مین نے سنا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے افغانون کو یہ اجازت دیدی ہے کہ ایرانی عہدہ دارون کی وساطت سے روسی پروانۂ راہداری لے لیا کرین۔ مگر مین اس اجازت کو نہ تو حق بجانب ہی کہہ سکتا ہون اور نہ اس کی کوئی توجیہہ ہی کرسکتا ہون۔

کے قابل ہے تو یہ ہے۔ اب بالکل برباد ہو جانے کے باعث ایسا نہین رہا کہ اوسکو دیکھا جائے۔ البتہ ممکن ہے کہ سیاحون کو یہ شوق دامنگیر ہو کہ گھوڑے پر سوار ہو کر طوس کے کھنڈرون کی جا کر سیر کر آئین جو مشہد سے پہلے شمالی و مغربی سمت مین پندرہ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ ایرانی روایات اس شہر کی قدامت۔ تاریخ اور انقلابات سے جو کسی زمانہ مین مشہور تھا معمور ہین۔ موجودہ کھنڈرون سے جو واضح اور نمایان ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربون کا بنایا ہوا فصیل دار شہر تھا جسکا دور قریبًا چار میل ہوگا۔ اسکے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ارک یا حصار وسطی کے آثار پائے جاتے ہین۔ وسط مین ایک وسیع گنبد دار ویران عمارت ہے۔ جو بلاشبہ کسی زمانہ مین مسجد ہوگی۔ مگر اب نقارہ خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اوڈونووان نے جس نے ان کھنڈرون کو بغور دیکھا ہے اور اونکا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے غلطی سے اس عمارت کو مشہور و معروف قومی شاعر فردوسی کا مقبرہ سمجھا ہے[۱] بلکہ اوسکی تابوت تک کا پتہ چلایا ہے[۲] فردوسی کا مرقد اصل مین ایک گمنام سی عمارت کے تلے تھا جو ستر سال پہلے نظر آتی تھی مگر اوڈونووان کے سفر کے وقت اوس کا نشان بالکل معدوم

---

[۱] فردوسی کو جو ۹۴۰ء کے قریب پیدا ہوا اور ۱۰۲۰ء مین انتقال کر گیا محمود غزنوی نے تاریخ ایران نظم مین لکھنے پر مامور کیا تھا چنانچہ اوس نے شاہنامہ لکھا جس مین ساٹھ ہزار بیت بزبان پہلوی درج ہین اور ان مین صرف دو عربی الفاظ پائے جاتے ہین حالانکہ اوس زمانہ مین زبان مروجہ کے ہر تین لفظون مین دو عربی یعنی غیر ایرانی الاصل لفظ ہوتے تھے۔

[۲] دیکھو "دی مرو اویسس" (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۱۴ الی ۱۶۔ اور اوس کا مقابلہ خانیکاف کی تصنیف کے صفحات ۱۰۱و۱۰۹ الی ۱۱۰ سے بھی کرو۔

ہو گیا تھا اور گیہون کے ایک کھیت سے کوئی زیادہ ممتاز یادگار روس پر پھر قایم نہین کی گئی

تار برقی

یہ کہ مین سابق مین ذکر کر چکا ہون مشہد شمال کی طرف قلات نادری سے اور شمال و مغرب کی طرف کوچان و بجنورد سے بذریعہ تار برقی ملا ہوا ہے۔ قلات سے تار برقی کا ایک سلسلہ درگز تک گیا ہے۔ اسکے علاوہ مشہد سے سرخس کی سرحدی چوکی تک جو روسی سرحد پر واقع ہے اکہرے تار کی ایک شاخ قایم ہے مگر یہ تار اکثر ٹوٹتا رہتا ہے اور اسلئے دارالسلطنت اور سرخس کے تعلقات پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع ہوتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ سال رواں ۱۸۹۱ء مین دریائے تجند کے دوسرے کنارے پر روسی سرخس سے لیجا کر ملا دیا گیا ہے۔ جہان روس کی فوجی چھاؤنی قایم ہے اور دونون تارون کا مقام اتصال دریائے تجند کی تہ ہے اس سے مشہد کا تعلق تار برقی عاشق آباد اور مرو کے ساتھ قایم ہوجاتا ہے جو روسی تفوق کا مزید ثبوت ہے۔ فی الحال مشہد اور جنوبی علاقہ کے درمیان تار قایم نہین ہے مگر اس تجویز پر بحث کی جا رہی ہے کہ دارالسلطنت کو برجند سے بذریعہ ایک سلسلہ تار برقی ملا دیا جائے۔ طہران اور مشہد کے درمیان ۵۰۰ میل لمبا جو خاص سلسلہ تار برقی قایم ہے اوسکی راہ مین نیشاپور۔ سبزوار اور شاہ رود پڑتے ہین۔ اگرچہ اسکا تعلق گورنمنٹ ایران سے ہے لیکن اس کے مصارف اور نیز اس کا انتظام انڈو یورپین ٹیلیگراف ڈپارٹمنٹ سے متعلق ہین جسکی طرف سے ایک مہتمم شاہ رود مین اور دو تار منشی طہران مین متعین ہین۔ اس سلسلہ تار برقی کی ضروریات کے لحاظ سے یہ عملہ بالکل ناکافی ہے اور

تار مہینے مین کئی کئی دن تک ٹوٹا رہتا ہے۔ اول اول اہل ایران نے تار کے دفترون کو

بست کی طرح مقدس خیال کیا اور کئی واقعات مشہد اور دوسرے مقامات مین ایسے پیش

آئے ہین کہ ستم رسیدون اور مفرورون نے ان دفاتر مین آ پناہ لی۔ اس خیال کی علت غائی

یہ تھی کہ تار کا سلسلہ شاہ کے محل واقع طہران سے سیدھا آتا ہے اور اسلئے اون مکانات

مین جو بذریعہ تار شاہ کے محل سے ملے ہوئے ہین۔ امان طلب کی جا سکتی ہے۔

اجنبیون کے ساتھہ برتاؤ کا طرز

تمہید مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اہل یوروپ اور عیسائیون کو جس متعصبانہ عداوت

کی نظر سے دیکھنے کے لئے مشہد ہمیشہ سے مشہور چلا آیا تھا اب وہ بالکل رفع ہو گئی ہی

یہ سچ ہے کہ حکام کے مشورے سے ابھی تک احتیاط عمل مین لائی جاتی ہے اور مشہد

کے یورپین رہنے والون کے لئے یہ امر نہایت ہی تکلیف دہ تھا کہ شہر مین گھوڑے

پر سوار جاتے وقت آگے اور پیچھے سوارون کا ایک دستہ حفاظت کے لئے ہوتا

تھا۔ اس سے شتر بے مہار کی طرح ہر کوچہ و برزن کی دیکھہ بھال کرنے کی اوس خواہش کا

امتناع ہوتا ہے جو یورپین سیاحون کی طبیعت کا خاصہ ہے لیکن جو اہل مشرق کے خودداری

اور متانت کے خیالات سے اس درجہ مختلف ہے۔ مین آٹھہ دن تک مشہد مین رہا

اور ہمیشہ گھوڑے پر آتا جاتا رہا لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر مین چاہتا تو جہان میری مرضی

ہوتی بلا روک ٹوک کے پیدل بھی آجا سکتا اور چند سال کے عرصہ مین یورپینون سے

لوگون کی نگاہ مین یہان بھی ایسی ہی آشنا ہو جائینگی جیسی کہ بخارا کی گلیون یا اصفہان

کے بازاروں میں۔

مشہد سے دوسرے راستے

سے سرخس (براہ ملک در بند و پل خاتون۔ ۹۶ میل)۔ سر الیکسنڈر برنس (۱۸۳۲ء) "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم۔ صفحات ۵۶ الی ۶۵ + کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء)۔ "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد چہل و ششم صفحہ ۱۴۶ (۱۸۷۶ء) + سر سی۔ میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱ الی ۳۰ +

مشہد سے ہرات (دو راستے) سب سے زیادہ معروف رستہ براہ تربت شیخ جام و غوریان ہے۔ فاصلہ ۲۲۰ میل)۔ جے بی فریزر (۱۸۲۲ء)۔ "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ صفحات ۱۱۸ و ۱۱۹ + لفٹنٹ اے۔ کونولی (۱۸۳۰ء)۔ "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ باب دوازدہم + جے۔ پی۔ فیریر (۱۸۴۵ء)۔ "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ باب دہم وسی و یکم + کپتان کلاڈ۔ کلارک (۱۸۹۵ء)۔ جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی۔ جلد سی و یکم صفحات ۴۵ الی ۴۷ + ایچ سی۔ مارش (۱۸۷۲ء)۔ "رایڈ تھرو اسلام" (سفر دنیائے اسلام بسواری اسپ)۔ صفحات ۱۱۴ الی ۱۳۱ + سر سی۔ میکگریگر (۱۸۷۵ء)۔ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول باب ہشتم و نہم +

مشہد سے سیستان۔ (براہ تربت حیدری۔ باجستان۔ برجند و لاشش جوین)۔

ڈاکٹر۔ ایف۔ فاربس (۱۸۴۱ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی"۔ جلد چہاردہم (۱۸۴۴ء) + کرنیل۔ ایون۔ اسمتھ (۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۲۳۔ الی ۳۵۶۔ وضمیمہ۔ ڈی + ڈاکٹر۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو۔ (۱۸۷۲ء)۔ "فرام دی انڈس ٹو دی ٹاگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) باب نہم و دہم + سر ایف۔ گولڈاسمڈ (۱۸۷۲ء)۔ "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی"۔ جلد چہل و سوم صفحہ ۶۵ (۱۸۷۳ء)۔

مشہد سے کاہکا۔ (ماوراء النہری ریلوے براہ۔ سنگبیان۔ چکساری۔ چارکوئی وکاردہ) میکس وان۔ پراسکووٹز (۱۸۸۸ء)۔ "وام نیوا اسٹرند نیچ سمرقند" (بزبان جرمنی) باب سوم۔ صفحہ ۵ +

مشہد سے دوشک (ماوراء النہری ریلوے براہ۔ کان گوشہ۔ خانی بست۔ منیسار حنطل آباد۔ درہ تمورا۔ جاجا و قراتیغان)۔ (ذاتی اطلاع)

دوسرے رستون کے لئے جو نقشہ مین تو درج ہین لیکن اون کی تفصیل نہین دی گئی دیکھو تصنیف میگگریگر۔ جلد دوم ضمیمہ دوم۔



آٹھواں باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

دیکھو آتا ہے یہہ دریا کیسا لہراتا ہوا   میرے کھیتوں اور بنیوں پر تم ڈہاتا ہوا
بن گیا اس کے عمل سے اک عظیم الشان ہلال   پھیلتا - اٹھتا - ابھرتا اور خم کھاتا ہوا

شیکسپیر - ہنری رابع - حصہ اول - تیسرا ایکٹ - چوتھا سین -

+ خراسان کے حالات مین تصانیف مندرجہ باب پنجم ششم و ہفتم کے علاوہ جو کتابین لکھی گئی ہین وہ حسب ذیل ہین :- "جاگرفیکل میمائر آف دی پرشین امپائر" (سلطنت ایران کا جغرافی تذکرہ) مصنفہ سر جے میکڈانلڈ کنیر (سنہ ۱۸۱۳ء) + "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رائل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد ہشتم صفحہ ۳۰۸ (بابت ۱۸۳۸ء) مرقومہ جے - بی - فریزر (سنہ ۱۸۲۲ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (بابت سنہ ۱۸۴۱ء) جلد یازدہم صفحہ ۱۳۶ مرقومہ سار جنٹ گبنس (سنہ ۳۲-۱۸۳۱ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (بابت سنہ ۱۸۶۱ء) جلد سی و یکم صفحہ ۳۷ مرقومہ کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۵۷ء) "ایسٹرن پرشیا اینڈ دی ہرات ٹریٹری" (مشرقی ایران علاقہ ہرات) بزبان روسی بمقام سینٹ پیٹرسبرگ مصنفہ آرلنسٹر (سنہ ۱۸۶۸ء) "جاگرفیکل میگزین" (رسالہ جغرافیہ) بابت یکم اکتوبر سنہ ۱۸۷۴ء مرتبہ ڈبلیو جے گل (سنہ ۱۸۷۳ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحہ ۶۲ و ۱۴۵ (سنہ ۱۸۷۶ء) مرقومہ آنریبل جی - نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (روئیداد رائل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد بستم صفحہ ۱۶۶ (بابت سنہ ۱۸۷۶ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (سنہ ۱۸۸۱ء) و جلد ہشتم صفحات ۱۴۷ الی ۱۵۰ (سنہ ۱۸۸۶ء) مرتبہ لفٹنٹ کرنل سی - ای - اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۸۰ء) "دی ٹرکمانس بیٹوین دی اولڈ بیڈ آف دی اکسس اینڈ دی نارتھ پرشین فرانٹیر" (دریاے جیحون کی قدیم تہ اور ایران کی شمالی سرحد کے درمیان کے ترکمان) مصنفہ جرنیل پٹروسیوچ - مقام طفلس (سنہ ۱۸۸۰ء) + اسمار الاماکن والرجال و روایات خراسان پر ایک مضمون مرقومہ ای - ایچ شنڈلر مندرجہ رسالہ "اکیڈمی" جلد اول (بابت سنہ ۱۸۸۵ء) +

اس باب کا مقصد



اس باب مین خراسان کی سیاسی اور تجارتی حالت پر بحث کرنا چاہتا ہون کیونکہ فن تجارت حقیقت مین تدابیر ملکی ہی کی ایک شاخ ہے اور کم از کم ایسے ملک پر تو یہ قول ضرور راست آتا ہے جہان تجارت اور سیاست کے مقاصد کی تکمیل پہلو بہ پہلو عمل مین آتی ہو۔ جہان تجارتی ایجنٹ اکثر صورتون مین تبدیل لباس کے ساتھ سفیر سلطنت ہوتے ہون - اور جہان تجارت کے راستون اور منڈیون کا قبضہ کشورکشائی کا پیش خیمہ ہو۔ مین اپنے ناظرین کے سامنے اُن سیاسی و تجارتی اسباب کو پیش کرنا چاہتا ہون جو خراسان کے علاقہ کو یورپ کے فن تدبیر مملکت کا مبحث بنا کر مسئلہ خراسان کے وجود مجازی کو حقیقت کے لباس سے آراستہ کرتے ہین -
میرا منشا اِس فصل مین اوس حصہ کا بیان کرنا ہے جو برطانیہ کلان اور روس مسئلہ مزبور کے نشو و نما مین لے رہے ہین یا لے سکتے ہین اور نیز اس امر کا ظاہر کرنا ہے کہ اِس کے تصفیہ آیندہ سے اون کی کیا کیا اغراض وابستہ ہین - مین اُن صغری و کبری کی مدد سے جن کے بہم پہونچانے مین مجھے کچھہ کم دقت پیش نہین آئی اور جو کسی دوسری کتاب مین باقاعدہ اور مرتب طور پر دیکھنے مین نہ آئین گے یہ بتانے کی کوشش کرون گا کہ وہ تصفیۂ آیندہ از روے احتمال کس نہج پر ہوگا - اولاً مین اون اجزا کی تصریح کرتا ہون جن سے مجھے بحث ہے -

صوبہ خراسان

خراسان یعنی سرزمین خورشید ایران کا وہ صوبہ ہے جو اس مملکت کے منتہاے شمال و شرق

مین واقع ہے۔ مغرب کی جانب ۵۶ درجہ کے طول بلد اور مشرق کی طرف ۶۱ درجہ کے طول بلد مین یا یون کہئے کہ دریاے قال مُورلے سے ہری رود تک اس کا علاقہ پھیلا ہوا ہے اور اوسط عرض اس کا تین سو میل سے کچھہ اوپر ہوگا - اس کا زیادہ سے زیادہ طول شمالی اور مغربی گوشہ سے لیکر جنوبی و مشرقی سرحد تک ۶۰۰ میل ہے لیکن اوسط طول پانچ سو میل قرار دیا جاسکتا ہے اس کی شمالی سرحد سلسلہ کوہ البرز کی وہ مشرقی شاخ ہے جسکا مین بیشتر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرچکا ہون اور جو اس کو اوس علاقہ سے جدا کرتی ہے جو کسی زمانہ مین ترکمانون کے زیر نگین تھا لیکن اب دولت روس کے ماوراء النہری علاقہ پر مشتمل ہے - اس کے جنوب کی طرف وہ مہیب صحرا واقع ہے جو سمندر کی طرح کرمان کے دامن تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے اور اس کے پیوند کو گویا دوسرے ملکون سے جدا کرتا ہے -

طبعی کوایف

اس وسیع علاقہ مین جسکے رقبہ کا تخمینہ ڈیڑہ لاکھہ سے لیکر دو لاکھہ مربع میل تک کیا گیا ہے حالات طبعی مناظر اور آب و ہوا کے لحاظ سے قدرت نہایت ہی غیر متناسب پیرایون اور مختلف الالوان لباسون مین ظاہر ہوئی ہے - شمال مین تو ایسے پہاڑ ہین جنکی بلند ترین چوٹیان برف سے ہمیشہ ڈہکی رہتی ہین اور

* سلسلہ کوہ اعلیٰ داغ کے جنوبی پہلوؤن سے نکل کر دریاے قال مُورا مشرق کی سمت مین چغتائی یا جوین کے میدان مین سے بہتا ہوا دریاے قراسو (آب سیاہ) سے جا ملتا ہے - یہان سے اسکا رخ جنوب کی طرف بدل جاتا ہے اور مشہد و طہران کی درمیانی شاہراہ کو بمقام پل ابریشم قطع کرتا ہوا پچاس میل تک اور بہہ کر دشت کویر مین جذب ہو جاتا ہے -

بارہ ہزار سے لیکر تیرہ ہزار فٹ تک بلند ہین اِس معقد اور پر پیچ کوہستان مین پہاڑ سلسلہ در سلسلہ واقع ہین اور ان کی درمیانی وادیان جنکا اوسط ارتفاع تین ہزار سے لیکر چار ہزار فیٹ تک ہوگا۔ اِن کے پہلوؤن کے رشحات سے اپنا کام و زبان تر کرکے زراعت اور آبادی کا مرکز بن گئی ہین۔ اِن مین سبز کھیت لہلہاتے ہین اور دیہات وقصبات اِن کو رونق بخشتے ہین۔ برخلاف اِس منظر کے جو قریب قریب کوہستان الپس کے مناظر کے مشابہ اور مماثل ہے دشت کویر جس سے زیادہ بھیانک اور وحشت انگیز منظر انسان کے دیکھنے مین کبھی نہ آیا ہوگا خراسان کے وسطی حصہ مین اپنا فالج زدہ ہاتھ پھیلائے نظر آتا ہے۔ اسکے بعد جنوب ومشرق کی طرف ایک جدید کوہستان پھیلتا ہوا چلا گیا ہے جسمین پہاڑون کی چوٹیان ۱۰۰۰ فیٹ کی بلندی تک اُٹھی ہین اور اونکے دامن مین سبز اور مزروعہ وادیان واقع ہین۔ بالآخر اِس کی تلافی کے لئے دشت لوط آ نمودار ہوتا ہے جو باوجود اختلاف کے وحشت افزائی اور ویرانی کے اعتبار سے دشت کویر کا مد مقابل قرار دیا جاسکتا ہے[†]۔

دریا اور زراعت

ایران کے دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی زراعت کا دار و مدار پانی کی اوس مقدار پر ہے جو دریاؤن اور ندیون کے ذریعہ سے بہم پہونچے۔ سیل یا ندیان جو مٹی اپنے ساتھ بہالاتی ہین

† اِن دونون صحراؤن کی مزید اور تفصیلی کیفیت اِس کتاب کی ایک اگلی فصل مین درج کی جائے گی جس کا موضوع مشرقی صوبجات ہین۔

اوسکی ایک تہہ ریت پر جم جاتی ہے اور جو قابل زراعت زمین اِس طرح پیدا ہوئی ہے اوس کو وہی ندیان یا سیلاب بعد مین سیراب کرتے ہین - ایک چھوٹی سی بیل جسکا نام کسف ہے جنوب کی سمت مین بر جند کے قریب ایک محدود رقبۂ زمین کو آباد کرتی ہے - اسکے علاوہ بہت سی اور چھوٹی چھوٹی ندیان ہین جو دریاے ہری رود سے شروع مین آکر ملتی ہین - ان کے سوا خراسان کے دریا اس صوبہ کے شمالی حصہ تک محدود ہین جسکا اس وجہ سے اون علاقون مین شمار ہونے لگا ہے جو ایران کے خرمن کہلاتے ہین - یہان کشف رود جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون وادی مشہد مین سے بہتا ہوا ہری رود مین جا ملتا ہے - مغرب کی طرف کے علاقہ کو اتریک اور گرگان سیراب کرتے ہوئے بحیرۂ اخضر مین جا گرتے ہین - ان دونون کے درمیان اوس مقام کے قریب جہان یہ اپنا نصف فاصلہ طے کر چکتے ہین قرا سو اور قال مورا کی ندیان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے دشت کویر مین گم ہو جاتی ہین - غرضکہ یہ مجموعی تعداد ہے اوس صوبہ کے دریاؤن کی جو کل اطالیہ سے بقدر اوس کے نصف کے زیادہ بڑا ہے اور جو ہسپانیہ کے کل رقبہ سے کچھ ہی کم ہوگا -

آبادی

خراسان کی آبادی مین بھی اوسی قدر تنوع ہے جس قدر کہ اُس کی طبعی خصوصیات مین فتوحات کی متواتر موجین اپنے ساتھ ایشیا کی مختلف بڑی بڑی اقوام کے نمونے لائین اور خود پیچھے ہٹ کر اون کو اس سرزمین مین مستقل طور پر چھوڑتی گئین - یہان علاوہ ایرانی قوم

کے اور خاندان آریہ کے دوسرے لوگون کے جنکا ابتدا سے یہ علاقہ مولد ومنشا ہے اون مغلون کی نسلین بھی پائی جاتی ہین جو تیمور اور چنگیز خان کے ساتھ آئے - اور وہ عرب دیکھنے مین آتے ہین جنھین فتوحات اسلام کے امڈے ہوے دریا کی لہرین یہان بہا لائین انکے علاوہ یہان تاتاری - ترکمان اور ترک بھی آباد ہین جو حقیقت مین ایک خاندان واحد کی مختلف شاخون کے آپس مین بدلے جا سکنے والے نام ہین اور جنھون نے مغلون کے بعد اول تو سلجوقی اور پھر عثمانی حملہ سے مغرب مین تہلکہ ڈالدیا ۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کی سب سے آخری طبع مین خراسان کی آبادی حسب ذیل مندرج ہے۔

(۱) ایرانی	تاجیک	۴۰۰۰۰۰
	کرد	۲۵۰۰۰۰
	بلوچی	۱۰۰۰۰
(۲) مغل	تیموری	۲۵۰۰۰۰
	ہزارائی	۵۰۰۰۰
(۳) تاتاری	افشار، قاجار	۱۰۰۰۰۰
(۴) عرب		۱۰۰۰۰۰
میزان کل		۱۱۶۰۰۰۰

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی تعداد سے تعداد متذکرہ بالا دگنی ہے۔ اصل مین خراسان کی کل

آبادی ۵۰۰۰۰ اور ۱۰۰۰۰۰ کے درمیان ہے۔ سنہ ۱۸۷۱ء کے خوفناک قحط کی وجہ سے یہان کی آبادی بہت گھٹ گئی اور اوس نے اب تک اِس حد پر کو پہنچنے نہین دیا۔

تاریخ



اسفار کی تاریخ نہایت مہتم بالشان اور انقلاب انگیز واقعات سے معمور ہے۔ سرحد ایران پرواقعہ ہونے کے باعث یہ مختلف اقسام کی مسلح کشاکشون کا دنگل اور اونکے لئے ایک مرغوب الطبع میدان کارزار بنا رہا۔ اس کے بلاد وامصار کی وسعت وفراخی کی مدح مین مورخین عرب رطب اللسان ہوئے اور تاجپوشون اور کشورستانون کے جذبات کی آندھیان اتنی آئین کہ ان کے چمن اُڑ گئے۔ بڑے بڑے شہنشاہون نے اِس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور عظیم الشان سلطنتون کا یہ مدار بنا رہا ایک زمانہ وہ تھا کہ اِس کا نام سن کر ذہن اوس مملکت کے تصور کی طرف منتقل ہوتا تھا جسکی شمالی سرحد خوارزم (خیوا) اور ہر فرنگ اور دریاے جیحون تک پھیلی ہوئی تھی۔ جسمین بلخ جوام البلاد تھا واقع تھا جس کا مرکز ہرات تھا اور جو قندہار† سے بہت دور پرے تک چلی گئی تھی۔ زمانہ مابعد مین جب اِس کے اجزا یکے بعد دیگرے پراگندہ ہوتے گئے اور خود مختار حکومتین اِس کے منتشر حصون مین قایم کی گئین تو اِس کی حدود بتدریج سمٹتی چلین حتےٰ کہ سلاطین ایران کے لئے یہ کہنا بھی بعض

† ملک شاہ الپ ارسلان کے بیٹے کی نسبت یہان تک بیان گیا ہے کہ یورشلیم۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ بغداد۔ اصفہان رے۔ بخارا۔ سمرقند۔ اور گنج اور کاشغر مین اوس کی صحت کے لئے ہر روز دعائین مانگی جاتی تھین۔ دیکھو تاریخ ایران مصنفہ میلکم جلد اول صفحہ ۲۱۷۔

اوقات مشکل ہو گیا کہ اونکے قبضہ تصرف مین درحقیقت خراسان کا کس قدر حصہ تھا۔ اِس صدی (انیسوین صدی) کے آغاز مین شمال کی طرف سرحدی لڑائیون کی وجہ سے ویران ہو جانے اور سرکش سرداران قبائل اور مصروف پیکار جرگون کے موجود ہونے اور عام طور سے ہرات کی سیاسی قسمت کے تغیر پذیر ہونے کے باعث خراسان شاہان قاچار کے علاقہ کا کمزور ترین اور زد مین آنے والا حصہ ہو گیا۔ گویا کہ باقی ہر ایک اعتبار سے ایک متحد اور مرتبط دولت کے لئے یہ ایک طرح کا آئرلینڈ بن گیا جس کی وجہ سے آئے دن ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ مین شور و شر برپا ہونے لگا۔ بہ زور شمشیر مطیع و منقاد اور مسخر کئے جانے پر بھی ایک عرصہ تک اِس کی ظاہری سطح امن و سکون کے نیچے فساد و شورش کی چنگاری دبی رہی اور ہر وقت یہی خوف دامنگیر رہا کہ کہین واقعات اِس شرارہ کو ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل نہ کر دین۔ مسٹر ایسٹوک نے ۱۸۶۲ء مین حسب ذیل رائے سپرد قلم کی:

"خراسان مین جنگ و جدل ہر وقت برپا رہتا ہے۔ لوٹ مار، قتل و غارت۔ فساد و بغاوت پانچ۔ دس۔ بیس ڈاکوؤن کی گردن زنی ایسے واقعات ہین جو ہر ہفتہ پیش آتے رہتے ہین اور قلعون یا قصبون کا محاصرہ سال مین ایک دفعہ ضرور کرنا پڑتا ہے اور ہر پانچ یا دس سال کے بعد ایک بہت بڑی جنگ پیش آیا کرتی ہے۔"[۱۵]

خراسان کا پورا الحاق اور انضمام ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ کے دوسرے علاقون کے ساتھ گزشتہ دس یا پندرہ سال سے عمل مین آنا بیان کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ شاہ مین گو اور کچھ

[۱۵] "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم صفحہ ۲۱۶۔

عیوب سہی لیکن اِس امر کے لئے تو وہ ضرور سزاوار تحسین ہے کہ اوس نے بلاشبہہ و شک اپنے کا ہیدہ مگر ابھی تک متحدہ ممالک کو خوب سمیٹا ہے۔ خاندان قاجار کے سابق کے سربادشاہ کے مقابلہ مین اوسکی گرفت صوبۂ خراسان پر زیادہ مستحکم ہے اور مشہد مین بھی اوسکی حکومت ویسی ہی ہے جیسی طہران مین۔

مالگزاری

بیس سال گزرتے ہین کہ فتح علی شاہ کے زمانہ مین خراسان کی مالگزاری دو لاکھ تومان اور پچاس ہزار خروار[ل۱] غلہ تھی ۱۸۷۵ء مین یہ مقدار تین لاکھ چالیس ہزار تومان اور ۴۵۰۰۰ خروار غلہ ہوگئی۔ ۱۸۸۹ء مین اِن اعداد مین اور اضافہ ہوگیا اور مالگزاری کی مقدار پانچ لاکھ اونتالیس ہزار تومان (۱۵۴۰۰۰ پاؤنڈ) اور ۴۳۰۰۰ خروار غلہ (جسمین سے دو تہائی گیہون اور ایک تہائی جو تھے) اور ۱۳۶۰۰ خروار کاہ قرار پائی[ل۲]۔ ان اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ باوجودیکہ تومان کی قیمت گھٹ گئی ہے پھر بھی اِس صوبہ کی پیداوار کی استعداد روز افزون ترقی پر ہے اور نیز یہ کہ گورنمنٹ کا انتظام اب زیادہ اچھا ہے۔

ل۱ ایک خروار = ۱/۲ ۴۴۲ سیر = آٹھ من ساڑھے چار سیر۔

ل۲ یہ اعداد اوس نقشہ کے اعداد کے قریب قریب مطابق ہین جو مجھے بطور خود ملا اور جو آگے چل کر درج کیا جائیگا۔ اوس مین خراسان کی مالگزاری حسب ذیل بتائی گئی ہے: نقد پانچ لاکھ آٹھ ہزار دو سو اڑسٹھ تومان۔ گیہون اور جو ساٹھ ہزار ایک سو تیئیس خروار اور پیال اور وہان بارہ ہزار چار سو چوبیس خروار۔

تقسیم

ممالک محروسہ کی تقسیم نہایت ہی دلچسپ طریقہ پر عمل مین آتی ہے جسکی توضیح آگے چل کر کی جائے گی۔ اس مین سے شاہ کو [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) جو غلہ کی اوس مقدار کی قیمت ہوتی ہے جو اوسکے حصہ مین آتا ہے یعنی جملہ [illegible] پاؤنڈ ملتے ہین باقی کا رقم افواج اور عہدہ داران دیوانی کی تنخواہون اور وظائف وغیرہ مین صرف ہوتے ہین۔

نظم و نسق

دوسرے عہدون اور خدمتون کی طرح ایران مین گورنری کا عہدہ بھی بالعموم سب سے زیادہ بولی بولنے والے کے ہاتھہ نیلام کیا جاتا ہے اور خریدار جو دام دیتا ہے اوسکو صوبہ متعلقہ کی پیداوار کی زیادتی یا کمی کا معیار قرار دیا جاتا ہے اور اوسی کے لحاظ سے اوسکی قیمت مشخص کی جاتی ہے۔ خراسان کا گورنر جنرل جو مشہد مین رہتا ہے بالعموم یا تو شاہی خاندان کا کوئی رکن ہوتا ہے اور یا کوئی اعلیٰ درجہ اور رتبہ کا سرکاری عہدہ دار۔ اوس کے ماتحت متعدد ضلع کے حاکم یا سردار متفاوت اقتدار ورسوخ کے ساتھہ ایسے علاقون پر حکومت کرتے ہین جو وسعت و پہنائی کے اعتبار سے قریون سے لیکر قصبون اور قسمتون سے لیکر صوبون کے ہمسر ہوتے ہین۔ ان حاکمون کا تقرر بالعموم شاہ کرتا ہے خواہ خدمت موروثی ہی

کیون نہو لیکن اونہین اولاً شاہ کے نائب متعینۂ مشہد کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ ان حاکمون کے ماتحت پھر چھوٹے چھوٹے افسر۔ سرگردہ اور چودہری ہوتے ہین جنکو اونکے بالادست نامزد کرتے ہین اور اونہین بھی اپنے بالادستون کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔

خراسان کے سیاسی مسئلہ کی ابتدا

ان سرداران اور حاکمون کے اغراض و مقاصد کی رقابت۔ جن قومون پر وہ حکومت کرتے ہین اون کے اختلاف و تنوع۔ اور سب سے زیادہ اون کی سرحدکا دوغیر طاقتون یعنی روس و افغانستان کے ساتھ جو مخالف ہی ہوسکتی ہین ملا ہوا ہونا خراسان کے سیاسی مسئلہ کو معرض شہود مین لاتا ہے اور انہین کثیر التعداد اسباب کو مدنظر رکھکر یہ مسئلہ ذہن نشین ہوسکتا یا حل کیا جاسکتا ہے۔

صوبہ استرآباد

خراسان کی جنوبی اور مغربی حدود کا اکثر حصہ چونکہ سرحدی علاقہ نہین ہے بلکہ ایران کے دوسرے صوبجات سے ملا ہوا ہے اور اوس مین یا تو ایرانی رہتے ہین اور زیادہ بالکل ہی غیر آباد ہے لہذا اوسے سرحد کی تدبیر ملکی کے مسئلہ مین کچھہ دخل نہین۔ اس مسئلہ کا تعلق صوبہ استرآباد سے شروع ہوتا ہے جو اوس خطہ پر مشتمل ہے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی و مشرقی گوشہ یعنی خلیج استرآباد اور ضلع شاہ رود کے درمیان واقع ہے۔ اور جس مین ایک زرخیز قطعہ زمین جو

گرگان اور اترک کی ندیوں کے مابین مشرق کی طرف طول بلد کے چھپنویں خط متوازی تک
چلا گیا ہے شریک† ہے۔ صوبہ استرآباد میں اسی نام کا صرف ایک شہر ہے جو اس کا
دارالحکومت ہے۔ اس شہر کی آبادی آٹھ ہزار ہے اور حاکم استرآباد یہیں رہتا ہے
لیکن بندرگاہ بندر گز ہے جو تیس میل کے فاصلہ پر خلیج متذکرہ بالا کے کنارے واقع ہے۔
یہاں کا حاکم اب تک سردار امیر خان سیف الملک شاہ کی ایک حرم کا بھائی تھا لیکن کچھ
عرصہ ہوا کہ یا تو کسی دوسرے کے مامور اور یا خود مستعفی ہو جانے کے باعث وہ علیحدہ ہو گیا
بیان کیا جاتا ہے کہ اوس میں ہر ایک صفت ایسی موجود تھی جو اوس کو اپنے اہم عہدہ کے فرائض
کی انجام دہی کے ناقابل بناتی اور یہ کہ وہ استرآباد میں محض اس غرض سے بھیج دیا گیا
تھا کہ طہران میں رہنے نہ پائے۔ صوبۂ استرآباد کی فوجی جمعیت برائے نام ۳۸۰۰ ہے
جس میں سے تین سو جوان ایک قلعہ میں جو گرگان کے کنارے دارالحکومت سے آٹھ میل
کے فاصلہ پر ایک مستحکم مقام ہے مامور ہیں۔ ۲۹۰۰ کی جمعیت کچھ عرصہ ہوا کہ اسی مقام پر
میدان میں خیمہ زن تھی۔ باقی کے جوان یا تو مختلف مقامات پر متعین ہیں اور یا سرے سے
ہتھیار بند ہی نہیں۔ اس کل جمعیت میں ایک چوتھائی جوان ایسے ہیں جو غیر حاضر رہتے ہیں اور

† آگے چل کر ایک باب میں جو ایران کے شمالی صوبجات کے عنوان سے لکھا گیا ہے استرآباد
کے صوبے۔ اسکی نوعیت۔ اسکے ذرائع آمدنی۔ اسکی آب و ہوا اور اسکے صدر مقام کے متعلق مزید کیفیت
درج کی جائے گی۔ یہاں اسپر بحیثیت اوس تعلق کے بحث کی گئی ہے جو اسے مملکت ایران کے
سرحدی یا سیاسی مسئلہ سے ہے۔

اس سے بہ اس نقطۂ کو کل مین سے منہا کر دینا چاہیے ۔ صوبہ استرآباد اگرچہ خراسان سے جدا ہے اور گورنر جنرل خراسان کے ماتحت نہین ۔ لیکن اسکو خراسان کے سیاسی معاملات پر رائے زنی کرتے وقت اس وجہ سے نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ ایران کے دوسرے حصون اور طہران سے خراسان مین مغرب کی طرف سے داخل ہونے کی تمام راہین اس مین سے گذرتی ہین اور اس کو تین جداگانہ مسائل کے تصفیہ مین جن مین سے ہر ایک کو خراسان کے ساتھ نہایت قریب کا تعلق ہے براہ راست دخل ہے گو کہ یہ خراسان کے باہر واقع ہے ۔ یہ مسائل عاشوراد امین روسیون کے بحری باہو کی قایم کرنے ۔ سمندر سے شاہ رود تک کی سڑک کو اپنے حیطۂ اقتدار مین رکھنے اور گرگان اور اترک کے درمیان یومت ترکمانون کی اطاعت گزینی پر مشتمل ہین ۔

روسی عاشوراد امین

نقشہ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ خلیج استرآباد کی طبعی بناوٹ خاص طرح کی ہے ۔ یہ خلیج ایک دوسری مثال اون قدرتی مظاہر مین سے ایک کی پیش کرتی ہے جس کا ازلی کے متعلق پیشتر ذکر کیا جا چکا ہے جہان بحیرہ اخضر کی مغربی ہوائین یا یاب مردابون یا کھاڑیون کی سمندر والی طرف پر ریت کے لمبے لمبے ڈھیر لگا دیتی ہین ۔ خلیج استرآباد پانی کا ایک بہت بڑا قطعہ ہے جسکا طول ۴۰ اور عرض ۶ میل ہوگا ۔ جانب شمال کھلے سمندر کی دستبرد سے اس کی حفاظت خشکی کی ایک لمبی دھاری کرتی ہے جو مغربی ساحل سے شروع ہو کر تیس میل تک

سمندر کے اندر چلی گئی ہے اور تین چھوٹے چھوٹے جزیرون پر جاکر ختم ہوئی ہے جن مین سے بعید ترین جزیرہ کو محض ایک تنگ آبنائے بحیرہ اخضر کے مشرقی یا ترکمانی ساحل سے جدا کرتی ہے جہان تک ایران کے دوسرے بحری موقعون کی حالت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے شاید ایران کبھی بھی اس کو تجارتی یا دوسرے اغراض کے لئے کام مین نہ لاتا۔ لیکن روس نے اس امر کا بھی پختہ انتظام کرلیا کہ اگر اوس کا ڈرپوک ہمسایہ ایسا خیال کبھی دل مین بھی لائے تو اوس کو دوسرے سے یہ موقعہ ہی نہ ملے۔ عہدنامہ گلستان کی رو سے جو سنہ ۱۸۱۳ء مین مرتب ہوا اور جسکی شرایط کو بعد مین عہدنامہ ترکمان چائے نے سنہ ۱۸۲۸ء نے مستحکم کردیا روس نے ایران سے یہ شرط منوالی تھی کہ کوئی مسلح جہاز جس پر ایرانی پھریرا اڑتا ہو بحیرہ اخضر پر آنے نہ پائے۔ لیکن بہ نظر مزید اطمینان و استحکام روس نے سنہ ۱۸۴۰ء کے قریب خود موقعہ پاکر جزیرۂ عاشوراداکو اپنے قبضہ مین لے لیا جو جزیرہ نمائے میان قلعہ کے ایک کنارہ پر واقع ہے[۵۷]

[۵۷] سرایچ۔ رالنسن نے اپنی کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) کے صفحہ ۱۳۷ پر حسب ذیل واقعات بقید سن درج کئے ہین:-

سنہ ۳۸-۱۸۳۷ء روسیون نے اول اول عاشورادا مین قدم رکھا۔

سنہ ۱۸۴۲ء۔ سر جے میکنیل نے اون کے موجود ہونے کی اطلاع اول اول فارن آفس کو کی۔

سنہ ۱۸۴۶ء۔ روس نے جزیرہ پر مکانات تعمیر کئے اور ترکمانون کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے شروع کئے ایران نے روسیون کو یہان سے ہٹا دینے کے لئے انگلستان سے استعانت کی۔

سنہ ۱۸۴۹ء۔ انگلستان نے کوشش کی مگر اس مین کامیابی نہین ہوئی۔ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۰۹)

اس جزیرہ نما کا ذکر آگے چل کر کیا گیا ہے۔ روس نے اپنی مداخلت کو جس عذر سے حق بجانب ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۸) ۱۸۵۴ء ایران نے سرکاری طور پر روس کو تخلیہ عاشوراوا کے لئے لکھا لیکن جواب

یہ ملا کہ اگرچہ روس کو اس امر کا اعتراف ہے کہ عاشوراوا ایرانی علاقہ ہے لیکن تخلیہ ناممکن ہے۔

۱۸۵۶ء۔ روسی قبضہ اس جزیرہ پر اور زیادہ مستحکم ہو گیا اور بحری قوت میں روس نے اضافہ کر دیا۔

۱۸۶۶ء میں شاہ خود عاشوراوا گیا اور وہان پہونچکر اس نے ترکمانون کے برخلاف روس کے اقتدارات

کو توای کو تسلیم کر لیا۔

۱۸۶۷ء میں روس نے گز مین کچھ فوجی جمعیت متعین کرنے کی تیاریان کین مگر ایران کو معلوم ہو گیا اور اوس

نے پیشدستی کر کے اپنی طرف سے وہان فوج مامور کر دی۔

۱۸۶۹ء۔ روسیون نے کراسنو واڈسک پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۷۰ء۔ روس نے اترک تک ساحل کی زمین کا دعویٰ پیش کیا۔

۱۸۷۱ء۔ روس نے چکشلیار پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۵۱ء مین ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا النسن نے اجمالاً ذکر کیا ہے مگر جو لیڈی شیل کی کتاب "گلمپسز

آف لائف ان پرشیا" (زندگی کی جھلک ایران مین) کے صفحات ۲۱۵ الی ۲۴۲ مین مفصل مندرج ہے

وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک ومعہ رات کے وقت ترکمان جزیرہ مین آئے اور روسیون کو بدمست یا غافل پا کر

اون مین سے بعض کو قتل کر ڈالا۔ اس پر گورنمنٹ روس مصر ہوئی کہ گورنر مازندران کو جو شاہ کا حقیقی

بھائی تھا اس خدمت سے ہٹا دیا جائے۔ حالانکہ اس بارہ مین اوس پر کسی طرح کی ذمہ داری عائد نہ ہوتی

تھی۔ زار روس نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر روس کی اس خواہش کی تعمیل نہ کی گئی تو روسی سفیر واپس

بلا لیا جائے گا۔

کرنا چاہا وہ یہ تھا کہ ترکمان بحری قزاق بحیرہ اخضر کے جنوبی اور مشرقی ساحلوں پر منڈلاتے پھرتے تھے اور موقعہ پا کر لوٹ مار کرتے تھے اور قیدیوں کو غلام بنا کر لے جاتے تھے اور اس لئے یہ ضرور تھا کہ اون کا استیصال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روسیوں نے نہ تو اوس وقت اور نہ اوس کے بعد اس جزیرہ کی نسبت ایرانیوں کے حق ملکیت پر جس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کوئی اعتراض کیا بلکہ اپنی مداخلت و قیام کے جواز کو اقتدارات پولیس کے استعمال پر مبنی قرار دیا ہے جنہیں ایرانی خود استعمال میں لانے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور جنہیں کچھ عرصہ بعد ایرانیوں نے بحق روس خاموشی کے ساتھ تسلیم کر لیا۔ اس غرض سے روس نے ایک بیڑا تیار کیا جس کا ایک حصہ جو چار یا پانچ غیر مسلح اور ایک مسلح جہاز پر مشتمل ہے ایک روسی امیر البحر کی سرکردگی میں ابھی تک روسی بحری صدر مقام کے قریب پڑا رہتا ہے[1]۔ اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ ترکمانوں کی بحری غارتگری کا ایک مدت دراز سے قلع و قمع ہو چکا ہے۔ لیکن باایں ہمہ روسیوں کو اپنی امانت کے واپس کرنے کا کبھی خیال بھی نہیں گزرا اور اگر اون پر یہ ظاہر کیا جائے کہ عاشوراداروں کی ملک نہیں ہے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ اون کی توہین کی گئی ہے۔

جزیرے کی نوعیت

لیکن جزیرہ عاشوراداخود ایک دلدل والی نشیبی اور نہایت ہی مضر صحت جگہ ہے۔ بیان کیا جاتا

[1] ایک سیاح نے جو ۱۸۸۹ء میں یہاں آیا بیان کیا کہ یہ بیڑا اب کم ہو کر دو پیغام رسانی کی کشتیوں اور دو یا تین ناکارہ جہازوں کی شکل میں بدل گیا ہے۔

ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے اس کو سمندر بتدریج کہا رہے۔ اور درحقیقت اِس کے
حوالی مین اس قدر تبدیلی پیدا ہوگئی ہے کہ پچیس سال پیشتر کی بھی جو کیفیت اِس کے
متعلق تھی اوس کی تصدیق ہونی مشکل ہے۔ ایسٹوک نے اس مقام کو جیسا ۱۸۶۲ء مین
پایا اوس کی ایک نہایت ہی باریک اور تفصیلی کیفیت سپرد قلم کی ہے[۵۱]۔ اوس زمانہ مین یہان
دو جزیرے تھے۔ عاشوراداے کبیر اور عاشوراداے صغیر۔ اول الذکر میان قلعہ اجسے
روسی پاٹکن کہتے ہین اِک لبی راس کے کنارے سے بذریعہ ایک آبناے کے جس کا
عرض قریب نصف میل کے ہوگا جدا تھا اور اِس کا طول ۱½ میل اور عرض ½ میل تھا۔
یہی روسیون کا بحری اور فوجی صدر مقام تھا۔ اِس کے بعد نصف میل تک پایاب پانی اور
پھر وہ ریتیلی گردن زمین دو میل لبی آتی تھی جسے عاشوراداے صغیر کہتے ہین۔ اسکے بعد پایاب
پانی مین چھپے ہوئے پھر کچھہ ریت کے تودے آتے تھے جنکے درمیان ایک تنگ سا رستہ
تھا جو ترکمانی ساحل تک پھیلا ہوا چلا گیا تھا۔

نیا جزیرہ

اس اثنا مین ایک اور جزیرہ جسے روسی عاشوراداے وسطی کہتے ہین عاشوراداے کبیر و صغیر
کے درمیان پیدا ہوگیا ہے۔ اودہر اوس زیادتی کی تلافی کے لئے جو اس نئے جزیرے
کے قیام کی وجہ سے عمل مین آئی ہے عاشوراداے کبیر کے ساحلون پر سمندر کی کاوش اِس درجہ

[۵۱] "ایک سفیر کا روزنامچہ" جلد دوم صفحہ ۲۶ الی ۴۳۔

ہو رہی ہے کہ اب یہ جزیرہ طول مین ایک میل سے کم اور عرض مین صرف ایک تہائی میل رہ گیا ہے۔
اِسی قطعہ زمین پر امیر البحر کا مکان۔ سپاہیون کی بارکین۔ ایک گوہیا۔ ایک کلب اور فوجی صدر مقام کے معمولی عمارتی لوازم قائم ہین۔

تبدیلی مستقر کی خواہش

واقعات یہان بیان کیئے گئے ہین اون کے لحاظ سے مقام تعجب نہین کہ روسی جنہین ترکمانون کو کامل طور پر مطیع و منقاد بنانے کے بعد سے عاشوراد امین کچھہ نہین کرنا پڑتا اور جو اِس مقام مین اپنے موجود رہنے کی کوئی قوی حجت نہین پیش کر سکتے اپنی حرص بھری نگاہین ایک عرصے سے خلیج کے اندرونی سواد کے کسی محفوظ تر اور زیادہ صحت بخش مقام پر ڈالتے رہے ہون۔ بیس سال سے زیادہ کی مدت گزرتی ہے کہ اونہون نے گز کی بندرگاہ پر ایک فوجی جمعیت متعین کر کے قبضہ کر لینا چاہا تھا لیکن گورنمنٹ ایران نے پیشدستی کر کے وہان اپنی طرف سے کچھہ فوج مامور کر دی۔ غرضکہ گز[له] پر تو روسی قبضہ کر نہین سکے جو اگرچہ بجائے خود ایک بہت ہی ذلیل مقام ہے

[له] بندر گز جو بعض دفعہ کنارہ بھی کہلاتا ہے ساحل پر چند ذلیل جھونپڑیون اور اساروں کا مجموعہ ہے۔ یہان ایک ایرانی چنگی خانہ ۔ روسی ارمنیون کی چند دکانین اور ایک روسی قونسل اور روکا کیس اینڈ مرکری اسٹیمشپ کمپنی" کے نائب کے مکانات واقع ہین۔ موضع گز سے جو ایک ہزار کی آبادی کا ایک معمولی ایرانی گاؤن ہے اس کا فاصلہ تین میل ہے۔

لیکن شاہ کو اوس کے دے دینے مین نہایت درجہ تامل ہوگا کیونکہ اس پر قابو پانا گویا آغاز انجام ہوگا۔ اس لیئے اب یہ افواہ ہے کہ روسی قراسوکی ندی کے کنارے پر جو استر آباد کے مشرق کی طرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور گرگان کے دہانہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب بحیرہ اخضر مین جا گیرتی ہے کسی مستحکم مقام کے حاصل کرنے کے آرزومند ہین۔ لیکن ایسے مقام کا قبضہ بھی بمنزلہ گز ہی کے قبضہ کے ہوگا اور استر آباد اس کی وجہ سے پورے طور پر اون کی زد مین آجائے گا۔

واقعات گزشتہ کی تجدید

قبل اس کے کہ مین اُن وجوہ پر غور کرون جو اس غیر خوش آیند مقام مین روسیون کے اس استحکام کے ساتھہ قدم جمانے کی محرک ہین مین اپنے ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہون کہ اون کا یہان موجود ہونا گویا تاریخ کا محض اپنے تئین دہرانا ہے۔ یہ ایک عجیب اور دلچسپ اتفاق ہے گو کہ مین نے کسی کو اس پر التفات کرتے نہین دیکھا کہ دو سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ کاسکون کی ایک جماعت نے اسی طرح بغیر اجازت کے عاشور اداپر قبضہ کر لیا تھا اور کچھ عرصہ تک یہ قبضہ اونھون نے بہ جبر قایم رکھا تھا۔ ہم وان پارڈن[1] کی زبانی ہمین معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی روس کے کاسکون نے گرینڈ ڈیوک آف مسکووی کے ایما سے جس نے اونکو

---

[1] کارنیشن آف شاہ سلیمان دی تھرڈ" (تاجپوشی شاہ سلیمان ثالث) صفحات ۱۵۱ الی ۱۵۴ جو اونکے سفرنامہ کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئی۔

اوس توہین آمیز سلوک کے انتقام لینے کے لئے ایران پر حملہ کرنے کی اشتعالک دی جو شاہ عباس اعظم نے اوس کی سفارت سے کیا تہا یا ژندران پر حملہ کر کے اوسکے دارالحکومت فرح آباد کو تاخت وتاراج کیا۔ اس پر موسم سرما ایران مین بسر کرنے کے قصد سے اونہون نے "جزیرہ نماے میان قلعہ مین اپنے مورچے جمائے۔ میان قلعہ وہ گردن زمین ہے جو تیس میل تک بحیرہ اخضر مین نکلی ہوئی چلی گئی ہے اور ہر نوع جنگلی سورون اور جنگلی بکریون اور انواع واقسام کے ہرن کی قسم کے شکار کا رمنا ہے" ایرانیون نے بلا درنگ اون پر حملہ کیا اور اپنے اونیسوین صدی کے جانشینون کے مقابلہ مین زیادہ جری یا قسمت کے زیادہ یاور ہونے کے باعث اونہون نے حملہ آورون کے پسپا کرنے مین کامیابی حاصل کی لیکن کاسکون نے عاشورادا مین جا پناہ لی اور کچھ دیر تک وہان رہے۔

پیٹر اعظم

روسی پیشروون کے موقعہ پر ظاہر ہونے اور استرآباد پر قبضہ کرنے کے قریب ہونے کی یہ ایک ہی مثال نہین ہے۔ پچاس سال بعد ۱۷۲۲ء مین پیٹر اعظم نے جو فن حرب کے اصول کے لحاظ سے اُن مقامات کی قدر وقیمت کو خوب جانتا تھا جن پر قبضہ ہونا چاہیئے تھا اور جو وسط ایشیا کے علاقون پر قابض ہونے کی وقعت واہمیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ گوکہ یہ خیال اوسکے جانشینون سے منسوب کردیا گیا ہو ۱۷۲۲ء کے افغانون کے حملہ کی وجہ سے ایران کی حالت ابتر اور غیر منتظم پاکر ایران پر شمال کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاریان شروع کین

اور وجہ مخاصمت یہ قرار دی کہ ایرانی بلاد واقع سرحد مین روس کی رعایا کو لوٹا اور مارا گیا۔ یہ تجویز کامل طور سے کبھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ ۱۷۲۲ء مین روسی فوج جس کا وہ خود سپہ سالار تھا دربند تک پہونچ گئی۔ سال آئندہ مین گیلان اور باکو نے روسیون کے آگے ہتھیار ڈالدئے۔ اور اِس کا یہ اثر ہوا کہ نوعمر شاہ طہماسپ ثانی نے جو افغان غاصبون کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا مجبور ہو کر ایک عہدنامہ پر اپنے دستخط ثبت کئے جسکی رُو سے دربند اور باکو معہ اپنے تمام مضافات کے اور نیز گیلان۔ مازندران اور استرآباد کے تمامی صوبہ جات روس کے قبضہ مین چلے گئے۔ اور اس بے بہا عطیہ کے معاوضہ مین (جسکا عطا کرنا نوجوان شاہ کی مرضی پر منحصر تھا) روس نے اپنی فوج کی مدد سے افغانون کو ملک سے نکال دینے کا ذمہ لیا۔[۱] کچھ عرصہ تک روسیون کا گیلان پر قبضہ رہا لیکن دوسرے مقامات پر زیادہ مصروف ہونے کے باعث وہ استرآباد کا انتظام نہ کر سکے اور اس طرح دوسری مرتبہ یہ صوبہ اون کے ہاتھ سے نکل گیا۔

آغا محمد خان

ساٹھ سال بعد روس نے استرآباد کو اپنے قبضہ مین لانے کی کوشش پھر شروع کی۔

---

[۱] اِس عہدنامہ کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۱۷۲۳ء تھی۔ اس کی شرائط ہینوے نے اپنی کتاب "ہسٹاریکل اکونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کیسپین" (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کا تاریخی حال) کی جلد سوم صفحہ ۱۸۱ مین درج کی ہین۔ روسی قبضہ کے زیادہ تفصیلی حالات اِس کتاب کے بارہوین باب مین دیکھنے چاہئین۔

فارسٹر نے جو پہلا انگریزی سیاح ہے جس نے ۱۷۸۴ء مین خشکی کی راہ سے ہندوستان سے یورپ تک کا سفر کیا اور جو اِس سفر کی اثنا مین یہان سے گزرا حسب ذیل دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ روسی فوج کے ایک رسالہ کے کمان افسر نے ۱۷۸۱ء مین گز سے ۲۵ میل جانب غرب اشرف مین جہان شاہ عباس کا مشہور محل لب ساحل واقع ہے ایک مستحکم عمارت بنانی شروع کی۔ لیکن اونہون نے اپنے مدمقابل کی قوت کا پورا اندازہ نہ کیا تھا۔ آغا محمد خان قاجار نے جو بعد مین ایران کے تخت پر بیٹھا اس عمارت کو بنتے ہوئے دیکھ کر بہت کچھ اظہار مسرت کرنے کے بعد روسی افسرون کو دعوت طعام دی اور اونہین قید کر لیا اور صرف اس شرط پر اون کو رہا کیا کہ وہ اپنی توپین ہٹا لین اور قلعہ کو زمین کے برابر کر دین۔ اوس نے محض اِسی قدر کارروائی پر اکتفا نہین کی بلکہ باقاعدہ تلافی کے لئے گورنمنٹ روس سے بھی درخواست کی۔[1] غرضکہ بحیرۂ اخضر کے جنوبی و شرقی زاویہ مین ایران کے خشکی کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے متعلق روس کی تیسری کوشش کا خاتمہ اِس طرح پر ہوا۔ چوتھی کوشش جس کا مین اوپر ذکر کر چکا ہون کمتر تعجیل اور زیادہ تر صبر و استقلال کے ساتھ کی جا رہی ہے اور اِس کا نتیجہ شاید اون لوگون کے دیکھنے مین آجائے جو

[1] اِس واقعہ کی مفصل اور مکمل کیفیت مسٹر جے۔ ایم۔ نیل کی کتاب "پروگرس اینڈ پریزنٹ پوزیشن آف رشیا اِن دی ایسٹ" (روس کی ترقی اور موجودہ حالت مشرق مین) کے صفحات ۲۳ الی ۲۴ مین درج ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روسی افسرون کو بیڑیان پہنائی گئین اور بالآخر اونہین کوڑے مار مار کر اون کے جہازون تک پہونچا دیا گیا۔ مقابلہ کے لئے بی۔ ڈارن کی کتاب "کیسپیا" (بحیرۂ اخضر) (زبان روسی) کو بھی دیکھنا چاہیے۔

اب زندہ ہین۔

روسی مستعدی کی وجوہ



ب مین اُن وجوہ پر نظر ڈالتا ہون جو روس کی اس کبھی نہ کم ہونے والی خواہش کی محرک ہوئی ہین کہ اوسے سرزمین ایران کے اس گوشہ مین قدم رکھنے کے لئے جگہ ملے۔ اِس خواہش کی یہ وجہ نہین کہ استرآباد بہ جاے خود ایسا مقام ہے جہان سے بہ آسانی ایران پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حربی حیثیت کے متعلق انیسوین صدی کے نصف اول مین جو خیالات رایج تھے وہ بعد کے زمانہ کی راے سے مختلف اور اوس کے مقابلہ مین زیادہ مبالغہ آمیز تھے۔ اگر باکو سے ہندوستان تک ایک خط کھینچا جاے تو معلوم ہوگا کہ یہ خط استرآباد کے بیچ مین سے ہو کر گزرتا ہے۔ جب شہنشاہان پال و نپولین نے مل کر ۱۸۰۰ء مین ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے منصوبہ پر بحث کی تو پیش قدمی کے لئے یہی راستہ اون کے مد نظر تھا۔ اس کے بعد جرنیل زرنف نے بھی جنگ کریمیا کے اثنا مین زار نکولس کی خدمت مین ہند پر حملہ آور ہونے کی تجویز پیش کرتے وقت اسی راستہ کا حوالہ دیا۔ دونون صورتون مین حملہ آور افواج کے فوری منتہا مشہد اور ہرات تھے اور اوس زمانہ مین اگر یورپ کی کسی سلطنت کی فوج مشہد یا ہرات کی طرف بڑہتی تو وہ بلاشبہہ استرآباد کی راہ سے جاتی۔ لیکن اِس اثنا مین ماوراءالنہر کی حالت یکسر بدل گئی ہے۔ جہان پہلے وتر کمانی صولت، معرکہ آرا تھی اب وہان روسی حکومت استحکام کے ساتھہ قایم ہے۔ بحیرہ اخضر کی طرف سے خشکی کا دور دراز سفر کئے بغیر مشہد عشق آباد اور ہرات پر مرو اور پنجدہ سے حملہ کیا جا سکتا

ہے۔ پس لنگر اندازی کے مقام ہونے کی حیثیت سے روس کے نزدیک استرآباد کی وہ قدر و قیمت باقی نہین رہی جو سابق مین تھی۔ اس کے علاوہ جہانتک معلوم ہوا ہے اس کے ذرائع پیداوار بھی ایسے نہین کہ ایک بہت بڑی فوج کو جو میدان جنگ پر ہو یہان سے رسد بہم پہونچ سکے۔ گو کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۶۳ء مین تیس ہزار ایرانی فوج اسکے نواح مین خیمہ زن رہی۔ اب یہ مقام حملہ آور ہونے کے لئے اتنا مفید نہین جتناکہ بچاؤ کے لئے۔ مجازاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکی آنکھ مشرق کی طرف دیکھ رہی ہے نہ کہ مغرب کی طرف۔ اور جنگی اعتبار سے اسکی اہمیت اوس مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسکا مین اوپر ذکر کرچکا ہون یعنی شاہ رود کی سڑک کا قبضہ اوراس لئے وہ قوت جو اِس کا قابض ایران کے باقی حصے اور خود دارالسلطنت کے برخلاف عمل مین لاسکتا ہے۔

استرآباد اور شاہ رود کا موقعہ

استرآباد کو شاہ رود سے شاہ کوہ یعنی کوہستان البرز کا وہ وسطی سلسلہ جدا کرتا ہے جو شمالی خراسان کی کثیر التعداد چٹانون مین تقسیم ہوجانے سے پیشتر یہان اپنی ایک خاص طبعی شان قایم رکھتا ہے۔ استرآباد سے پندرہ میل جانب جنوب اِس سلسلہ کی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع تیرہ ہزار فٹ ہے۔ اسے شاہ رود کی سمت مین جس کا فاصلہ خچر کی راہ سے ۶۵ میل ہوگا دو درے قطع کرتے ہین جن مین سے کم از کم ایک تو ضرور اس قابل ہے کہ باوجود ارتفاع اور نوعیت علاقہ کے ایک بہت عمدہ فوجی سڑک کی صورت مین منتقل کیا

جاسکے[۱]۔ جو فوج ان دونون درون مین سے ایک کی راہ سے دہاوا کرکے شاہ رود پر جو بالکل غیر محفوظ ہے قبضہ کرلے گی اوسکو حسب ذیل فواید حاصل ہون گے۔

اوّل تو وہ اپنے آپ کو ایک ایسے علاقہ مین پائے گی جو نہایت ہی شاداب ہے اور جہان پانی کثرت سے موجود ہے اور گرمیون مین بہی بہت بڑی فوج

---

[۱] شاہ رود اور استرآباد کے درمیان جو دو سڑکین (ایک براہ درہ قزلک اور دوسری براہ زیارت) ہین اونہین حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ لفٹننٹ اے کونولی (سنہ ۱۸۳۰ع) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان تک کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول صفحات ۱۸۲ الی ۱۸۴ + کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۷۲ع) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی"، جلد ہفدہم صفحات ۱۹۳ الی ۱۹۴ + کرنل بی۔ لووٹ (سنہ ۱۸۸۱ع) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد پنجم صفحات ۵، الی ۸،(سنہ ۱۸۸۳ع) جو سڑک استرآباد کو گزرتی گئی ہے اور طول مین ۲۷ میل ہے اوسے حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ع) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۴۵ الی ۴۹ + کپتان آنریبل جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ع) "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد چہل وششم صفحات ۱۱۴ و ۱۱۵ + سرسی میگگریگر (سنہ ۱۸۷۵ع)۔ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۱۶۳ الی ۱۶۶۔

رہ سکتی[۱] ہے ثانیاً جو سڑک مازندران ۔ سمندر کے ساحل اور دارالسلطنت طہران سے آتی ہین اون کے مقام اتصال پر اوس سے قبضہ حاصل ہو جائے گا ۔ ثالثاً خراسان مین مغرب کی سمت سے داخل ہونے کا جو ایک ہی راستہ ہے اوس کی زد مین آجائے گا اور یہان سے خراسان کے وسط کی طرف دو آسانی کے ساتھہ طے کی جا سکنے والی سڑکین ایک تو براہ جاجرم ۔ بجنورد و کوچان شمال کی سمت مین اور دوسری براہ سبزوار و نیشاپور مشرق کی جانب مشہد کو جاتی ہے ۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ استرآباد اور شاہ رود کا قبضہ گویا شمالی ایران کی کلید ہے ۔ جو فوج اس مقام پر متعین ہوگی وہ خراسان کا تعلق دنیا کے باقی حصون سے منقطع کر سکتی ہے اور دارالسلطنت سے کمک بہم پہونچنے کی کامیابی کے ساتھہ مزاحم ہو سکتی ہے ۔ شمالی ایران کو بلحاظ شکل ایک تتئیے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جسکا سر طہران مین ہے اور ڈنک مشہد مین ۔ گز اور شاہ رود کے درمیان جو تنگ طبقہ زمین واقع ہے وہ گویا اس تتئیے کی کمر ہے ۔ اگر کمر کو کاٹ ڈالو تو سر بیکار ہو جاتا ہے اور ڈنک اگر کچھہ کر سکتا ہے (اور وہ بہی اوس صورت مین جبکہ وہ ایرانی ڈنک نہ ہو) تو وہ یہ ہے کہ مرتے مرتے خار دیتا جائے ۔ روسیون کے عاشوراداً مین موجود ہونے کے واقعہ کو جو ہمیشہ اس درجہ رقیع اور اہم سمجھا گیا ہے تو اوس کا اصلی باعث ممالک محروسہ شاہ کے اسی حصہ کی طبعی نوعیت

[۱] کرنیل ویلنٹائن بیکر اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے کہ بسطام کے میدان مین (جو شاہ رود کے نواح اور مضافات پر مشتمل ہے ۔ بسطام تین میل کے فاصلہ پر گورنر کے رہنے کی جگہ ہے) ساٹھہ ہزار فوج رہ سکتی ہے ۔

رہے۔اس نواح مین اون کے مفاد اور اغراض و مقاصد کی نگرانی ایک قونسل متعینہ استر آباد اور وکلا ر ماموره بندر گز و شاه رود سے متعلق ہے۔

ایرانی اور روسی ترکمان



ب مین تیسرے مسئلہ یعنی یومت قبیلہ کے ترکمانون کے مالہ وماعلیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اس مسئلہ مین بھی ایک اہم اور معنی خیز حصہ لیتا ہے۔ ۱۸۸۱ء کے عہدنامہ قرارداد سرحد کی رو سے روس اور ایران کی سرحد دریائے اترک اپنے دہانہ سے لیکر چات کے مقام تک جہان سمبر کی ندی اوس سے ملتی ہے قرار پایا تھا گو کہ کسی خاص وجہ سے جسکی توضیح نہین کی گئی روسی سرحد کا ایک نشان ابھی تک دریاے اترک کے جنوب کی طرف قایم ہے۔ اسکے علاوہ بعض روسی افسرون کی نسبت یہ بھی سُنا گیا ہے کہ عہدنامہ کے مرتب ہونے کے بعد بھی اونہون نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھہ دریاے اترک کو عبور کر کے اون ایرانی یومتون سے جو گرگان پر آباد تھے خراج وصول کیا۔ لیکن اس فعل کو قانون مابین الاقوام حق بجانب تسلیم نہین کر سکتا اور نیز سیاسی لحاظ سے دریاے اترک ہی کو حد فاصل سمجھنا چاہیے۔ اس دریا کے شمال کی طرف یومت قبیلہ کے وہ ترکمان آباد ہین جو روس کے زیر حکومت ہین اور دریا کے جنوب کی طرف اسی قبیلہ کے ترکمان ایرانی حکومت مین رہتے ہین۔ لیکن ثانی الذکر ترکمانون کی خانہ بدوش جماعتین سال کے بعض حصون مین دریا کو عبور کر کے روسی علاقہ مین چلی جاتی ہین اور اون کو عہدنامہ کی رو سے اس بات کی اجازت بھی ہے

تاکہ وہ اپنی چراگاہون کو بدل سکین - روسی یومت اب پوری طرح سے اطاعت گزین ہو چکے ہین اور خواہ اون کو روسی حکومت سے اطمینان ہو یا نہ ہو پھر بہی اون مین اتنی سکت باقی نہین کہ سرکشی کر سکین البتہ ایرانی یومت جو دو علیحدہ علیحدہ قبیلون عطا بائی اور جعفر بائی مین منقسم ہین ایرانی حکومت کے دعوے کو آسانی کے ساتھہ تسلیم نہین کرتے اور ۱۸۸۹ء مین اونہون نے علم بغاوت بلند کیا تہا - مشرق کی طرف گوکلان ترکمان آباد ہین جو ایک زیادہ اطاعت کیش قوم ہے - ان لوگون نے یومت ترکمانون کی پشتینی عداوت سے بچنے کے لئے اپنی رضا و رغبت سے ایران کی حلقہ بگوشی اختیار کرلی - اب وہ شاہ کے خزانہ مین محصول ادا کرتے ہین اور تین سو بے قاعدہ سوارون کی جمعیت اوسکے لئے بہم پہونچاتے ہین[۱] -

ایرانی یومتون کی بغاوت

یومتون کا مفسدہ ماہ فروری ۱۸۸۸ء مین شروع ہوا اور کہین مارچ ۱۸۸۹ء مین جاکر فرو ہوا - اس بغاوت کے برپا ہونے کی وجوہ گو کامل طور پر نہین لیکن ایک بہت بڑی حد تک ایرانی حکام کی بے عنوانیان اور بد نظمیان تہین - اس نے ایسی خطرناک شکل اختیار کرلی کہ ایک وقت مین تیرہ ہزار ایرانی فوج گورنر جنرل خراسان اور بجنرد اور کوچان کے خانون کی ماتحتی مین یومتون کے

---

[۱] حکومت استرآباد کی کمزوری اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ گوکلان ترکمان صوبہ استرآباد کی سرحد پر رہتے ہین پھر بہی ایلخانی بجنرد اون سے خراج وصول کرتا ہے اور وہی ان سوارون کی جمعیت کو جو وہ بہم پہونچاتے ہین - اپنی کمان مین رکہتا ہے -

برخلاف معرکہ آرا تھی ۔ اس موقعہ پر ایرانی فوج کی بزدلی کی ایسی ایسی حکایتین سننے مین آئی ہین کہ اونہین باور کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے ۔ مثلاً ہزار ہزار اور دو دو ہزار کے دستون کو گنتی کے ترکمان جنکی تعداد بیسیون یا کئی سو سے متجاوز نہ ہوگی روز روشن مین روک کر پسپا کر دیتے تھے ۔ مگر قرین انصاف ہوگا اگر اسکے ساتھہ یہ بہی درج کر دیا جائے کہ اس رسوائی کے معرکہ مین ایرانی سپاہیون کی جس قدر محرک بزدلی ہوئی اوسی قدر اون کی تبہ حالی اور بے قناعتی بہی ہوئی ۔ اون کی تنخواہ جب طہران سے آتی تہی تو اوسمین سے کم از کم نصف سیف الملک کی جیب مین چلی جاتی تہی اور ان بہوکے ننگے ۔ اور مفلس سپاہیون سے اِس امر کی توقع رکھنا کہ وہ میدان کارزار مین نبرد آزمائی کرین گے شاید رحم و انصاف کا خون کرنا تھا ۔ دونون طرف جبر و تشدد کے وحشیانہ واقعات پیش آتے رہے اور ایرانیون کی طرف سے بہت زیادہ سختی ہوئی ۔ جو مرد اون کے ہاتھہ آیا اوسے اونہون نے زندہ نہ چہوڑا اور جو عورت اونہین ملی اوسکی اونہون نے عصمت بگاڑی ۔ انجام کار دغا اور سازش کے معمولی ایرانی طریقون سے بغاوت کا استیصال کیا گیا ۔ ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ کی مخالفت پر آمادہ کیا گیا اور بالآخر حاجی نذر خان عطا بائیون کے سرگروہ کو جو اس مفسدہ کی روح وروان تھا ایرانی علاقہ مین دہوکے سے لا کر مار ڈالا گیا ۔ اسکے ساتھہ ہی مفسدہ فرو ہوگیا[1]

[1] یموت ترکمانون کے متعلق اگر اطلاع مطلوب ہو تو دیکھو آچر ااای (سنہ ۱۸۳۶ء) کی کتاب "ریلیشنس ٹو دی واینجر" (حالات سفر) صفحات ۳۳۱ الی ۳۳۶ اور یادداشت قاضی سید احمد مندرجہ "جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحہ ۱۴۲ (سنہ ۱۸۷۶ء)۔

حکومت عالیہ کی کمزوری

اس قسم کے واقعات نہ صرف حکومت عالیہ کی قابل تاسف ناقابلیت پر دلالت کرتے ہین بلکہ خارجی طور پر اِن کا صرف ایک ہی نتیجہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ شمال مین روس کی ہمت اپنے دعاوی کے متعلق اور زیادہ بڑھ جائے۔ یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ دولت روس اِس دعوے کو استحقاقاً پیش کرتی ہے اور اوسے اِس امر کی توقع بھی ہے کہ تمام ترکمان قومین اوس کے زیر نگین آجائین۔ اور یہ بھی تیقن کے ساتھہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ایرانی یموتون کے ساتھہ منصفانہ برتاو کیا جائے تو وہ اوس گرانتر خراج سے بچنے کے لئے جو اُن کے ہم قبیلہ لوگون کو دریاے اترک کے روسی کنارے پر دینا پڑتا ہے شاہ کے مطیع و منقاد رہین گے[۱]۔ لیکن ہر نئے فساد کا برپا ہونا اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ایران کا اس فساد کے رفع کرنے پر قادر نہ ہونے کا خفیف سا بھی ثبوت دینا ایک ایسی طاقت کے لئے جسکی نیت دستبرد کی ہو پیشقدمی کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ اور ایران کو چاہیئے کہ احتیاط کے ساتھہ اس امر کو مدنظر رکھے کہ کہین وہ خود جان بوجھہ کر اپنا سر اپنے دشمن کی کمند کے حلقے مین نہ پہنسا دے۔ اگر روس انتظار و صبر کو اپنا مسلک قرار دینے کے بجائے بڑہے چلے آنے کا طرز عمل اختیار کرتا تو اِن فسادون کی بنا پر اوسے آسانی کے ساتھہ اپنے مفید مطلب موقعہ مل جاتا۔ در پردہ اوسکی ہمدردی کا ایرانیون کے ساتھہ نہ ہونا اس قابل غور

---

[۱] اِس کی تصدیق حال (۱۸۹۱ء) کی اِس خبر سے ہوتی ہے کہ کئی سو روسی یموت ایرانی علاقہ مین چلے آئے ہین اور برضا و رغبت خود شاہ کی رعایا بن گئے ہین۔

واقعہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ مفسد پوستون کے پاس روسی ساخت کی کارتوس والی بندوقین اور کارتوس پائے گئے۔

بجنورد



بسطرآباد سے گزر کر جو اپنے اہم اور پیچیدہ سیاسی مسائل کے تار و پود مین الجھا ہوا ہے ہم اب خراسان خاص مین پہونچتے ہین اور اپنا منہ شرق کی طرف موڑ کر ہم اسکی سرحد کے معائنہ مین مصروف ہوتے ہین - ترکمانون کو چھوڑ کر ہم کردون مین پہونچتے ہین اور بجنورد کے ضلع مین ہمین کردون کے وہ پہلے قبائل ملتے ہین جن کے آبا و اجداد کو سرحد خراسان کے قایم رکھنے کی غرض سے سنہ ۱۶۰۰ء کے قریب شاہ عباس نے لا بسایا تہا - کوچان کا حال جس باب مین مندرج ہے اوس مین پہلے ہی تفصیل و وضاحت کے ساتھہ مین اون واقعات کو بیان کر چکا ہون جو ان فوجی نوآبادیون کے قیام کا باعث ہوئے اور ان لوگون کے قبض و دخل کی شرایط اور اُن تعلقات کو جو انہین حکومت عالیہ سے ہین درج کر چکا ہون اور جو کچھہ مین نے لکہا ہے وہی بجنورد پر بہی صادق آتا ہے - مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کوچان مین تو زیادہ تر زعفران لو کرد آباد ہین - اور بجنورد مین ابہی تک زیادہ تر شادلو قبیلہ کے کردون کی بستی ہے - کوچان کے کردون کی طرح اون پر بہی ایک خان حکومت کرتا ہے جسے ایلخانی کا خطاب حاصل ہے اور جسکا تقرر اگرچہ شاہ کے حکم سے عمل مین آتا ہے لیکن بالعموم وہ بہ سلسلہ وراثت حکمران خاندان مین سے منتخب کیا جاتا ہے یہ ایلخانی اپنی ریاست کی مالگزاری کی تحصیل خود کرتا ہے اور اسکے معاوضہ مین سلطنت کے لئے فوجی

تک بہم پہونچاتا ہے اور اوس کا درجہ عام طور پر ایک معمولی صوبہ کے گورنر سے زیادہ ہوتا ہے۔
سوارون کی جو جمعیت ایلخانی بجنرد بہم پہونچاتا ہے اوسکی تعداد اس وقت پانچ سو ہے۔
اوس کا علاقہ بجنرد کی مرتفع وادی پر مشتمل ہے جو وادی ہاے کوچان و شروان اور دریاے
اترک کے حصہ بالا سے ملحق اور جاجرم واقع میدان اسفرائین کے جنوب کی طرف واقع ہے۔[سلہ]

کوچان

کوچان کا ذکر میں پیشتر کرچکا ہون اسکی فوج کنٹنجنٹ کی تعداد اس وقت چھ سو ہے۔

درگز

کوچان کے شمال و مشرق کی جانب اور وسطی سلسلہ کوہ البرز کے شمالی پہلوؤن پر درگز
(یعنی جہاؤ کی وادی) کا قلیل الرقبہ سرحدی ضلع واقع ہے اور کوہ البرز کے شمالی فاصل آب پر
اگر مقبوضات ایران مین سے کوئی قابل ذکر علاقہ رہ گیا ہے تو وہ فقط یہی ایک ہے۔ اس
دلکشا مقام مین جو ایک چالیس میل لمبے اور تیس میل چوڑے طاس یا وادی پر مشتمل ہے کچھ تو

سلہ بجنرد اور اوس کے علاقہ کے حالات کے لئے دیکھو کتاب ”کلاوڈس ان دی ایسٹ“ (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۴۴ الخ
مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (سنہ ۱۸۷۶ع) + ”جرنی تھرو خراسان“ (سفر خراسان جلد دوم صفحات ۹۳ الی ۱۰۷
مصنفہ سر سی۔ میکگریگر (سنہ ۱۸۷۹ع) + ”دی واران ترکمانیہ“ (ترکمانیہ کی جنگ) - جلد چہارم فصل ہفتدہم
مصنفہ جرنیل گراڈیکاف (سنہ ۱۸۸۰ع) +

کمزور رہتے ہین اور زیادہ تر ترک۔ یا تاتاری آباد ہین جو تورانی حملہ کی قدیم موجون کی نشانیان ہین۔
درگز کا صدر مقام محمد آباد ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۴۰۰ فیٹ ہوگی۔ ۱۸۸۰ء
مین اسی مقام پر اوڈانووان نزیل اسٹوارٹ سے جو ایک نامی گھوڑے کے سوداگر
کے بھیس مین تھا ملا اور مین ہفتہ تک بغیر اس بات کے شناخت کرنے کے
کہ وہ انگریز ہے اوس کے ساتھہ رہا۔ درگز کو اترک سے پہاڑیون کے ایک
پست سلسلہ نے جدا کر رکھا ہے اور انہین کی وجہ سے اس کا الحاق ابھی تک
روسی علاقہ کے ساتھہ نہین ہوا۔ گو کہ متعدد دیہات جو اس کے مضافات سے
نیچے کے میدان پر واقع تھے اور اس سے متعلق تھے اب اس کے قبضہ سے
نکل گئے ہین۔ ۱۸۵۸ء سے پہلے یہ گویا ایک خود مختار علاقہ تھا لیکن خراسان
کے دوسرے سرحدی علاقون کی طرح اسے بھی اوس زمانہ مین عباس مرزا نے
مسخر کیا اور اوس وقت سے انہین شرایط اور قیود کے ساتھہ جو کوچان اور بجنورد
سے متعلق ہین یہ بھی سلطنت ایران کے ماتحت ہے اگرچہ انتہائی سرحد پر ہونے
اور اس لئے اون تعلقات کے باعث جو اس کے سردار کو ترکمانون کے ساتھہ
ہین حکومت عالیہ کے فرامین کا نفاذ گورنر مشہد کی طرف سے ایسے باقاعدہ اور
مناسب طور پر نہین ہوتا جیسا کہ ہونا چاہئیے۔ خان درگز کا تعلق ایک حکمران خاندان سے
ہے جسے نادرشاہ کے وقت سے موروثی طور پر حکومت ملتی چلی آئی ہے۔ لیکن اب نہ تو خود
اوسے زیادہ امتیاز حاصل ہے اور نہ درگز کو اور یہان کی فوجی کمک کی تعداد کم ہو کر

ایک سورہ گنی ہے۔ ؎

روسیون کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے



ان سرحدی اضلاع مین سے ایک کم بالسامنین جیسا اوس دستبرد کی مدافعت کے لئے مواد موجود ہو جو شمال کی طرف سے ظہور مین آئے۔ دونون ایلخانی (جن مین سے ایک کے حالات مین ایک ابتدائی باب مین بیان کر چکا ہون) اپنے اپنے علاقہ کے ذی امتیاز سردار ہین۔ روس کے مقابل معرکہ آرا ہونے کی نسبت اونکا دعوے مشیخت اور لفاظی کے لحاظ سے گو کیسا ہی زبردست ہو اور اگر سچ پوچھا جائے تو تہ دل سے وہ اوس

ؔلہ سب سے پہلا انگریز جس نے درگز مین اکر یہان کے حالات بیان کئے جے۔ بی۔ فریزر تہا جو ۱۸۳۴ء مین یہان آیا۔ دیکھو اوس کی کتاب "اے ونٹرس جرنی" (سفر سرما) جلد دوم مراسلات نہم۔ دہم۔ یازدہم + حالات مابعد کے لئے دیکھو کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۲۲۹ الی ۲۷۴ مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم۔ صفحات .. الی ۷۶۔ مصنفہ سر سی۔ میکگریگر (۱۸۷۵ء) + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۳۰ الی ۶۵ مصنفہ ای۔ اوڈونون (۱۸۸۲ء)

طاقت کے دشمن مین جسکی نزدیکی کی وجہ سے اُن کا قدیم اسوخ واقتدار اس درجہ کم ہوگیا ہے۔
لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر روس حقیقت مین حملہ آور ہوا تو آیا وہ اوس کے مقابلہ مین ایک اونگلی بہی اوٹھائین گے یا نہین اور اس کے ساتھہ ہی اس امر کو بھی نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ روسی ہدایا و تحائف کا سلسل کئی سال سے اون کے پاس پہونچتی رہنا جراحت تسخیر کے اندمال پذیر ہونے کا بہت بڑی حد تک باعث ہوا ہوگا۔ ابھی سے روس کو ان دونون علاقون مین سے ہر ایک مین قدم جمانے کی جگہ مل گئی ہے۔ مین اوس فوجی سڑک کا ذکر کر چکا ہون جو عاشق آباد اور کوچان کے درمیان واقع ہے اور اصول فن حرب کے لحاظ سے جو وقعت و اہمیت اسے حاصل ہے اوس کی طرف بہی مین اشارہ کر چکا ہون۔ ایک اور سڑک جسے روس نے بنایا ہے گیاک تپہ سے شروع ہوتی ہے اور جو پہاڑ کچہہ دور پر مغرب کی طرف واقع ہین اون کے ایک درہ مین سے گزر کر گرماب اور فیروزہ ہوتی ہوئی شیروان اور وہان سے کوچان پہونچتی ہے نیز ایک تیسری سڑک روس کے فوجی مقام چکشلیار واقع بحیرہ اخضر سے شروع ہو کر دریائے اترک کے کنارے کے ساتھہ ساتھہ اوس کے منبع کی سمت مین براہ چات بجنورد کو جاتی ہے۔ روس نے اپنے وکیل (جو روسی مسلمان ہین) بجنورد۔ کوچان اور محمد آباد مین متعین کئے ہین۔ بظاہر وہ وہان تجارت کی غرض سے رہتے ہین لیکن تجارتی کاروبار کی مشغولیتون سے جو فرصت اونہین حاصل ہوتی ہے اوسے وہ اون احتیاط آمیز خبرون کی بنا پر جو اونہین ملین اپنے ملک کے اغراض و مقاصد کی تکمیل مین صرف کرتے ہین۔

———:○:———

قلات نادری

ق کی طرف سفر کرتے ہم اوس حیرت انگیز قدرتی منظر کے پاس پہونچتے ہین جو نادر شاہ کے زمانہ سے جس نے اسے اپنا قلعہ بنایا قلات نادری کے نام سے مشہور ہے ن تعجب خیز مقام کی طبعی اور نیز اون خصوصیات پر جو بہ لحاظ فن حرب اسے حاصل ہین بیشتر بحث کی جاچکی ہے۔ مین یہ بھی بیان کر چکا ہون کہ دولت فارس کی طرف سے یہان (برائے نام) پانچ سو پیدلون کی جمیعت دو توپون کے ساتھ متعین ہے اور یہ جمیعت مختلف زد مین آسکنے والے مقامات پر ماموز ہے۔ یہان کے باشندے زیادہ تر ترک ہین اور یہان کا حاکم حاجی ابوالفتح خان جو مشہد سے بھیجا گیا ہے ایک گانون مین جو اس علاقہ کے اندرونی حصہ مین واقع ہے رہتا ہے اور ایران کے سرحدی رسالہ کے لئے ۱۵۰ سوارون کی جمیعت بہم پہونچاتا ہے۔

روس کی آرزوئین

گذشتہ کچھ عرصہ سے روس نے قلات کو عجیب محبت بھری نگاہون سے دیکھنا شروع کیا ہے اور یہ افواہ کہ دولت ایران نے اس قلعہ کو روس کے حوالہ کر دیا ہے قصداً شائع کی گئی ہے تاکہ انتقال ملکیت کے اس خیال سے لوگ آشنا ہو جائین۔ جن لوگون کو اس بات سے انکار ہے کہ روس کی ایسی نیت ہے اون کے لئے یہ جواب کافی ہوگا کہ چند

سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ روس نے باقاعدہ طور پر ایران کو قلات کے معاوضہ مین مشہور اور زرخیز موغان کے میدان مین سے جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر واقع ہے اپنے حصہ کا قطعہ دینے کی تجویز پیش کی تھی لیکن ایران نے اسے نامنظور کیا - جیسا کہ مین پیشتر بتا چکا ہون روس کو قلات کے قبضہ کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل ہے کہ اول تو وہ تمام ندیان اوس کے قبضہ مین آجائین گی جو اٹک کی سمت بہتی ہین اور خاص طور سے اوسے یہ فائدہ ہوگا کہ ایک وسطی مقام اوسے ہاتھ آجائے گا جہان سے وہ تمام سرحدی اقوام کو مطیع رکھ سکیگا اس کے علاوہ قلات کے قبضہ سے روس کے اقتدار اور اثر مین نمایان اضافہ ہوجائیگا -
ایران اس حیرت زا مقام کو روس کے حوالے کردینے مین ہرگز رضامند نہین اور اسکی حفاظت اور نگہداشت مین ایسی رقیبانہ احتیاط سے کام لے رہا ہے جسے اوس کے عام نقاہت اور ضعف سے ایک عجیب و غریب تناقض ہے کسی اجنبی کو شاہ کجکلاہ کی خاص اجازت کے بغیر اس کے اندر جانے کی اجازت نہین دی جاتی اور بہت سے روسیون کو اور خود مجھے اس مین داخل ہونے کی کوشش مین ناکام ہونا پڑا - روس کا طرز عمل اس نواح مین فی الحال اون ندیون کی نسبت اپنا حق قائم کرنے پر جو اوس کے مقبوضات واقع میدان کی آبپاشی کرتی ہین اور نیز سرحدی قومون کو اپنے دائرہ اثر مین لانے پر مشتمل ہے - اٹک کے میدان سے بتدریج بڑھکر وہ دامن کوہ کے اکثر حصون کو اپنے قبضہ مین لا چکا ہے اور حق آبپاشی کے جھگڑے جو ان ندیون سے متعلق ہین جو اگرچہ روسی دیہات کو سیراب کرتی ہین لیکن جنکا منبع اصل مین ایرانی علاقہ ہے اور جو بہتی بھی ایرانی علاقہ ہی مین ہین اونہین بڑھا بڑھا کر ہمیشہ

دست اندازی کا بہانہ بنایا جا سکتا ہے۔ غرضکہ ان دونون مقاصد کی تکمیل کے لئے قلات کا قبضہ روس کے حق مین بدرجہ غایت مفید ہوگا اور جب تک یہ مقام اوسکے ہاتھ مین نہ آجائیگا اوس وقت تک اوسے صبر نہ آئے گا۔

سرحد روس و فارس

روس و فارس کے مابین جو عہدنامہ دسمبر ۱۸۸۱ء مین قطعی طور پر مرتب ہوا اور جس مین اون ضرورتون کے لحاظ سے جو اس سال کی جدید روسی فتوحات کے باعث پیش آئین ماوراالنہر اور خراسان کی سرحد کا تعین کیا گیا تھا۔ اوس کی رو سے وہ سرحد جو دریاے اترک کے دہانہ سے شروع ہوتی ہے موضع لطف آباد پہونچنے سے پہلے دفعتہً رک جاتی ہے۔ موضع لطف آباد ایرانی ضلع درگز سے نیچے اٹک مین واقع ہے۔ عہدنامہ کی رو سے یہ گاون ایرانیون کے پاس رہنے دیا گیا لیکن کسی مشتبہ تحریر سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اس مقام سے سرخس تک جو دریاے تجند کے کنارے پر واقع ہے ٹھیک سرحد کیا ہے۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اِس سرحد کا تصفیہ ایک خفیہ عہدنامہ کی رو سے ہوا جو ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء مین مرتب ہوا اور کمشنرون نے خود اِس مقام پر جاکر حدبندی کی۔ اِس عہدنامہ کا حال مین آگے چلکر بیان کرون گا۔ لیکن چونکہ عام طور سے اس امر کے متعلق کوئی یقینی بات معلوم نہین بلکہ یون کہئے کہ چونکہ لوگون کو اِس کا حال بالکل معلوم نہین اس لئے روس اِس عدم تیقن یا لاعلمی کو اوس مداخلت اور دست اندازی کا بہانہ بنالیتا ہے

جس کا ذکر مین نے مندرجہ بالا فقرہ مین کیا ہے۔

آب تجند

سرخس کے قریب پہونچکر ایکمرتبہ پھر ہم کو دریاے تجند کی شکل مین ایک معین سرحد نظر آتی ہے۔ شروع شروع مین یہ دریا ہری رود کہلاتا ہے لیکن پل خاتون پر کشف رود کے ملنے کی وجہ سے تجند ہوجاتا ہے اور سرخس کے مقام پر ایرانی اور روسی فوجی چوکیون کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے بعد اوس حالت مین جبکہ اوس مین پانی ہوتا ہے شمال کی طرف صحرا مین سے بہتا ہوا گزرتا ہے اور تجند یا کاری بنت کے مقام پر ماوراء النہری ریلوے کا ایک پل اس پر بندھا ہوا ہے۔

سرخس جدید و قدیم

سرخس دو ہین۔ قدیم اور جدید۔ اور سیاحون اور مدبرون کو ان کے مواقع اور حالات طبعی کے اختلافات کی ناتمام معلومات کی وجہ سے بہت کچھ غلط بحث کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سرخس قدیم دریا کے دہنے یا مشرقی کنارے پر واقع ہے اور ایک زمانہ دراز سے ترکمانون کے قبیلہ سلور کا صدر مقام چلا آیا ہے۔ یہ قبیلہ ترکمانی نسل کی اولین شاخون مین سے ہے جنکا ذکر مورخین عرب نے ساتوین صدی عیسوی مین کیا[1]۔ اس صدی مین جس یورپین سیاح کا سب سے اول سرخس مین

[1] عرب سیاح الاصطخری (جسے آوسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے) دسوین صدی (دیکھو صفحہ ۲۴۰ ...

آتا تاریخ مین مذکور ہے وہ ایک پادری والف نامی تہا جو پہلی مرتبہ بخارا کو وہان سے سکے بہو دیون اور ترکمانون مین دین عیسوی کی اشاعت کرنے کی غرض سے جاتے ہوئے کئی ہفتہ تک سرخس مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۳) عیسوی مین سرخس مین وارد ہوا - اوس نے نیشاپور سے اس کا فاصلہ چھ منزل ہونا بیان کیا ہے اور اسکے بعد کہتا ہے - "سرخس ایک شہر ہے جو مرو اور نیشاپور کے درمیان ایک سطح میدان پر واقع ہے - سوائے آب پشنگ کے اور کوئی ندی اسے سیراب نہین کرتی - پشنگ کی ندی ہری رود سے نکلکر سرخس کی طرف آتی ہے لیکن شدت کی گرمیون مین یہان تک پہونچنے نہین پاتی - سرخس اندازاً مرو الرود جتنا بڑا ہوگا - یہ ایک آباد اور خوشحال شہر ہے - ہوا یہان کی پاکیزہ اور صحت بخش ہے - باشندے کنوئون کا پانی پیتے ہین اور آسیاؤن مین گھوڑے یا گدہے لگاتے ہین" دیکھو "دی اورینٹل جاگرفی آف ابن حوقل" (مشرقی جغرافیہ ابن حوقل) مترجمہ سر ڈبلیو آوسلے صفحات ۲۱۹ الی ۲۲۱ - تجند کی یہ کیفیت زمانہ حال کے سیاحون کے بیان سے بالکل مطابق ہے - جب موسیو لیسار اول اول ۱۸۸۱ء مین وارد سرخس ہوا تو اوس نے بیان کیا کہ دریا کی تہ عام طور سے خشک رہتی ہے اور اوس کا پاٹ تین سو گز سے لیکر نصف میل تک ہے - عرب سیاح ابن بطوطا بہی ۱۳۳۳ء مین مشہد سے سرخس کو آیا - دیکھو سفرنامہ ابن بطوطا مترجمہ پادری ایس - لی صفحہ ۹۶ - سرخس کے جو حالات ابتدائی زمانہ کے مصنفین نے لکھے ہین اون کے لئے دیکھو سفرنامہ ناصر خسرو صفحہ ۱ - "ڈسکرپشیو ایمپیریائی مسلیمیائی" (حالات دول اسلامیہ) از تصانیف مقدسی صفحہ ۳۱۲ الی ۳۱۳ - و فرہنگ فارس صفحات ۳۰۷ و ۳۰۸ مصنفہ یاقوت -

ملہ مصنف کا یہ فرمانا کہ عرب سیاح الاصطخری کو آوسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے کئی وجوہ (دیکھو صفحہ ۴۰۵) سے

مقیم رہا - اِس کے بعد ۱۸۳۲ء مین وہ اس امر کی تحقیق کی غرض سے پھر ادہر سے گزرا کہ بخارا مین اسٹاڈرٹ اور کونولی کا کیا حشر ہوا - اِس اثنا مین برنس دس دن تک ۱۸۳۲ء مین بمقام سرخس - بہ تبدیل لباس چھپا رہا اور شناخت کیے جانے سے بال بال بچا - اوس کا بیان ہے کہ "یہ مقام ایک چھوٹا سا برباد شدہ کمزور قلعہ ہے جو ایک پہاڑی پر واقع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴) سے مغالطہ انگیز ہے - اول تو اصطخری جس کا پورا نام ابو اسحق ابراہیم بن محمد النحوی الفارسی الاصطخری ہے عرب نہین - بلکہ جیسا کہ اوس کے نام سے ظاہر ہے ایرانی ہے - چنانچہ اوس کی کتاب مسالک الممالک مین جو یوروپ (لیدن) ۱۸۷۰ء مین چھپی ہے اوس کا فارسی خطبہ بہی درج ہے - ثانیاً اصطخری اور ابن حوقل جیسا کہ مصنف کے الفاظ مندرجہ تو مین سے مترشح ہوتا ہے ایک ہی شخص کے دو نام نہین ہین بلکہ محقق اور سیاح ہونے کے اعتبار سے یہ دو جدا جدا ذی امتیاز شخص ہین - ابن حوقل کو تو ایک زمانہ جانتا ہے کہ وہ بغداد کا رہنے والا تھا - شمالی و مشرقی حصہ افریقہ - مغربی و جنوبی حصہ ایشیا - روس - ہندوستان اور چین اور دیگر مختلف سرزمینون مین اِس نے سفر کیا اور ۹۷۶ء مین وفات پائی (دیکھو سائیکلوپیڈیا آف تیمز " (اسماء الرجال) - اِسکی جغرافی تصنیف المسالک والممالک کا جو آسکے مشاہدہ اور تجربہ ذاتی پر مبنی تھی متعدد یوروپین زبانون مین ترجمہ ہو چکا ہے - اصطخری بہی ایک فاضل سیاح اور ابن حوقل کا معاصر ہے اور اِس نے بہی فن جغرافیہ مین ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مسالک الممالک ہے - یوروپین مصنفین نے ان دونون کو جو مخلوط کر دیا ہے تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونون کی کتابین لفظی اور معنوی لحاظ سے اِس درجہ باہمی مشابہت رکھتی ہین کہ ایک دوسری سے بمشکل متمیز ہو سکتی ہے - چنانچہ مینے ابن حوقل اور الاصطخری کے مختلف مقامات

ہے اور جس مین چند کچے جہونپڑے ہین جو شہد کے یہودیون نے بنائے ہین"۔ برنس نے سرخس کی نسبت یہ بہی بیان کیا ہے کہ اوس وقت یہان کے ترکمان باشندون نے بظاہر خان خیوا کی اطاعت اختیار کر لی تہی[1]۔

عباس مرزا کا سرخس قدیم کو مسخر کرنا

سرخس کی سفر کے تہوڑے ہی عرصہ بعد عباس مرزا ولیعہد نے جو خراسان کو مجدداً فتح کرنے اور اوسے پورے طور سے دولت فارس کا مطیع و منقاد بنانے کی مہم کر انجام دے رہا تہا اپنی فوج کے ساتہہ یہان آکر اِس مقام کو برباد کر ڈالا۔ اس کے اکثر باشندون کو بلا امتیاز تہ تیغ کیا اور جو باقی بچے اونہین قید کر کے مشہد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۵) کا جب مقابلہ کیا تو سوائے ایک آدہ لفظ کے صفحے کے صفحے متحد اللفظ پائے۔ اِس سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ کہ اِن دونون مین سے ایک نے اپنی تصنیف کی قلم بند کرتے وقت دوسرے کی کتاب کے اجزا کا باالتزام اقتباس کر لیا۔ چونکہ یہ دونون ہمعصر ہین اسلئے یہ نہین بتایا جا سکتا کہ کس کی کتاب اصلاً و مجدداً لکہی گئی۔ البتہ بادی النظری شہادت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصطخری کا ماخذ ابن حوقل ہے جسکی نسبت بلحاظ علم و فضل۔ اسعان نظر۔ اور وسعت تجربہ اور قریباً تمام دنیا کے سیاح ہونیکے یہ گمان نہین ہو سکتا کہ اوس نے ایک دوسرے مصنف کی کتاب کے صفحے کے صفحے بعینہ اپنی کتاب مین درج کر لئے ہون گے۔ مترجم

[1] دیکہو ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحات ۴۲ الی ۵۶۔

لے گیا[۱۵]۔ جہان سے بعد مین اون کے رشتہ دارون نے جو قبیلہ سلور سے تعلق رکھتے تھے
اور یونان مین رہتے تھے اون کو چار پاؤنڈ فی کس کے حساب سے فدیہ دے کر رہا کرالیا۔ ان

۱۵ "تسخیر کوچان کے بعد عباس مرزا عازم سرخس ہوا جہان کے باشندون کو اوس نے بے خبر پاکر فوراً شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ شہر والون نے اول ڈیڑھ لاکھہ اور اوس کے بعد دو لاکھہ تومان تاوان کے طور پر دینے کی آمادگی ظاہر کر کے امان چاہی لیکن عباس مرزا نے اِس رقم کے لینے سے فرط حقارت سے انکار کر دیا اور مصمم قصد کر لیا کہ خواہ کچھہ ہی کیون نہو اس قتل و غارت کی کمین گاہ کو خاک مین ملا دونگا۔ غرضکہ اوس نے شہر کا محاصرہ کر کے اوس پر ایک بارگی حملہ کیا اور ایک دن سے کچھہ ہی زیادہ مدت مین اوسکو سر کر لیا۔ اِس کے بعد اوس نے فوج کو حکم دیا کہ شہر کو لوٹ کر آگ لگا دے چنانچہ غارتگری کے بعد اس کو پیوند زمین کر دیا گیا۔ بہت سے باشندے تو مارے گئے اور جو باقی بچے اُن مین سے تین ہزار قیدی بنائے گئے۔ مال غنیمت کی کچھہ انتہا نہ تھی۔ زمانہ حال مین شاید کہین اتنی لوٹ کسی فاتح کے ہاتھہ نہ آئی ہوگی۔ سونے کی یہ کثرت تھی کہ بورے کے بورے اوس سے بھرے ہوئے تھے اور انواع و اقسام کے بیش قیمت مال کے ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ حقیقت مین یہ قزاقون کی ایک بہت بڑی کمین گاہ تھی۔ جو مال غنیمت یہان سے دستیاب ہوا اور جس مین سے اکثر سپاہیون کے ہاتھہ آیا اوس کی یہ کیفیت تھی کہ صرف سونے ہی کی قیمت تین اور چار لاکھہ پاؤنڈ کے درمیان ہوگی"۔ جے۔ بی۔ فریزر "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۲۹۔ یہ بیان اگرچہ بلاشبہ ایک حد تک مبالغہ آمیز ہے لیکن اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ یہ قریب قریب اوسی زمانہ یعنی ۱۸۳۳ء مین تحریر مین لایا گیا۔

مین سے بعض ابھی تک سرخس قدیم مین پائے جاتے ہین اور ایک نوآبادی زہرہ آباد مین دریا کے ایران کی طرف کے کنارہ پر اوس کے منبع کی سمت مین واقع ہے - مگر یہ قبیلہ انحطاط پذیر ہوکر فی زمانہ کسی شمار قطار مین نہین رہا -

سرخس جدید

مدت بعد (سنہ ۱۸۵۰ء کے قریب) ایرانیون نے اس سرحدی مقام کو مرو کے تکی ترکمانون کی سفاکانہ دستبرد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک بہت بڑا کثیر الاضلاع قلعہ جسکے جوانب چوبیس برجون سے مستحکم تھے اور جسپر متعدد پرانی توپین چڑھا لی گئین دریائے تجند کے بائین یا مغربی کنارے پر دریا سے بقدر نصف میل کے فاصلہ کے تعمیر کیا - موسو ڈی بلاکول (یہ وہ ناشاد فرانسیسی عکاس ہے جو سنہ ۱۸۶۰ء مین اوس مشہور ایرانی مہم کے ساتھ مرو کو گیا تھا جو بمقام کوشید خان کالہ تہ تیغ کی گئی اور جو خود ترکمانون کے ہاتھ مین پڑکر قریبا ڈیڑھ سال تک اون کے خیمون مین قید رہا) رستہ مین سرخس سے ہوکر گزرا اور اوس نے اس نو تعمیر شدہ قلعہ کا حال بیان کیا ہے[۵۱] - اس کے بعد جس سیاح کا یہان گزر ہوا وہ میکگریگر تھا جو سنہ ۱۸۷۵ء مین آیا اوس نے اس قلعہ اور اوسکی پیدل اور سوارون کی سات سو کی جمعیت اور گیارہ کم و بیش نکار آمد توپون کا ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب مین قلعہ کا ایک نقشہ اور تصویر بھی دی ہے[۵۲] - اس کے بعد

---

[۵۱] "تور دو ماندے" (سفر دنیا) (بزبان فرانسوی) - اپریل سنہ ۱۸۶۶ء)

[۵۲] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۳۰ الی ۳۳ -

سنہ ۱۸۸۲ء مین موسولیسار مشہور و معروف روسی انجنیر جو اوس وقت روسی پیشقدمی کے پیش خیمہ کا مہتمم تہا اور اوس کے بعد جماعت ماموریہ تصفیہ سرحد افغانستان کا رکن ہوا اور اب دربار بخارا مین سفیر ہے - پیمایش و مساحت کے اوس دورہ پر وارد سرخس ہوا جس کی وجہ سے اول اول یوروپ والون کو اوس علاقہ کا حال معلوم ہوا جو سرخس اور ہرات کے درمیان ہے - وہ بیان کرتا ہے کہ قلعہ سرخس کی جمعیت کی تبہ حالی کی یہ کیفیت تھی کہ بجائے اِس کے کہ غنیم پر اوس کی ہیبت طاری ہو وہ خود خوف زدہ ہو کر گویا قلعہ بند ہو رہی تھی - کیونکہ کبہی اوس کو یہ جرات نہین ہوئی کہ قلعہ سے باہر نکل کر غنیم پر حملہ آور ہو بلکہ ہر برجون پر رات کے وقت آگ روشن کرتی رہتی تہی تاکہ اِس نواح مین دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ہو جائے -

سرخس قدیم پر روسیون کا مکرر قبضہ

دو سال بعد ماہ اپریل سنہ ۱۸۸۴ء مین زیادہ تر اوس اطلاع کی بنا پر جو موسولیسار نے فراہم کی تہی اور اوس اثر خیز مگر غیر مصئون پیش قدمی کے سلسلہ مین جو سنہ ۱۸۸۵ء مین جنگ کشک اور قبضہ پنجدہ پر منتہی ہوئی ایک روسی فوج نے آکر سرخس قدیم پر جو دریا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور جس کی حفاظت کے لئے اوس نے وہان کسی کو موجود نہ پایا قبضہ کر لیا - یہان پر روسیون نے بہت جلد ایک مستحکم قلعہ اور فوجی بارکین تعمیر کر لین اور قدیم سرخس کا جس مین اس طرح سے از سر نو جان پڑی اور جسے اس لحاظ سے میری دانست مین اب سرخس جدید تر کہنا چاہئے

اوس وقت سے لیکر اب تک روس کی سرحدی فوجی چہاؤنیون مین شمار ہے۔ روسیون کے قبضہ مین چلے جانے کے بعد اِس کی اگر کوئی کیفیت میرے دیکھنے مین آئی ہے تو وہ کانٹ ڈے شوے ایک نوجوان فرانسیسی افسر فوج کی قلمبند کی ہوئی ہے جو ۱۸۸۵ء مین بہ تبدیل لباس کرنیل علی خاناف کے ہمراہ مرو سے روانہ ہوکر اس راستہ سے ہوتا ہوا گیا۔ اوس کا بیان (ترجمہ شدہ) حسب ذیل ہے۔

سرخس کی نسبت شہر کے لفظ کا اپنے حقیقی معنون مین استعمال کرنا داخل مبالغہ ہوگا۔ یہ محض ایک فوجی چوکی ہے جس کے گرد افسرون اور بعض تجارت پیشہ لوگون کے مکانات بنے ہوئے ہین۔ اس نواح مین جو ترکمان قومین آباد ہین اون کو جب روس نے اپنے ظل حمایت مین لے لیا اور ایرانیون نے اِس کی نسبت اظہار ناراضی کیا تو روسیون نے اوس کا یہ جواب دیا کہ یہ فوجی چہاؤنی قایم کردی جس مین اونہون نے دو فوجی دستے جن کی مجموعی تعداد پندرہ سو سے لیکر ۱۶۰۰ جوان تک ہوگی متعین کردئے۔ روسیون نے ایرانیون کو یہ ایک ایسا سبق سکہایا کہ اونہین پوری طرح سے معلوم ہوگیا کہ ہم اِس علاقہ کو اب کبہی نہین لے سکتے۔ اسکے ساتہہ ہی ایک نہایت بودے اور سطحی عذر کی بنا پر روس نے وادی تجند مین ایک زبردست سرحدی چہاؤنی قایم کردی جسکی وجہ سے اُن دو سڑکون مین سے ایک اوس کے قبضہ مین آگئی جو ہرات کو جاتی ہین۔ سرخس مین ایک بہت بڑی فوجی بارک کے علاوہ جو نہایت عمدہ ہے صرف ایک سو مکانات ہون گے جن مین عہدہ داران فوجی یا دیوانی اور تاجر لوگ بود و باش رکہتے ہین۔ یہان دو بازار اور دو چوک

ہین جن مین سے ایک مین خرید و فروخت کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ قصبہ کی شکل ایک طویل شکل متوازی الاضلاع کی سی ہے جس کا طول نصف میل اور عرض دو سو گز ہوگا۔ یہان حاکم ضلع رہتا ہے[۱]۔

حربی حیثیت

[illegible] نے اپنی سابق کی تصنیف مین اصول فن حرب کے لحاظ سے سرخس کے موقعہ کے اِس اعتبار سے معنی خیز ہونے کے متعلق میگلر یگر کی راے کا اقتباس درج کیا ہے کہ اِس کے قبضہ کی وجہ سے وہ سڑک زد مین آجاتی ہے جو وادی ہری رود سے ہرات کو جاتی ہے[۲]۔ یہ موقعہ اب ایرانیون کے ہاتھہ سے نکل کر بالکل روسیون کے ہاتھہ مین چلا گیا ہے۔ سرخس مین جو ایرانی جمعیت متعین ہے اور جو تین سو پیدلون اور ایک مختصر سے توپخانہ پر مشتمل ہے وہ گویا عملی لحاظ سے اوس بڑے قلعہ مین محصور ہے جسکی وہ کسی حالت مین حفاظت نہین کرسکتی۔ مشہد اور سرخس کے درمیان جو سلسلۂ تار برقی قایم ہے وہ بالعموم بگڑا یا ٹوٹا رہتا ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر روسی دریا کے دوسرے کنارے پر آکر خالی کارتوسون کی

[۱] "اکسکرشن این ترکستان" (سیر ترکستان) (بزبان فرانسوی) صفحات ۸۰ الی ۸۲۔

[۲] "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۲۱۔

ایک بار مارین تو ایرانیون کو بھاگتے ہی بن پڑے۔

مشرقی سرحد

خس ایرانی سرحد کے شمالی و مشرقی گوشہ کا بنتا ہے اور دراصل ایک زاویہ حادہ مین واقع ہے جو صحرا مین نکلا ہوا چلا گیا ہے۔ یہان پر پہونچکر جنوب کی طرف اپنا رُخ کرتے ہین اور اوس وادی مین سے گزرتے ہین جس مین دریاے ہری رود بہتا ہے اور اول تو درهٔ ذوالفقار تک ایران اور روس کے درمیان اور اوس کے بعد ایران اور افغانستان کے مابین سرحد قایم کرتا ہے۔ یہان ہمارا اوس علاقہ کے شمالی حصہ مین بھی گزر ہوتا ہے جو سرحد پر یا اوس کے قریب واقع ہے اور جس مین مختلف مخلوط النسل اور غیر مذہب کی قومین آباد ہین۔ یہ قومین اگرچہ ایران کی رعایا ہین لیکن حکومت ایران کے آگے سر اطاعت پوری طرح سے نہین جھکاتین اور سرحد کے سیاسی مسائل کا تصفیہ اون کی وجہ سے بہت کچھہ الجھن مین پڑ گیا ہے

ضلع مشہد

جس علاقہ مین اول اول اون عناصر خارجہ سے ہمارا مقابلہ ہوتا ہے وہ ضلع مشہد ہے جو ہری رود تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ دارالحکومت کے حوالی و جوانب مین تو ایرانی عنصر کو تفوق حاصل ہے لیکن جب ہم سرحد کے قریب پہونچتے ہین تو ہمارا گزر ایسی نو آبادیون یا

جماعتون مین ہوتا ہے جو قوم و مذہب کے لحاظ سے چہار ایماق (چار آبادیان) یعنی سرحد افغانستان کے خانہ بدوش قبیلون سے تعلق رکھتی ہین ۔ یہ قبیلے جمشیدی اور ہزارائی ہین ۔ اول الذکر ایرانی الاصل ہین لیکن اس قبیلہ کے اکثر لوگ ۔۔ ہوئی کہ ایران کو چھوڑ کر افغانستان مین جا آباد ہوئے ۔ جو باقی بچے اونہین ۱۸۵۶ء مین محاصرۂ ہرات کے بعد واپس لاکر کان گوشہ مین جو مشہد کے قریب آباد کیا گیا اور اون پر یہ خدمت عاید کی گئی کہ ایک تنخواہ یاب فوجی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے بہم پہونچایا کرین ۔ فوج طلایہ ماموره سرحد کا ایک دستہ ابھی تک انہین مین سے بھرتی کیا جاتا ہے لیکن اگرچہ وہ ایرانی الاصل ہین اور زبان بھی ایرانی بولتے ہین پھر بھی اون کی اطاعت گزاری اور وفاپروری کی حالت نہایت ناقابل اعتبار ہے ۔ برخلاف اس کے ہزارائی ایرانی النسل نہین ہین ۔ اون کا تعلق تورانی قوم سے ہے جیسا کہ اون کے مغلی خال

۱ چہار ایماق جیسا کہ اون کے نام سے واضح ہوتا ہے ابتدا مین چار قومین تہین یعنی جمشیدی ۔ فیروزکوہی ۔ تیموری اور تیمونی ۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد دو اور قومین ہزارائی اور قپچاقی ان مین شامل ہوگئین ۔ فیروزکوہی ۔ تیمونی اور قپچاقی جن مین سے اول الذکر دو قومین ایرانی النسل کہلاتی ہین ایران مین نہین پائی جاتین ۔ البتہ باقی کی چار قومون کے لوگ ایران مین موجود ہین ۔ ڈاکٹر بیلیو نے جو تقسیم کی ہے وہ اس سے مختلف ہے ۔ اوس کے بیان کے مطابق اصلی چہار ایماق تیموری ۔ تیمونی ۔ داہی اور سوری ہین اور جمشیدی اور فیروزکوہی تیموری کی شاخین ہین اور ہزارائی اور داہی دراصل ایک ہین ۔

وخط۔ ترچھی آنکھون اور تقلیل ریش و بروت سے واضح ہوتا ہے۔ اون مین سے کچھہ لوگ مشہد
مین جا بسے لیکن زیادہ تر جنوب کی طرف بمقام محسن آباد ضلع باخرز مین پائے جاتے ہین
سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگرچہ اون کی رگون مین ایرانی خون نہین دوڑتا اور
مذہب یا تعلقات کے لحاظ سے بہی وہ ایرانی نہین ہین پہر بہی وہ فارسی بولتے ہین۔ مذہب اون
کا سنت و جماعت ہے اور گو وہ ساڑہے چارسو سوارون کی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے
بہم پہونچاتے ہین تاہم اون کی اطاعت کیشی راسخ قسم کی نہین ہے۔

اضلاع جام باخرز و خاف

مشہد کے بعد جنوب کی طرف یکے بعد دیگرے سرحدی اضلاع جام یا تربت شیخ جام
اور باخرز اور خاف آتے ہین۔ یہ تینون اضلاع ایک ولایت واحد پر مشتمل ہین جو ایک عربی الاصل
ایرانی حاکم کے ماتحت ہے جسے نصرۃ الملک کا خطاب حاصل ہے اور جو ان تینون ضلعون
سے ۱۰۲۵ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے۔ جو آبادی اوس کے زیر حکومت ہے اوس کا
اکثر حصہ اقوام چہار ایماق مین سے ایک سے تعلق رکھتا ہے لیکن جن قومون کا ذکر اوپر کیا جا چکا
ہے اون سے اس نام کی وجہ تسمیہ خود تیمور اعظم ہے جس نے اون کو اس جرم کی پاداش مین
کہ اونہون نے اوس کی مان کو جو حج کرنے گئی تہی لوٹ لیا تہا فرط غیظ و غضب سے جلاوطن
کر کے یہان لا کر بطور رعایا ایک سید کے حوالے کر دیا جسکے ساتہہ اوس نے اپنی بیٹی کا عقد بہی
کیا تہا۔ تیموریون کی بستیان خراسان کے دوسرے حصون علی الخصوص نواح نیشاپور اور
سبزوار مین بہی پائی جاتی ہین لیکن اون کا اکثر حصہ ان تین سرحدی اضلاع مین جن کا

ذکر کیا جا رہا ہے آباد ہین۔ دولت ایران نے اپنی کوتاہ اندیشی اور سختی و زیادتی کی وجہ سے دوسری خانہ بدوش قومون کی طرح اس قوم کو بھی اپنی طرف سے بددل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران کو اس نواح مین خود اپنے زرخرید سپاہیون کی طرف سے ویسا ہی کھٹکا لگا ہوا ہے جیسا کہ رومتہ الکبری کو اپنی گاتھ اور گال قوم کی فوجون کی طرف سے تہا۔ اس موقعہ پر یہ ابزلو کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ہزارائیون اور جمشیدیون کی طرح تیموری بھی سنی مسلمان ہین۔

قائن

آگے بڑھ کر جانب جنوب قائن کا وسیع اور ممتاز ضلع واقع ہے جس مین دس بلوق یعنی تعلقداریان ہون گی اور جو اوس صحرا تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے جو خراسان کو کرمان سے جدا کرتا ہے۔ قائن کا حاکم ایک عرب امیر ہے جس کے خاندان مین یہان کی حکومت متوارث چلی آئی ہے۔ جنوبی سرحد ایران پر جس قدر سردار ہین اون مین حاکم قائن کو وہی درجہ وامتیاز اور طاقت حاصل ہے جو شمال مین بجنورد اور کوچان کے ایلخانیون کو حاصل ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حاکم قائن کو ان دونون پر تفوق ہے۔ موجودہ حاکم میر عالم خان دولت ایران کے وابستگان مین غالباً سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اِس وقت اوس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگی۔ ارادہ کی تصمیم اور سخت گیر ہونے کے باعث اوس کی دہاک بندہ گئی ہے اور اوس نے اپنے علاقہ کے غارتگرون اور لٹیرون کے جتھون اور علی الخصوص افغانون اور بلوچیون کے گروہون کا جو بلاخوف وتعرض اِس نواح کو آکر برباد کر جایا کرتے تھے پوری طرح سے قلع و قمع کر دیا ہے

وہ اس درجہ طاقتور ہے کہ حکومت عالیہ بھی اوس کے معاملات مین نہایت احتیاط کے ساتھہ دست اندازی کرتی ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء مین جب مسئلہ سرحد سیستان کے تصفیہ کے لئیے کمیشن بیٹھا تو میر عالم خان ہی گورنر تھا اور سر ایف۔ گولڈ اسمڈ سے وہ کچھہ زیادہ اخلاق کے ساتھہ نہین پیش آیا۔ لیکن چونکہ خود اوس کے علاقہ کا رقبہ اوس وقت معرض خطر مین تھا کیونکہ سیستان اوس صوبہ کا ایک حصہ ہے اِس لئیے اوس کی کج رخی کو ایک حدتک حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اِس کے علاوہ اِس واقعہ کے بعد سے وہ اُن تمام انگریزون کے ساتھہ جو ادہر سے گزرے ہین ملاطفت اور مدارا سے پیش آتا رہا ہے۔ اوسی ایک پرشکوہ خطاب حاصل ہے جو شاہ نے اوسے عطا کیا ہے اور سپاہ ایران مین اوسے امیر تومان یعنی میجر جنرل کا درجہ حاصل ہے۔ دولت عالیہ کے ترفع اور تفوق کی علامت ایرانی توپخانہ کا ایک حصہ ہے جو بیرجند کے قلعہ مین مامور ہے (سنہ ۱۸۹۱ء مین میر عالم خان کا انتقال ہوگیا)۔

آبادی اور دارالحکومت

اِس علاقہ کے باشندون کی تعداد جو ایرانی اور عربی الاصل ہین آتی ہزار سے کم نہ ہوگی سابق مین دارالحکومت قائن تھا مگر اب بیرجند مین منتقل کردیا گیا ہے۔ بیرجند کا شہر قائن سے بڑا ہے۔ اس کے گرد شہر پناہ نہین۔ آبادی چودہ ہزار ہے۔ کرنیل استوارٹ کا بیان ہے کہ افیون یہان بافراط پیدا ہوتی ہے اور خرچ مین بھی کثرت ہی کے ساتھہ لائی جاتی ہے چنانچہ صدہا لوگ یہان ہر سال

بکثرت استعمال سے مرا کرتے ہین[1]۔ قاین اور سیستان سے ملاکر امیر سات سو سوار اور دو پیدلون کی پلٹنین دولت عالیہ کے لئے بہم پہونچاتا ہے۔ یہ دونون پلٹنین یکے بعد دیگرے بھرتی کیجاتی ہین۔ جب ایک سیستان مین خدمت پر مامور کی جاتی ہے تو دوسری برجند مین رخصت کر دیجاتی ہے۔

سیستان

کہین اوپر بیان کر چکا ہون سیستان صوبہ قائن کا ایک بلوق یعنی ضلع یا تعلقہ ہے۔ یہان کا حاکم امیر قائن کا ایک نائب ہے جس کا مستقر نصرت آباد ہے۔ ۱۸۸۹ء مین

---

[1] دیکھو ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون جو کرنیل سی۔ ای۔ اسٹوارٹ نے ”دی ہرات ویلی اینڈ دی پرشین بارڈر فرام دی ہری روڈ ٹو سیستان“ (وادی ہرات سرحد ایران از ہری رود تا بہ سیستان) کے عنوان سے لکھا ہے اور جو ”پروسیڈنگس آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی“ (سلسلہ جدیدہ) بابت ۱۸۸۶ء کی جلد ہشتم مین صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۶ مین مندرج ہے + قاین کا حال کمیشن ماموره تصفیہ سرحد سیستان (۱۸۷۲ء) نے لکھا ہے۔ (اکرنیل ایون اسمتھ ”ایسٹرن پرشیا“ (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۳۶ الی ۳۴۴ + ۲۔ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو۔ ”فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس“ (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۳۲۰ الی ۳۲۲ +) سر سی۔ میگگریگر نے بھی اپنی کتاب ”جرنی تھرو خراسان“ (سفر خراسان) مین صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ پر قائن کا حال لکھا ہے۔ برجند کے حالات کے لئے انہین مصنفین کی کتابون کے صفحات ملحقہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

خراسان کی کل مالگزاری مین سیستان نے بہ قدر [illegible] لکھ تومان (۱۲۰،۰۰۰ پاؤنڈ) نقد اور ۲۴۰۰۰ (۶۹۵۷ ٹن) غلہ کے حصہ لیا۔ لیکن سیستان کی بحث مین بجاے خود جداگانہ طور پر اسقدر سیاسی تجارتی۔ اور حربی مسائل شامل ہین کہ مین اون کے لئے ایک علیحدہ باب وقف کرون گا جس مین اس کی گزشتہ تاریخ اور آیندہ حالت سے بحث کی جاے گی۔ سیستان کے جنوبی و شرقی گوشہ پر پہونچ کر خراسان کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ یہان سے وحشت زاد دشت لوط شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد ہم صوبہ ایرانی بلوچستان مین پہونچتے ہین۔ اس صوبہ کے حالات اس کتاب کی تیسری جلد مین بیان کئے جاوینگے۔

روس کے سیاسی دائرۂ اثر کی توسیع

جس سرحدی علاقہ کے حالات مین درۂ ذوالفقار سے سیستان تک بیان کرتا ہوا چلا آرہا ہون (جیسا کہ مین ظاہر کر چکا ہون یہ وہ سرزمین ہے جس مین ایسی قومین آباد ہین جن کی نہ اصل ایرانی ہے نہ زبان ایرانی اور جنہین ایران کے ساتھہ کوئی ہمدردی نہین) اوس مین روس نے اپنے سیاسی رسوخ کی توسیع کا ارادہ مصمم کر لیا ہے۔ چونکہ وہ ایرانیون کے شیعی عقائد کے خلاف سنی مسلمانون کی حمایت کا دم بھرتا ہے اس لئے وہ گویا اون کے متعصبانہ جذبات کا ہمداستان بن کر اون کو اپنے ساتھہ مانوس

کرتا ہے[۵۱] اون کی بے قاعدہ فوجی جمعیت سے اوسے کسی زمانہ مین چل کر بیش قیمت کمک پہونچنے کی توقع ہے - چونکہ اون کی آبادی کا موقعہ ایسا ہے کہ ہرات کا ایک پہلو اور دریائے ہلمند تک کا علاقہ اوس کی زد مین ہے اِس لیئے روس اون کی تسخیر قلوب کو اِس بات کا ذریعہ سمجھتا ہے کہ وہ افغانستان کو گزند پہونچانے کی دہمکی دے سکے اور ہندوستان و بلوچستان کی سرحد کے زیادہ قریب پہونچ جائے - سیستان کو جو مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے روس زیادہ تر رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ اوسے یہ معلوم ہے کہ اس علاقہ کا کسی رقیب طاقت کے قبضہ مین آجانا خراسان مین اُس کے کامل تفوق کے امتناع کا آغاز ہوگا - روسی دیسی اقوام کے پرچہ نویس تربت شیخ جام - خاف اور قائن مین متعین ہین - روسی کارپردازون کی نسبت اس علاقہ مین اپنے طور پر مصروف تحقیقات ہونا سننے مین آیا ہے اور یہ ایک کہلی ہوئی بات ہے کہ انگریزی سرحد کی سمت مین جو غیر معروف اضلاع واقع ہین اُن کے متعلق ذرا ذراسی خبرون کے بارے مین بہی روسی حکام اضطراب آمیز دلچسپی ظاہر کرتے ہین -

[۵۱] ۱۸۹۲ء مین ماوراء النہر کے نو ترکیب دادہ صوبہ کے گورنر نے عاشق آباد مین اس مضمون کا اعلان تک جاری کردیا کہ اٹک کے علاقہ مین سنی مسلمانون کے دیہات کا تعلق روس سے ہے اور وہ آئندہ ایران کو کسی قسم کا خراج ادا نہ کرین - چونکہ اس سے ان دیہات کے باشندون کا بار محصول بہت کچہ ہلکا ہونا متصور تہا اسلیئے بہت سے گاؤن ایسے تہے جنہون نے اشتیاق کے ساتہہ اِس موقعہ سے فائدہ اوٹہایا - اب جنوب کی طرف بہی روس عارضی طور پر اِسی حکمت عملی سے کام رہا ہے -

دوسرے الفاظ مین گویا خراسان کے پورے دور پر شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین سلسل طور پر ایسے مقامات واقع ہین جہان روسی دست اندازی - اثر یا سازش مستعدی کے ساتھہ اپنا کام کر رہی ہے - غرضکہ جو جال روسیون نے اِس نواح مین پھیلایا ہے اوسمین اون کے شکار کا پھنسنا یقینی ہے - استرآباد - کوچان - قلات - سرخس - خاف اور سیستان وہ متعدد مقامات ہین جہان روس اپنی پیشقدمی کے پیش خیمے قایم کر رہا ہے اور بعید از قیاس نہین کہ انجام کار یہی مقامات اوس کے لئے داخل ہونے کے دروازے بن جائین - نقشہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اور روس کے ماوراءالنہر کے موقعہ کو مدنظر رکھنے سے جو مین سو میل تک خراسان - کی شمالی سرحد کے ساتھہ ساتھہ ملا ہوا چلا گیا ہے واضح ہوگا کہ جو موقعہ ایک زبردست طاقت کے قریب ہونے کے باعث جس کے قبضہ مین پہاڑ ہوتے بہت ہی نازک ہوجاتا اوسے ایران جیسے کمزور اور دب جانے والے ہمسایہ کی نزدیکی کی وجہ سے اوس نے اپنے لئے بیحد مفید مطلب بنالیا ہے -

ماوراءالنہری ریلوے کا اثر

روس کی فتح ماوراءالنہر اور اوسکے بعد اوس کا سرحد ایران کے بیرونی حصے کے ساتھہ ساتھہ صحرا مین ریلوے کا قایم کرنا ایسے واقعات ہین جنہون نے مسائل تدبیر ملکی پر قوی اثر ڈالا ہے اور جو آگے چلکر اوسکے ہمسایون کی سیاسی قسمت کے فیصلہ مین بہت بڑا حصہ لینگے - لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو وسعت کے اعتبار سے ایک

ایسے باب کے موضوع سے چندان تعلق نہین جیسے ممالک ایران کے نقطہ ایک ہی صوبہ سے بحث ہے۔ اور اسی لیئے مین اس بحث کو ایک آئندہ باب پر ملتوی کرتا ہون جسمین ایران کے متعلق روس کے طرز عمل اور روز افزون اثر کے مسئلہ سے جسکا جنریل انینکاف کی ریلوے ہمیشہ ایک مہتم بالشان جزو قرار دی جاسکتی ہے کامل طور سے بحث کی جائے گی۔[1]

اندرونی اضلاع

قبل از انکہ مین خراسان کے سیاسی مباحث سے قطع نظر کرون مین ایک دفعہ اور اوس کی انتظامی تقسیم ناظرین کے سامنے پیش کرون جو اطلاع مین سرحدی صوبہ جات کے متعلق درج کرچکا ہون اوسمین خراسان کے اندرونی اضلاع کی مختصر کیفیت ایزاد کرنا چاہتا ہون۔ یہ اضلاع دو قسمون مین منقسم ہو سکتے ہین۔ ایک تو سرحدی اضلاع کی اندرونی قطار اور ایک وہ اضلاع جنہین سرحد سے کوئی تعلق نہین ہے۔

طبس

جنوب سے شروع ہوکر جہان ہم نے سیستان کا ذکر چھوڑا تھا اور قائن کے خط متوازی کے قریب سے اندرونی سمت مین روانہ ہوکر ہم صوبہ طبس مین پہونچتے ہین۔ اس کی سرحد جانب جنوب صوبہ یزد سے ملتی ہے جہانسے یہ دو سو میل کے فاصلے پر واقع ہے طبس کے باشندے کچھہ تو عرب ہین اور کچھہ ایرانی ہین اور اون پر ایک سردار حکومت کرتا ہے جسکے خاندان مین یہان کی سرداری موروثی چلی آئی ہے۔ اوسے بھی

[1] دیکھو اس کتاب کی جلد چہارم باب سی ام۔

وہی اقتدارات حاصل ہین (گو وہ ایسا طاقتور نہین) جو کہ اون خانون۔ ایل خانیون اور امیرون کو حاصل ہین جنکا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ خان طبس کا نام مرزا محمد باقر خان ہے اور اوسے عماد الملک کا خطاب حاصل ہے۔ اگرچہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ فوجی کمک بہم پہونچانے یا ذاتی طور پر وقیع اور ممتاز ہونے کے اعتبار سے اوسپر عماد الملک کا لقب موزون طور سے صادق آتا ہے۔ یہ علاقہ وسیع مگر افلاس زدہ ہے اور باشندے بے شر اور صلح پسند ہین اور اب یہان اوس صورت حالات کا کوئی سراغ نہین ملتا جسے ملکم نے اٹھارہوین صدی کے اختتام پر یہ کہکر بیان کیا تہا کہ یہان کے سردار عملی لحاظ سے خود مختارانہ طور پر حکومت کرتے ہین اور اون کی رعایا بہادری اور جرات کے لئے مشہور ہے[51]۔

ترشیز[52]

طبس کے شمال مین ترشیز کا قلیل الرقبہ علاقہ واقع ہے۔ یہان بہی زیادہ تر عرب لوگ آباد ہین۔ اور یہ ایک حاکم کے ماتحت ہے جو گورنر جنرل مشہد کے تابع ہے۔ ترشیز [illegible] کے لئے مشہور ہے جو بے نظیر ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ ریشم یہان بہت اچھا ہوتا ہے

---

[51] دیکھو تاریخ ایران مصنفہ ملکم جلد ثانی صفحات ۱۲۳ و ۱۲۴۔ اوس وقت میر حسین خان جو ان کے زبردست حکمران عرب خاندان کا سردار تہا۔ اور اگرچہ آبادی اس علاقہ کی صرف تیس ہزار تہی تاہم دو ہزار سوار اور چہہ ہزار پیدل کی فوج اوسکے پاس تہی۔

[52] ملا نورالدین ظہوری جو بیجاپور کے سلطان عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعرا تہا اور جسکی سہ نثر فارسی کتب درسیہ کے منتہیات مین شامل ہے ترشیز ہی کا رہنے والا تہا۔ مترجم

جب گیلان مین ریشم کے کیڑون مین بیماری پھیلنے کی وجہ سے وہان کے ریشم کا بیوپار برباد ہوگیا تھا تو ایک [illegible] بیماری پھیلنے نہین پائی تھی۔ یہان فیروزے کی کانین بھی ہین اگرچہ فیروزہ [illegible] کے فیروزے جیسا خوش رنگ و خوش آب نہین ہوتا۔

تربت حیدری

شہر حقیقت مین اضلاع اندرونی کی تیسری صف مین واقع ہے نہ کہ دوسری مین۔ کیونکہ اسکے اور تربت شیخ جام کے درمیان ضلع تربت حیدری واقع ہے جو اصول فن حرب کے رو سے باین اعتبار اہم و ممتاز ہے کہ یہ پیشقدمی کے اوس خط پر واقع ہے جو ایک حملہ آور فوج ہرات سے براہ خاف مشہد کی طرف سیستان اور دارالحکومت کے باہمی سلسلہ تعلقات کے منقطع کرنے کی غرض سے اختیار کرے۔ اسمین زیادہ تر قرائی قبیلہ کے ترک آباد ہین اور کسیقدر بلوچی بھی ہین۔ سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ یہ صوبہ ایک حیرت انگیز حکمران اسحٰق خان نامی کی مساعدت سے دولت و طاقت کی معراج پر پہونچ گیا تھا۔ اسحٰق خان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ فن تجارت مین بھی اوسے ایسی ہی دستگاہ حاصل تھی جیسی کہ فن سپہگری مین اور علم و فن مین بھی وہ ایسا ہی باکمال تھا جیسا نظم گستری مین۔ وہ اپنے نیم خود مختار صوبہ سے ایک لاکھ پاونڈ کی مالگزاری تحصیل کرتا تھا[1]

[1] ملکم اپنے تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۴۸ مین لکھتا ہے کہ تربت حیدری کی آمدنی اس زمانہ مین ایک لاکھ تومان تھی جسکے دو لاکھ پاونڈ ہوتے ہین۔ مگر چونکہ اوسنے بسا اوقات دوسرے مقامات پر تومان کو ایک پاونڈ کے مساوی قرار دیا ہے۔ اِس لئے میرا خیال ہے کہ میزان ثانی الذکر کی تنصیف کردینی چاہئے۔ لیکن غالبًا یہ اندازہ بھی مبالغہ آمیز ہے

اپنے اکثر ہمسایون کی طرح تربت حیدری کے باشندے بھی اپنی جنگجوئی اور آزادی کے زمانے کو خیرباد کہہ چکے ہین اور اب اونکو ایرانیون نے پوری طرح سے مطیع و منقاد بنالیا ہے - ترشیز کی طرح اس علاقہ مین بھی شہتوتون اور دوسرے میوہ دار درختون کے جھرمٹون کی افراط ہے لیکن ترکمانون کی غارت گری اور اوس بڑے قحط نے جو ایران کی تاریخ مین مشہور ہے اسے برباد کر ڈالا - ترشیز اور تربت حیدری دونون ملکر دو پلٹنین خراسان کی فوجی طاقت مین اضافہ کرتی ہین - اس کا عنقریب ذکر کیا جائیگا -

نیشاپور اور سبزوار

ایران کے دو اندرونی بلوق (اضلاع) جنہین دوسرے درجے مین بھی سرحدی مسائل سے کوئی تعلق نہین نیشاپور اور سبزوار ہین - ان دونون اضلاع کی گورنری کی خدمت بڑے آرام کی ہے اور علی العموم شاہی خاندان کے کسی رکن کو عطا کی جاتی ہے نیشاپور کا گورنر اسوقت رکن الدولہ کا چچازاد بھائی ہے اور سبزوار اوس کے سب سے بڑے بیٹے کے زیر حکومت ہے مین جب مشہد سے سفر کرتا ہوا طہران کو جاؤنگا تو اونکے دارالحکومتون مین داخل ہوتے وقت اونکے ذاتی حالات بھی کسیقدر بیان کرونگا - ان دونون اضلاع مین سے ایک بھی ایرانی فوج کے لئے کمک کے طور پر کوئی جمعیت بہم نہین پہونچاتا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۶۰ع سے شاہ کجکلاہ کے یہان آنیکے بعد سے ان دونون مقامات کو خاص طور سے مستثنےٰ کر دیا گیا ہے

شاہرود و بسطام

بالآخر ہم شاہرود و بسطام کے وسیع اور متمول ضلع مین واپس آتے ہین جن کا ذکر اسقدر آیا ہے

کے حالات بیان کرتے وقت مین ایک حاشیہ مین بہ تفصیل درج کرچکا ہون - یہان کا حاکم فتح علیشاہ کا بیٹا ہے جو اپنے بھائیون مین ایک ہی باقی رہ گیا ہے - شاہ رود و بسطام کو استرآباد سے صرف البرز جدا کرتا ہے - اب میرا کام ختم ہوگیا ہے کیونکہ مین خراسان کا دورہ تمام کرچکا ہون اور اس نہائت ہی اہم صوبے کی انتظامی شاخون مین سے ہر ایک کا حال بیان کرچکا ہون -

خراسان کی کل فوجی طاقت

قبل اسکے کہ مین اپنی بحث کی اس شاخ کو ترک کرون مین خراسان کی مجموعی فوجی طاقت کی میزان درج ذیل کرنا چاہتا ہون - گو کہ ضمنی طور پر جا بجا مین نے اسکی اکثر مدات کا بہ تفصیل حوالہ دیا ہے - اس اندازہ مین مقامی جمعیتین یعنی تمام قبائلیون (گھوڑے دار بندوقون والے سپاہی وغیرہ) کی تعداد شامل نہین جو بوقت جنگ ضرورت کے پورا کرنیکے لئے بھرتی کی جاسکتی ہین بلکہ مستقل فوج شامل ہے جو چند روز کے عرصے مین بہم پہونچا کر میدان جنگ مین بھیجی جاسکتی ہے -

پیدل فوج (سرباز یعنی فوج باقاعدہ)

۱ - معمولی شاہی رجمنٹین

دو رجمنٹین قرائی ترکون کی جو ترشیز اور تربت حیدری مین بھرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھ آٹھ سو جوان ہین - - - - - - - 1600

دو رجمنٹین جو بجنورد مین بھرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھ آٹھ سو جوان ہین 1600

(ان چارون رجمنٹون مین سے صرف دو کو وقت واحد مین کام مین لایا جاتا ہے - باقی کی دو رخصت کردی جاتی ہین)

[illegible]

چہار [illegible] سے تعین

[illegible] ۳۲۰۰

میزان ۶۴۰۰

(۴) [illegible] سوار و پیادہ [illegible]

بیقاعدہ (یعنی جو قابل خدمت ہیں مگر معرض نقل و حرکت میں نہیں لائے گئے)

تیموری اور تربت شیخ جام	۱۰۲۵
جمشیدی	۳۰۰
ہزاری	۴۵۰
زعفران لو کرد (ماتحت ایلخانی کوچان)	۶۰۰
شاہ دلو کرد } ماتحت ایلخانی بجنورد	۵۰۰
گوکلان ترکمان } ماتحت ایلخانی بجنورد	۳۰۰
درگز (ترک)	۱۰۰
قلات نادری	۱۵۰
قاین اور سیستان	۴۰۰
طبس	۱۵۰
مختلف شہر و دیار (سبزوار وغیرہ)	۴۰۰
میزان	۴۶۷۵

توپ خانہ	۲۰۰

رہیں آسانی سے حرکت مین لائی جا سکتی ہین اونکی تعداد ذیل مین درج ہے کہ جو رہتی ہین

دو فلات مین اور جو توپین ہین سرحد کے قریب ہین انکی تعداد ذیل مین درج ہے

پیدل	۹۴۰۰
سوار	۴۶۷۵
توپ خانہ	۴۰۰
میزان کل	۱۱۲۰۵

الغرض یہ ہے خراسان کی موجودہ فوجی طاقت جو میری تحقیق مین آئی - اگر ٹھیک طرح سے اسے قواعد سکھائی جاوے اور اسکے افسر معقول ہون تو یہ ایک عمدہ فوج ہو سکتی ہے لیکن اسکی موجودہ حالت ایسی ہے کہ ممکن نہین کہ اس کا ذکر کیا جاوے اور جب تک جسم نہ آنے پاوے

خراسان کی تجارت

مین نے اوس طرز عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو برطانیہ کلان اور روس نے تاجرانہ حیثیت سے خراسان مین اختیار کیا ہے گذشتہ کئی سال سے روس نے باوجودیکہ تجارتی شوق اوس کی قومی خصوصیات کا جزو نہین ہے وسط ایشیا کی منڈیون کو اپنے حیطہ تصرف مین لانے کی آرزو کو دل مین جگہ دی ہے - یہ شوق جس کا ابتدائی محرک پیٹر اعظم تھا روسیون کو اوس شہنشاہ سے ترکہ مین ملا ہے اور اب جس تندہی سے اس خیال کی تکمیل عملی صورت مین اس خطہ مین کی جا رہی ہے اوسے اوس کاہلی اور سہل انگاری سے نمایان تضاد ہے جو روسی دوسرے

مقامات مین ظاہر کر رہے ہین۔ مشرق مین روس کے فن تدبیر مملکت کے اصول موضوعہ کا یہ ایک جزو اعظم ہے کہ تجارتی قبضہ مقدم ہونا چاہیے اور سیاسی قبضہ موخر۔ اور تجارتی گماشتون اور نامہ نگارون کا تقرر۔ وسائل آمد و رفت و رسل و رسائل کا افتتاح اور مشرقی منڈیون مین آنے یا وہان سے باہر جانے والے مال کی نسبت محصول کے خاص خاص استثنائون کا اجرا۔ اوس کے ایشیائی طرز عمل کی مستقل صورتین ہین۔ چونکہ خراسان بحیرہ اخضر سے اس قدر قریب واقع ہے جس کی جہازرانی بلا مشارکت احدے روسیون کے ید قدرت مین ہے اور اسکے علاوہ ماوراء النہر سے بھی ملا ہوا ہے جسے اونہون نے ۱۸۸۱ء مین فتح کیا لہذا تجارتی اغراض کی تکمیل کے لئے یہ ایک نہایت ہی موزون میدان ہے اور اسکی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ گویا روسیون کی تجارت کا میابی کا منتہا ہے۔

انگریزون کی سابق تجارت مشہد کے ساتھ

لیکن قبل ازان کہ مین موجودہ صورت حالات پر امعان کے ساتھ نظر ڈالون مین اس واقعہ کی طرف جو اس ضمن مین کسی کتاب مین مندرج نہین پایا ناظرین کو متوجہ کیا چاہتا ہون کہ یورپ اور خراسان کے درمیان جس قوم نے سلسلہ تجارت قایم کیا وہ انگریز تھے نہ کہ روسی۔ ڈیڑہ سو سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اول اول انگریزی تاجرون نے بحیرہ اخضر سے مشہد تک کی اوس شاہراہ کے افتتاح کی کوشش کی جس سے ہمارے رقیب اب اس قدر فایدہ اوٹھا رہے ہین۔ ایران کے ساتھ برطانیہ کے تجارتی تعلقات کی داستان پر جو اس سرزمین کی غیر معروف یا فراموش شدہ تاریخ کے ابواب مین سے ایک نہایت ہی حیرت انگیز باب کی حیثیت سے

تنزل ڈالتا ہوا۔ اور آگے چلکر مین اوس شجاعت او استقلال کا بھی کچھ ذکر کرون گا جس سے کام لیکر اوس زمانہ مین جبکہ سوداگرون کو صاحب سیف بھی اوسیطرح ہونا پڑتا تھا جیسے کہ صاحب قلم انگریزی تجارتی کمپنیون کے کارپردازون نے تجارت کے ساتھہ ساتھہ برطانیہ کلان کا علم اور اوس کا پرشکوہ نام اُن سرزمینون مین لیجاکر قایم کیا جہان سب کو اپنی جانین معرض خطر مین ڈالنی پڑتی تھین اور اکثر لوگون کی زندگیان جوکھون مین تلف ہوتی تہین۔ اور جہان سے صحیح وسلامت پلٹ کر آنے والون کے لئے نہ تو ابناے ملک کی طرف سے نعرہ ہاے تحسین بلند ہوتے تہے اور نہ شاہی انجمنون کی طرف سے تمغے ملتے تہے۔ منجملہ اون خیالات کے جو جان ایلٹن (یہ وہ طباع مگر متلون مزاج انگریز ہے جس نے اٹھارہوین صدی کے وسط مین بحیرہ اخضر کی انگریزی تجارت کی اوس تجدید مین جان ڈالکر خود ہی اوسے ضائع کردیا جس کی تاریخ جوناس ہینوے نے جو خود اِس کارنامہ مین امتیاز کے ساتہہ شریک تہا نہایت شرح وبسط سے قلمبند کی ہے) کے تصور نے پیدا کئے ایک یہ تہا کہ مشہد مین ایک انگریزی کارخانہ قایم کیا جاوے اور استرآباد کی راہ سے لندن کا ادنی کپڑا منگاکر خراسان کے دارالخلافہ مین مشرق کی لاتعداد دولت کے معاوضہ مین فروخت کیا جائے۔ جن امید بہرے لفظون مین اوس نے یہ تجویز برطانوی سفیر متعینہ سینٹ پٹرس برگ کے سامنے پیش کی تہی اونہین اب ہم کیا ہی بوالعجبی سے پڑہتے ہین۔

مشہد سے بخارا تک کی تجارت مین انگریزی تاجرون کو کسی زبردست حریف کی رقابت کا خوف نہین ہوسکتا۔ جب تک کہ اون کو سلطنت روس مین سے اپنے مال کے لے جانے اور بحیرہ

اخضر مین جہاز چلانے کی اجازت رہے گی اور یہ دونون باتین ایسی ہین کہ شہنشاہ روس اپنے فائدے کے خیال سے رعایاے برطانیہ کلان کے حق مین تسلیم کرے گا اوسوقت تک اس تجارت مین اونکے سامنے کسی اور کی پیش نہ جاسکے گی"[۵۱]

جو واقعات کہ فیاض اور بھوسے بھالے روس اور روپیہ پیدا کرنے والے انگلستان کی اس خیالی تصویر کے قالب مین جان پڑنے کو مانع آئے اون کا ذکر مین آگے چلکر کرونگا۔ یہان مین صرف مختصر سی تاریخ اس واقعہ کی بیان کرتا ہون کہ مشہد پر اس کا اطلاق کس صورت سے ہوتا ہے۔ ماہ دسمبر ۱۷۴۳ع مین ہنوے خود کچھہ تجارت کا مال لیکر استرآباد تک آیا اور اوس کا قصد تہا کہ اپنے مال کو بذریعہ کاروان مشہد لیجاے لیکن وہ آگے نہ جاسکا کیونکہ اوس کے زمانہ قیام استرآباد مین نادرشاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کیا گیا اور اوس کا مال لوٹ لیا گیا اور قریب تہا کہ وہ خود بہی غلام بناکر ترکمانون کے ہاتھہ بیچ ڈالا جاے۔ لیکن روسی کمپنی کے (جو لندن سے تجارت کرتی تہی) دو کارپرداز مشہد پہنچنے مین کامیاب ہوے۔ ان مین سے ایک جسکا نام منگو گریھم یا گریم تہا واپس آتے وقت ۱۷۴۳ع مین بمقام سمنان مارا گیا۔[۵۲] دوسرا اون میں ایلٹن نامی دو سال ۲ مہینے تک یعنے ۱۷۴۳ع سے ۱۷۴۵ع تک مشہد مین مقیم رہا مگر اوسے کچھہ زیادہ کامیابی نہین ہوئی کیونکہ اوسنے صرف ۵۰۰ پاونڈ کی مالیت کا مال بیچا۔ وہ سلامتی کے ساتھ

[۵۱] دیکھو ہسٹاریکل اکاونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کیسپین (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے۔ جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹۔

[۵۲] دیکھو (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹

اپنے ملک مین واپس پہنچا لیکن اسکے بعد کسی کو ایسے خطرناک تجربہ کے دہرانے کی ہمت نہ پڑی - اور تین سال کے عرصہ کے اندر اندر ہر ایک انگریزی سوداگر نے اس خیال سے اس سرزمین کو خیرباد کہی کہ جان بچی لاکھون پائے -

حالات مابعد

مین انگریزی تجارت کے قیام کے متعلق جو پہلی کوشش کی گئی اوسکی تاریخ یہ ہے جو بیان ہوئی - موجودہ صدی (اونیسوین صدی) مین دارالخلافہ کے طہران مین منتقل ہوجانے - وسائل آمدورفت اور رسل و رسائل کے متعلق زیادہ طمانیت اور سمت جنوب مین خلیج فارس سے بندر عباس کی راہ کے افتتاح مکرر کی وجہ سے مشہد ایک دفعہ پھر برطانوی یا انگریزی و ہندی تجارت کے دائرۂ اثر مین آگیا ہے - حالانکہ روس کو بھی شمال کی طرف متواتر دست اندازیون کی وجہ سے اس نواح مین کچھہ کم فائدہ نہین پہونچا قدیم سیاحون نے وقتاً فوقتاً روسی تجارت کا اس علاقہ مین[له] روز افزون ترقی کرنا بیان کیا ہے

له اس کا مقابلہ کرنیل ویلنٹائن بیکر کی کتاب "کلاوڈس اِن دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۳۰۵ سے کرو جسمین وہ کہتا ہے کہ "وسط ایشیا کی کل تجارت بتدریج روس کے ہاتھون مین چلی جارہی ہے" ای - اوڈونون کی کتاب "دی مرو اویسس" (گلشن مرو) بھی اس بارہ مین دیکھنی چاہیے - اس کتاب کی جلد اول مین صفحہ ۳۸۰ پر وہ کہتا ہے - "روس کامل طور سے یورپ کے مال مین مشہد کی تجارت کا مالک ہے - البتہ کسی قدر شکر مارسیلس سے آتی ہے - اونی اور سوتی کپڑے - چینی کے ظروف - کانچ کی کشتیان - لیمپ اور دوسری یورپ کی بنی ہوئی چیزین سب روسی ساخت کی ہین"

اور یہ خیال بادی النظر مین حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سوداگرون کے ہاتھہ سے خراسان کی تجارت چند سال سے ایسی نکل گئی ہے کہ اوس کا پھر حاصل ہونا محال ہے۔

بادی النظر مین روس کا تفوق

بادی النظر مین یہ پتہ دینے والی خبر صحیح معلوم ہوگی۔ استرآباد سے مشہد تک خراسان مین جتنے ذی اعتبار شہر واقع ہین (مثلاً شاہ رود۔ سبزوار۔ نیشاپور۔ بجنورد۔ شیروان اور کوچان) اونمین سے کسی ایک کے بازارون مین اگر کوئی شخص جاکر دیکھے تو اوسے روسی اثر کی علامات بدیہی نظر آئین گی۔ دوکانین روسی ساخت کی انواع واقسام کے سوتی کپڑون مثلاً لٹھے۔ خاصے اور چھینٹ وغیرہ۔ روسی ساخت کی شکر۔ روسی چینی کانچ اور دہات کے برتنون اور مہذب اور متمدن زندگی کی جملہ ارزان ضروریات سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ خراسان مین یا تو براہ بندر گز واسترآباد وشاہ رود اور یا براہ عاشق آباد وکوچان داخل ہوکر ان اشیاء کی ایک موج ذخار صوبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہتی ہوئی جاتی ہے اور دیسی بازارون مین کسی غیر ملک کی ساخت کی اگر کوئی چیز مقابلہ کے لئے سر اوٹھاتی ہے تو اوسکو ہر قاب کردیتی ہے۔ فرانسیسی شکر بارہا ہی براہ بمبئی منگوائی جایا کرتی تہی۔ اب یہ تجارت بھی مسدود ہوگئی اور قند یا بورے کی قسم سے کوئی شکر سوائے روسی شکر کے یہان دیکھنے مین نہین آتی۔ روسی مٹی کا تیل جو باکو سے آتا ہے تمام بازارون مین بکتا ہے ۹-۱۸۸۸ء مین ۳۶۰۰۰ پاوڈ کی مشہد مین درآمد ہوئی۔ لیمپ۔ جھاڑ۔ ہانڈیان۔ بلورین آویزون کے شمعدان۔ کشتیان۔ شیشے کے آبخورے۔ گلاس۔ سماوار۔ چاہ دانیان۔ طشتریان

تابے - ارزان قسم کی چھریان - کانٹے اور چاقو سب روسی ساخت کے ہین اور سرسری نگاہ سے دیکھنے والے کو ناظرین دیکھکر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کل ضروریات زندگی کے بہم پہونچانے کا ٹھیکہ روس ہی نے لیا ہے۔

ایرانی شمار اعدادی

مین مشہد مین تھا تو مین نے روسی و انگریزی و ہندی تجارت کی سید احد امقدار قیمت کی حتی الامکان صحیح کیفیت سے دریافت کرنے کی خاص طور پر کوشش کی۔ اور جن لوگون کو ان معاملات مین راے زنی کا بہترین استحقاق تھا اور جن مین زیگلر و کمپنی (یہ ایک ہی یوروپین تجارتی کوٹھی ہے جو یہان قائم ہے) کا ایجنٹ بھی شریک تھا اون سے اس بارہ مین استفسار کیا۔ یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایران مین حصول شمار اعدادی قریب ناممکن ہے اور جو اعداد کہ بعد از وقت بسیار ملتے بھی ہین وہ بسا اوقات ناقص یا غلط ہوتے ہین۔ تجارت کی مجموعی مقدار کے متعلق جو اندازہ ایران مین کیا جاتا ہے وہ اکثر صورتون مین چنگی خانہ کے نقشہ جات پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ استقرار کی یہ بنا لازمی طور پر قابل اعتبار نہین ہوتی۔ یوروپین سوداگرون یا اونکے گماشتون سے اگر اعداد کے متعلق کوئی استفسار کیا جاے تو وہ اطلاع مطلوبہ کے بہم پہونچانے مین دریغ نہین کرتے لیکن دیسی سوداگر یا تو اپنا حساب بتانا چاہتے ہی نہین اور یا حساب سرے سے رکھتے ہی نہین۔ اس لئے جو اعداد کہ اب مین درج کیا چاہتا ہون نہ تو وہ اور ایسے حسابات جیسے سرکار انگریزی کے عہدہ دارون نے شائع کیا ہے خراسان کے متعلق ایران کے دوسرے حصون کی طرح صحیح متصور ہو سکتے ہین۔ البتہ

اِن اعداد کو تخمیناً صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

جو کیفیت مجھے مشہد مین معلوم ہوئی

مین جن لوگون کی زبانی مجھے وہان کے حالات معلوم ہوئے اونہون نے مجھے یقین دلایا کہ اگرچہ خراسان مین باعتبار کمیت روسی مال تجارت بڑہا ہوا ہے لیکن کیفیت وقیمت کے لحاظ سے ابھی تک انگریزی مال کو اوسپر تفوق حاصل ہے۔ سستا مال جو ہرجگہ نظر آتا ہے اور تمام خوردہ فروش سوداگرون کی دوکانون مین بہرا پڑا ہے سب کا سب روس سے آتا ہے اور اوس کے ساتہہ مقابلہ نہین ہو سکتا۔ لیکن زیادہ قیمتی مال درآمد جو خراسان مین کچہہ تو مغرب کی طرف سے براہ تبریز وطہران وشاہ رود۔ مگر زیادہ مقدار مین جنوب کی طرف سے براہ بندر عباس وکرمان آتا ہے وہ برطانوی یا انگریزی وہندی الاصل ہوتا ہے اور پاؤنڈون مین حساب لگانے سے یہ بات ثابت کی جا سکتی ہے کہ اوس وقت مشہد کی تجارت جس قدر کہ بمبئی کے ساتہہ تہی اوسکی مالیت تمام روس کی تجارت سے زیادہ تہی۔ مثلاً مشہد کا محصول چنگی ۱۸۸۸ع مین (یعنے وہ محصول جو مال تجارت درآمدشدہ پر لیا گیا) گورنمنٹ سے پچاس ہزار تومان (۳½ تومان = ۱ پاؤنڈ)[۱] کے معاوضہ مین خرید لیا گیا تہا اور یہ اندازہ لگایا گیا تہا کہ اس مین سے تیس ہزار تومان اوس مال پر لگایا جائے گا جو بندر عباس سے آتا ہے اور بیس ہزار تومان باقی کے تمام مال

---

[۱] کونولی بیان کرتا ہے کہ ۱۸۳۰ع مین مشہد کے محصول چنگی کا ٹہیکہ پندرہ ہزار تومان مین دیا گیا۔ "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان تک کا سفر) جلد اول صفحہ ۲۹۱۔

پر جو ایران اور روس سے آتا ہے حالانکہ روس کے مال پر جو محصول لگایا گیا اوسکی مقدار دس ہزار تومان بھی نہ تھی۔

انگریزی قونسل کی رپورٹ

اوس وقت یہ وثوق آمیز دعوے مجھے محتاج توضیح معلوم ہوا لیکن جو تفصیلی کیفیت مجھے قونسل جنرل سیکلین کی قابل تحسین تجارتی رپورٹ بابت سنہ ۱۸۹۰ء کے ذریعہ سے معلوم ہوئی اوس سے مین دعواے مسطور کی تشریح اور کہی ایک اعتبار سے اوسکی تصحیح کرسکا ہون۔ یہ پہلی رپورٹ ہے جو مشہد یا خراسان کے متعلق مرتب کی گئی ہے اور مشہد جیسے اہم تجارتی مرکز مین ایک انگریزی قونسل کے موجود ہونے کو بجاے خود حق بجانب ثابت کرتی ہے۔ یہ رپورٹ اُن سفارتی اور تجارتی مالی رپورٹون کے ایک سلسلہ مین درج ہے جو انگریزی فارن آفس نے جاری کیا ہے۔ اور بلاشبہہ یہ ایک سالانہ سلسلہ کا پہلا نمبر ہوگا۔[ل۵]

انگریزی اور روسی مال درآمد کی قیمت

اِس رپورٹ سے مجھے معلوم ہوا کہ کل قیمت اوس انگریزی و ہندوستانی مال کی جو سنہ ۹۰-۱۸۸۹ء (ایرانی سال کا شمار اوس زمانہ سے ہوتا ہے جب کہ آفتاب نقطہ اعتدال ربیعی پر پہونچتا ہے۔ یعنی ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۸۹ء سے ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۹۰ء تک) مین خراسان مین لایا گیا ۸۴۳۰۰ پاونڈ اور روسی مال کی مجموعی مالیت ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ تھی۔ لیکن اعداد اول الذکر

ل۵ دیکھو "اینوئل سیریز" (سلسلہ سالانہ) بابت سنہ ۱۸۹۰ء نمبر ۷۵۳۔

مین یقینی طور پر اوس کالی اور سبز چینی چار کی قیمت کا ایک بڑا حصہ شریک کرنا چاہیے جو بمبئی سے جہاز پر بار ہو کر آئی اور جسے بلا شبہہ انگریزی تاجرون نے چین سے منگوایا۔ اِس چینی چار کی مجموعی قیمت ۳۴۳۰۰۰ تومان یا ۱۲۳۷۱۴ پاؤنڈ تھی۔ لیکن یہ تقریباً کل کی کل بخارا اور خیوا وغیرہ کو جاتے وقت مشہد مین سے ہو کر گذرتی ہے۔ خراسانی مذاق ہندوستان کی کالی چار کو زیادہ پسند کرتا ہے جسکی درآمد مالیتی ۱۲۰۰۰ پاؤنڈ اوس انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی مجموعی مقدار مین بیشتر شامل کی جا چکی ہے۔ چینی چار کی قیمت کے ایک بڑے حصہ کے اِس مین شریک کر دینے سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے جو بصورت دیگر میرے اطلاع دینے والون کے بیانات مین پایا جاتا ہے۔

انگریزی و ہندوستانی تجارت کے راستے

یہان مین کچھہ دیر ٹھہر کر اون آسانیون پر غور کرونگا جو یورپ کی رقیب طاقتون کو ایک دوسری کے مقابلہ مین خراسان مین حاصل ہین۔ برطانوی یا انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی راہین نام کو تو تین ہین لیکن عملی لحاظ سے صرف دو ہین۔ پہلی راہ وہ دور و دراز خشکی کی راہ ہے جو ترکی بندرگاہ ترِبزان سے جو بحیرہ اسود کے ایک گوشہ مین واقع ہے شروع ہو کر طہران اور تبریز کو طے کرتی ہوئی آتی ہے۔ اِس کی مسافت پندرہ سو میل ہے اور سفر کاروان اونٹ پر چار مہینے مین طے ہوتا ہے[له]۔ دوسرا راستہ بندر عباس واقع ساحل خلیج فارس سے مشہد کو آتا

[له] ترِبزان سے مشہد تک ہر لدے ہوے اونٹ کا کرایہ ۲۷½ تومان یعنی ۷ پاؤنڈ ۱۰ شلنگ اور بندر عباس سے (براہ کرمان) مشہد تک ۹ تومان یعنی ۲ پاؤنڈ ۱۱ شلنگ ۶ پنس ہوتا ہے۔

ہے ۔اس کی دو شاخین ہین ۔نزدیک کی راہ کرمان ۔راہوار نہبند اور تون سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے اور ۴۹۰ میل لمبی ہے اور خچر پر ۴۰ اور اونٹ پر ۷۵ دن مین طے کی جا سکتی ہے ۔ دور کی راہ یزد مین سے گزرتی ہے کبھی کبھی سوداگر اسے اختیار کرتے ہین اور وہ زیادہ تر اس وجہ سے کہ باربرداری کے حاصل کرنے مین ادہر آسانی ہے اور یزد کے پر رونق بازار مین اونہین مال بیچنے کا موقعہ مل جاتا ہے تیسرا راستہ جو ہندوستانی تجارت کے لئے قریب ترین اور راست ترین ہے ریل کے ذریعہ سے براہ درہ بولان انگریزی سرحد چمن واقع بلوچستان مین اور وہان سے براہ قندہار و ہرات مشہد کو آتا ہے ۔ ہندوستانی سرحد سے یہ راستہ صرف تیس منزل یا ۷۰۰ میل ہے ۔کسی زمانہ مین یہ راستہ تجارت کی جان ہوتا تہا لیکن امیر افغانستان[۱۵] کے تقید اور سختی کی وجہ سے جس نے اپنے ذرایع آمدنی کی توسیع کو حق راہ روی کے بیش قرار اور گرانبار محصول کے مطالبہ پر مبنی قرار دیا ہے اور جو اپنے ہمسایون کی آسانی اور تجارتی ترقی کی طرف سے بالکل بے پروا ہے یہ راستہ عملی طور سے بالکل مسدود ہو گیا ہے ۔ اول الذکر دو ممکن الاختیار راستون مین سے تبریز ان کی طرف کے راستہ سے ۱۸۸۹ء مین ۲۲۴۰۰ پاونڈ کی مالیت کا برطانوی مال تجارت اور بندر عباس کی راہ سے انگریزی و ہندوستانی مال (بہ استثناے چار چین) ۶۰۸۷۰ پاونڈ کی مالیت کا آیا۔

۱۵ امیر ہر ہنڈرڈ ویٹ (ایک من سولہ سیر) پر ۲ پاونڈ ۲ شلنگ اور مزید بران ہرات سے ہوتے اونٹ پر ۲ پاونڈ ۷ شلنگ کا محصول لیتا ہے ۔ یہ بہی بیان کیا گیا ہے کہ کابل کی سڑک پر امیر ہندوستانی مال کے ہر اونٹ کے بوجہ پر جو بخارا کو جاتا ہو ۸۰ روپیہ محصول لیتا ہے ۔ یہ حفاظت نہین بلکہ امتناع ہے ۔

محصول مال درآمد



برطانیہ کلان اور ایران کے مابین جو عہدنامہ ہے اوس کی روسے داخل ہونے کی بندرگاہ یا شہر مین برطانوی مال تجارت پر اصل قیمت کے لحاظ سے صرف پانچ فیصدی محصول لیا جاتا ہے۔اس اعتبار سے برطانوی مال پر تبرزان سے بلا محصول گذر کر تبریز مین اور انگریزی و ہندوستانی مال پر بندرعباس مین یہ محصول لیا جاے گا۔ لیکن چونکہ خراسان مین منزل مقصود یا رستے کے بڑے بڑے شہرون مین انگریزی تاجر نہین ہین اسلئے ایرانی عمال چنگی مقدار واجب الوصول سے کسی قدر زیادہ حاصل کر لیتے ہین اور غیر علاقہ کے مال تجارت کو بھی اوسی طریقہ کے ذیل مین لاتے ہین جو دیسی مال کے متعلق زیر رواج ہے اور جسکی روسے ہر بڑے شہر مین چیزون پر محصول چنگی لیا جاتا ہے اسی طرح سے برطانوی مال آمدہ تبرزان پر تبریز مین ۵ فیصدی کا محصول ادا کرنے کے بعد اوس کو ایرانی تاجرون کے حوالہ کر دینا پڑے گا جو ڈھائی فیصدی کا مزید محصول اس پر خراسان مین داخل ہوتے وقت ادا کرینگے۔گویا کہ محصول کی مجموعی مقدار ساڑھے سات فیصدی ہوئی۔اسی طرح سے مجموعی مقدار اوس محصول کی جو بندرعباس سے براہ کرمان آنے والے مال پر لگایا جاے گا تقریباً ساڑھے سات فیصدی اور یزد کے زیادہ پھیر کے راستے سے نو فیصدی ہوگی۔اگر منزل مقصود پر پابندگان مال انگریز ہون تو پانچ فیصدی کی شرح مقررہ سے جس قدر زیادہ محصول ہوگا وہ نہ لیا جاے گا۔ایرانی عمال چنگی متعینہ بنادر کی ایک اور تجویز یہ ہے کہ پانچ فیصدی کی مقررہ شرح سے بندر پر

کم محصول لین لیکن رقم وصول نمودہ کی رسید نہ دین تاکہ وہ دوسرے شہرون مین اپنے ہم شغل بہائیون کو نہ صرف اوس کمی کے پورا کرنے کا موقع دین جو پورا محصول نہ لینے کی وجہ سے واقع ہوئی ہو بلکہ بعض دفعہ دوگنا وصول کرادین -

روسی تجارت کی راہین

یہ ہین وہ مشکلات جو برطانوی یا انگریزی وہندوستانی تجارت کو اِس سرزمین مین پیش آتی ہین - روس کے لئے چار تجارتی راستے کہلے پڑے ہین - (۱) وہ راستہ جو طفلس سے شروع ہوکر تبریز ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے - (۲) راہ رشت وطہران - (۳) ازگز تا بہ شاہ رود براہ استرآباد - اور (۴) عاشق آباد سے لیکر کوچان تک کی سڑک جو ماورار النہری ریلوے سے متعلق ہے - اول الذکر تین راستون کو آخری راستے نے عملی طور سے مسدود کردیا ہے جو طول مین صرف ڈیڑہ سو میل ہے - اِس راستہ کو شروع سے لیکر آخر تک ایک ایسی سڑک کی شکل مین منتقل کیا جارہا ہے جس پر گاڑی چل سکتی ہے اور مین اپنے سفر کے حالات بیان کرتے وقت پیشتر اِس کا ذکر بہی کرچکا ہون[1] - جو عظیم الشان فواید روس کو حاصل ہین اون کی توضیح کی اِس مقام پر حاجت نہین - ہم اگر ان فواید کا مقابلہ کر رہے ہین تو اوسکی وجہ محض یہ ہے کہ بعض بڑی بڑی اشیاء درآمد مثلاً چاء اور نیل روس بہم نہین پہونچاسکتا - اِس حالت پر انگریزی قونسل نے راے زنی کرتے وقت حسب ذیل

[1] ماہ مئی ۱۸۹۱ء مین مجہے معلوم ہوا کہ اس سڑک کے اوس حصہ پر جو کوچان اور مشہد کے درمیان واقع ہے اوسپر خچرون اور گہوڑون کے بجاے اب بہاری بے کمانی کی گاڑیان جن مین دو تین بلکہ چار گہوڑے جتے ہوتے ہین آنے جانے لگ گئی ہین -

تحریر قلمبند کی ہے جسے پڑہکر ہمین ذرا بھی تعجب نہین ہوتا۔

یہ ظاہر ہے کہ ماورار النہری ریلوے کا عاشق آباد مین مشہد سے صرف ڈیڑہ سو میل کے فاصلہ پر موجود ہونا اور ان شہرون کا عنقریب ایک نہایت عمدہ مکادمی[1] انگنکر کی کٹی ہوئی سڑک سے ملا دیا جانا ایسے واقعات ہین کہ انگریزی مال تجارت جسے سمندرون کو عبور کرنا اور دور دراز خشکی کے ناہموار راستے طے کرنا پڑتے ہین روسی مال کے ساتھ ایران کے ان علاقون مین بہی مقابلہ کا دعوے اوس وقت تک نہین کر سکتا جب تک کہ ہماری اپنی ریلوے کی اس علاقہ مین توسیع نہ ہو جاے۔

محصول جنگی

روس کو اپنی فوقیت کا حال اچہی طرح سے معلوم ہے اور وہ مالی ساز و باز سے اس تفوق کو اور زیادہ رفیع کرنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ ایسی چالون کو وہ حضرات جنہین انگلستان مین فن سیاست مدن کے ماہر ہونے کا دعوے ہے جایز نہین رکہتے۔ برخلاف اس کے اس قسم کی منصوبہ بازی ممالک غیر اور بالخصوص دولت روسیہ

---

[1] میرے خیال مین اس لفظ کا استعمال یہان غیر موزون ہے کیونکہ مجھے یقین واثق ہے کہ بیچارے مکادم کو اگر قبر مین سے اوٹہاکر عاشق آباد و مشہد کی سڑک پر ڈال دیا جاے تو وہ اپنے ذی وقعت نام کے اس برے طور پر تشہیر کیے جانے کے مشاہدہ سے بیہوش رہجائے گا۔

+ جان لاوڈن مکادم نے جس کا سن ولادت ۱۷۵۶ء اور سن وفات ۱۸۳۶ء ہے اول اول انگلستان مین سنگریزون کی کٹی ہوئی سڑک کے تیار کرنے کے طریقہ کو رواج دیا۔ چنانچہ اس قسم کی پختہ سڑک کو اوسکے نام کے لحاظ سے "مکادمائزڈ" کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ مینے مکادمی کیا ہے۔ مترجم

کی تجارتی حکمت عملی کا نمایاں عنصر ہے۔ روسی مال پر سرحد ایران سے گذرتے وقت پانچ فیصدی کا محصول مقررہ دولت روس کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے لیکن ایرانی روئی کی برآمد کو ترقی دینے کے لئے اِس کے حق مین بمقابلہ اوس روئی کے جو بحیرہ بالٹک یا بحر اسود کی راہ سے لائی جاتی ہے روس دس فیصدی کی رعایت مرعی رکہتا ہے۔ چنگی کے متعلق ایک فرمان کی روسے جو ماہ فروری سنہ ۱۸۸۹ء مین شایع ہوا ایرانی مال تجارت پر جو ماوراء النہر جاتا ہے مالیت کے لحاظ سے ڈہائی فیصدی محصول لگایا جاتا ہے۔ لیکن بعد کے ایک فرمان مصدرہ فروری سنہ ۱۸۹۰ء کی روسے اگر اِس قسم کا مال یوروپ کو جانے کی غرض سے فقط ماوراءالنہر مین سے گذرے تو عاشق آباد یا ماوراءالنہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن سے روانہ کئے جانے کی حالت مین اوس پر کوئی محصول نہین لیا جاتا۔

مال درآمد کی کثیر ترین مقدار باعتبار نوعیت

(۱) انگریزی وہندوستانی مال

انگریزی وہندوستانی مال تجارت جو بندر عباس کی راہ سے لایا جاتا ہے اوس کا سب سے بڑا حصہ چین کی چار کو نکال کر اہی تک چاء ہے یعنی ہندوستان کی سبز چاء مالیتی ۱۴۰۱۷ پاؤنڈ (جو زیادہ تر بخارا کو جاتی ہے) اور ہندوستان کی کالی چاء جو خراسان مین پسند کی جاتی ہے۔ اِس کے بعد نیل کی باری آتی ہے جس کی مجموعی قیمت ۱۰۱۷۰ پاؤنڈ ہوتی ہے اور جس مین سے نصف سے زیادہ نیل روسی وسط ایشیا کو

جاتا ہے[۱]۔ اس نیل پر جو محصول درآمد لیا جاتا ہے اوس سے وصول محصول کے اوس اعتنائی طریقہ کی توضیح ہوتی ہے جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ تین فی صدی محصول بندر عباس مین لیا جاتا ہے۔ ایک فی صدی کرمان مین اور ۲ فی صدی مشہد مین پہونچنے پر۔ اگر اس کے ساتھ ڈہائی فیصدی کا وہ محصول جو روس اسپر ماورا رالنہر مین سے گذرتے وقت لگاتا ہے اور ڈہائی فیصدی کا مزید محصول جو خان بخارا اپنی سرحد پر وصول کرتا ہے ملا دیا جاے تو تاتاری دارالحکومت مین پہونچنے تک اسکی قیمت ایسی گرانبار ہو جاتی ہے کہ معمولی چیزون کا شمار بھی بیش بہا لوازم تنعم مین ہونے لگتا ہے۔ خاکی رنگ اور نیز سفید لٹھے۔ چادرین اور قمیصون کے کپڑے۔ روسی مال کے مقابلہ مین انگریزی ساخت کے زیادہ پسند کئے جاتے ہین اور یہ مال تقریباً بارہ ہزار پاونڈ کی مالیت کا براہ بندر عباس آتا ہے۔ کشمیری شالین تانبے کی چادرین۔ ٹین اور ادویات اور گرم مصالحہ وہ چیزین ہین جو اس تفصیل کے نمایان حصہ کو تکمیل کو پہونچاتی ہین۔

(۲) برطانوی مال

تبریز اور طہران کی راہ سے سوتی کپڑے اور چھینٹین جو اسی قسم کے روسی ساخت کے مال درآمد کے مقابلہ کی تاب لاسکتی ہین آتی ہین۔ انگریزی چاقو اور قینچیان اور چینی اور

[۱] وسط ایشیا مین نیل ہر جگہ ریشمی اور سوتی کپڑے رنگنے۔ شیشے پر رنگ چڑہانے اور اون لاجوردی اور سفید کاشی کے کام کی اینٹون پر میناکاری کرنے کے کام آتا ہے جو عمارات مذہبی اور اماکن متعلقہ اغراض دنیاوی کی تزئین کا نہایت نمایان جزو ہین۔

کانچ کے ظروف جو بازار دن مین بہت کم دکھائی دیتے تھے لیکن جو اِسی راستے سے آتے ہین فوراً ہی بک جاتے ہین باوجودیکہ اِسی قسم کی روسی ساخت کی چیزون کے مقابلہ مین اون کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے - اس کے ساتھ ہی مجھے معلوم ہوا کہ کثرت رائے اِس خیال کی موید ہے کہ جن سستے روسی ساخت کے سوتی کپڑون کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اون کی درآمد حد اعتدال سے متجاوز ہو گئی ہے اور اس مال سے دوکانین اس قدر بھری پڑی ہین کہ جو قیمت اِن چیزون کی دستیاب ہوتی ہے اوسکا نتیجہ سوائے مالکون کے نقصان کے اور کچھہ نہین ہو سکتا - روس اور انگلستان کی اشیاء تجارت کے باہمی مقابلہ کی خاص نوعیت بلاشبہہ یہ ہے کہ پایداری اور عمدگی کے لحاظ سے تمام انگریزی اشیاء روسی اشیاء سے بدرجہا بہتر ہین لیکن جو دور و دراز فاصلہ کہ اِن چیزون کو طے کرنا پڑتا ہے اور اِس لئے جو بیش قرار قیمت لازمی طور پر اون کی لگانی پڑتی ہے اوس کے لحاظ سے یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ وہ روسی چیزون سے مقابلہ کر سکین - جب ہم انگلستان و روس کی تجارتی حالتون کا مقابلہ کرتے ہین تو میرے خیال مین تو (قطع نظر اون اشیاء کے جن مین روس کو مقابلہ کا دعوے نہین ہو سکتا مثلاً نیل - معدنیات اور چاء) یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ باوجود اِن تمام مزاحمتون کے برطانیہ کلان کے ہاتھہ مین پھر بھی اِس قدر تجارت موجود ہے - یہ دوسرا سوال ہے کہ آیا یہ تجارت قایم رکھی جا سکتی ہے یا نہین - اور اِس سوال کے اثبات مین جواب دینے مین مجھے تامل ہے -

(۳۱) روسی مال



روسی مال کی کل مقدار قیمتی ۱۱۰۴۰۰ پاؤنڈ مین جو ماورا النہری ریلوے کے ذریعہ سے لائی جاتی ہے تیسرا حصہ سادہ اور رنگین سوتی کپڑون کا ہے۔ جس مال کی کھپت یہان بمقدار کثیر مین ہوتی ہے اوس مین دوسرا نمبر شکر کا ہے جس نے ہرایک دوسرے ملک کے یعنے فرانس یا ہندوستان کی شکر کی قدر بازار مین کم کر دی ہے۔ روسی شکر یہان ساڑھے چار پنس فی پاؤنڈ (یعنی ۹ ر فی سیر) کے حساب سے بکتی ہے اور اس کمی قیمت کی وجہ زیادہ تر وہ رعایت ہے جو دولت روس نے روسی شکر کے برآمد کرنیوالون کے لئے مرعی رکھی ہے[ل]۔ اور اس لحاظ سے یہ ممکن نہین کہ ہندوستانی شکر خواہ وہ گنے ہی کی بنی ہوئی کیون نہو اس کا مقابلہ کر سکے۔ روسی چینی اور کانچ کے ظروف کی مالیت جو تقریباً ہر جگہ پائے جاتے ہین ۱۱۵۰۰ پاؤنڈ ہے اور روسی دہات کے برتنون کی قیمت اس سے صرف بقدر ایک ہزار پاؤنڈ کے کم ہے۔

مال برآمد

(۱) جو روس کو جاتا ہے

اگر ہم خراسان کے مال برآمد کی طرف متوجہ ہون تو طبعی اعتبارات سے اس امر کی

[ل] ایک روبل (۲ شلنگ) فی پاؤنڈ (۸ ر سیر) کے حساب سے باہر بھیجے جانے والی روسی شکر کا محصول واپس دیدیا جاتا ہے۔ لیکن وسط ایشیا اور ایران مین چونکہ اس کٹوتی سے یہ فائدہ حاصل ہو چکا ہے کہ بازار تمام دوسرے مقابلہ کرنے والون سے خالی ہو گیا اسلئے ماہ مئی ۱۸۹۱ء سے موقوف کر دیگئی ہے۔

تصریح ہو گی کہ ہندوستان کے مقابلہ مین روس کے ساتھہ اوس کے تجارتی تعلقات بہت بڑہے ہوئے ہین۔ جو ہندوستانی مال خراسان مین سے گذرکر روسی علاقہ کو جاتا ہے اوس کو نکال کر اوس مال کی مجموعی قیمت جو روس مین جانے والا ہے لیکن جس مین سے کچہہ دوسرے یورپین ممالک کو بہی جاتا ہے ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ ہے۔ روئی کی مالیت اوس رعایت کی تائید سے جس کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے تقریبًا ۴۳۰۰۰ پاونڈ کی معتدبہ رقم تک پہونچی ہے۔ اون کی قیمت اس سے آدہی ہے۔ ترکمانی اور ایرانی قالین مالیتی ۵۷۰۰ پاونڈ یورپ کو بہیجے جاتے ہین لیکن سب کے سب روسی شہرون کو نہین جاتے سب مین آخر فیروزون کی مجموعی پیداوار جو نیشاپور کے نواح کی مشہور کانون سے نکلتے ہین اور جنکی سالانہ قیمت تقریبًا ۲۳۰۰۰ پاونڈ ہوتی ہے اون مین سے ۱۸۸۹ء مین ۱۷۰۰۰ پاونڈ کے فیروزے ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے یورپ کو بہیجے گئے۔

روس و ایران کی باہمی تجارت کا نشو و نما

روسی و ایرانی تجارت مین ماوراء النہری ریلوے کی عمدہ کارگذاری کی وجہ سے جو عظیم الشان اضافہ ہوا ہے اوس کا تصور ناظرین کے ذہن مین پیدا کرنے کے لئے مین اون اعداد کا جو مینے اوپر کے فقرہ مین درج کئے ہین ۱۸۸۶ء کے پہلے ۹ مہینون کے اعداد کے ساتھہ مقابلہ کرنا چاہتا ہون کیونکہ عاشق آباد مین ریل صرف ماہ دسمبر ۱۸۸۵ء مین پہونچی تہی۔ جنوری سے اکتوبر ۱۸۸۶ء تک اوس مال کی قیمت جو ایران سے عاشق آباد کو بہیجا گیا ۶۱۰۰۰ پاونڈ اور اوس مال کی قیمت جو عاشق آباد سے ایران مین لایا گیا ۳۷۰۰۰ پاونڈ تہی۔ ۱۸۸۹ء

کی مقدار جیسا کہ مین ظاہر کر چکا ہون علی الترتیب ۱۱۵۰۰ پاونڈ اور ۴۰۰ ۱۱۰ پاونڈ تھی -
بالفاظ دیگر مال برآمد کی مقدار ۳ سال کے عرصہ مین تقریباً دوگنی اور مال درآمد کی تگنی ہوگئی ہے

(۲) جو ہندوستان کو جاتا ہے


ان مہتم بالشان اعداد کے مقابلہ مین اوس مال برآمد کی قیمت جو انگریزی عملداری ہند مین بھیجا جاتا ہے صرف ۹۰۰۰ ۴ پاونڈ ہے جسمین سے قریباً کل کی کل افیون خراسان کی مالیت پر مشتمل ہوتی ہے جس کا زیادہ تر چینی بازارون مین بھیجنا مقصود ہوتا ہے - دس سال گذرتے ہین کہ خراسان کی مجموعی پیداوار افیون صرف ۱۶۰ ہنڈریڈ ویٹ (۲۲۴ من) ہوتی تھی - جو مال کہ خود اس صوبہ کے خرچ مین آنے کے بعد بچتا ہے اوسمین سے جس قدر مال ہندوستان کو جاتا ہے اوسکی قیمت ۲۷۱۰۰ پاونڈ اور جو قسطنطنیہ کو جاتا ہے اوس کی قیمت ۱۴۳۰۰ پاونڈ یا دونون ملاکر ۴۱۴۰۰ پاونڈ ہوتی ہے -

ایران و افغانستان کی باہمی تجارت

خراسان کی تجارت کے تفصیلی حالات کو مکمل کرنے کی غرض سے ایرانی و افغانستانی تجارت کے اعداد بھی اوسمین شریک کرتے چاہئین - مال درآمد و برآمد کی قیمت مین بہت کم فرق ہے کیونکہ یہ دونون ملک ایک دوسرے کی ضروریات کے مساوی طور پر کفیل ہوتے ہین - لیکن افغانستان تو زیادہ تر اپنے یہان سے پوستینین - اور پستہ وغیرہ جو وہان کی خاص پیداوار ہے بھیجتا ہے اور ایران سے جو چیزین افغانستان کو جاتی ہین وہ زیادہ تر شکر - مسی برتنون اور سوتی - اونی اور ریشمی پارچات پر مشتمل ہین - خراسان

سے جو مال تجارت افغانستان کو جاتا ہے اوسکی مالیت ۱۸۳۰۰ پاونڈ اور جو خراسان کو افغانستان سے آتا ہے اوسکی قیمت ۱۷۳۰۰ پاونڈ ہے۔

میزان کل

میزانون کو جمع کرنے کے بعد ہمین تجارت خراسان کا حسب ذیل مفروضہ اندازہ ہم پہونچتا ہے

درآمد از روس	۱۱۰۴۰۰ پاونڈ	برآمد بہ روس و یورپ	۱۱۱۴۰۰ پاونڈ
" از ہند	۶۰۸۰۰ "	" بہ ہند	۳۹۰۰۰ "
" از برطانیہ کلان	۲۳۴۰۰ "	" بہ افغانستان	۱۸۳۰۰ "
" از یورپ	۱۵۷۰۰ "		
" از افغانستان	۱۷۳۰۰ "		
میزان درآمد	۲۲۷۶۰۰ پاونڈ	میزان برآمد	۱۶۸۷۰۰ پاونڈ

میزان کل ۳۹۶۳۰۰ پاونڈ

اس میزان مین سے ہمین اون اشیا کی بابت جن کا اول توصوبہ مین داخل ہونے اور بعد ازان اوسکی حدود سے باہر جانے کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ اندراج عمل مین آتا ہے بہت کچھہ منہا کردینا چاہیے۔ بخلاف اسکے اعداد متعلقہ مال برآمد براہ طہران و تبریز وتربزان کا اندراج سرے سے عمل مین آتا ہی نہین۔ ایران و بخارا کی باہمی تجارت کے متعلق اعداد کا بالکل نہ پایا جانا جیسی کہ توقع کی جاسکتی تہی چندان فرق کا باعث نہین کیونکہ بخارا مین جو ایرانی مال جاتا ہے وہ تقریباً کل کا کل انگریزی اور ہندوستانی اشیاء۔ چاء۔ نیل۔ کپڑے

وغیرہ پر مشتمل ہے جس کا حساب پہلے ہی اوس مال کے ذیل مین لگایا جاچکا ہے جو بندر عباس سے آتا ہے۔

برطانیہ کلان کو کیا کارروائی کرنی چاہیئے

جو حالت پر نظر غایر ڈالنے اور خراسان کے ساتھہ دول خارجہ کی تجارت آیندہ کے متعلق کسی حد تک راے زنی کرنے کے بعد بیجا نہ ہوگا اگر اس مقام پر مین یہ بتاؤن کہ دولت برطانیہ کو اوس حصہ تجارت کے قایم رکہنے اور فروغ دینے مین جو قدرتی طور سے اوس کے ہاتہہ مین ہے اور باقی کے حصہ کو انجام کار اپنے ہاتھہ سے نکل جانے سے روکنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئین۔ پانچ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جانی ممکن ہین گو کہ اون مین سے ہر ایک بدرجہ مساوی قرین احتمال نہین کہی جاسکتی۔ اول تو جنوب کی طرف کے خاص تجارتی راستے کی حفاظت اور اہتمام کے لئے انگریزی قونسل مقرر ہونے چاہئین۔ جب مین بندر عباس مین تہا تو وہان ایک بہی یورپین موجود نہ تہا حالانکہ برطانوی اغراض تجارت کی حمایت کے لئے صرف ایک غیر سرکاری شخص تہا۔ کرمان مین ایک انگریزی نائب قونسل اور یزد مین بہی ایک قونسل کی طرح کا ایجنٹ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ ثانیاً جو سڑک کرمان سے شمال کی طرف براہ راہوار۔ ناحی بند اور تون جاتی ہے اور جو خلیج فارس سے مشہد تک کی سب سے بڑی کاروان کی راہ ہے وہ بآسانی تہوڑے سے خرچ مین اون کنوؤن اور نہرون کو جو کسی زمانہ مین اسے سیراب کرتی تہین لیکن جو اب اٹ گئی ہین صاف کرنے اور نئی زندگی بخشنے سے بہت اچہی حالت مین لائی جاسکتی ہے۔ ثالثاً میری راے مین کوئی وجہ نہین ہے کہ نہ صرف موجودہ راستہ کو

درست کیا جائے بلکہ ایک نیا راستہ انگریزی مقبوضات بلوچستان سے ایرانی سرحد تک کھولا جائے اور یہ راستہ افغانستان مین ہوکر نہ گزرے بلکہ کوئٹہ سے شروع ہوکر سیستان ہوتا ہوا برجند بنا پہونچے۔ ان تمام تدابیر کا اختیار کیا جانا ممکن ہے اور انگریزی و ہندوستانی دائرۂ اثر کو اس طرح سے توسیع دینے مین جس مین کسیطرح کی دستبرد مرکوز نہین کاہلی یا سہل انگاری سے کام لینا قابل معافی نہین متصور ہو سکتا۔ چوتھی تدبیر یہ ہے اور اس پر بلاشبہ گورنمنٹ ہند نے اپنی توجہ بھی مبذول کی ہے کہ امیر افغانستان کو اطلاع دیجائے (نہ سیاست مدن کے اصولون کی بنا پر جنہین میری دانست مین عبدالرحمن خان جایز حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا بلکہ دولت عالیہ محافظہ کی خواہش کی بنا پر) کہ مناسب ہوگا کہ امیر افغانستان اپنے مالی انتظام مین جو نہ صرف روس کی رعایا کے لئے مضر ہے بلکہ اوس طاقت کو جو اوس کی رفیق خاص ہے ناگوار گزر رہا ہے ترمیم کرے۔ پانچوین اور آخری تدبیر جس پر مین زیادہ شرح وبسط کے ساتھہ معاملات سیستان پر راے زنی کرتے وقت بحث کرون گا یہ ہے کہ جس طرح روس نے شمال کی طرف ماوراءالنہر مین ریلوے قایم کی ہے اسی طرح جنوب مین بھی انگریزی ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کیا جائے تاکہ ہم روس کے ساتھہ برابر کے موقعہ اور اوسی کے ہتھیارون کے ساتھہ نبرد آزما ہو سکین۔

روس کا خراسان پر حرص و آز کے دانت تیز کرنا

اب مین اون وجوہ کی تصریح کرتا ہون جنکے لحاظ سے قطع نظر کسی تجارتی نفع کے دونون دولتین یعنی روس و برطانیہ کلان خراسان کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور

ہین اور یہ بیان کرتا ہون کہ جو وسیع سیاسی نقشہ مین نے اِس باب کی تفصیل کی ضمن مین کھینچا ہے اوس مین روسی طرز عمل کے پیش نظر کون سا موقعہ ہے اور برطانیہ کلان کی اغراض متخالف اور ذمہ داریان اوس سے کہان اور کس حد تک متعلق ہین۔ تسخیر ممالک اور توسیع حدود سلطنت کی خواہش جس سے روسی مصنفین کو اس ادعا کے ساتھہ انکار ہے ایک ایسی خواہش ہے کہ جس شخص کی آنکھین کھلی ہون وہ اس بات پر یقین لائے بغیر نہین رہ سکتا کہ روسیون کے دل مین یہ خواہش سب سے زیادہ زبردست جذبہ ہے۔ ہر بڑی دولت کے اثنائے نشو ونما مین ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ جدید ممالک کا مسخر کرنا اوس کی آرزوٴن کا سب سے زیادہ زبردست جز ہوتا ہے۔ روس اس وقت نشو ونمائے سلطنت کے اسی استحصالی درجہ مین ہے۔ برطانیہ کلان اِس منزل کو طے کر چکا ہے اور اپنے زمانہ مین "مئے مردافگن" کشورکشائی کے نشہ مین چور رہ چکا ہے اور اب ایک ایسے متانت اور وقار کے درجہ پر پہونچا ہے جبکہ اوسے فتح وتسخیر کی چندان ہوس نہین رہی۔ بالفاظ دیگر خراسان کے ساتھہ روس کی جو اغراض وابستہ ہین اونھین اوس حرص وآز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو اوس شخص کے دل مین موجزن ہو جو قبضہ کر لینے پر تلا ہوا ہو۔ برخلاف اس کے انگلستان کی نہ تو یہ آرزو ہے کہ وہ خراسان کو اپنے مقبوضات کے ذیل مین لائے اور نہ اس ملک کی گز بھر زمین کو بھی وہ کبھی اپنے تصرف مین لائے گا۔

ماوراءالنہر اور خراسان کا مقابلہ

جو وجوہ کہ بظاہر روس کے خراسان پر قابض ہونے کی خواہش کی محرک ہین اون کے

ڈھونڈنے کے لئے دور نہین جانا پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ماورار النہر کی فتح سے روس کے قبضہ مین ایک ایسا علاقہ آگیا ہے جس کا زیادہ تر حصہ بنجر و ویرانے ہین۔ اور جس مین اگر کوئی زرخیز مقام ہے تو صرف وہ سیر حاصل قطعات زمین ہین جو کوہستان کے دامن مین واقع ہین۔ اس کوہستان کی دوسری طرف تین سو میل کے فاصلہ تک ایک ایسا علاقہ پہیلا ہوا چلا گیا ہے جس کے میدانون اور وادیون مین جو کثیر التعداد چٹانون اور پہاڑیون کے سلسلون کے مابین واقع ہین میوے۔ معدنیات۔ انواع و اقسام کی پیداوار علی الخصوص اناج کی شکل مین دولت فراوان چھپی ہوئی ہے۔ غرضکہ روس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو ایک ویران اور پتھریلے قطعہ زمین مین خیمہ زن ہو جسے صرف ایک گھنی باڑ نے ایک وسیع و دلکشا مرغزار سے جدا کر رکھا ہو جسمین اوسے اپنے لئے کہانا۔ اپنے جانورون کے چارہ اور دونون کے لئے آرام و آسایش کی صورت نظر آرہی ہو۔ بہلا ایسے شخص کا جی کیا نہ للچائیگا کہ اس باڑ مین سے گزر کر اس زرخیز و شاداب اور سہانے مرغزار کی گوناگون نعمتون پر دست درازی کرے۔ اسی قسم کے خیالات ہین جو روسیون کے دل مین خراسان کے متعلق جوش زن ہین۔ اون کی یہ عین آرزو ہے کہ اخال تقی سے کوچان مین اور عاشق آباد سے مشہد مین چلے آئین۔ یہان سامان رسد اونہین اس قدر ملے گا کہ عظیم الشان فوجون کے لئے کفایت کرے گا۔ کوہستانی قلعے یہان وہ ایسے ایسے پائینگے جنہین کوئی حملہ آور مسخر نہین کرسکتا۔ اسکے علاوہ اونہین ایک غریب و مطیع رعایا ملے گی۔ ایک ایسے میدان پر وہ خیمہ زن ہونگے جہان پیشقدمی کی نئی نئی تجاویز قائم کیجا سکتی ہین اور ایک ایسی جدید پروہ پہونچ

جائین گے جہان سے وہ آیندہ پیش قدمی کر سکتے ہین۔

ہندوستان پر حملہ آور ہونیکے لیے ایک عارضی مستقر

ہندہ کی سیاسی ضروریات و اتفاقات کے لحاظ سے خراسان کی قدر و قیمت روس کی نظرون مین اور بھی زیادہ بڑھجاتی ہے۔ اس وقت افغانستانی علاقہ واقع وسط ایشیا کو روسی علاقہ سے تے ویسٹ رخ سے کی سرحد یعنی وہ فرضی خط جدا کرتا ہے جو ۵۰۰ ۳ میل کے فاصلہ تک ہری رود سے جیحون تک پہنچا ہوا چلا گیا ہے۔ اس مین شک نہین کہ روسی جب چاہین اس خط کو عبور کر سکتے ہین مگر ایسا کرنے سے کوئی ایسا علاقہ تو اون کے ہاتھ مین آئے گا نہین جس سے اونہین کوئی فوری فائدہ حاصل ہو۔ البتہ یہ نتیجہ اسکا ہوسکتا ہے بلکہ ہونا یقینی ہے کہ برطانیہ کلان کے ساتھہ روس کی جنگ چھڑ جائے۔ اسمین زیادہ تر آسانی ہے کہ دبے پاؤن چکر کاٹ کر وہ غنیم پر ایک جانب سے بے خبر آپڑین۔ درہ ذوالفقار سے سیستان کی جنوبی سرحد افغانستان سے ملی ہوئی چلی گئی ہے۔ اور جب طاقت کا عمل اس سرحد کے ایرانی حصہ پر ہو اوس کی زد مین ہرات آجاتا ہے (مشہد سے ہرات تک گاڑی کی ۲۳۰ لمبی سڑک موجود ہے) اس کے علاوہ وہ سڑک بھی جو فرہ اور گرشک ہوتی ہوئی قندہار جاتی ہے اوس کے قابو مین آسکتی ہے اور رود ہلمند کے ساحل تک وہ بڑھ کر قبضہ کر سکتی ہے۔ روس کا عمل دخل اگر خراسان مین اور بالخصوص سرحدی علاقہ کے اوس گوشہ مین ہو جائے جس کو مین نے اس تفصیل سے بیان کیا ہے تو اوس کو انگریزی و افغانی سرحد کے متعلق عہد و پیمان کی کسی خلاف ورزی کی ضرورت ہی داعی نہ ہوگی۔ افغانستان

کی پوری مغربی سرحد اوس کے اثر یا حملہ آوری کی زد مین ہے۔ مزید بران سیستان مین اوسکا خط مماس بلوچستان کے ایک ایسے حصہ کے قریب سے ہوکر گزرتا ہے جسکی ملکیت متنازعہ فیہ اور قبضہ غیر مستقل و غیر آئینی ہے اور جسے انگریزی سرحد نشین سے صرف ایک قلیل فاصلہ جدا کرتا ہے۔ بالآخر یہان تک پہونچ کر روس سمندر کے قریب آ جاتا ہے اور جب ایک دفعہ اوس کی ریلون کے سلسلے نصرت آباد تک قایم ہوجائین گے تو بحر ہند کی کوئی بندرگاہ جنوبی سمندرون کی موج پیمائی کا وہ موقعہ دیکر جسکا روس ایک عرصہ دراز سے آرزومند ہے اوس کے اطمینان قلبی و مسرت دلی کا باعث ہوگی[۵۱]۔

برطانیہ کلان کی اغراض خراسان مین

جن طبعی حالات کی مین نے توضیح کی ہے۔ روس کے دل مین پیش قدمی کے جو ارادے جنکا ناممکن التردید ثبوت پیش کیا جاتا ہے جاگزین ہین۔ اور اون کارروائیون کی اہمیت جن سے افغانستان کی اغراض کو ایسا قریب کا تعلق ہے۔ یہ سب امور ایسے ہین کہ ان سے اوس دلچسپی کی پوری تصریح ہوتی ہے جو انگلستان کو شاہ کے ممالک محروسہ مین مجبوراً لینی پڑتی ہے۔ جو لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ چونکہ خراسان ہندوستان سے دور ہے اس لئے اوسے بلا غل و غش بحال خود چھوڑ دیا جاسکتا ہے وہ اوس مجنونانہ سفسطہ کا اعادہ کرتے ہین جس نے نہ صرف ایران بلکہ افغانستان

[۵۱] یہ منصوبے خیالی ڈھکوسلے ہی نہین ہین بلکہ روس حقیقت مین. ون کو عملی لباس پہنانے کی تمنا رکھتا ہے۔ اس کا ثبوت آگے چل کر ایک باب مین ہم پہونچے گا جس مین ایران مین روس کے طرز عمل سے بحیثیت مجموعی بحث کی گئی ہے۔

کے ساتھ ہمارے تعلقات کو اُس پیچیدگی اور اُلجھن مین ڈال دیا ہے جسے ہم کچھ عرصہ سے دیکھ رہے ہین۔ افغانستان کی نسبت بسا اوقات یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ہمارے ہندوستانی قلعہ کا شمالی و مغربی پُشتہ ہے۔ اور کسی دشمن کو اس پُشتہ کی اطراف پر بھی متصرف ہوجانے کا موقعہ دینا گویا فن حرب کے اصول کے اعتبار سے ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہوگا۔ خراسان مین برطانیہ کلان کے اغراض و مقاصد یہ ہین کہ اس نواح مین برطانوی یعنی افغانی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ سیاسی مساوات قوت یعنی مملکت ایران کی قوت کو برقرار رکھا جائے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ جنوب کی طرف کی اون راہون کی نگہبانی کی جائے جنکا کھلا ہونا انگریزی تجارت کے لوازم مین سے ہے اور جن پر بجائے ایک موافق طاقت کے ایک مخالف طاقت کا قبضہ ہوجانا ہندوستان کے خطرے کا باعث ہوگا۔ یہ امر تشفی و تسکین کا موجب ہے کہ جرنیل مکلین جو حال مین مشہد کے قونسل جنرل مقرر ہوئے ہین وہ سیستان کے بھی قونسل ہین۔ لیکن سیستان مین ایک خود مختار انگریزی افسر کا مقرر کیا جانا واجبات سے ہے کیونکہ انگریزی و بلوچی سرحد کے قریب ہونے کے باعث انگریزی اغراض و مقاصد کے اعتبار سے سیستان کا موقعہ نہایت اہم ہے۔ اور اگر ریلوے کے قیام اور علمی طریقہ سے آبپاشی کے انتظام سے یہان کی پیداوار کے ذرائع کو ترقی دی جائے تو یہ دائرہ تجارت کا ایک ایسا مرکز بن سکتا ہے جس کے اثر کے قطر وسطی و جنوبی ایران تک پہونچینگے اور جو شمالی خراسان مین روسی تفوق کا ردعمل بھی کرے گا۔

ایرانی اطاعت کیشی



میں اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میری دانست میں اہل خراسان روس اور برطانیہ کلان کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور ان دونوں طاقتوں میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی تجاویز کے معرض نفاذ میں لانے میں ان لوگوں سے کس امانت یا مخالفت کی توقع ہوسکتی ہے۔ ابتدائی سیاحوں مثلاً فریزر[1] اور میک گریگر[2] اور نیپیر کا بیان ہے کہ شمالی خراسان میں شاہان خاندان قاچار کو عام طور پر تنفر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور حکومت عالیہ طہران کی طرف سے لوگ سخت بددل ہو رہے تھے۔ لیکن زمانہ کے مرور اور موجودہ شاہ کے زبردست عہد حکومت نے اس تنفر کو زائل کر دیا ہے اور خراسان بھی سلبی طور سے

---

[1] "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب بست و دوم۔ "مشہد سے جب ہم نے سفر شروع کیا تو راستہ میں مجھے یہ دیکھکر نہایت تعجب ہوا کہ ایران کے موجودہ حکمران خاندان کو سب لوگ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اظہار تنفر کے بغیر خاندان قاچار کے بادشاہوں کا نام نہیں لیا جاتا اور ان کے نام کو بے رحمی۔ ظلم اور ناانصافی کا مرادف تصور کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۸۲۲ء کا ہے۔

[2] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول۔ صفحہ ۲۹۔ "خراسان میں ایک اور خیال پھیلا ہوا ہے اور عمومیت کے لحاظ سے ادنی پایہ کا ہے جس پایہ کا یہ خیال کہ روسی قوم بھی موجود ہے۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ خاندان قاچار کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ میں نے بکرات و مرات لوگوں کو یہ خیال ظاہر کرتے ہوئے سنا اور اس کے ساتھ جو الفاظ شاہان قاچار کی شان میں استعمال کئے جاتے تھے وہ مدحیہ نہ تھے بلکہ قدحیہ"۔ یہ واقعہ ۱۸۷۵ء کا ہے۔

ایسا ہی اطاعت گزار ہے جیسا کہ ایران کے دوسرے علاقے۔ سلبی اطاعت کیشی سے میری مراد یہ ہے کہ فرمانروائے اعلیٰ کی حکومت کو آبادی کا زیادہ حصہ جہولانہ طور پر تسلیم کرتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی مخالف کارروائی جس سے شاہی خاندان کی تبدیلی متصور ہو یہ لوگ نہ کرین گے لیکن یہ ہرگز نہین کہا جاسکتا کہ لوگون کے دلون مین سچا جوش وفاداری موجزن ہے یا قومی مودت واتفاق کی ایک چنگاری بھی وہان سلگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ پس اگرچہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ اہل خراسان شاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کرین گے لیکن ساتھہ ہی یہ امر قرین احتمال نہین کہ وہ لڑائی کے وقت شاہ کا ساتھہ دین گے اور اس لئے اون کی اطاعت کی کچھہ قدر و قیمت باقی نہین رہتی۔ افغانون کے برخلاف جو سنی ہین اور جن کے ساتھہ اون کی پشتینی عداوت چلی آتی ہے بلاشبہہ اتحاد قومی کا جذبہ خراسانیون مین پیدا ہوسکتا ہے لیکن مین ایک ایشیائی غنیم کے ساتھہ جنگ چھڑ جانے کے امکان پر اس وقت بحث نہین کر رہا ہون بلکہ روس کی منصوبہ بازی اور دست اندازی پر۔ پس اگر روس کل خراسان کی طرف بڑھے تو سوال یہ ہے کہ اس صوبہ کے باشندے ایسی حالت مین کیا کرین گے؟

روسیونکی وقعت

میرا جواب یہ ہے کہ اگر اس پیشقدمی کے ساتھہ خفیف سے خفیف فوجی طاقت کی بھی نمایش کی جائے گی تو اہل خراسان کچھہ بھی نہین کرین گے بلکہ خاموش بیٹھے ہوئے قسمت پر صابر و شاکر ہو کر آقاؤن کی تبدیلی پر راضی ہو جائین گے اور یہ خیال کرین گے کہ

اس تبدیلی سے اگر اون کی حالت بدستور قایم نرہی توکسی قدر بہتر تو ضرور ہوجاے گی اور بدتر تو کسی حالت مین ہو ہی نہین سکتی - حکومت ایران کی بوسیدگی اور بدنظمی نے ان غریب لوگون کو جو ایک عرصہ دراز سے اسکے مظالم سہتے آئے ہین ایسا بددل کررکہا ہے کہ وہ شوق کے ساتہہ محکومیت کے ہر دوسرے پہلو کے تسلیم کرنے پر رضامند ہین جس سے اگر اور کچہہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اون کی حالت مین تبدیلی پیدا ہونے کی صورت نکل آئے - مین یہ نہین کہہ سکتا کہ آیا روسی ایران مین ہردلعزیز ہین یا نہین کیونکہ مین وسیع معیار پر ذاتی طور سے اس مسئلہ کی تحقیق نہین کرسکا اور جو اطلاع کہ اس بارہ مین متعدد لوگون سے مجہے ملی وہ آپسمین نہایت درجہ متناقض تہی لیکن جو شہرت کہ روسیون نے بخارا اور خیوا مین غلامونکے آزاد کرنے سے جن مین سے اکثر صوبہ خراسان کے ایرانی تہے[1]

[1] مین نے اس واقعہ کی نسبت کسی کو شبہہ کرتے نہین پایا تہا لیکن اتفاق سے ایک روسی کتاب میری نظر سے گزری جو "اسکیچز آف پرشیا" (مرقع ایران) کے نام سے موسوم ہے اور سینٹ پیٹرسبرگ مین طبع ہوئی - اسکا مصنف پی - آگوراڈینکاف نامی ایک روسی ہے جس کو "امپیریل جاگریفیکل سوسائٹی" نے سنہ ۱۸۷۴ع مین تاجرون کے ایک کاروان کے ہمراہ جسکا قافلہ سالار جنرل گلوخافکی تہا اور جو مشہد کو جارہا تہا مامور کرکے بہیجا - آگوراڈینکاف کے اقوال کا اکثر حصہ ایک روسی سوداگر بامگارٹن نامی کی آرا کا گویا خلاصہ ہوتا تہا - یہ بامگارٹن کئی سال تک شاہرود مین سکونت پذیر رہا اور وہان بیکر نپیئر - میکگریگر اور دوسرے انگریزی سیاحون نے اوسے دیکہا - بامگارٹن نے جو غالباً ایک صائب الراے شخص تہا اور جسے مخالف روس ہرگز نہین تصور کیا جاسکتا اس امر سے انکار کیا کہ خیوا مین قیدیونکی رہائی سے روس نے ہردلعزیزی حاصل کی - اس کے ساتہہ ہی اوس نے یہ بہی بیان کیا کہ باوجودیکہ ایرانی روسیون کی خوشامد کرتے ہین پہر بہی وہ اونہین نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکہتے ہین اور اون کی دلجوئی اور خوشنودی بہی اس خیال سے حاصل کرنا چاہتے ہین کہ کہین ایسا نہو کہ وہ اونکی غلط کارروائیون اور تہمت انگیزیونکی اطلاع شاہ کو کردین

اور سرحدی علاقہ کو ترکمانون کی دستبرد اور تاخت و تاراج سے بچانے سے حاصل کی ہے اور اس کے علاوہ طاقت اور کثرت تعداد کی وجہ سے جو رعب روسیون کا قایم ہے اور نیز یہ خیال کہ وہ برابر آگے بڑہتے ہوئے چلے آرہے ہین - یہ سب کی سب باتین ایسی ہین کہ جو قوم تبدیلی طور پر پر بودی تہی وہ اس پیشقدمی کو تسلیم اور تعظیم کی نظر سے دیکہنے لگی - بعض اشخاص ایسے ملین گے جن کا یہ خیال ہوگا کہ تبدیلی سے یقیناً سفید نتایج مترتب ہون گے - جمہور کی راے یہ ہوگی کہ یہ تبدیلی اٹل ہے - غرضکہ چند لوگون کی ہمدردی اکثر کی بے توجہی کے ساتہہ مل کر مخالفت کا زور توڑ دے گی اور تسخیر کے لئے راستہ صاف کر دے گی - اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا مذہبی مخالفت کی آگ کو تو مشتعل نہین کیا جائے گا اور کافرون کے برخلاف جہاد کرنے کے لئے عوام کو برانگیختہ تو نہین کیا جائے گا تو اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ روس اوس وقت تک پیش قدمی کا عزم کرے گا جب تک کہ وہ اس امر کی طرف سے اطمینان نہ کرلے مشہد مین مذہبی عنصر زورون پر ہے اور بلاشبہہ لوگون کے جذبات و احساسات اُسکے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین - اگر لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہان کی زیارت گاہ کو یا اون اوقاف کو جو لوگون کی آمدنی کا ذریعہ ہین یا اُن حقوق اور رعایات کو جو اس سے وابستہ ہین کسی قسم کا صدمہ پہونچایا جانے والا ہے یا اون مین کسی قسم کی دست اندازی کی جانے والی ہے تو اسمین ذرا شک نہین کہ عداوت و مخالفت کی آگ اُن کے دلون مین بہڑک اوٹہے گی - لیکن روس نے اپنی مسلمان رعایا کے مذہبی خیالات اور اونکے اوہام کو ہمیشہ تعظیم و تحمل کی نظر سے دیکہا ہے - اسلئے ان شکوک و شبہات کا آسانی سے دفعیہ ہوسکتا ہے اور طرہ یہ ہے کہ مشہد کے ملاؤن اور

مجتہدون کو بھی اپنے اکثر دوسرے ہموطنون کی طرح رشوت لینے مین کسی طرح کا پس وپیش نہین - اس سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوچان کے سن رسیدہ خان نے جو مجھہ سے یہ بات کہی تہی کہ خراسان کے تمام لوگ جتھا باندہ کر مشہد کی خاطر لڑین گے تو اوس نے ایک بالکل لغو بات کہی تہی - میرا یہ گمان ہے کہ اگر مشہد کے حصہ مین مسخر ہونا لکھا ہے تو وہ بلا کسی قسم کی کشمکش کے مسخر ہو گا اور خراسان کی ملکیت کا انتقال خون کے ایک قطرہ کے ضائع ہوئے بغیر ہو سکتا ہے -

انگلستان کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے

جب مین ایسے حیرت انگیز اثر اور رسوخ کو روسیون سے منسوب کرتا ہون تو اوس سے میری ہرگز یہ مراد نہین کہ اس بارہ مین اونہون نے کوئی استثنا حاصل کر لیا ہے - اگر انگریز بھی ویسا ہی دباو ڈالی سکین یا انجام کار ویسی ہی تدابیر اختیار کر سکین تو مجھے یقین ہے کہ جس گرمجوشی کے ساتھہ اون کے مخالفین کو خیر مقدم کہا جاتا ہے اوس سے بدرجہا زیادہ گرمجوشی کے ساتھہ اون کا خیر مقدم کہا جائے گا - روسیون کا طرز عمل ایران مین زیادہ تر جابرانہ اور تحکمانہ ہے اور گو اس قسم کا طرز عمل باعث ترہیب بلکہ محرک تعظیم ہو لیکن اس سے فریق ثانی کو مانوس نہین کیا جا سکتا - برخلاف اس کے انگریزون کی راستبازی اور دیانت داری کی وجہ سے دولت انگلستان کا باوجود عدم نمائش طاقت یعنی کثرت افواج واتصال حدود ممالک کے اس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا نہایت ہی قابل تحسین ہے مشرقی سرحد خراسان کی تیموری اقوام جنکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون انگریزون کو نہایت

دوستانہ نظر سے دیکھتی ہین اور جون جون ہم بلوچستان و سرحد ہندوستان کے قریب پہونچتے جاتے ہین انگریزون کی بے تعصبانہ اور منصفانہ حکومت کی وجہ سے اون کا ہر دلعزیز ہونا زیادہ ثابت ہوتا جاتا ہے - ایرانی اب اس بات کا بخوبی اندازہ کرنے لگے ہین کہ انگریزون کی یہ خواہش نہین کہ اون کی مملکت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر بھی اپنا قبضہ کرین حالانکہ روسی تصرف غاصبانہ پر تلے ہوئے ہین - لیکن بات اصل مین یون ہے کہ روسی اون سے قریب تر ہین اور زبردست بھی ہین اور انگریز دور ہین اور اپنی طاقت کی مری نمائش نہین کرتے - پس اگرچہ انگریزی دائرہ اثر کی توسیع کو رضامندی کے پہلو سے دیکھا جاتا ہے اور توسیع کا موقع دینے سے پہلوتہی نہین کی جاتی لیکن لوگون کے دلون مین ایسا عزم نہین پایا جاتا اور نہ یہان کوئی ایسی جماعت ہی موجود ہے جو روسی منصوبہ بازی کی کامیابی کے ساتھہ مدافعت کرنے کا بیڑا اوٹھائے - خراسانی اپنے دوسرے ابنائے جنس کی طرح اس وجہ تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتے کہ جس کے پاس لاٹھی ہو بھینس اوسی کے حوالے کردین -

مشرقی خراسان مین دوسری راہین

(۱) مشہد سے تربت حیدری تک - دیکھو کتاب "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) مصنفہ ایچ - ڈبلیو - بیلیو (سنہ ۱۸۷۲ع) اور کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) مصنفہ کرنیل ایون اسمتھہ (سنہ ۱۸۷۲ع) صفحات ۳۵۳ الی ۳۵۶ -

(۲) تربت حیدری سے باجستان تک - دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۴۰ الی ۳۴۹

اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۴۹ الی ۳۵۳۔

(۳) باجستان سے قائن تک۔ دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۲۵ الی ۳۴۹ اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۴۳ الی ۳۴۹۔

(۴) قائن سے برجند تک۔ دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۰۹ الی ۳۲۵ اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۳۷ الی ۳۴۲۔

(۵) فرہ (افغانستان) سے نیشاپور تک (براہ برجند، تون و باجستان)۔ دیکھو کتاب "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) مصنفہ جے۔ پی۔ فیریر (۱۸۴۵ء) صفحات ۴۳۷ و ۴۳۸۔

(۶) فرہ (افغانستان) سے سمنان تک (براہ خور و طبس) دیکھو کتاب "سفر بذریعہ کاروان" صفحات ۴۳۹ و ۴۴۰۔

(۷) طبس سے برجند تک (براہ تون و قائن)۔ دیکھو کتاب "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول صفحات ۱۳۷ الی ۱۶۶۔ مصنفہ سرسی۔ میگگریگر۔ (۱۸۷۵ء)

(۸) برجند سے پاہری (ہرات) تک (براہ فارگ ویزدون)۔ دیکھو کتاب "سفر خراسان" متذکرہ فقرہ بالا۔ جلد اول۔ صفحات ۱۷۸ و ۲۰۲۔

(۹) شاہ رود سے ہرات تک (براہ ترشیز و خاف) دیکھو کتاب "جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ" (بنگال سے انگلستان تک کا سفر) جلد دوم صفحات ۲۲۱ الی ۲۲۳۔ مصنفہ جی۔ فارسٹر (۱۷۸۳ء) اور نیز دیکھو تحریرات کپتان کلاڈ کلارک (۱۸۵۷ء) مندرجہ جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی۔ جلد سی ویکم صفحات ۴۰ الی ۴۵۔ مطبوعہ ۱۸۶۱ء

نواں باب

معاملات سیستان

گئے ہیں اے رخش تو نے طے سیستان کے ہامون و دشت یکسر
پیا ہے تو نے زرہ کا پانی گیا ہے ہلمند پر تو اکثر

"سہراب و رستم" میتھیو آرنلڈ

ایران کی مشرقی سرحد

ذوالفقار واقع دریائے ہری رود سے جو جدید سرحد روس وافغانستان معینہ گذشتہ ۱۸۸۵ء کا نقطۂ آغاز اور اس لحاظ سے علاقہ ہائے روس وافغانستان وایران کی حدود کا مقام اتصال ہے سرحد ایران جو ٹھیک جنوب کی طرف قریباً ۶۱ درجہ خط متوازیہ طول بلد پر کئی سو میل تک چلی گئی ہے کہیں تو ناکافی طور پر معین کی گئی ہے اور کہیں مشتبہ طور پر۔ کہیں اوس پر بہت کم عملدرآمد کیا جاتا ہے اور کہیں مطلقاً اوس کی تعیین ہی نہیں کی گئی ہے۔ درۂ ذوالفقار سے گوئٹر واقع ساحل بحر ہند تک اس سرحد کا کل فاصلہ بہ خط راست سات سو میل ہے۔ یہ سرحد سلطنت

ایران کو مشرق کی طرف دو ہمسایون یعنی افغانستان اور بلوچستان سے ملاتی ہے جنہین سے کسی کے ساتھہ بہی اوسکے تعلقات اچھے نہین ہین - ایران مین اوران دونون حکومتون مین ہمیشہ سرحدی نزاعات برپا ہوتے رہتے ہین اور ایک دوسرے کے علاقہ پر یہ دولتین عارضی یا مستقل دست اندازی و تصرف کرتی رہتی ہین. تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تینون اقوام کے اِس قسم کے جھگڑون مین استحصالی اعتبار سے ایران سب سے زیادہ فایدہ مین رہتا ہے -شاید اوسکو خیال ہے کہ شمالی و مشرقی اور شمالی و مغربی حدود پر جو نقصان اوسکو روس کے فشار جابرانہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے اوس کی تلافی ان نواح مین کسی قدر توسیع غاصبانہ سے کر کے اپنے آنسو پوچھے -

(۱) ذوالفقار سے سیستان تک

یہ سرحد جسکا مین ذکر کر رہا ہون قدرتی طور پر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک کے مدارج ثبات اور سیاسی حالات مختلف ہین - ان مین سے پہلا حصہ ذوالفقار سے سیستان کی شمالی حد تک پہیلا ہوا ہے اور اس کا فاصلہ تخمیناً تین سو میل ہے - ہرات اور روس کے توابعات کے خراسان سے علیحدہ کیئے جانیکے بعد کے زمانہ سے دولت افغانستان و ایران کے درمیان اِس نواح مین کم و بیش ایک مسلمہ حد قایم رہی ہے لیکن اس حد کی تعیین کبہی نہین ہوئی اور یہی عدم تعیین اون نزاعات متوالیہ کا محرک ہے جو علی العموم آبپاشی کی اون نہرون کے قبضہ متنازعہ سے پیدا ہوتے ہین جنہین اِس سرزمین کی سب سے زیادہ قیمتی اور اکثر صورتون مین مبدا رفیاض کی عطا کی ہوئی نعمتون مین سب سے بڑی نعمت ہے

تعبیر کیا جا سکتا ہے - اِس قسم کا ایک جھگڑا افغانستان و ایران مین ایک سرحدی ضلع کی بابت جو کوہستان اور غوریان کے درمیان کے خطوط متوازیہ پر واقع ہے میرے آنے سے کچھ عرصہ پیشتر سے جاری تھا - انگریزون کو جن سے عموماً ان موقعون پر ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور جو کئی مرتبہ اس کام کو جس کے لئے اون کا شکریہ کبھی نہین ادا کیا گیا انجام دے بھی چکے ہین اِس دفعہ پھر اس نزاع کے انفصال کے لئے طلب کیا گیا تھا - چنانچہ اونھون نے اِس قیضئہ نامرضیہ کا فیصلہ کر بھی دیا لیکن میری راے مین بقول میکگریگر کے اِس فیصلہ مین سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ فریقین مین سے ایک کی بھی اِس سے تشفی نھین ہوئی - مین نے اس نزاع کا صرف اس غرض سے ذکر کیا کہ اس سے اون سوانح کی نمایان ترین مثال ہم پہونچتی ہے جنکا ایسی غیر معین اور طبعی اعتبار سے اِس قدر غیر مشخص سرحد پر جہان حدبندی کے نشانون کی برعکس برابر وقعت بھی نہ سمجھنے والی خانہ بدوش قومین آباد ہون ہمیشہ پیش آتے رہنا لازمات سے ہے -

(۲) سیستان

دوسرا حصہ سرحد سیستان ہے جسے سرحدی کمیشن برطانیہ و ایران و افغانستان نے بہ سرکردگی سر الیف - گولڈ اسمتھ ۱۸۷۲ء مین معین کیا اور یہی اس باب کا موضوع غالب ہے - اِس حصہ سرحد کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۱۲۰ میل ہے لیکن چونکہ اوس نئی سرحد کا خط جسکو کمیشن نے ثالثانہ حیثیت سے معین کیا ہے منحرف ہوکر جنوب و مشرق کی سمت اختیار کرتا ہوا دریاے ہلمند سے جا ملتا ہے اور پھر جنوب و مغرب کی طرف پلٹتا ہے لہذا جو مثلث اس طرح سے بنتا ہے اوس کے دونون اضلاع

کے طول کا مجموعہ وتر سے بہت زیادہ ہے۔

(۳) سرحد ایران و بلوچستان

یہ حصہ وہ ہے جو سیستان کی جنوبی سرحد معینہ ۱۸۷۲ء کے منتہا سے شروع ہو کر مکران کی حد معینہ سال ماسبق کے شمالی سرے پر ختم ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ حصہ کوہ ملک سیاہ سے جلک تک چلا گیا ہے جس کا طول ۲۰۰ میل ہے۔ سرحد کا یہ حصہ کبھی معین نہین ہوا اور کسی کو معلوم نہین کہ یہ کہان ہے اور کیا ہے۔ کوئی دو نقشے بھی ایسے نہ ملین گے جن مین یہ سرحد ایک ہی طرح پر دکھائی گئی ہو۔ اور اکثر نقشون مین تو اس لاعلمی کی تلافی ایک صریحی قیاس کے ذریعہ سے کی جاتی ہے یعنی کوہ ملک سیاہ سے ایک خط مستقیم جنوب و مشرق کی طرف سے جو ار جلک تک کھینچ دیا جاتا ہے۔ اس حصہ مین مشرق کی طرف ایران کا ہمسایہ بلوچستان ہے لیکن خانہ بدوش بلوچ قومین جو سرحد پر رہتی ہین اپنے آپ کو خان قلات کا ماتحت نہین سمجھتین اور عملی لحاظ سے خود مختار ہین۔

(۴) سرحد مکران

آخری حصہ جلک اور گوٹر کی بندرگاہ کے مابین واقع ہے اور اس کا طول ۳۰۰ میل ہے مین اس کو سرحد مکران کہتا ہون کیونکہ وہ حصہ ملک جس مین ہو کر یہ سرحد جو فاصل ایران و بلوچستان ہے گزرتی ہے۔ اسی نام سے موسوم ہے۔ اس سرحد کی تعیین کے وقت یعنی ۱۸۷۱ء مین سرفریڈرک گولڈاسمڈ کو بہت بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس پر پورا پورا عملدرآمد جاری نہین۔ سرحد کے ان آخری دونون حصون یعنی سرحد ایران و بلوچستان بالا و پائین

سے ایک اگلے باب مین جو صوبجات شرقی سے متعلق ہے بحث کی جائے گی۔ یہان اُسکا ذکر صرف اِس واسطے کیا گیا کہ گرد و پیش کے مواقع کے لحاظ سے ناظرین کے ذہن مین سیستان کا موقع پوری طرح سے متمکن ہو جائے۔

ضلع سیستان

باب گذشتہ مین بیان کر چکا ہون کہ سیستان ایرانی صوبہ قائن کا ایک بلوک یعنی ضلع ہے جو میر عالم خان والی برجند کے زیر حکومت ہے اور خان موصوف اِس ضلع کے انتظام اور فوج متعینہ نصرت آباد کی کمان کے واسطے اپنا ایک نایب مقرر کر کے بھیجتا ہے۔ یہان مین اون حالات کا ذکر کرون گا جو اس ضلع کے مقبوضات ایران مین شامل ہونے کے محرک اور ایک جماعت ماموریہ تصفیہ سرحد کے ۱۸۷۲ء مین یہان بھیجے جانے کے باعث ہوے۔ نیز ان واقعات کی توضیح کے لئے ضرور ہے کہ اِس علاقہ کا اور اس کی ابتدائی تاریخ کا کسی قدر ذکر کیا جائے۔

سیستان کی وجہ تسمیہ

سر ہنری رالنسن کہتا ہے کہ معتبر مورخین عرب یا ایران[1] مین سے کسی نے بھی کبھی اس امر مین شبہہ نہین کیا ہے کہ سیستان یا سجستان۔ سگستان یعنی ملک سگان یا سکیاء سے ماخوذ ہے۔ گو کہ مقام تعجب ہے کہ سیتھین قوم جیسی خانہ بدوش بادیہ پیماؤن کی ایک

[1] بعض مورخین انگلستان نے اسکو "ساغس" کا مشتق قرار دیا ہے "ساغس" ایک قسم کی لکڑی ہے جو اِس نواح مین پیدا ہوتی ہے اور جسے ایرانی جلانے کے کام مین لاتے ہین۔

جماعت جو تیسری صدی عیسوی مین شمال کی جانب سے یہان آئی اس ملک کو جس مین وہ صرف سنو برس تک آباد رہی اپنے نام سے مستقل طور پر منسوب کر لی گئی - اگرچہ ساسانی تاجدار بہرام ثانی نے جسکا زمانۂ حکومت ۲۷۵ء سے ۲۹۲ء تک ہے اس قوم کو اپنی مملکت سے ایسا خارج کیا کہ مدتین ہوئین کہ زمانہ نے اون کو صفحۂ تاریخ سے مثل حرف غلط میٹ دیا ہے تاہم اس علاقہ کا نام اُن کی مستقل اور دائمی یادگار ہے۔

لفظ سیستان کا اطلاق

تاریخ کے مختلف زمانون مین اس ملک کے حکمرانون کے مقبوضات جیسے جیسے بڑھتے گھٹتے رہے ہین ویسے ہی سیستان کا اطلاق مختلف الرقبہ ممالک پر کیا جاتا رہا ہے لیکن اس نام کا صحیح اطلاق ہمیشہ اوس بڑے دریاچہ نما طاس پر ہوا ہے جس مین رود ہلمند اور دوسری اُن ندیون کا پانی اکٹھا ہوتا ہے جو یہان ایک نشیبی قطعۂ زمین مین ہر طرف سے سمٹ کر آ ملتے ہین - اس نشیب کی حدود نمایان ہین اور اس کا طول شمالاً جنوباً ڈہائی سو میل ہے - یہ یقینی بات ہے کہ زمانۂ سابق مین یہ نشیب ایک بڑی جہیل کے پانی سے بھرا ہوتا تھا اور اگر تمام نہرین اور آبپاشی کے نالے جو دریاؤن کا بہت سا پانی خرچ کر ڈالتے ہین بند کر دئے جائین تو مین خیال کرتا ہون کہ بہت جلد یہ نشیب پھر اپنی قدیم حالت پر آ جائیگا[۵۱]۔

سیستان کی موجودہ حالت

وہ علاقہ جو آج کل سیستان کے نام سے موسوم ہے تین بڑے نشیبون پر مشتمل ہے جو

---

۵۱ دریائے ہلمند کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو مضمون دریاب طاس ہلمند مرقومہ سی آر۔ مارکہم مشمولہ رودادِ رایل جاگریفیکل سوسائٹی (سلسلہ جدیدہ) جلد اول صفحہ ۱۹۱-

سال کے موسم اور بہار کی طغیانی کی مدت کے اعتبار سے جھیلون اور دلدلون اور خشک زمین کی شکل مین بدلتے رہتے ہین۔ پہلے نشیب مین دو چھوٹی چھوٹی جھیلین ہین جو شمال کی طرف سے ہاروت رود اور فرہ رود جنوب کی طرف سے دریاے ہلمند اور مشرق کی طرف سے خوش یا خشک رود کے بہہ کر یہان آنے سے پیدا ہو گئی ہین۔ ان دونون جھیلون کے درمیان ایک گھنا نیستان حائل ہے جسے نے زار کہتے ہین اور پانی کی جو مقدار ان جھیلون مین ہوتی ہے اوس کی کثرت یا قلت کے اعتبار سے اس نے زار مین کبھی تو دلدل ہو جاتی ہے اور کبھی خشک ہو کر بہتر رہجاتی ہے۔ طغیانی کے موسم مین یہ دونون جھیلین جو معمولی طور پر علیحدہ علیحدہ ہین مل کر ایک ہو جاتی ہین اور دونون کے متفقہ سیلاب نیزار کے سر سے گزر کر دوسرے نشیب مین جس کو ہامون کہتے ہین اور جو ایک بہت بڑے اتھلے ظرف کی شکل مین جنوب کی طرف میلون چلا گیا ہے گرتا ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء مین جب انگریزی کمیشن کے اراکین یہان آئے تو ہامون بالکل خشک تھا اور وہ جاتے اور واپس آتے وقت اوس کی تہ پر سے ہو کر گزرے لیکن سنہ ۱۸۸۶ء مین جب روسی و افغانی سرحدی کمیشن کے بعض اراکین کوئٹہ سے ہرات کو جاتے وقت اس راہ سے گذرے تو ہامون ایک بڑی جھیل ہو گیا تھا جس کا پانی میلون تک پھیلا ہوا تھا اور مشہور و معروف پہاڑ کوہ خواجہ جو ہامون کی مغربی حد کا ایک ممتاز نشان ہے پانی کی وسط مین ایک جزیرہ کی طرح معلوم ہوتا تھا[1]۔ جب کثرت

---

[1] کوہ خواجہ جسے کوہ رستم بھی کہتے ہین سیاہ آتشین سنگ خارا کی ایک تن تنہا چٹان ہے جو ہامون کی سطح سے چار سو فیٹ بلند ہے اور کئی میل تک اسمین بطور ایک نمایان حدبندی کے پیلپایہ کے نظر آتی ہے۔ قدیم کیانی فرمانروایان سیستان نے اس پر ایک مستحکم قلعہ بنا رکھا تھا اور ان مین سے ایک فرمانروا نے سات سال تک اس قلعہ مین محصور رہکر نادر شاہ کی افواج قاہرہ کے پیہم حملون کی مدافعت کی تفریح و تفرج کی غرض سے بھی سیستانی یہان آیا کرتے ہین۔ نوروز کے دن یعنی ۲۱ مارچ کو یہان میلا لگتا ہے اور اس چٹان کی سطح چوٹی پر گھوڑ دوڑ ہوتی ہے مزید اطلاع کے لئے دیکھو مضمون در باب "سیر کوہ خواجہ" مرقومہ میجر پی۔ لووٹ و مضمون جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۴ء

سے طغیانی آتی ہے تو خود ہامون کا پانی بہہ نکلتا ہے اور جنوب کی سمت اختیار کر کے سرشیلا کی گھاٹی کو اپنی گزرگاہ بناتا ہوا نشیب ہائے متذکرہ بالا مین سے تیسرے نشیب مین جس کا نام زرہ ہے جا گرتا ہے۔ مکیشن کے قیام کے زمانہ مین یہ بات بیان کی گئی تھی کہ باشندون مین سے کسی کو یاد نہین پڑتا کہ کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ زرہ مین ہامون سے پانی آیا ہو۔ کیونکہ اب بجائے اس کے کہ جھیلین پانی سے چھلکتی ہوئی نظر آئین زیادہ تر یہی اتفاق ہوتا ہے کہ پانی کے خرچ ہو جانے سے خود دریا خالی ہو جاتے ہین اور زرہ کی جھیل عام طور سے ہمیشہ بیابان شورہ زار ہی رہتی ہے[1]۔ لیکن ۱۸۹۶ء مین ایک انگریزی افسر نے جو غربی بلوچستان مین سیاحت اور تحقیق کی غرض سے سفر کر رہا تھا سرشیلا یا شیلا

[1] سر سی۔ ییٹ گر جب ۱۸۹۶ء مین بلوچستان کی سیاحت اور تحقیق حالات کر رہا تھا تو وہ ڈھائی دن تک برابر بیابان زرہ کے کنارے کنارے جنوب کی طرف گیا لیکن کھاری پانی کا ایک جوہڑ بھی اوس کو کہین نہین ملا۔ اوس کا بیان حسب ذیل ہے: ”پانی تو در کنار نمی کا بھی کہین نشان نہ تھا اور ہر طرف سوائے ریت کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نباتات استخوان بوسیدہ کی طرح خشک تھی اور ہاتھ لگاتے ہی آٹا آٹا ہو جاتی تھی“۔ آخر کار بہزار دقت ایک جگہ تھوڑا سا پانی زمین سے نکالنے مین ییٹ گر کو کامیابی ہوئی۔ اس پانی کی کیفیت وہ اپنے انوکھے اور سادہ طرز مین یون ظاہر کرتا ہے۔ ”اگر کوئی شخص زرہ جانے اور وہان سے پانی لانے کی تکلیف سے بچنا چاہے تو مین اس کو ایک ایسا نسخہ بتا سکتا ہون جس سے وہ بلا وقت گھر بیٹھے ایسا پانی بنا سکتا ہے جو زرہ کے پانی کا ہی مزہ دے گا۔ سب سے پہلے تھوڑا سڑے سے سڑا پانی لیکر اوس مین اس قدر نمک ملاؤ کہ ذائقہ کے اعتبار سے وہ ویسا ہی خراب ہو جائے جیسا کہ رنگت کے اعتبار سے۔ اس کے بعد اوسے لندن کی گلیون کی لالٹینون کے ایجزون کی دھونی دو۔ پھر اس مین کسی پرانے پیپے کا مدتون کا سڑا ہوا پانی ملا کر خوب ہلاؤ۔ بس زرہ کا پانی تیار ہو گیا“۔ ”خانہ زنگران بلوچستان“ (سیاحت بلوچستان) صفحہ ۱۸۲۔

کی گھاٹی میں سے دو فٹ گہرا پانی بہتا ہوا دیکھا جسکے زرہ کے شمالی حصہ میں جمع ہونے سے ایک وسیع جھیل (ہامون) بن گئی تھی اور یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس کا دور سو میل سے زیادہ ہے۔

گوناگون تبدیلیان

مذکورہ بالا بیان سے بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ سیستان کی ہیئت کذائی کس درجہ تغیر پذیر ہے اور مورخین کو اوس کا مختلف وقتوں کا جغرافیہ کس قدر پریشانی اور دقت میں ڈالنے والا ہے۔ کیونکہ نہ صرف جھیلیں چڑھتی گھٹتی اور خشک ہوتی رہتی ہیں (وہ رقبہ جو ان جھیلوں کی تلون مزاجی کے سرحد میں ہوتا ہے رالنسن کے بیان کے مطابق ایک سو میل طویل اور پچاس میل عریض ہے) بلکہ دریا بھی ہمیشہ اپنا راستہ بدلتے رہتے ہیں اور جب جی چاہتا ہے کسی مصنوعی نہر کو اپنی گزرگاہ بنا کر اوسے اصلی دریا کی شکل میں تبدیل کر دیتے ہیں اور اس طرح آئندہ جغرافیہ نگاروں کو الجھن میں ڈالنے کے اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔ لہذا قابل تعجب نہیں کہ اگرچہ اس ملک میں دریا نئی نئی سطح لا کر بلا تفریق و امتیاز اراضیات پر زرخیزی اور بارآوری کے خزانے نثار کرتے ہیں تاہم جس قدر ویران شہر اور مکانات اس ملک میں ہیں شاید ہی دنیا میں کسی اسی طول و عرض کے قطعہ زمین میں ہوں گے۔

روایتی تاریخ

یہ تو سیستان کی ہیئت کذائی کا مختصر خاکہ تھا۔ اب میں اوس کی تاریخ کا کچھہ ذکر کرتا ہوں۔ از منہ قدیم ہی سے کوئی بات سیستان میں ایسی چلی آتی ہے جو ہمیشہ ایرانی قوت متخیلہ پر قوی اثر ڈالتی رہی ہے۔ کبھی یہ ملک نمرود و شکار افگن کے خیالی تعلق کے لحاظ سے مہر نیمروز کہلایا۔

کبھی جو شہرت اسکے بہادر تخت قرار دیا - کہا جاتا ہے کہ عظیم الشان شیخ رستم جسنے جو شید

سے پانچویں پشت میں تھا یہاں قبضہ جمایا - رستم کے روایتی افسانوں میں شاہنامہ

کی وجہ حاصل ہوئی ہے جو رستم کی داستانوں کی داستانہائے قدیم میں حاصل ہے -

کیونکہ شاہنامہ فردوسی ایرانی انسان کو مشتبہ کر دیا ہے اگر ہم یہی سے (انگلستان) کے

انگلستان اسکے مسیحی داستان بہادری قرار دیتے ہوئے سینٹ جارج کی ایک شخصیت پیش کیا

لیکن رستم سے دو حرف قربان - کیونکہ بہت پرستی وحشیوں اور اسباب کے چھپا گیا کہ

رستم کے فن اور ستونوں کو جو چاہے دکھا دیا - غالباً انگلستان کے قومی محافظ سینٹ جارج

اژدہا افگن سے رستم کو زیادہ موزون طور پر تشبیہ دی جا سکتی ہے - جس طرح ہم اپنے

سکون پر سینٹ جارج کے عدیم المثال کارناموں کی علامتین منقش کرتے ہین اسی طرح

ایرانی رستم کی شجاعت و تہور کی داستان کی تصویرون سے اپنے دروازون -

محرابون اور ستونون کو مزین کرتے ہین -

ابتدائی تاریخ

اسکندر اعظم کے زمانہ مین سیستان روایت کی ظلمت سے نکلکر تاریخ محققہ کی روشنی مین آتا ہے اوس وقت اسکا نام زرنگیانا تھا جو اوس سرزمین کا مُعرّف ہے جسے ہیرودوٹس نے سرنگیان سے تعبیر کیا ہے - سکندر غالباً اپنے مشرق کے سفر مین یعنی ہندوستان جاتے ہوئے اس طرف سے گذرا اور مراجعت کے وقت اگرچہ وہ خود جنوب کی راہ اختیار کرکے گیدروسیا (مکران) ہوتا ہوا کرمانیہ (کرمان) کو چلا گیا لیکن اوس نے فوج کا ایک سریع السیر

دستہ کریٹرس کے زیر حکم اراکوٹیا اور ورنگیانا کی جانب روانہ کیا[۵۱]۔ ساسانی بادشاہون کی سلطنت کے زمانہ مین سیستان مذہب زردشت کا پر رونق مرکز تہا اور یہین اوس نسل کا آخری تاجدار یزدگرد عرب فاتحون سے بہاگ کر مرو جاتے ہوئے جہان اوس کی قسمت کا فیصلہ ہوا آیا تہا۔ زمانہ مابعد یعنی عربون کی ہی سلطنت مین یہ صوبہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچا اور اسی زمانہ سے وہ وہ وسیع کھنڈر بہی منسوب کئے جاتے ہین جنکا ذکر مین پہلے کر چکا ہون[۵۲]۔ نوین صدی مین یعقوب بن لیث[۵۳] ایک کوزہ گر نے جو رہزن بہی تہا لیکن اپنی طبیعت مین سپہگری اور

---

۵۱ سیستان کی ابتدائی تاریخ اور وہان کے باشندونکے حالات مین سب سے بڑی سند سر ہنری رالنسن کا وہ مضمون ہے جو "نوٹس آن سیستان" (حالات سیستان) کے عنوان سے "جرنل آف دی رایل جاگرافیکل سوسائٹی" کی جلد بیالیس وسوم کے صفحات ۲۷۲ الی ۲۹۴ مین چہپا ہے (۱۸۷۳ع) اس بارہ مین ڈاکٹر بیلیو کا وہ نادر اور صحیح خلاصہ جس کا عنوان "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا دجلہ) ہے ۲۴۸ سے لیکر ۲۶۲ صفحے تک اور نیز وہ انکا مضمون "انٹو دی اتھناگریفی آف افغانستان" (تحقیقات نسل ہاے افغانستان) مرتبہ ۱۸۹۱ع بہی دیکہنی چاہیئے۔ ایرانی سیستان کے زمانہ حال کے خاص باشندے یہ ہین۔ سیستانی جو دوسری فائق وممتاز قومون کے مقابلہ مین بہت ہی ذلیل حیثیت رکہتے ہین۔ کیانی جنہین کیخسرو والی نسل کے سے ہونیکا دعوی ہے۔ کردغالی یعنی کردستان کے کردون کی وہ شاخ جس نے یہان آکر غوری خاندان ملک کردیہ قایم کیا (اس خاندان کی حکومت ۱۲۴۵ع سے ۱۳۸۳ع تک قایم رہی)۔ ایرانی جو تاجیک کہلاتے ہین اور بلوچی جنکی خاص نسلین سیستان مین سربندی (جن کو تیمور ہمدان مین سے لے گیا تہا لیکن نادرشاہ پہر یہان لے آیا) اور شاہ رخی ہین۔

۵۲ ان کے مفصل حالات خصوصاً پشاوران کے حالات کے لئے دیکہو کتاب ڈاکٹر بیلیو کے صفحات ۲۴۱ و ۲۴۴ و ۲۴۷۔

۵۳ عمرو لیث جسکا ذکر گلستان سعدی مین ہے وہ اسی کا چہوٹا بہائی تہا جو اسکے بعد تخت نشین ہوا۔ مترجم

"آئین سروری" کے خداداد جوہر کو تباہ نہ خاندان صفاریہ کی بنیاد ڈالی اور اپنے زور بازو سے وہ قلیل العمر سلطنت قائم کی جو ہرات سے لیکر کابل تک پہلی ہوئی تھی لیکن صدی مابعد مین محمود غزنوی کے آہنین حملہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی۔ الاصطخری جو اس زمانہ مین سیستان گیا تھا بیان کرتا ہے کہ اس ملک مین ۱۴ شہر ہین۔ بڑی بڑی نہرین بہتی ہین اور کثرت سے دولت ہے۔۵۲ چنانچہ اوس کے قدرتی ذرائع دولت مین ایک سونے کی کان بہی شریک تہی جو بعد مین ایک زلزلہ کے آنے سے ضائع ہوگئی۔ تیرہوین اور چودہوین صدیون مین سیستان کو بہی اطراف و جوانب کے دوسرے بلاد و امصار کی طرح اون دونو آسمانی بلاؤن کا سامنا کرنا پڑا جو چنگیز خان اور تیمور بیگ کی انسانی صورتون مین بنی نوع انسان پر نازل ہوئین اور ان کے ہاتہون یہ لہلہاتا ہوا گلشن تباہ ہو کر ویرانۂ زاغ و زغن بن گیا اور

ایسا اجڑا کہ پہر نہ آباد ہوا

سیستان کے کیانی حاکمون نے جو سلسلہ اکمینیہ کے اول تاجدار کیقباد کی نسل سے ہونے کا دعوی کرتے تہے سلاطین صفویہ کے عہد مین پہر اس ملک کو آباد کیا لیکن گردش ایام نے اس ملک کو پہر روز بد دکہایا اور ۱۷۲۲ء مین افغان حملہ آورون اور اوس کے بعد نادر شاہ کے

---

۵۱ دیکہو وہ مضمون جس کا عنوان ہے "دی کنگز آف دی صفارین ڈائنیسٹی آف نیمروز آر سجستان" (نیمروز یا سجستان کے سلاطین صفاریہ) مرقومہ میجر ایچ۔جی۔ریورٹی۔ مشمولہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد پنجاہ و چہارم (۱۸۸۵ء) صفحہ ۱۳۹۔

۵۲ دیکہو تاریخ سیلکم۔ جلد اول صفحات ۱۴۸ الی ۱۵۲۔

۵۳ دیکہو "اورینٹل جاگریفی" (جغرافیہ مشرق) صفحات ۲۰۳ الی ۲۰۹۔

ناتھون (جس نے اون کا استیصال کیا) اس بدقسمت ملک کے مصائب وآلام درجہ انتہائی کو پہونچ گئے۔ نادر شاہ کی وفات کے وقت تک جو ۱۷۴۷ء مین پیش آیا سیستان دولت افشاریہ کی عظیم الشان مگر مختصر حدود مین شامل رہا۔ اسکے بعد جب ابوالمظفر احمد شاہ ابدالی نے اپنے آقا کے نقش قدم پر چلکر افغانستان مین سلطنت درانیہ کی بنا ڈالی تو سیستان کا الحاق اوسکی مملکت کے ساتھ ہوگیا۔ اس زمانہ سے سیستان ایران اور آج کل کی سیاسی تماشاگاہ مین نظر آنا شروع ہوتا ہے اور گذشتہ تیس سال سے برطانوی و ہندوستانی تدابیر مملکت کی بساط کا ایک اہم مہرہ ہوگیا ہے۔[1]

تاریخ مابعد

احمد شاہ کی وفات کے بعد تیمور شاہ کو اوس کی وفات تک جو ۱۷۹۳ء مین ہوئی سیستان برابر خراج دیتا رہا۔ اس کے بعد جب درانی سلطنت کے اجزا پراگندہ ہونے شروع ہوئے تو سیستان کبھی تو ہرات کے توابعات مین رہا اور کبھی قندہار کے۔ سلطنت ایران کو دوسرے معاملات مین مصروف ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ اسکے واپس لینے کی کوشش کرتی لیکن ۱۸۵۱ء سے یار محمد والی ہرات کی وفات کے بعد ایران نے اوس بدنظمی اور نااتفاقی سے منتفع ہوکر جو افغانستان مین پہیلی ہوئی تہی اپنے حقوق اور دعاوی پیش کرنا شروع کیے۔ اوسے اب یاد آیا کہ نادر شاہ اگرچہ حقیقت مین ایک ترکمانی غاصب تھا لیکن پہر بہی ایران کا بادشاہ

---

[1] رضا قلی خان نے جو زمانہ حال کے ایرانی مصنفین مین بلحاظ فضل و کمال اور باعتبار ضخامت تصانیف اعلی درجہ رکہتا ہے گذشتہ نصف صدی کے اثنا مین گمنام طور پر فارسی زبان مین تاریخ سیستان لکہی ہے۔

تھا اور سیستان نے ایران کے ساتھ ساز باز کی تھی اور اس کا نتیجہ [illegible] تھا۔ علی خان حاکم سیستان کو راضی کر کے ایرانی جھنڈا سیستان میں نصب کیا گیا تھا اور سنہ [illegible] میں ایک ایرانی شاہزادی حاکم مذکور کے حبالۂ نکاح میں دی گئی۔ [illegible] ایرانیوں نے ۱۸۵۶ء میں ہرات پر حملہ کیا جس کی وجہ سے برطانیہ کلان کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کا نتیجہ صلحنامہ پیرس ہوا جسکی رو سے ایران کو ہرات کے حقوق فرمانروائی اور افغانستان کے معاملات میں دست اندازی کے دعاوی سے دست بردار ہونا پڑا۔ باایں ہمہ علی خان فوج ایران کا ایک دستہ ساتھ لیکر سیستان کو واپس آیا گو کہ اس بات پر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے متواتر اعتراضات بھی ہوتے رہے اور ہمیشہ علی خان اور اوس کے بعد اوس کا جانشین تاج محمد (جس نے دوست محمد خان کی مہم ہرات کے وقت ایران سے مدد مانگی تھی) شاہ ایران ہی کی فرمانروائی کو تسلیم کرتے رہے۔ اس عرصہ میں وزیر اعظم سلطنت برطانیہ صلحنامۂ پیرس کی ایک شرط کی خلاف ورزی پر برابر اعتراض کرتا رہا اور سلطنت ایران ہمیشہ صلحنامہ مذکور کی دوسری شرط سے انتفاع اٹھانے کے متعلق وزیر موصوف کو توجہ دلاتی رہی جسمیں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ درصورت سلطنت ایران اور افغانستان میں نااتفاقی ہوجانے کے انگریزی سلطنت بیچ بچاو کرے[1]۔

[1] دونوں شرائط عہدنامہ کے فقرہ ۶ میں مندرج ہیں۔ پہلی شرط حسب ذیل تھی۔ شاہ کجکلاہ ایران اقرار کرتے ہیں کہ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں آئندہ دست اندازی کرنے سے احتراز کریں گے۔ شاہ کجکلاہ یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ہرات اور تمام افغانستان کی خودمختاری کو تسلیم کریں گے اور ان ریاستوں کی خودمختاری میں مداخلت کرنے کی کبھی کوشش نہ کریں گے۔ دوسری شرط کے الفاظ یہ تھے۔ ممالک ہرات و افغانستان اور دولت علیہ ایران میں اختلافات برپا ہونیکی صورت میں دولت ایران اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ وہ تصفیہ نزاع کے لئے دولت برطانیہ کی دوستانہ مصالحت سے استمداد کرے گی اور اُس وقت تک فوج کشی نہ کرے گی جب تک کہ یہ مصالحت بے سود ثابت نہ ہو۔

شیر علی بھی جو اپنے باپ دوست محمد خان کی تعمیل سنہ ۱۸۶۳ع میں امیر افغانستان ہوا دل سے
چاہتا تھا کہ کچھہ نہ کچھہ فیصلہ ہو جاے - لیکن اس زمانہ میں میدان اوس عدم مداخلت کے
واجب تعمیل پالیسی کے ہاتھہ تھا جس کا ناخدا لارنس بنا ہوا حامی اور موید تھا - اور اسی اصول
کو مد نظر رکھکر گورنمنٹ شیر علی کو امیر تسلیم کرنا نہیں چاہتی تھی حالانکہ گورنمنٹ کو بعد میں اوسے مجبوراً
وظیفہ دینا پڑا - غرضکہ ایک مدت تک جانبین میں باہمی عذر - اعتراض اور حیلے حوالے ہوتے
رہے تا آنکہ نومبر سنہ ۱۸۶۹ع میں لارڈ رسل نے جسکا اس روز روز کی تو تو میں میں اور خرخشہ سے ناک میں
دم آگیا تھا ایک تحریر بھیجی جسکا مضمون یہ تھا کہ "ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ اس معاملہ میں دخل دینا نہیں
چاہتی اور فریقین کو اختیار دیتی ہے کہ اپنے اپنے دعاوی کا بزور شمشیر تصفیہ و انفصال کرلیں"
لارڈ رسل کی یہ کارروائی اس عالمگیر اصول کی تلقین پر مشتمل تھی کہ جس کی لاٹھی اوس کی بھینس - گو کہ
ایسا کرنے میں اوسنے جرات کا اس قدر ثبوت نہیں دیا جس قدر راستبازی اور تدین کا - قصہ مختصر
یہ کہ اس اجازت سے فائدہ اوٹھاکر ایران سنہ ۶۶-۱۸۶۵ع میں اس ملک پر فوج لیکر چڑھ آیا اور اوس پر
قبضہ کرکے اس علاقہ کے تمام ایرانی باشندوں کو دائرہ انقیاد میں لے آیا - بلکہ اس سے
بھی زیادہ یہ کیا کہ بلوچی رعایاے افغانستان سے ساز باز کرلیا - افغانستان کچھہ عرصہ تک
خاموش رہا لیکن شیر علی نے جو افغانستان پر پورا تسلط جما چکا تھا اور اپنا وقار قایم رکھنا چاہتا
تھا اپنے دعوے پر زور دینا چاہا - اس نازک موقعہ پر بدین خیال کہ کہیں اوس اشارہ کی بنا پر جو لارڈ
رسل نے اپنی مراسلت میں کیا ہے جدال و قتال تک نوبت نہ پہونچ جاے لارڈ کلیرنڈن نے یہ
تجویز پیش کی کہ معاملہ کا تصفیہ بمصالحت و تراضی طرفین ہونا چاہیے - فریقین نے یہ تجویز زیادہ جوش

یا سرگرمی کے ظاہر کئے بغیر منظور کی اور ۱۸۷۱ء مین سر ایف۔ گولڈ اسمتھ جو برطانیہ کلان کی طرف سے چیف برٹش کمشنر (سرپنچ) مقرر ہوا تھا اس معاملہ کے انفصال کے واسطے انگلستان سے روانہ ہوا۔ لیکن اشکال اور تعویق کے واقع ہونیکے باعث سائل آیندہ مین صرف اسی قدر کام ہوسکا کہ سمندر سے جالک تک ایران و بلوچستان کے درمیان پیمایش اور حد بندی ہوئی اور کہین ۱۸۷۲ء مین جا کر کمیشن سیستان کو دعاوی فریقین پر غور کرنے کی غرض سے معاینہ موقع کے لئے روانہ ہوسکا۔

سر ایف۔ گولڈ اسمتھ کا کمیشن (۱۸۷۲ء)

اور اوس کی مساعی کیفیت کچھ تو خود جرنیل گولڈ اسمتھ اور اوس کے پرسنل اسسٹنٹ میجر (حال کرنل) ایون اسمتھ[۵۱] نے قلمبند کی ہے اور کچھ ڈاکٹر بیلیو[۵۲] نے جسے لسن مشرقیہ مین دستگاہ کامل ہونے کے باعث شہرت حاصل ہے اور جو جرنیل (بعد مین سر۔ آر) پالک کے ہمراہ گیا تھا۔ جرنیل موصوف ہندوستان سے بطور وکیل وایسرائے (لارڈ میو) بھیجا گیا تھا لیکن اوسکے بھیجے جانے کی غرض و غایت متحقق نہوئی۔ حد بندی کا مسئلہ[۵۳] بوجہ غیر معمولی طور پر آسان ہونے کے نہایت ہی مشکل تھا۔ سیستان کے متعلق افغانستان کا دعوی بالکل

---

۵۱ دیکھو کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کا دیباچہ اور صفحات ۲۲۵ الی ۲۹۵۔

۵۲ دیکھو "ریکارڈ آف دی سیستان مشن" (حالات سفارت سیستان) جو سرکاری طور پر شایع ہوئے اور نیز "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔

۵۳ مسئلہ حد بندی سیستان پر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ جس کے لئے مرزائے مرحوم کی روح سے مین معافی مانگتا ہون غالب کا یہ مشہور شعر صادق آتا ہے۔

یہ مسئلہ اگر نہین آسان تو سہل ہے + دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین — مترجم

صاف اور معقول تہا اور اِس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان زمانہ قدیم یعنی احمد شاہ بانی سلطنت افغانستان کے زمانہ سے جزو سلطنت افغانستان چلا آتا ہے۔ اِسی طرح ایران کا دعوے بہی صاف اور معقول تھا اور اِس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان اِس سے بہی زیادہ قدیم زمانہ سے جزو سلطنت ایران چلا آتا ہے اور اِس دعوے کی ایک قوی تر دلیل یہ تہی کہ ایران نے اِس علاقہ کو حال مین مکرر فتح کر کے اپنا عمل دخل بہی اوس مین کر لیا تہا۔ یہ تمام سواد نہ صرف عقل دقیقہ سنج کی موشگافیون بلکہ منطق ظاہر بین کی کج بحثیون کے لئے کچہہ کم نہ تہا۔ جو مشکل اِس معاملہ کے تصفیہ مین آ کر پڑی تہی اوسے دو مشرقی کمشنرون کے طرز عمل نے جو اِس کمیشن کے اراکین تہے پیچیدہ تر کر دیا تہا۔ ایرانی کمشنر مرزا معصوم خان آغاز ہی سے علانیہ طور پر اسکے برخلاف تہا اور اوس سے جس قدر ہو سکا اوس نے اس معاملہ کی چلتی گاڑی مین روڑا اٹکایا۔ افغان کمشنر بہی کچہہ بہت زیادہ قابل عملدرآمد باتین نہین کرتا تہا۔ آخر کار جو کچہہ مقامی پیمائش اور تحقیقات ممکن تہی وہ پوری کر کے سر الیف گولڈ اسمڈ یہ دیکہکر کہ قضیہ زمین بر سر زمین فیصل ہونا محال ہے مجبوراً طہران چلا گیا جہان اوس کے فیصلہ کو بہت کچہہ رد و کد کے بعد شاہ نے منظور کیا۔

سیستان کے حصے بخرے

جرنیل گولڈ اسمڈ نے مناسب سمجہا کہ دونون ملکون کے مقبوضہ حصص سیستان کی تصریح و تفریق کر دے۔ اِن حصون کا نام اوس نے سیستان خاص اور سیستان بیرونی[۱] رکہا۔ سیستان

[۱] جرنیل گولڈ اسمڈ نے اسکے متعلق خود ایک مضمون لکہا ہے جس کا عنوان ہے بندر عباس سے مشہد کو سفر براہ سیستان۔ یہ مضمون جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی کی جلد چہل و سوم مطبوعہ سنہ ۱۸۷۳ء کے صفحات ۶۵ الی ۸۳ پر مندرج ہے۔

خاص کی تعیین اوس نے اِس طرح کی ہے۔ وہ حصہ جسکے شمال مین نے زار اور جنوب مین وہ بغلی نہر ہے جو دریاے ہلمند سے سرکوہہ اور دوسرے قرب وجوار کے دیہات کی آبرسانی کے واسطے نکالی گئی ہے۔ جس کے مشرق کی طرف دریاے ہلمند کی قدیم اور اصلی تہ اور مغرب کی جانب ہامون اور کوہ سیاہ کے دامن ہین۔ اِس کے رقبہ کا اوس نے ساڑھے نوسو میل مربع اور آبادی کا ۴۵۰۰۰ تخمینہ کیا ہے جس مین سے ۲۰۰۰۰ سیستانی[۵۱] - ۱۵۰۰۰ فارسی بولنے والے نوآباد اور ۱۰۰۰۰ بلوچی خانہ بدوش تھے۔ سیستان بیرونی وہ حصہ ملک ہے جو شمال کی طرف دریاے ہلمند کے جھیل والے دہانہ سے لیکر کنارہ راست پر رودبار[۵۲] تک جو ہلمند کے کنارے پر جنوب کی طرف واقع ہے ختم ہوتا ہے۔ سرالیف گولڈاسمڈ کا فیصلہ مختصر الفاظ مین یہ ہے۔ اوس نے سیستان خاص ایران کو اور سیستان بیرونی افغانستان کو دیا۔ دونون حصے کے درمیان حسب ذیل حدفاصل مقرر کی گئی۔ سیاہ کوہ سے لیکر جو ایرانی ضلع نہبندان کی شرقی حد ہے نے زار کے جنوبی دامن پر سے گزرتی ہوئی ہلمند کے بائین کنارے تک۔ وہان سے ہلمند کے منبع کی طرف اوس نقطہ تک جو بند کلان[۵۳] واقع کوہک سے ایک میل اوپر

[۵۱] سرایچ رالنسن حسب ذیل قمطراز ہے۔ اصلی سیستانی آریہ قوم کے خط وخال والے ایرانی ہین۔ اور حقیقت مین اگر قدیم نسل آریہ کے نجیب الطرفین لوگ ایران کے کسی حصہ مین پاے جاتے ہین تو وہ یہی سیستانی اور ہرات کے جمشیدی ہین۔ وہ دراکمینیہ کے ایرانیون کی زبان بشکل صورت اور عام خصوصیات سلطنت ایران کے کسی اور حصہ کے نسبت اس بیرونی گوشہ مین زیادہ حفاظت کے ساتھ قائم رہی ہین۔

[۵۲] یہ وہی رودبار ہے جس کی طرف سعدی نے ذیل کے شعر مین اشارہ کیا ہے۔

یکے دیدم از عرصۂ رودبار   کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار   مترجم

[۵۳] یہ بند جسے بعض دفعہ بند امیر یا بند سیستان یا کوہک بند بھی کہا جاتا ہے ایک بہت بڑا پشتہ ہے جو دریا کے پاٹ مین جھاؤ کی شاخون۔ لکڑی کے بڑے بڑے لٹھون اور کوٹی ہوئی مٹی چکنی کی آمیزش باہمی سے بدین غرض تیار کیا گیا ہے کہ دریا کے پانی کا زیادہ تر حصہ نہر سرکوہہ مین جا شامل ہو۔

کی جانب ہے۔ اور وہان سے جنوبی و مغربی سمت مین بخط راست کوہ ملک سیاہ تک جو اوس کوہستان کا جو صحراے زرہ کی مغربی حد ہے شمالی سلسلہ ہے یہان سیستان کی حد ختم ہو جاتی ہے اور اس لئے فیصلہ بھی ختم ہوتا ہے اس نقطہ کے جنوب کی طرف وہ غیر معینہ اور غیر معمولہ حد ہے جو جالک تک چلی گئی ہے اورجسکا مین پیشتر ذکر بھی کر چکا ہون۔

آزادانہ رائے

وجودیکہ جرنیل گولڈ اسمڈ ایسی ہدایات کی زنجیرون مین جکڑا ہوا تھا جو ناممکن التعمیل نہین اور باوجودیکہ پیہم رکاوٹین اوس کی راہ مین حایل نہین تاہم اگر وہ اس بارہ مین کوئی ناطق فیصلہ دے سکا تو اس کی وجہ محض وہ پیش بینی تھی جو اس امر کی محرک ہوئی کہ کمیشن کے ہندوستانی اراکین کے یہان پہونچنے سے پہلے وہ مقامی پیمایش ختم کرلے اور ان تمام باتون کو مدنظر رکھہ کر جرنیل موصوف اپنی معاملہ فہمی کے لئے سزاوار تحسین ہے۔ اسمین شک نہین کہ ایک بے لاگ آدمی کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کی رو سے سلطنت ایران نفع مین رہی کیونکہ جو خطہ باعتبار سیرحاصل اور زرخیز ہونے کے حقیقت مین اس ملک کی جان ہے اور جسکی نسبت دولت ایران قبضہٴ قدیم اور حق دخیلکاری کے دوسرے دعادی پیش کرتی تھی وہی اوسکو ملا۔ دولت ایران نے دس سال قبل بھی اس علاقہ کی نسبت اپنے حقوق پیش کئے تھے اور اگر اوس وقت اس معاملہ کا تصفیہ ہوتا تو ذرا شک نہین کہ اس دوسرے دعوے (حق دخیلکاری) کی عدم موجودگی مین جو فیصلہ ہوتا وہ اوسکے حق مین اس قدر مفید نہوتا جیسا کہ اب ہوا ہے لیکن باوجودیکہ اسکے دولت ایران اس فیصلہ سے ناراض ہی رہی اور

اس تقسیم کو اوسنے ہمیشہ اس نظر سے دیکھا کہ انگریزون نے اوسکا نقصان کرکے اپنی ماتحت ریاست (افغانستان) کو نفع پہونچانے کی کوشش کی۔ افغانستان اپنی طرف ناراض رہا کہ ملک کا سب سے زیادہ سیر حاصل اور شاداب خطہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اور سنا جاتا ہے کہ اسی بات پر انگریزون کی طرف سے شیر علی کا دل کبھی صاف نہ ہوا۔ سرحد پر اس فیصلہ کے مطابق پوری پابندی کے ساتھ عملدرآمد نہین ہوتا لیکن اگر ہم یہ بات مان بھی لین کہ اس فیصلہ سے رفع نزاع مین کامیابی ہوئی تب بھی یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا حکومت انگریزی کا اس قسم کے نزاعات کا انفصال اپنے ذمہ لینا مصالح عقلی پر مبنی ہے جبکی فریقین ہمیشہ غیر صحیح تاویلین کرتے ہین اور جس سے سوائے بدنامی کے اور کچھ حاصل نہین ہوتا۔ دولت برطانیہ کی طرف سے ایسے کمیشنون کا بیٹھنا گو دولت موصوفہ کی عالی ہمتی کے شیوہ پر دال ہو لیکن فصل خصومات کے اس طریقہ کے لحاظ سے فریقین مین سے کوئی بھی اوسکا ممنون نہین ہو سکتا۔

سیستان کی موجودہ حکومت

ایرانی سیستان کا خاص شہر سہ کوہہ ہے جو مٹی کے تین بڑے بڑے تودون پر آباد ہونیکی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے۔ ۱۸۷۲ء مین جب کمیشن کا وہان گذر ہوا تو اس شہر مین تقریباً ۱۴۰۰ کچے جھونپڑے تھے جن مین سے نصف سے زیادہ نہ اوس وقت آباد تھے اور نہ اب ہین۔ یہ قصبہ صوبہ کے سب سے زیادہ شاداب خطہ مین واقع ہے اور باشندے سب کے سب کاشتکاری کرتے ہین لیکن جیسا کہ مین پیشتر ذکر کر چکا ہون انتظامی اور فوجی صدر مقام نصرت آباد ہے (جسے گولڈاسمڈ نصیر آباد لکھتا ہے) جہان امیر قائن کا ڈپٹی گورنر (نائب صوبہ) رہتا ہے۔ اور دو پیدل پلٹنون مین سے

ایک پلٹن جسکی تعداد برائے نام ۱۰۰۰ لیکن حقیقت مین ۸۰۰ سے بھی کم ہو اور جو کل علاقہ سے بھرتی کیجاتی ہے اور کچھ رسالہ اور چند توپین متعین ہین۔ فوجی خدمت بطور التزام کے [illegible] پڑتی ہے اور اون خاندانون مین جن مین سے سپاہی بھرتی کئے جاتے ہین یہ خدمت بتوارث ہے۔ سپاہیون کے پاس ایرانی ساخت کی منھ کی طرف سے بھری جانیوالی بندوقین ہین اور اونکو ہر دو سال کے بعد سے وردی ملتی ہے۔ اون کی سالانہ تنخواہ بیس قران (نو روپیہ) اور ساڑھے سات من گیہون بیان کیجاتی ہے اور جب سیستان مین فوجی خدمت پر مامور ہون تو خوراک بھی ملتی ہے[له]۔ افغانی سیستان کا صدر مقام چکھن سور یا چخن سور ہے (جسکو نولی چپک ناسور اور فیریر شیخ ناصر کہتا ہے) جو ہلمند کی جھیل کے مشرقی معاون خوش یا خشک رود پر واقع ہے۔

یورپی سیاح

انگریزی کمیشن کے بھیجے جانے سے پہلے اون یورپی سیاحون کی تعداد جو سیستان مین آئے اور جنہون نے اپنی سیاحت اور مشاہدات کی روداد چھوڑی بہت ہی کم ہے۔ سر جان ملکم نے جو تیسری مرتبہ دربار ایران مین سفارت کی غرض سے جانیکا ارادہ کر رہا تھا سنہ ۱۸۰۹ء مین کپتان گرانٹ (جو بعد کو بغداد اور کرمان شاہ کے درمیان والی سڑک پر قزاقون کے ہاتھ سے مارا گیا) اور کپتان کرسٹی (جو سنہ ۱۸۱۲ء مین بمقام اسلاندوز نہایت بہادری کے ساتھ ایرانی فوج کی طرف سے روسیون سے مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا) اور لفٹننٹ (بعد مین سر ہنری) پاٹنجر کو مکران۔ بلوچستان اور سیستان

له یہ اعداد جو سنہ ۱۸۹۶ء مین اخذ کئے گئے ایران کی پیدل فوج کی عام تنخواہ سے مطابقت نہین رکھتی اسپر آگے چلکر ایک باب مین جسکا موضوع فوج ایران ہے بحث کیجائیگی۔ لیکن بلاشبہ تقسیم تنخواہ بھی ویسی ہی بے قاعدہ ہے جیسا کہ طریقہ تقرر تنخواہ۔

کے حالات دریافت کرنے کے واسطے بھیجا کپتان گرانٹ کا سفرنامہ بیس سال بعد شایع کیا گیا۔ کرسٹی اور پاٹنجر کی سیاحت بلوچستان کے حالات پر جو نادر کتاب پاٹنجر نے لکھی تہی اوس سے شائقین کتب اسفار بہت کچھہ متمتع ہوئے۔ پاٹنجر کو نوشکی مین چھوڑکر کرسٹی شمال کی جانب ہرات کو براہ سیستان روانہ ہوا اور اوسکے سفرنامہ کا (جو کبھی علیحدہ نہین شایع ہوا) خلاصہ پاٹنجر کی کتاب کے آخر مین بطور ضمیمہ شامل ہے۔ ۱۸۳۹ء مین ایک نوجوان انگریزی فوجی افسر کپتان ایڈورڈ کونولی نے جو پیمایش کی غرض سے سیاحت کیمبران کو اپنے ہمراہ لے گیا تہا سیستان مین سفر کرکے موجودہ معلومات کے خزانہ مین بیش بہا اضافہ کیا۔ چند سال بعد لفٹنٹ آر۔ لیچ نے کونولی کا اقتدا کیا اور جو اطلاع اوسنے بہم پہونچائی اگرچہ وہ زیادہ ضخیم نہ تہی لیکن اوس سے اطلاعات سابقہ کا تکملہ ہوگیا۔ یہ اطلاع بہی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی روداد مین شایع ہوئی۔ ۱۸۸۵ء مین سیستان نے پہلا یورپین سیاح ڈاکٹر ایف۔ فاربس بھیجنا لیا۔ ڈاکٹر موصوف جو کامیابی کے ساتھ ایران کی شمالی مغربی سرحد کی سیاحت اور دریافت حالات کرنیکی وجہ سے پہلے ہی مشہور ہوچکا تہا مشہد آیا اور وہان سے براہ تربت حیدری و برجند و نہ بندان سیستان پہونچا جہان ایک شخص ابراہیم خان نامی سردار بلاش جوین نے اوسکو مار ڈالا۔ اس واقعہ قتل کے حالات ڈاکٹر فاربس کے

۱؎۔ دیکھو "ٹریولس ان بلوچستان اینڈ سندھ" (سفر بلوچستان و سندھ) مصنفہ سر ایچ پاٹنجر ۱۸۱۶ء۔

۲؎۔ دیکھو ضمیمہ تصنیف متذکرہ صدر صفحات ۴۰۶ الی ۴۱۱۔

۳؎ اوسنے دو مضامین جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مین شایع کیے جن مین سے ایک کا عنوان "اسکیچ آف دی فزیکل جاگرفی آف سیستان" (سیستان کے جغرافیہ طبعی کے کوایف) ہے۔ اسکے ساتھ ایک نقشہ بہی ہے اور یہ نوین جلد مطبوعہ ۱۸۴۰ء کے صفحات ۷۱۰ الی ۷۲۶ مین درج ہے۔ دوسرے مضمون کا عنوان جو دسوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء کے صفحات ۳۱۹ الی ۳۴۰ مین درج ہے "جرنل کیپٹ ٹاف ٹریولنگ ان سیستان" (روزنامچہ سفر سیستان) ہے۔ ۴؎ دیکھو "اے ڈسکرپشن آف دی کنٹری آف سیستان" (بیان حالات ملک سیستان) جلد سیز دہم ۱۸۴۳ء صفحات ۱۱۵ الی ۱۲۱۔

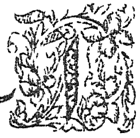
ذاتی ملازم نے بیان کئے ہین لیکن اوسکا طرز بیان کسی قدر بے ربط ہی یہ حالات ۱۸۴۴ء کی روداد رایل جاگرافیکل سوسائٹی مین شایع ہوئے[۵۱] تین سال بعد سرحدی کمیشن کے اراکین کا جب سیستان مین گزر ہوا تو وہ اسی قاتل سے جو اوس زمانہ مین چکھن سور کا حاکم تہا دوچار ہوئے اور اس داستان غم کی تفصیلی حالات اون کی سننے مین آئے اونہین معلوم ہوا کہ ابراہیم خان ایک وحشی اور نیم مجنون شخص تھا جو چرس اور بہنگ کا نہایت درجہ عادی تہا چنانچہ جہیل کے کنارے آبی جانورون کا شکار کرتے کرتے اوسنے نشہ کی ترنگ مین بیچارے ڈاکٹر فارس کا بھی شکار کر ڈالا[۵۲] اسی زمانہ مین ایک اور نوعمر فوجی افسر لفٹنٹ پیٹن سن افغانی سمت سے دریاے ہلمند پر پہونچکر زمین داور سے سیستان کی جہیل تک دریا نے مذکور کے کنارے کنارے سفر کیا۔ وہ بھی ایک یا دو سال بعد قندہار کے بلوے مین جو کابل کے حادثہ کے بعد ہوا مارا گیا چند سال بعد یعنی ۱۸۴۵ء مین فرانسیسی افسر فریر سیستان مین پہونچا جسکے حالات اوسنے اپنی دلچسپ کتاب مین قلمبند کئے ہین[۵۳] خانیکاف روسی جسکی تحقیقات مسائل طبیعیہ کی قدر و قیمت اوس حاسدانہ تحقیر کیوجہ سے جس سے علم و فن کے اس میدان مین وہ انگریزی متقدمین کی مساعی کو دیکھتا ہے کچھ زیادہ بڑہ نہین جاتی یہان ۱۸۵۹ء مین آیا[۵۴] اور دشت لوط سے گزر کر کرمان گیا۔ یہ فہرست ہی اون یورپین سیاحون کی جنہون نے جنرل گولڈ اسمڈ اور اوسکے ہمراہیون[۵۵] کے سیستان جانے سے قبل اس ملک کے حالات قلمبند کئے۔

۵۱۔ جلد چہاردہم ۵۲ دیکھو فراہم دی انڈس ٹو دی ٹائگرس (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۲۱۷ الی ۲۱۹۔ اور اسکا مقابلہ "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کے صفحہ ۱۳۱ سے کرو۔ ۵۳ دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) باب بست وہفتم و بست و ہشتم۔

۵۴ دیکھو تذکرہ اقوام جنوبی حصہ حالات وسط ایشیا" (بزبان فرانسوی) صفحات ۱۵۳ الی ۱۶۴۔

۵۵ سیستان کے حالات مرقومہ مصنفین زمانہ حال کے لئے جو گولڈ اسمڈ کے کمیشن کی رپورٹ کے علاوہ سپرد قلم کئے گئے ہین۔ دیکھو کتاب "گلوبس" جلد سی و دوم صفحات ۱۷۰-۱۸۶-۲۰۰ (۱۸۷۷ء) اور رسالہ "پیٹرمینس متھیلنجن" (۱۸۷۷ء) صفحات ۱۴۹ و ۱۵۰۔ (۱۸۷۴ء) صفحات ۵۹ الی ۶۳۔ (۱۸۷۵ء) صفحات ۶۶ الی ۷۲۔ (۱۸۷۸ء) صفحات ۲۵ الی ۲۹۔

سیستان کی سیاسی اہمیت



جب مین اوس مضمون کو شروع کرتا ہون جسکیطرف مین ناظرین کو آہستہ آہستہ لایا ہون اور جسکی اہمیت کا اظہار مین نے اس باب کے عنوان کی وساطت سے کردیا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ "معاملات سیستان" سے مراد حدبندی کا قدیم مسئلہ یا ایران و افغانستان کے دعاوی بالمقابل کا مسئلہ نہین ہے بلکہ اس سے مراد وہ حصہ ہے (بشرطیکہ ایسا ہو) جو سیستان وسط ایشیا کے امور سیاسی اور روس و برطانیہ عظمی کی تدابیر ملکی و حربی مین غالباً لیگا یا لے سکتا ہے[1]۔ پرکار کی مدد سے اگر نقشہ کا معائنہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ علاقہ سیستان مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے لہذا موقعہ کے لحاظ سے اسے خراسان کی بڑھی ہوئی چھاونی سی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ وہ ارض واسطہ ہے جس مین ہو کر کسی طاقت کو جو مشہد سے جانب جنوب بڑھنا چاہے خصوصاً اوس طاقت کو جو بحر ہند تک جا نکلنے کی خواہشمند ہو اور اسیطرح سے اوس طاقت کو بھی جو جنوب کی طرف سے خراسان اور مشہد تک جانیکی آرزومند ہو ضرور گزرنا پڑیگا۔ اس مسئلہ کی پہلی صورت دولت روس سے متعلق ہے۔ اور دوسری صورت برطانیہ عظمی سے۔

سیستان کے فواید روس کے حق مین

روس کیلئے سیستان مفاد موجبہ بھی رکھتا ہے اور مفاد سالبہ بھی۔ اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین سے اوسکے لیے زیادہ مفید کونسا ہے۔ اگر وہ کسی وقت خراسان کا الحاق قرین مصلحت یا ضروری سمجھے تو سیستان پر قابض ہونیکی حالت مین اوس کو خراسان کا حصہ شمالی ہی نہین بلکہ سب کا سب صوبہ ملجائیگا۔ اسکے ساتھ ہی وہ ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد واقع بلوچستان کے بالکل قریب بلکہ اوس سے بالکل متصل

[1] مین اپنی کتاب "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) مین اس معاملہ کی مختصر مگر جامع کیفیت قلمبند کرچکا ہون۔ دیکھو صفحات ۳۷۹۔ الی ۳۸۱۔

ہوجائیگا۔ اس وقت اوس کی سرحد اور ہندوستانی سرحد مین سلطنت افغانستان کے پورے پانچ سو
میل کا فاصلہ ہے جو اگرچہ ملک کی ہیئت کذائی کے اعتبار سے اوسکے چڑھ آنے کو مانع نہیں لیکن ایسی
جنگجو اقوام سے معمور ہے جنکی والی اگر اپنے بادشاہ کی وفاداری سے متاثر نہ بھی ہون۔ تاہم آزادی
اور خودمختاری کے جذبات سے لبریز ہین۔ بالفاظ دیگر افغانستان ہوکر جو کوئی بھی پیش قدمی کریگا
اوس کو افغانون کے ساتھ سخت جنگ کرنی پڑیگی۔ اگر ایسا مہتم بالشان ارادہ عمل مین لانا مقصود ہو تو
عہود و مواثیق محکمہ کا نقض لازم آئے گا۔ کثیر التعداد افواج کے اجتماع کی ضرورت داعی ہوگی اور
روزانہ خطرات برداشت کرنے پڑینگے۔ برخلاف اسکے اگر روسی فوج خواہشمند ہو (مین نہین
کہونگا کہ ہندوستان پر حملہ کرنیکی کیونکہ اس قسم کے بعید الامکان واقعہ سے بحث کرنیکی ہمکو ضرورت
نہین بلکہ) ایک ایسی جگہ کو جو ہندوستان سے متصل ہو اور جہان سے ہندوستان کو حملہ کا خوف ہو اپنے
حیطۂ تصرف مین لانے کی۔ اور سیستان پر قبضہ کرلے تو خطرات مذکورۂ بالا بالکل دور ہوجائینگے۔ کسی روسی
و برطانوی عہدنامہ کے ٹوٹنے کی نوبت نہ آئیگی اور وحشی افغانون سے جنگ کرنے کی ضرورت نہ پڑیگی۔
روس کی بڑھی ہوئی سرحد ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد سے بقدر تین سو میل کے زیادہ قریب ہوجائیگی
اور اس تبدیلی موقعہ کے باعث اسی نسبت سے ہندوستان کی وجوہ تشویش۔ اخراجات اور خطرات بڑھ جائینگے
احتمال اس امر کا مقتضی نہین ہے کہ روس سیستان سے بھی کوئٹہ پر حملہ آور ہوگا لیکن اتنا تو یقینی ہے
کہ اس مستقر سے اوسکو سرحدی اقوام کے ساتھ سازش کرنے اور بلوچستان کے قطعات کے
لقمہ ہضم کرتے جانے کے غیر محدود موقعے ملتے رہینگے۔ یہ امر محتاج بیان نہین کہ افغانستان کی مقابلہ
مین روس کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہوجائیگا۔ روس کا خراسان مین ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ روس

ہرات مین ہے اور روس کا سیستان مین ہونا یہ معنی رکھیگا کہ روس سبزوار اور فرہ مین بھی ہے۔ اور یہ دونون نہایت وسیع اور مہتم بالشان مقامات ہرات سے قندہار پر چڑہائی کرتے وقت راستہ مین پڑتی ہین مین اس وقت فواید موجبہ کے اوس دوسرے پہلو پر جسکی رو سے سیستان کا قبضہ روس کے حق مین نافع ہوگا یعنی جسکی رو سے اوسکو جنوبی سمندر تک پہونچنے مین آسانی ہوگی زور نہین دیتا کیونکہ مین یہ مانے لیتا ہون کہ کوئی بھی برطانوی وزیر یا گورمنٹ خلیج فارس یا بحر ہند پر کسی روسی بندرگاہ کے ہونے کی اوسی طرح کبھی روادار نہ ہوگی جس طرح کوئی زار بحیرہ اخضر پر کسی انگریزی بندرگاہ کے قایم کیے جانے کو جایز نہ رکھیگا۔ یہ سچ ہی کہ روس جنوبی سواحل کی جانب کسی بحری مخرج کے حاصل کرنیکا بدرجہ غایت خواہشمند ہے اور اون دو طریقون مین سے جن سے وہ اس مقصد کو پورا کرنا چاہتا ہے ایک یہ ہے کہ وہ جنوب کی طرف دست درازی کرکے مشہد سے براہ سیستان آئے۔ اور یہ امر روس کی نظر مین قبضہ سیستان کی آیندہ قدر و قیمت پر مستزاد ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ایسے واقعات کے صدور کا لزوم وابستہ ہی جو بعید الامکان ہین اور مین اون کو اسقدر خارج از حد تصور سمجھتا ہون کہ اون کی مزید جرح و تعدیل مین الفاظ ضایع نہ کرونگا۔

سیستان سے فواید برطانیہ عظمی کے حق مین

روس کے حق مین سیستان کے فواید سالبہ اوس شکل کی صد مین جو برطانیہ عظمی کے حق مین سیستان کے فواید موجبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر روس چاہتا ہے کہ سیستان کو خود لے تاکہ وہ برطانیہ عظمی کے قبضہ مین جانے نپائے۔ روس کو معلوم ہے کہ اگر سیستان پر انگریز قابض ہوگئے تو نہ صرف اوس کی اون آرزوؤن کا خون اور منصوبون کا خاتمہ ہوجائے گا جنکا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے بلکہ خود انگلستان

کی طاقت اس درجہ بڑھ جائے گی کہ وہ اپنے رقیب کی ایشیائی وقعت کا رنگ پھیکا کردیگا۔ مین اسکو
ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھہ بیان کرتا ہون۔ مین نے گذشتہ باب مین اوس عظیم الشان تجارتی معرکہ کا
ذکر بالتفصیل کیا ہے جو خراسان مین روسی اور برطانوی وہندوستانی مال تجارت مین برپا ہے مین
یہ ظاہر کرچکا ہون کہ جو فواید روس کو ماوراءالنہری ریلوے سے حاصل ہین اور روزبروز زیادہ مقدار مین
حاصل ہوتے رہین گے اون کی مدد سے روس اس قابل ہوگیا ہے کہ شمالی ومشرقی ایران کے بازارون
مین اپنے مصنوعات کا انبار لگادے اور اپنے صرف ایک ہی رقیب برطانوی ہندوستان کے
مال کی قیمت شہد کی منڈیون مین گھٹادے۔ مین یہ بیان کرچکا ہون کہ اب وہ نازک وقت آگیا ہے کہ اگر برطانوی
وہندوستانی تجارت کو ذرایع بار برداری کی آسانیون اور کم خرچ راستون کے قیام سے کمک نہ پہونچائی گئی
تو ایک ایک دن اوسے شکست فاش ہوگی۔ صرف ایک ہی طریقہ ایسا ہے جس سے ہندوستانی مال اپنے
روسی رقیب سے مساوات کے ساتھہ مقابلہ کرسکتا ہے اور وہ یہ کہ روس ہی کی چالون کو اختیار کیا جائے
یعنی جنوب کی طرف سے ایک سلسلہ ریلوے آگے بڑھایا جائے جو شمال کی طرف کی ماوراءالنہری
ریلوے کا جواب ہو اور جس طرح ماسکو کی بنی ہوئی چیزین یہان لائی جاتی ہین اسیطرح بمبئی کے مصنوعات
بھی یہان پہونچائے جائین۔ خچرون اور اونٹون پر لاد کر بڑی مسافت بعیدہ اور بہ صرف زر خطیر نہین بلکہ خالی
طاقت کی زبردست مدد سے۔ ایسی ریلوے کیلئے ضرور ہے کہ ہندوستان سے چلکر سیدھا سیستان کا رخ کرے

مجوزہ سلسلہ ریلوے کی حربی وقعت

میرے خیال مین ایسی ریلوے کے تجارتی فواید سے انکار ہی نہین ہوسکتا جو ہندوستان کو خراسان
کے بازارون سے بالکل قریب کردیگی لیکن فوجی پہلو سے بھی جو فواید اس پر مترتب ہونگے وہ بھی کچھہ کم

نمایان نہیں ہین کیونکہ اس سے انگلستان کو موقعہ ملجائیگا کہ ملک افغانستان کے جس پہلو کی محافظت
اوسنے بیڑا اوٹھایا ہو اوسکی حفاظت کر سکے۔ اسکے علاوہ ریل کی وجہ سے انگلستان روس کی خواہش
کشور کشائی کے اوس نشو و نما کو روک سکیگا جسکا مین نے ذکر کیا ہے اور جو ممکن ہے کہ دونون سلطنتون
کے تعلقات دوستانہ کیلیے خطرہ کا باعث ہون۔ اب مین توقف کرتا ہون اور اس امر کی طرف اشارہ
کرنے سے محترز رہتا ہون کہ اگر کبھی سخت ضرورت داعی ہوئی تو ہندوستانی فوج اس موقعہ کو بآسانی
چڑھائی کے وقت استعمال مین لاسکتی ہے کیونکہ ایسی حالت کو تصور مین لاتے ہوئے بھی مجھے اکراہ معلوم
ہوتا ہے کہ برطانوی یا ہندوستانی سپاہی کو پھر کبھی ایران مین بہ ارادہ مخاصمت گزرنے یا معارضانہ انتقام
کی تدبیر عمل مین لانے کی ضرورت درپیش آئے۔ بہرحال ناظرین کو اپنی رائے قایم کرنے مین نقشہ سے مدد ملیگی۔

اصول انجنیری کی رو سے اس ریلوے کی تیاری کی آسانیان

اب اس سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق عملی لحاظ سے صرف دو اہم سوال باقی رہتے ہین۔ پہلا سوال
یہ ہے کہ آیا اصول فن انجنیری ایسی ریلوے کی تیاری کے موید ہو سکتے ہین؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ جس ملک مین
اس ریلوے کا اجرا عمل مین آئے گا اوس سے کسقدر مالی نفع حاصل ہونا قرین احتمال ہے؟ اگر نقشہ دیکھا جائے
تو اس حصہ کی ہیئت ارضی خود بخود صاف بتائے گی کہ سیستان پہونچنے کا سب سے زیادہ ممکن المرور اگرچہ
سب سے زیادہ قریب نہین) رستہ ہلمند کی وادی مین ہو کر گرشک یا قندہار سے ہے۔ اس مسافت کا بڑا حصہ
(یعنی ہزار حصہ سے جو ریلے ارگنداب کے مقام اتصال سے نیچے کی طرف ہے رودبار تک جس کا فاصلہ
۶۰ میل سے ہے) جو یہان گرمسیل کہلاتا ہے وہی ہے جسکو جنوبی ایران مین گرم سیر کہتے ہین۔ اس ناشاد خطہ کو کسی
حصہ پر انسان کے جذبات کا قہر اس وجہ نازل نہین ہوا جیسا کہ گرمسیل پر زمان سلف مین یہان ہری کھیتیان

لہلہاتی تھین اور پر رونق شہر آباد تھے لیکن ہنرمنوں، قزاقوں اور وقت پیکار فوجوں کے طوفان بار و نالہ نے اسے ایک ریگ فشان اور ویران صحرا کی شکل مین بدلدیا۔ مگر وہ لوگ جو اس علاقہ مین سیاحت کر چکے ہین خصوصاً ڈاکٹر بیلیو جو ہندوستان سے روانہ ہو کر جنرل پالک کے ساتھ اس راہ سے گذرے تھے اس کی از سر نو زندہ ہونے کے امکان کا نہایت وثوق کے ساتھ یقین دلاتے ہین۔ ڈاکٹر بیلیو کہتا ہے۔

"اس وادی مین گزشتہ سرسبزی و آبادی کے نشانات ہر جگہ موجود ہین۔ زمین نہایت سیر حاصل ہے اور آبپاشی کے لئے پانی ہر طرف سے مل سکتا ہے۔ ضرورت فقط اس بات کی ہے کہ ایک بارعب ور انصاف پسند حکومت ہو جو جلد اسکی گم گشتہ خوشحالی کو حالت اصلی پر لے آئے اور اسکو پھر بالغ ثمر ور بنا دے جس مین سیستان سے قندہار تک گاؤن اور شہر مسلسل آباد ہون۔ ہمین ذرا شک نہین کہ ایک مہذب گورنمنٹ کی سرپرستی مین گرمسیل عروج اور سرسبزی کی اوسی درجہ کو پھر پہونچ سکتا ہے جو زمانہ سابق مین اوسے حاصل تھا اور اوس حالت مین وادی ہلمند کا یہ حصہ آب و ہوا کی خوشگواری اور فرحت افزائی مین وادی دجلہ کے خطہ بغداد سے دعوائے مساوات کر سکیگا جب بد امنی اور بے آمینی کی نحوست امن و آئین کی سعادت سے بدل جائیگی تو گرمسیل پھر ایک دفعہ افزونی و فراوانی کا مرکز بنجائیگا۔ مغربی تہذیب کا پیش خیمہ کسی نہ کسی دن ضرور اس بھولے بسرے گوشہ مین آنیوالا ہے اور کچھ عجب نہین کہ موجودہ باشندون کے پوتے پر پوتے اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی اس اجڑے بیابان مین گونجتی ہوئی سن سکین گے"[1]

لیکن ممکن ہے کہ یہی "پوتے پر پوتے" جو یقین ہے کہ اب تک پیدا ہونے شروع ہو گئے ہونگے پل بڑھ کر مر بھی جائین مگر سیٹی کی گونج نہ سن سکین جسکی وجہ یہ ہے کہ ہلمند کی طرف ریلوے کے آنے کے یہ معنی ہین کہ افغانستان مین ہو کر ریلوے جائے۔ اور چونکہ امیر افغانستان ابھی تک اسپر راضی نہین ہے کہ ریل کی گزر پٹری بھی

[1] کیپٹن فرامروی انڈین ٹوڈی ناگرس "دانگ سے وقت کمک کا سفر" صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶۔

اوسکے ملک مین بچھائی جاسے اور اگر وہ راضی بھی ہوا تو چونکہ پہلے غالبًا دوسری زیادہ ضروری تجاویز عمل مین لائی جاینگی - لہذا "گرم سیل کے پوتے پروتے "شاید اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی کی آواز بالکل نہ سن سکین گے -

نوشکی سے سیستان تک کا سلسلہ ریلوے



اس سلسلہ کے قیام کا ایک اور بھی راستہ ہے جو زیادہ سیدھا ہونیکی وجہ سے قریب تر ہے اور مزاحمت مذکورہ بالا سے پاک ہے اسواسطے کہ اس امر کی مطلق ضرورت نہین کہ وہ افغانستان مین سے ہوکر گزرے - جاننا چاہیے کہ برطانیہ عظمی کی پشین ریلوے سلسلہ کوہ خواجہ عمران کے شمالی پہلو کی ایک نقطہ تک آگئی ہے اور نیز یہ کہ اس سلسلہ کوہ مین سرنگ نکالی گئی ہے اور چمن جو آجکل منتہاے ریلوی ہے کھلے میدان پر قندھار سے ستر میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے پس جو سلسلہ ریلوے اس سرحدی ریلوے سے خواہ چمن کے اسٹیشن سے یا کسی دوسرے مقام سے سیستان تک قایم کیا جاے گا وہ سرتاسر بلوچستان کے علاقہ مین سے ہوکر گزریگا جو دولت برطانیہ کے ساتھ اتحاد رکھتا ہے - اور جس مقام پر وہ وادی ہلمند مین جا نکلے گا اوسی کی اعتبار سے بیابان واسط کی مسافت کم یا زیادہ ہو جاے گی - نقطۂ انحراف عمومًا نوشکی تجویز کیا جاتا ہے جہان سے سند پشین ریلوے کے اسٹیشن چمن تک سو میل سے کم اور کوئٹہ تک نوے میل سے کم اور دروازہ تک اسی میل سے کم مسافت ہے نوشکی سے ہلمند تک بیابان مین کسی قسم کی مزاحمات ارضی سد راہ نہین ہین - انجنیری حیثیت سے جو رکاوٹین راستہ مین پڑین گی - اون رکاوٹون سے کچھ بھی نسبت نہین رکھتین جو جرنیل اینڈکاف کی راہ مین حایل تھین اور جن پر وہ ایسی آسانی سے غالب آیا -

افغانستان کی حالت آئندہ

پیش بندی کیے بغیر ایسی صورت حالات کا تصور ہم ذہن مین لا سکتے ہین جو افغانی اور بلوچی راہون مین

کسی رقابت کی مستلزم ہی نہ ہو بلکہ جسکی رو سے بہترین راہ بلالحاظ اسکے کہ وہ کونسے علاقہ مین سے گزرتی ہے اختیار کی جا سکے! اور وہ صورت یہ ہے کہ افغانستان برضا و رغبت خود نظم و نسق سلطنت کے لحاظ سے برطانیہ کے ظل حمایت مین آجائے بعض اہل الرائے اس صورت کو انگلستان اور افغانستان کے تعلقات سابقہ کے صرف ایک ہی معقول و جائز نتیجہ سے تعبیر کرتے ہین اور اس مین ذرا شک نہین ہے کہ اس سے زیادہ عملی نتیجہ اور کوئی متصور نہین ہو سکتا۔ اگر افغانستان کا انتظامی لحاظ سے انگلستان کی ظل حمایت مین آنا فرض کر لیا جائے تو زیادہ عرصہ نہ گزرنے پائیگا کہ افغانستان مین انگلستان جہان چاہے گا ریل کی پٹریان بچھا دیگا (اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین سب سے پہلی ایرانی سرحد تک ریلوے کے سلسلہ قایم کرنے کے مسئلہ پر توجہ صرف کیجائے گی) لیکن مخفی نہ رہے کہ جب افغانون اور انگریزون کی اغراض متحد ہون گی اور روس اور برطانیہ کلان کی سرحد ملی ہوئی ہوگی (جیسا کہ اس مفروضہ کی رو سے لازم آتا ہے) تو جو اعتراض مین نے کسی دوسرے مقام پر سختی کے ساتھ اس امر پر کئے ہین کہ افغانستان مین ہندوستانی اور روسی سلسلہائے ریلوے کا اتصال قرار پائے اور جن پر مین ابھی تک قایم ہون وہ اگر بالکل دور نہین ہو جائینگے تو کم تو ضرور ہو جائینگے کیونکہ ایسی صورت مین افغانستان کے حجاب حائل کی اُٹھ جانیکی وجہ سے دونون سلطنتین ایشیا مین اسی طرح کاندھا ملائے کھڑی ہوئی نظر آئینگی جس طرح روس اور جرمنی یوروپ مین نظر آتے ہین اور انگلستان کو طوعاً و کرہاً بلخ یا ہرات کی بھی ویسی ہی حفاظت کرنی پڑیگی جیسی موجودہ صورت مین پوٹس ماوتھ یا بمبئی کی کرنی پڑتی ہے۔ اور دونون سلطنتون کے سلسلہ ہائے ریلوے کا میلان اس طرف ہوگا کہ ایک نہ ایک دن آپس مین مل جائین لیکن ایسی صورت حالات کا وقوع پذیر ہونا خواہ ممکن الوقوع ہو بھی تاہم ابھی بہت دور ہے اس کا ظہور اوسی حالت مین ہو سکتا ہے جبکہ افغانستان کی آزادی کا قیام جو ہماری موجودہ تدابیر مملکت کا نتیجہ اور وجہ جواز ہے ناممکن ثابت ہوا اور

چونکہ ایسی مشکوک مراتب کی بنا پر ہم آیندہ کی متعلق کوئی معین رائے قایم کرنے کی جرأت نہیں کرسکتی لہذا ہماری تجاویز وتدابیر ایسی ہونی چاہئیں جنہیں زمانہ آیندہ کو اوس حصہ کی حالات سے توافق ہو جو زمانہ حال سے زیادہ تر متصل ہے۔

حربی نکتہ چینی

جب ہم اوس ملک کی نوعیت کی مسئلہ کی بحث پر پہنچتے ہیں جس میں سے ہو کر بلوچی و ایرانی ریلوے (جسکی نسبت ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اسکی تیاری موجودہ سیاسی حالتوں کی لحاظ سے عمل میں آئی ہو) گزرتی ہے تو ہم چاروں طرف سے ایسی شہادتیں میں گھر جاتے ہیں جو آپس میں بالکل متضاد ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ حربی پہلو سے ایسا سلسلہ ریلوے شمال اور مغرب دونوں اطراف سے حملہ کی زد میں ہوگا بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہلمند کی دونوں طرف کی صحراؤں اور خود ہلمند کی وجہ سے اس ریلوے کی خاطر خواہ حفاظت ہو گی اس مقام پر میرا مقصد کسی حربی بحث میں پڑنے کا نہیں ہے کیونکہ دخانی طاقت کی مدد سے طے مسافت کا طریقہ جب سے ایجاد ہوا ہے غالباً حربی مطالب کیلئے ایسی کوئی ریلوے قایم نہیں کیگئی جسکی نسبت ماہرین فن نے متضاد اور متناقض آرا نہ قایم کی ہوں ملیرالانہری ریلوے کی بھی یہی حالت ہوئی اور یہی حال نوشکی وسیستان والی ریلوے کا ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اصول فن حرب کے اعتبار سے مجھ ایسی ریلوے کی نسبت رائے زنی کرنے سے کچھ سروکار بھی نہیں اسواسطے کہ میرا پیشہ سپہ گری نہیں اور اسلئے اگر میں نے اس مسئلہ کی متعلق رائے ظاہر کی تو غالباً مجھپر یہ اعتراض کیا جائیگا کہ میں اون معاملات میں دخل دیتا ہوں جنکی متعلق مجھے ذرا بھی واقفیت نہیں بہرحال باوجود فن حرب میں دستگاہ نہ رکھنے کے میں اشارتاً اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھے تو اس ریلوے میں کثیر التعداد حربی فوائد نظر آتے ہیں بااین ہمہ میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ اس ریلوے پر ایک تجارتی تجویز کے پہلو سے نظر ڈالی جائے اور اس امر کو فرض کئے لیتا ہوں کہ جس طرح جرنیلوں اور کرنیلوں کو اس بارہ میں رائے زنی کی خواہش ہے اوسی طرح ملک کے اون لوگوں کو بھی ہے

جو اس پر اپنا سرمایہ صرف کرینگے۔

مخالفانہ رائے

اہم یہ تسلیم کئے لیتے ہین کہ ہماری ریلوے سیستان تک پہونچ گئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہان پہونچکر ادسکے ویکھنے مین کیا آئیگا۔ اور وہ وہان کیا کریگی۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہین کہ سیستان کے مقامی حالات طبعی تجارت یا توطن کے لئے بالکل موافق نہین۔ یہ لوگ سیستان کی ہیئت ارضی کی نہایت ڈراونی تصویر کھینچتے ہین اور بتاتے ہین کہ وہان ایک ہوا جسکو باد صد و بست روزہ کہتے ہین ہمیشہ مارچ سے اگست تک شمال بہ مغرب کی جانب سے چلتی رہتی ہے۔ یہ ہوا طلوع آفتاب کے وقت سے چلنا شروع ہوتی ہے اور دوپہر کو کسی قدر کم ہوجاتی ہے لیکن مغرب کے بعد سے سخت تیز ہونا شروع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ یہان ایکقسم کی خوفناک مکہی ہوتی ہے جو کاٹتی ہے اور گہوڑون تک کو مار ڈالتی ہے سال کے تمام تمام موسمون مین سورج کی گرمی سے وسیع دلدلون کے پانی مین سے سڑاند اٹھنے کے باعث ہوا متعفن ہوجاتی ہے اور بخار اور لرزہ پیدا ہوجاتا ہے۔ کبھی طغیانی کی وجہ سے تمام ملک غرقاب ہوجاتا ہے اور ایسی حالت مین مرور صرف "توتن" یعنی اون بیڑون کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو سرکنڈون اور جہاؤ کی شاخون کو باہم مستحکم طور پر ربط دینے سے تیار کئے جاتے ہین۔ یہ معترضین یہانتک مبالغہ کرتے ہین کہ اس وحشتناک تصویر مین سارا ملک شامل کر دیتے ہین اور پہر پوچھتے ہین کہ اس نیستان اور ریگستان اور دلدل مین کیا لطف زندگی یا مفاد مالی دہرا ہے؟

سر ایچ۔ رالنسن کی رائے

جو رائے سر ایچ رالنسن نے ظاہر کی ہے اگرچہ مجموعی اعتبار سے سیستان کے خلاف ہے لیکن اس لحاظ سے کہ دوسرون کے مقابلہ مین اوسکی معلومات زیادہ وسیع ہین ایسی نہین کہ پورا سیستان اوسکی لپیٹ مین آجائے۔ اسکے علاوہ

اس کی تفصیلی کیفیت اور تصویر کے لئے دیکہو کتاب "فرام دی اٹلس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) مصنفہ ڈاکٹر بیلیو صفحہ ۲۲۔

وہ ایک نہایت ممتاز اور بلند پایہ اہل الرائے ہی اور اس لئی اوسکی رائے اس قابل ہی کہ اوسپر غور کیا جائے وہ کہتا ہے

"اگرچہ سیستان مین قدرتی مفاد بہت ہین تاہم بحالت موجودہ یہ ایک نہایت ہی مضر صحت مقام ہی اس خطہ مین انسان سال مین صرف چند مہینے رہ سکتا ہی اور یہ اس قابل نہین کہ اسے مرکز حکومت بناکر اسپر روپیہ ضایع کیا جائے اسکے حربی مفاد کی بابت یعنی جس پہلو سے اس پر ہندوستان مین خصوصیت کے ساتھ نظر ڈالی جاتی ہی سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہی بجائے اسکے کہ سیستان جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے ہندوستان پر کسی قوم مخالف کی مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونیکا مقام ابتدا ہے وہ اس کام کے واسطے من کل الوجوہ ہرات سے کمتر ہی[51] اسکے جنوب اور جنوب و مشرق کی طرف ایک ایسا صحرا واقع ہے جس مین ہرگز نا محال ہی البتہ اسکی مشرق کی طرف دریائے ہلمند کی واقع ہونے کے باعث جسکا پاٹ تنگ اور جس مین پانی کم ہی سیستان مین اس طرف سے داخل ہونیکا ایک رستہ پیدا ہو جاتا ہی۔ اس دریا کا پورا ساحل سیستان سی لیکر قندہار تک شمال کی طرف سے حملہ کرنیوالی فوج کی زد مین ہے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ہرات یا فرہ یا زمین داور مین افغان فوج سے لڑے ہوں تو ایرانی فوج کے لئی ہلمند کی کناری کنارے سیستان سے گرشک تک کوچ کرنا ناممکن ہوگا۔ حربی لحاظ سے سیستان کی قدر و قیمت صرف اس امر پر مشتمل ہی کہ یہان باربرداری کے لئے کثرت سے اونٹ دستیاب ہو سکتی ہین اور یہ جانور زیادہ تر بلوچیون کی ملک سے ہین جو افغانستان کی ماتحت ہین نہ کہ ایران کی اور اس لحاظ سے ہماری کام آ سکتے ہین مگر ہماری دشمنون کی کام نہین آ سکتے[52]

اگرچہ مندرجہ بالا فقرہ کا مصنف خوش قسمتی سے ابھی تک زندہ ہی تاہم جایز ہوگا اگر اس امر کی تصریح کر دی جائے کہ اس تحریر کا زمانہ (۱۸۷۵ء) موجودہ صورت حالات سے بہت پہلے کا ہی اور جن شرایط و حالات کو مدنظر رکھکر

۵۱۔ یہ سچ ہے۔ لیکن بالفرض اگر کوئی حملہ آور سیاسی وجوہ کی بنا پر ہرات پر چڑھائی ہی نہ کرے یا غنیم کے پہلے سے حاصل کئی ہوئے فوجی منتہا ہرات کے ساتھ سیستان بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہو؟

۵۲۔ دیکھو کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) صفحہ ۱۱۶۔

یہ رائے قلمبند کی گئی تھی وہ اب موجود نہیں ہیں حربی بحث کے متعلق میں نے اوس مسئلہ پر رائے زنی کی ہے وہ اوس موقعہ سے متعلق ہے جو ایران کو سیستان کی راہ سے افغانستان پر حملہ کرنے کا حاصل ہوتا لیکن اس مسئلہ کو اوس نئے مسئلہ سے کچھ بھی تعلق نہیں جو روس کے ہرات کو ریلوے پہونچانے سے پیدا ہو گیا ہے کسی ایرانی فوج کا بہ حالت موجودہ افغانستان پر حملہ آور ہونا ایسا ہی قرین احتمال ہے جیسا کہ ... ہرگز پیش قدمی کرنا۔ لیکن جو کچھ ایرانی یا افغان کرنا نہیں چاہتے یا کر نہیں سکتے وہ یورپین فوجیں ... ضرور کرنے پر قادر ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصول فن حرب کے اعتبار سے جو نکتہ چینی سیستان پر سابق میں ہوئی تھی ۱۸۸۵ء سے کالعدم ہو گئی ہے

سیستان کی زرخیزی کے متعلق موافق آرا

معترضین نے کسی قدر تصرف کے ساتھ اوس فقرہ کی تمسخر آمیز نقل اوتار کر جو ایک دفعہ مجموعی حیثیت سے ایران کے حالات بیان کرتے وقت استعمال کیا گیا تھا۔ اپنی پرالم داستان میں سیستان کو دو حصوں پر مشتمل قرار دیا ہے یعنی ایک صحرا آبِ نا آباد دوسرا صحرا آنا لائق آب۔ اون کے جواب میں نہ صرف تاریخ بلکہ واقعات موجودہ کی تردید میں شہادت پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر اون کا فیصلہ صحیح ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ کسی زمانہ میں یہ خطہ اپنی عظیم الشان شادابی۔ وسیع آبادی اور شاندار شہروں کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھا اون کھنڈروں کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے جو میلوں تک پھیلے ہوئے چلے گئے ہیں اور اس کی پرانی شان و شوکت کا سراغ بتاتے ہیں؟ شادابی و زرخیزی کا دار و مدار ایران میں مطلقاً ذرائع آبرسانی پر ہے اور ایران کے صوبوں میں سے اگر کسی صوبہ میں اسقدر پانی موجود ہے کہ نہ صرف بڑی بڑی نہروں کو جو دریاؤں جیسی بڑی ہیں اور چھوٹی چھوٹی آبپاشی کی نالوں اور راج بہوں کو لبریز کرے بلکہ بسا اوقات ان کے کناروں سے گذر کر جھیلوں اور دلدلوں کو پیدا کر دے تو وہ صرف سیستان ہی میں ہے۔ بہر حال ہم اس سرزمین کے

سیستان کے اصلی طور پر زرخیز ہونے کے متعلق اون لوگون کی آرا کا ذیل مین اقتباس کرتے ہین جنہون نے اسے بچشم خود دیکھا ہے۔ میجر سائیکس نے ۱۹۰۲ء مین حسب ذیل بیانات قلمبند کیا۔

"سیستان ایک ہموار ملک ہے جس مین جابجا پست پہاڑیان واقع ہین۔ سطح زمین کا ایک ثلث تقریباً ہامون ریگ روان پر مشتمل ہے اور باقی کے دو ثلث کے اجزاے ترکیبی ریت اور چکنی مٹی ہین جن مین نباتاتی مادہ کثیر اطراف سے ملتا ہے اور جہان سرکنڈون کے جنگل کھڑے ہین جن کے درمیان شاداب چراگاہ اور موجود ہین۔ دریاے ہیلمند کی سالانہ طغیانی کے بعد زمین پر جس میل کی تہ جم جاتی ہے وہ حیرت انگیز طور پر زمین کی قوت نامیہ کو بڑہاتا ہے اور زمانہ دراز سے غالباً یہی حالت چلی آئی ہے۔ کم از کم اون کہنڈرون سے جو اب ساحل دیکھنے مین آتے ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے[1]"

اس پر مین سر الیٹ۔ گولڈ اسمڈ کی راے ایزاد کرتا ہون۔

"زمین کی زرخیزی مسلم ہے۔ عام طور پر یہان شاید گیہون اور جو کی کاشت ہوتی ہے لیکن مٹر لوبیا۔ ارہر تل اور کپاس بھی بوئی جاتی ہے خربوزے اور خاص کر تربوز کثرت سے پیدا ہوتے ہین اور چارے کی ذرا کمی نہین۔ معمولی نہرون کے ذریعہ سے اور ان سیلابون کے باعث جو گاہ بگاہ آتے رہتے ہین یہان کے طریقہ آبپاشی کو ایسی فراوانی حاصل ہے کہ محنتی اور قانع باشندون کی مدد سے یہان اناج کی پیداوار نہایت کثیر مقدار مین ہو سکتی ہے[2]"

---

[1] دیکھو کتاب "کاروان جرنیز" (سفرہاے کاروان) صفحہ ۴۶۲۔

[2] دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد چہل و سوم صفحات ۱۷ و ۲۳۷۔

بالآخران دونون آرا کے ساتھ اون لوگون کی شہادت شامل کیجا سکتی ہے جنہون نے کمیشن ماموریہ تصفیہ سرحد کے ورود سیستان کے بعد اس علاقہ کا سفر کیا۔ ان سیاحان کا مقصد کا بیان ہے کہ سیستان کے ذرایع پیداوار مین حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اور اگر علمی طریقہ سے آبپاشی کا انتظام کیا جائے تو پیداوار کی استعداد بے انتہا بڑھ جائے۔ اس مین شک نہین کہ سیستان کی آیندہ ترقی کا انحصار اس امر پر ہے کہ اصول علم آب سے دریاے ہلمند کے بہاؤ اور طغیانی کو منضبط کیا جائے۔ زمین کے موقعہ یا اوسکی سطح مین کوئی ایسی رکاوٹ نہین جو دریا کے رخ کے جانب جنوب پلٹا دے جانے اور بالکلیۃً زراعت کے کام مین صرف کیے جانے کو مانع آئے۔

سیستان کا پیوند واقعات کے وسیع تر دامن مین

ایک اور امر بھی ہے جو اگرچہ سلسلے کے لحاظ سے اخیر ہے لیکن اسقدر اہم اور ضروری ہی کہ اوسے نظر انداز نہین کیا جا سکتا۔ اگرچہ ریلین ایران مین اوس سرعت اور تیزی کے ساتھ قایم نہ ہون گی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہین اور ایران کے بہت سے حصے ایسے ہین جہان اونکا جاری قایم ہوجانا قرین مصلحت بھی نہین تاہم اکثر لوگ اوس زمانہ کی آمد آمد کے منتظر ہین جب بڑے بڑے شہرون اور تجارت کے ممتاز مرکزون کے درمیان تھکے ماندے گھوڑون محنت مشقت والی اونٹون اور زخمی پیٹھ والے خچرون کے مقابلہ مین کوئی زیادہ سریع السیر ذریعہ نقل وحرکت قایم ہو جائے گا۔ ہم اوس دن کے متوقع ہین جب کہ شمال سے جنوب کی طرف آمد و رفت کے ذرایع خواہ کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن وسطی سرزمین کے بڑے

بڑے شہر غرباً شرقاً کرمان شاہ سے لیکر کرمان تک دخانی گاڑیون کے ذریعہ سے
باہم ملادیے جائینگے اور ریلون کے یہ سلسلے اون وادیون اور گھاٹیون مین سے
ہوکر گزرینگے جن کا عام رخ بلا کسی استثنا کے جانب موافق مین ہوگا یعنی شمال و مغرب سے
جنوب و مشرق کی طرف۔ ریل کی اسطرح کی شاہراہ سے جسکے ساتھہ انجام کار ہندوستان کی
ریلون کا سلسلہ ملجائیگا ایک شاخ ریلوے کا سیستان تک قایم ہونا شمال کی سمت مین بمنزلہ
ایک خفیف مگر قدرتی تفرع کے ہوگا۔ اِسکے ساتھہ ہی ساحل سمندر تک اوس سلسلۂ ریلوے
کے ذریعہ سے تعلق قایم ہوجائے گا جو بام پور سے ہوتا ہوا چاہ بہار کو جائے گا۔ یا رگیان اور
میناب کی راہ سے گوادر پہونچیگا یا اگر بلوچی علاقہ یعنی اوس علاقہ مین جو برطانیہ کے زیر حمایت
ہے کسی زیادہ تر مشرقی بندرگاہ کی ضرورت ہوئی تو پسنی یا کلمات کے عمدہ بندرگاہون تک
جائے گا۔ لیکن اگر سندہ و پشین یا بولان ریلوے کی نسبت جن کا منتہا ہندوستان کی موجودہ سرحد
ہوگا یہ خیال کیا جائے کہ یہ طوفان سے ضایع ہوجانے کے امکان کی زد مین ہونے کے باعث
سیستان تک کی ریلوے کا محفوظ و موزون مبتدا نہین ہوسکتین تو اس صورت مین بولان ریلوے
بطور خود ایک مستقل بلوچی ریلوے ہوسکتی ہے جو ساحل سمندر سے روانہ ہوکر پنجگور سے گزرتی
ہوئی ایرانی سرحد کی طرف جائے گی اور بعض مستند لوگون کی تو یہہ رائے ہے کہ اس
ریلوے کو ہندوستان کے سلسلۂ ریلوے سے بذریعہ ایک شاخ کے ملادینا چاہیے
جو کراچی سے روانہ ہوکر مکران مین سے گزرتی ہوئی اس سے جاملے۔ بحر ہند کے ساتھہ
اس طرح کی ریلوے کا اتصال ایسی صورت مین مشرقی ایران کے لیئے وہی حکم رکھے گا جو

ماوراءالنہری ریلوے کا اتصال بحیرہ اخضر کے ساتھ ایران کے شمالی و مشرقی حصہ کے لئے رکھتا ہے اور بحر و بر پر دخانی طاقت کی متفقہ مساعی سے چند سال مین وہ انقلاب برپا ہو جائے گا جسکا بصورت مخالف ممکن ہے کہ صدیون تک انتظار کرنا پڑے۔ بقول ڈاکٹر بیلیو کے شاید نہ ہماری اولاد اور نہ ہماری اولاد کی اولاد کی قسمت مین اوس دن کا دیکھنا لکھا ہے جبکہ ان اقطاع مین وہ ریل کی سیٹی کی گونج اپنے کانون سنین گے۔ لیکن جب ہم پیوند زمین ہو کر آیندہ نسلون کے صفحہ خاطر سے محو ہو چکے ہونگے تو شاید کوئی مطالعہ کا شایق مسافر ہماری کتاب کو لندن کے کسی بازار کی قدیم دکان مین جا کر پرانے لٹریچر کی ایک ایک شلنگ مین بکنے والی کتابون کے ڈہیر مین سے اٹھا کر پڑہے گا اور ہمین ہمارے کنج مرقد مین بھی اس بات کے لئے مبارکباد دے گا کہ جو واقعات اوس وقت تکمیل کو پہونچ چکے ہونگے اون کا خیال سالہا سال پیشتر ہمارے ذہن مین آیا تھا اور ہم نے اون کی تائید مین بصد شوق کوشش کی تہی۔



دسوان باب

از مشہد تا بہ طہران

"انسان نے اب تک جتنی چیزین بنائی ہین اون مین سے ایک بھی ایسی آرام دہ اور راحت بخش نہین جیسی کہ سر راہ ایک عمدہ سرائے یا شراب خانہ"۔ ۱

(حیات ڈاکٹر جانسن مصنفہ باسویل)

"جہان تک ایرانیون سے مجھے سابقہ پڑا مین نے اونہین برا پایا"۔

ناربیس

مشہد اور طہران کے درمیان ڈاک کی سڑک

ناظرین نے گزشتہ دو فصلون کے اہم اور دقیق سیاسی مباحث کو قطعاً نظر انداز نہین کیا بلکہ غور سے مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کی ہے اون کے لئے اس باب کے آسان تر مضامین باعث تلافی ہونگے۔ مشہد مین آٹھ دن تک قیام کرنے کے بعد مین نے بذریعہ سواری چاپار طہران کا طول طویل سفر اختیار کیا۔ اہل ایران ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴ فرسخ بیان کرتے ہین اور اسی کے حساب سے مسافر کو کرایہ دینا پڑتا ہے۔ اگر ایک فرسخ کو پورے چار میل کے مساوی قرار دیا جائے

تو اس فاصلہ کی مجموعی تعداد ۶۱۶ میل ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ خراسان کا فرسخ ایران کے دوسرے علاقون کے فرسخون کے مقابلہ مین اپنے تکلیف دہ اور بظاہر ناممکن الاختتام طول[1] کے لیے مشہور ہے (اور اس سے حقیقت مین سڑک کی وحشت انگیز یکسانیت کی تعریف مقصود ہے) تاہم اپنے اندازے کو سیاحان سابق کے اندازے سے مقابلہ کرنے پر میری دانست مین یہ فاصلہ ۵۶۰ انگریزی میلون سے بھی کسی قدر کم ہے اس بات کو دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر اکیلا سفر کر رہا ہو اور سوائے اوس کے گھوڑے کے قدمون کے اور کوئی چیز اوسکی توجہ کو اپنی طرف منعطف نہ کرتی ہو تو بہت جلد اوس کو صحیح اندازہ اوس فاصلہ کا جو وہ منزل بہ منزل طے کرتا ہے معلوم ہو جاتا ہے۔ مشہد سے طہران تک کی راہ چوبیس ۲۴ منزلون مین منقسم ہے اور ڈاک

---

[1] ایک سیاح جو طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سفر کرتا رہا ہے اور اپنے خستہ و ماندہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوائے اسکے کہ زین کے سامنے کے [illegible] کرتا رہا ہو اور دیر تک قائم نہین رہ سکتا بے اختیار پکار اٹھتا ہے "خراسان کے فرسخ کیا ہین شیطان کی آنت ہین" جب ہم اوس جگہ کے قریب جہان ہم مقام کرنے والے تھے پہونچے تو ہمارے ہمراہیون مین سے ایک کے منہ سے بے ساختہ یہ فقرہ نکلا:۔ "قسم ہے مجھکو جناب رسول اللہ صلعم کی کاس [illegible] سے زیادہ لمبی سڑک میرے دیکھنے مین نہین آئی۔ میری کمر اور گھٹنے شل ہو گئے ہین" ایک مقامی ضرب المثل بھی ہے جسکا یہان حوالہ دینا باعث دلچسپی ہوگا (دیکھو ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ برنس جلد دوم۔ صفحہ ۸۹)۔ اور وہ یہہ کہ خراسان کا فرسخ ایسا ہی نامتناہی ہے جیسی عورتون کی بکواس اور جس شخص نے اسے ناپا ہوگا ضرور ہے کہ اوس نے اسے کسی ٹوٹی جریب سے ناپا ہو۔

——❖——

کی چوکیان پندرہ سے لیکر تیس میل تک کے متفاوت فصل سے قائم ہین۔ لیکن انکا
اوسط فاصلہ ۲۳ میل ہے۔ یہ سفر مین نے آسانی کے ساتھ نو دن مین بحساب اوسط
ساٹھ میل روزانہ طے کر کے ختم کیا۔ کسی دن سو میل اور کسی دن اس سے کم مین طے
کرتا تھا۔ ایران مین مجھے مسافت کے لئے جو شرح رفتار زیادہ بہت پایا گیا ہے[۵۱] اور بعد
مین مجھے بہ آسانی ایک دن مین پچہتر سے لیکر اسی میل تک سفر کرنے کی عادت ہوگئی تھی
محکمہ تار کے عہدہ دار اور اس ملک کے رہنے والے اس سے کم سفر نہین کرتے بلکہ بسا
اوقات ان سے بھی زیادہ جاتے ہین۔ مشہد سے طہران تک جو ڈاک رستے مین
کہین رکنے کے بغیر ہر چوکی پر سب سے پہلے گہوڑے لیکر طہران جاتی ہے وہ
اس فاصلہ کو پانچ سے لیکر چھہ دن تک کے عرصہ مین طے کرتی ہے۔ ڈاکٹر ولس کا
بیان ہے کہ وہ اصفہان سے طہران تک جو قریباً ۲۸۰ میل کا فاصلہ ہے بذریعہ سواری
اسپ ۳۹½ گہنٹے مین پہونچا[۵۲] اور جو افسر کہ صرف دن کے وقت سفر کرتے ہین اور
رات کو ٹھیر جاتے ہین اونہون نے طلوع آفتاب اور زین پر سے اترنے کے وقت
کے درمیان ۱۲۰ میل فاصلہ طے کیا ہے۔

---

۵۱ لیکن باین ہمہ ایک فرانسیسی افسر جس نے ۱۸۸۸ء مین اسی قدر مدت مین یہ سفر طے کیا تھا اپنی کتاب مین بیان کرتا ہے کہ جرنیل مکلین نے اوس کے حیرت انگیز کارنامے پر متعجب ہوکر اوس سے کہا کہ ایک انگریزی افسر جس نے یہ فاصلہ دس دن مین طے کیا تھا بیمار پڑگیا تھا۔ واضح رہے کہ مسٹر ایچ رالنسن نے ایک دفعہ یہ سفر چھہ دن مین طے کیا تھا۔

۵۲۔ دیکھو پرشیا ایز اٹ اِز (ایران کی ہیئت کذائی) صفحہ ۲۹۶۔

سرعت رفتار



ہل ایران ہمیشہ سے گھوڑے پر تیز سفر کرنے مین مشہور رہین اور اس بارہ مین اون کے بادشاہون نے بہی بسا اوقات قابل ذکر کارنامے چہوڑے ہین۔ تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ شاہ عباس اعظم گہوڑون کی ڈاک بٹھا کر ۲۸ ½ گھنٹے مین شیراز سے یزد پہونچا اور شاہی ہیئت دان کو حکم تہا کہ وقت کا حساب لگائے۔ میلکم نے ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۸۹ ½ فرسخ یا ۳۰۳[۵۱] میل بیان کیا ہے اور اگرچہ آج کل کی پیمائش کی رو سے یہ فاصلہ ۲۲۰ میل قرار پایا ہے لیکن پھر بھی ۲۸ ½ گھنٹہ مین اس قدر فاصلہ طے کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ آغا محمد خان حکمران خاندان کا بانی جب کریم خان زند کی وفات پر مازندران کو بہاگا تو شیراز سے اصفہان تک جو کسی صورت مین تین سو میل سے کم فاصلہ نہین وہ گہوڑے پر سوار ہو کر تین دن سے کم مین پہونچا۔ اوس کا بھتیجا فتح علی شاہ وارث تخت وتاج ہونے پر شیراز سے طہران کم از کم ۵۰۰ میل کا فاصلہ طے کر کے چھ دن مین گیا۔ فریزر ایک ایرانی آغا بہرام کا واقعہ بیان کرتا ہے جسکے پاس نہایت اچھے اچھے گہوڑے موجود تھے کہ ایک دفعہ وہ ایک ہی عربی گہوڑے پر چھ دن مین شیراز سے طہران گیا اور وہان تین دن ٹہیر کر پانچ دن مین واپس شیراز آیا اور پھر نو دن آرام لیکر اوسنے تیسرا سفر ۷ دن[۵۲] مین طے کیا۔ لیکن سب سے زیادہ

۵۱ دیکھو "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران)۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۴۵۔

۵۲ دیکھو "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم صفحہ ۳۱۹۔

قابل ذکر کارنامہ (اس لحاظ سے کہ زحمت کشی کا تسلسل اس مین سب سے زیادہ پایا جاتا ہے) اوس فوجی افسر کا ہے جو ۱۸۱۵ء مین الباسے نپولین کے فرار ہو جانیکی خبر لیکر قسطنطنیہ سے وہاوند تک جو طہران کے قریب واقع ہے ۱۹ دن مین ۱۷۰۰ میل کا مجموعی فاصلہ طے کر کے پہونچا۔ برخلاف اسکے اگر تعجیل کی کوئی وجہ نہ ہو تو ایرانی سے زیادہ سست سوار بھی اور کوئی نہین ہو سکتا۔ اگر وہ بگٹٹ نہ جا رہا ہو تو نہایت متانت و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ خرامان جاتا ہے اور اثناے سواری چاپار مین کوئی بھی ایسا ایرانی میرے دیکھنے مین نہین آیا جو گھوڑے پر قدم چال سے زیادہ تیز جاتا ہو

خرچ سفر

چونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مین اپنے ذاتی تجربہ سے سواری چاپار کے حالات بیان کرتا ہون اور بعد مین اسی ذریعہ سے مین نے ایک ہزار میل سے زیادہ کا سفر طے کیا لہذا مناسب ہوگا کہ اس بارہ مین اپنے مشاہدات اور مشورون کو تلخیصاً بیان کرون۔ دوسرے باب مین جس کا عنوان "راہ و رسد" ہے مین پہلے ہی خرچ اور طرز عمل کے متعلق جو جو اطلاعین ضروری تھین درج کر چکا ہون۔ جو اندازہ مین نے اوس باب مین لگایا تھا اوس سے واضح ہوگا کہ چارون گھوڑون پر ایک اپنے لئے۔ ایک غلام کے لئے ایک بارگیر کے لئے اور ایک سامان کے لئے۔ اس موقعہ پر مین نے سامان کے لئے ایک زاید جانور لے لیا تھا مگر اوس کے بھاگ بھاگ جانے سے تعاقب کی جو زحمت مجھکو اوٹھانی پڑی اور جو وقت میرا ضایع ہوا۔ اوس سے مجھے پورا تجربہ حاصل ہوگیا اور پھر

سامان کے لئے زاید جانور ساتھہ رکھنے کا مین نے نام نہ لیا) مشہد سے طہران تک کے سفر مین ۶۰۰ قران صرف ہوئے۔ اوس وقت تبادلہ کی جو شرح تھی اوس کے لحاظ سے ۶۰۰ قران ۱۷ پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ مگر اس مین بارگیرون کا انعام رات کے قیام کے لئے ڈاک بنگلون کا کرایہ شامل نہین۔ ان اخراجات کی تعداد ... پاونڈ یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے رستہ کی خوراک کا دارومدار زیادہ اوس ڈبون مین بند کئے ہوئے گوشت کی مقدار پر منحصر ہے جو مسافر اپنے ہمراہ لے جائے۔ غرضکہ کسی صورت مین اس سفر کا خرچ بتیس پاونڈ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس سفر مین میرے ہمراہ صرف ایک شخص تھا۔ اوسی کو میرا رفیق اور اوسی کو میرا ملازم سمجھنا چاہیئے۔ یہ شخص ایک ایرانی الاصل افغان غلام یعنی بدرقہ تھا جو برطانوی سفارت متعینہ طہران مین متعین تھا۔ اوس کا نام نادر علی خان تھا جس کے شاندار ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور سڑک کے تفصیلی حالات اوس کو معلوم تھے۔

وزیر صیغۂ ڈاک

ایران مین ڈاک کا جو طریقہ مروج ہے اور جسکے قایم کئے جانے کے متعلق مین آگے چلکر کچھ حالات بیان کرونگا۔ ڈاک کے ایک وزیر کی نگرانی مین ہے۔ لیکن چونکہ جو عہدہ دار اس خدمت پر اسوقت مامور ہے اوس کے تفویض دو اور محکمے بھی ہین اور مزید براٰن وہ کونسل کا پریزیڈنٹ بھی ہے لہذا یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ خدمت مسطورہ کو زیادہ اہم نہین سمجھا جاتا۔ دولت ایران کی طرف سے وزیر موصوف کو ہر ڈاک کی

چوکی کی مرمت اور سامان کے لیئے جو سرکاری سڑکوں پر واقع ہو کچھہ سالانہ رقم ملتی ہے اور اس کے علاوہ گہوڑون کے دانے چارے کے طور پر ہر سال کچھہ جو اور پیال بھی ملتے ہین[1]۔ لیکن وزیر اس کا انتظام خود نہین کرتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو عام ایرانی طرز عمل کے سخت ہی مخالف ہو۔ ہر ایک سڑک کسی سوداگر یا مرفہ الحال شخص کو ٹھیکے پر دیدی جاتی ہے جو ایک معینہ رقم ہر سال وزیر کو ادا کرتا ہے۔ اس ٹھیکہ دار کا کام یہ ہے کہ ہر ایک چوکی پر ملازم اور گہوڑے مقرر کرے اور اس کام مین سے جسقدر روپیہ پیدا کر سکے کرے۔ اوسکے بخل اور کفایت کی روک تہام اگر کسی شئے سے ہو سکتی ہے تو وہ یہ خیال ہے کہ مبادا سال کے ختم ہونے پر کوئی دوسرا ٹھیکہ دار زیادہ بولی بول کر اس رعایت کو حاصل کر لے۔ پس مقام تعجب نہین ہے کہ ڈاک کی چوکیان اکثر نہایت بوسیدہ اور تبہ حال ہوتی ہین اور گہوڑے ایسے مریل اور دبلے اور بُرے ہوتے ہین کہ کچھہ بیان نہین ہو سکتا۔ اس طریقہ کے مذموم ہونے کے متعلق اختلاف ممکن نہین اور یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا سیاح کی حالت زیادہ قابل رحم ہے یا اون غریب جانورون کی جن پر اوسے مجبوراً تازیانے برسانے پڑتے ہین۔

چاپار کے ماله وما علیه

بہرحال مین سواری چاپار کے آلام ولذات کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتا ہون

---

[1] حال ہی مین سرکاری چاپارخانون کی کل تعداد ۲۰۷ اہتی اور خزانہ عامرہ سے ہر چاپارخانہ کے لئے ۲۰۰ تومان (۵ پاونڈ ۱۴ شلنگ) سالانہ مقرر تہے۔ اسکے علاوہ ۱۰ خروار (قریباً ۳ ٹن) جو اور اسی قدر پیال گہوڑون کے لئے مقرر تہے

تاکہ اسکی نسبت منصفانہ راے قایم کی جاسکے۔ اس طریقہ کو سیاحون نے اپنے اپنی مذاق استعداد و زحمت کشی اور یاوری بخت کے اعتبار سے "باعث تفریح طبع"، "وقت طلب" یا "عذاب" کے لفظون سے تعبیر کیا ہے اور شاید ان تینون راؤن مین سے ہر ایک کے متعلق کچھہ نہ کچھہ کہا جا سکتا ہے۔ ان آرا کے قایم کرنے مین سب سے بڑی وجہ تحریک وہ مقدار مسافت ہے جو طے کیجاے۔ کسی قدر اس کا دار و مدار سال کی فصل یا موسم پر ہے جس مین سفر کیا جاے اور بہت کچھ سفر کرنے والے کی قسمت پر۔ زائرون کے سواے جو قافلہ کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین، مشہد اور طہران والے راستے کو بہت کم لوگ اختیار کرتے ہین اور اسلیئے ہر چوکی پر پانچ یا چھہ گھوڑون سے زیادہ نہین ہوتے اور بعض دفعہ اس سے بھی کم ہوتے ہین۔ ان گھوڑون کو مین نے عام طور سے نہایت تبہ حال پایا۔ کہانے کو انہین کم ملتا تھا۔ ہڈیان ان کی نکلی ہوئی تھین۔ چال ان کی ٹہیک نہ تھی اور ان کی پیٹھ پر زخم تھے جنکی وجہ سے بعض دفعہ تو جی نہ چاہتا تھا کہ ان پر سواری کی جاے۔ بہترین گھوڑے جو مجھے ملے وہ ایسے تھے کہ کسی دوسرے ملک مین او نہین اوسط درجہ کے گھوڑون مین کہترین خیال کیا جاے گا۔ ان مین سب سے خراب گھوڑے پر سوار ہونا ایک ایسی سزا تھی جسے زمانہ آیندہ کا کوئی ڈینٹی[1] موزون طور پر جہنم کے طبقہ اسفل السافلین مین اپنے جانی دشمن

[1] ڈینٹی اطالیہ کا مشہور و معروف شاعر ہے جو ۱۲۶۵ء مین پیدا ہوا تھا۔ مین اوس کی اوس بے نظیر نظم "ڈیوائن کامیڈی" کی طرف اشارہ ہے جس مین اوس نے بہشت۔ اعراف اور دوزخ کے متعلق خیالی تصویرین نہایت

دشمن کے لئے تجویز کر سکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب طہران اور ترشیز والی سڑک پر میرا گزر ہوا جسپر آمدورفت زیادہ رہتی ہے اور جہان چاپار کا انتظام اچھا ہے تو تعداد اور عمدگی کے لحاظ سے زیادہ قابل اطمینان گھوڑے میرے دیکھنے مین آئے عام طور سے اون پر سوار ہونا برداشت کیا جاسکتا تھا اور بعض دفعہ تو ایسے گھوڑے مل جاتے تھے جنہین اچھا کہا جاسکتا تھا۔ اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ مجھے انکے ذریعہ سے ایک گھنٹہ مین ۸ یا ۹ میل اوسط مسافت کے حساب سے دن بھر سفر کرنے مین کامیابی ہوئی اور جب کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ عام طور سے پویہ چال چلتے تھے اور بعض دفعہ سرپٹ جاتے تھے تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ دن بھر مین ستر یا اسی میل کا سفر ایسا ہے کہ برداشت کیا جاسکے اور اگر موسم عمدہ اور موافق مزاج ہو تو بسا اوقات اسکو خوشگوار و خوش آئند کی صفت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال اس فیصلہ کا جزو اعظم یاوری بخت ہے۔ اگر مسافر سرکاری ڈاک کے مقابلہ یا معارضہ سے جس کا حق ہر جگہ فایق ہے اپنے آپکو بچا سکے اور اگر رخت سفر اوسکے ہمراہ زیادہ نہو اور باربرداری کے لئے زیادہ جانورون کا محتاج نہو اور خصوصاً اگر وہ مسافرون کی کسی دوسری جماعت سے جو اوسی سڑک پر سفر کر رہی ہو بڑھ کر آگے نکل جائے تو اوسکی اچھی طرح گذرے گی لیکن اگر ان تمام امور یا ان مین سے کسی ایک مین نصیب نے اوس کی یاوری نہ کی تو وہ ایران سے رخصت ہوتے وقت اس ملک پر تین حرف بھیجے گا اور کہے گا کہ یہان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۸۔ خوبی کے ساتھ کھینچی ہین۔

کے بھیجنے والے بدمعاش اور ناپاک ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عام سیاحوں کا تجربہ یہی ہے اور اس کی توجیہ شاید اس واقعہ سے ہو سکتی ہے کہ ایران میں اگر کسی یورپین کے لئے کوئی خیال باعث تشفی ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک فاصلہ معینہ کو اپنے متقدمین سے وہ زیادہ جلد طے کرے۔ چنانچہ اس بارہ میں یہاں شدت کے ساتھ مقابلہ عمل میں آتا ہے۔ رستے میں جہاں تار ہے وہاں سے مسافر کے دوستوں اور خویش و اقارب کے منتظر کانوں میں اوسکے مراحل کی خبر بپیغام تار برقی کے ذریعہ سے پہونچتی ہے اور مسافر کے لئے اس سے زیادہ خوشی اور نہیں ہو سکتی یا اس سے بڑا کارنامہ وہ اور کوئی نہیں چھوڑ سکتا کہ طے مسافت کے لحاظ سے اپنے متقدمین پر سبقت لیجائے۔

چاپارخانہ

اس مقام پر میں چاپارخانے اور اوسکی کم مایہ مگر مخصوص خصوصیات کا ذکر کرتا ہوں جنکی شکل کبھی قصبہ یا گاؤں کے بیچوں بیچ اور بعض وقت اوسکے حوالی میں مگر بالعموم کفِ دست صحرا کی ویران تنہائی میں ایک چھوٹی سی مستطیل شکل کی عمارت پانی کے کنارے کہڑی نظر آتی ہے۔ اس عمارت کی دیوارین کچی مٹی کی بالکل بھیانک اور ایک اندرونی احاطہ کے گرداگرد کھنچی ہوئی ہوتی ہین۔ پھاٹک پر ایک پست سا چوگوشہ برج ہوتا ہے اور عمارت کے ہر زاویہ پر ایک نیم مدور برج یا چھجا آگے کو نکلا ہوا ہوتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ عمارت بظاہر ایک چھوٹا سا مٹی کا قلعہ معلوم ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں اس کا

مقصد بھی یہی ہے کیونکہ ایسے ملک میں جو کچھہ زیادہ عرصہ نہیں گذرنے پایا کہ ترکمانون کی دستبرد اور غارت گری کی جولانگاہ رہ چکا ہے اور جہان بلا تفریق و امتیاز سرقہ کا مرتکب ہونا لوگون کا عام شیوہ ہے ہر ایک جائداد کی محل سے لیکر باغچہ تک حملہ سے اسطرح حفاظت کرنی پڑتی ہے گویا کہ ملک مین علانیہ جنگ برپا ہے - چاپار خانہ مین ایک بڑے چوبی دروازہ سے داخل ہوتے ہین اور جب اس کو بند کر دیا جاتا ہے تو سوائے سیڑہی لگا کر چڑہنے کے اور کسی طرح اس مین گذر ممکن نہین جب مسافر گھوڑے پر سوار پھاٹک مین پہنچتا ہے تو اوسے دیوار کے دونون طرف ایک پست سا چبوترہ اور دو دروازہ نظر آتے ہین جن کے ذریعہ سے نیچے کے تنگ وتار اور غلیظ حجرون مین داخل ہوتے ہین - پھاٹک مین سے گذر کر اندر کا صحن آتا ہے جو طول مین بیس سے لیکر پچیس اور عرض مین بارہ سے لیکر پندرہ گز تک ہوتا ہے - وسط مین ایک چبوترہ نظر آتا ہے جس پر مرغیان گھوڑے کے ڈھیر کو کریدتی ہوئی دکھائی دیتی ہین - اگرچہ حقیقت مین اس چبوترہ کا مقصود یہ تھا کہ گرمی کی راتون مین مسافر تازہ ہوا مین اس پر اپنا بستر جمائے - صحن کے گرداگرد جو دیوارین ہوتی ہین اونکے دو اور بعض دفعہ تینون پہلوؤن پر حجرے بنا دئے جاتی ہین جس مین گھوڑون کے لئے کاہ ڈال دی جاتی ہے اور گرمی کے موسم مین گھوڑون کو یہان باندہ دیا جاتا ہے - لیکن دو بغلی دیوارون کے اندر مہم سرما کے لئے لمبے لمبے تنگ وتار طویلے بنے ہوتے ہین - جن مین ایک پست دروازہ کے سوائے اور کہین سے ہوا یا روشنی کا گذر نہین ہوتا اور جو سڑی ہوئی لید کے ڈھیرون

سے متعفن ہوتے ہین۔ بالعموم بارگیر اور ملازم گھوڑون سمیت انھین مین سے کسی مین ایک چھوٹے سے الاؤ کے گرد سورہتے ہین۔ صحن کی اندرونی دیواروں پر کسی زمانہ مین چونے کا پلستر ہوگا مگر اب بالکل اوکھڑ گیا ہے۔ اور اب پوری دیوار گلی معلوم ہوتی ہے تھکا ماندہ مسافر جب گھوڑے پر سوار پھاٹک کے اندر داخل ہوتا ہے تو چاپارچی جو بعض دفعہ اپنی وردی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ اوسکے استقبال کے لئے باہر نکلتا ہے۔ دونو مین اس امر کے متعلق اشتیاق آمیز گفتگو ہوتی ہے کہ آیا اصطبل مین تازہ دم گھوڑے موجود ہین یا نہین اور جب چاپارچی مسافر کو اوسکے استفسارات کے جواب مین امیدوار یا مایوس کررہا ہوتا ہے تو سامان تھکے ماندے جانورون کی پیٹھ پر سے اوتار کر چبوترہ پر رکھدیا جاتا ہے اور برطانوی مسافر پاؤن پسار کر لیٹ جاتا ہے یا شوربے یا چاء کا ایک گرم گرم پیالہ تیار کراکے پیتا ہے۔ اوس کا ایرانی ملازم قلیان کا جو ہمیشہ تیار رہتا ہے ایک کش لگاتا ہے اور خستہ وماندہ جانورون کو جن پر سے سوائے اون کی پھٹی پرانی گردینون کے اور ہر ایک چیز اوتار لی جاتی ہے بارگیر دس منٹ تک آہستہ آہستہ ادہر اودہر ٹہلاتا ہے اور اسکے بعد پانی پلانے کے لئے لیجاتا ہے۔ اگر اوس کی قسمت یاور ہوئی تو پاؤ گھنٹہ مین اور نہین تو کہین ایک یا دو گھنٹہ کے بعد جاکر کچھہ تازہ دم گھوڑے باہر لائے جاتے ہین اور مسافر اون مین سے اپنے لئے بہترین جانور پسند کرکے ایک دفعہ پھر سوار ہوتا ہے اور راہ کے نشیب وفراز کے طے کرنے مین پھر مصروف ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر تازہ دم جانور نہ موجود ہون یا کسی دوسرے سیاح

نے پیشدستی کر کے ایسے جانوروں پر قبضہ کر لیا ہو تو ایسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے کہ عیاذًا باللہ دو گھنٹہ کے انتظار شدید کے بعد وہی کمبخت جانور جو اپنی پیٹھ پر بوجھ اوٹھائے ابھی پچیس میل کی مسافت طے کر کے آئے تھے پھر اور پچیس میل کی منزل کوڑے کھا کھا کر طے کرنے کے لئے باہر لائے جاتے ہین۔ مجھے اس امر کا مُقر ہونا پڑتا ہے کہ میری ہمدردی ہمیشہ جانور کے ساتھ ہوتی تھی نہ کہ اوسکے سوار کے ساتھ۔ اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ ان دقیانوسی ٹٹوؤن سے ہر روز بلکہ ہر ساعت سفاکانہ کام لیا جاتا ہے تو مجھے بعض دفعہ یہ حیرت ہوتی تھی۔ ڈنڈے اور چابک کھانے پر بھی وہ کس طرح اوس سست چال سے متجاوز ہوتے ہین جس کی اون کی تباہ حالت سے توقع کیجا سکتی ہے۔

بالاخانہ

لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سیاح اپنے دن کی منزل پر پہونچ گیا ہے اور اور اوس چاپار خانے مین وارد ہوا ہے جہان اوسے شب باش ہونا ہے تو سوال یہ ہے کہ اوس وقت اوسے کیا پیش آئے گا۔ اس سوال کا جواب اوس آگے کو نکلے ہوئے چہار گوشہ برج سے ملیگا جو داخل ہونے کے پھاٹک پر بنا ہوا ہے۔ اس مین زینون کے ذریعہ سے جن کا ڈھلاؤ کوہ الپس کے پہلو کے اوتار کے برابر برابر ہوتا ہے اور جو اندرونی صحن کے زاویون پر بنے ہوئے ہین داخل ہوتے ہین۔ ان زینون پر بدقت تمام چڑھ کر ہم سطح چھت پر جو عمارت کے گرداگرد چلی گئی ہے۔

پہونچتے ہین اور ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ برج صرف ایک حجرہ پر مشتمل ہے جس مین عموماً دو اور بعض دفعہ تین دروازے جو کبھی بند نہین کئے جاتے اور دیوارون مین دو کھلے دریچہ نما منافذ ہوتے ہین اور اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مین چارون سمتون سے ہوا داخل ہوتی ہے۔ یہ بالاخانہ ہے جو ممالک غیر کے مہمانون کی آسایش کے لئے مخصوص ہے۔ اس ویران اور بھیانک مکان مین جس مین جہاز کے بادبانون سے کم ہوا داخل نہین ہوتی مسافر کو چار و ناچار رات بسر کرنی پڑتی ہے۔ اندر کی دیوارون پر کسی زمانہ مین چونے کا پلستر اور قلعی تھی۔ اگر اس مین کسی قسم کی آسایش ہے تو وہ یہ ہے کہ دیوارون مین متعدد اوتھلے طاقچے بنے ہوئے ہین جن مین ایرانی مسافرون نے نہایت زشت و کریہ تصویرین کھینچی ہین اور کبھی کبھی (مگر ہمیشہ نہین) انگیٹھی بھی ہوتی ہے۔ سامان اس مین بالکل نہین ہوتا۔ مسافر کا پہلا کام یہ ہے کہ فرش کو جھڑواکے۔ کھٹملون۔ پسوؤن اور کیڑون مکوڑون سے صاف کرے۔ ایک کونے مین نمدہ یا دری اور اوس پر اپنا پیال سے بھرا ہوا تھیلا بچھائے۔ ایندھن مول لیکر آگ جلائے۔ کھلی کھڑکیون کو بند کرائے اور بوسیدہ درزون پہ کیلون سے پردے لگائے۔ ان ابتدائی تیاریون کے بغیر جو لوازمات سے ہین بالاخانہ اس قابل نہین ہوتا کہ اوسمین رہ سکین لیکن دن بھر کے تھکے ماندے مسافر کے لئے جسکا جسم مارے تکان کے شل ہو رہا ہوتا ہے جاڑے کی یخ بار رات مین یہ تیاریان کرنا بعض دفعہ نہایت دوبھر معلوم ہوتی ہین۔ باوجود ان تیاریون کے بھی یہ ہوائی نشیمن بعض اوقات اس قدر سرد ہوتا ہے کہ

کہ مسافر سردی کی تاب نہیں لا سکتا اور مجبوراً نیچے اوتر کر مرطوب اور تنگ حجروں میں سے کسی میں پناہ لیتا ہے۔ غرضکہ کوئی آدھ گھنٹہ میں جب تیاریاں ہو چکتی ہیں اور خوشگوار حرارت اکڑے ہوئے جوڑوں اور خستہ اعضا کو راحت پہونچانے لگتی ہے اور ساوار میں سے خوش آیند بھاپ اوٹھنے لگتی ہے تو تسکین کی ایک حیرت انگیز کیفیت مسافر پر طاری ہوتی ہے اور وہ غالباً اس وقت اپنے مکان کو قلعہ ونڈسر[1] کی کسی پر تکلف خوابگاہ سے بدلنا پسند نہ کرے گا۔ لیکن جب دوسری صبح کو چار یا پانچ بجے منھ اندھیرے کڑکڑاتی سردی میں جھلملاتی شمع کی روشنی میں اوسے اوٹھ کر کپڑے پہننے پڑتے ہیں چیزیں بست باندھنی پڑتی ہے۔ ناشتہ تیار کرنا پڑتا ہے اور آخر کار اس بات کی نگرانی کرنی پڑتی ہے کہ تمام سامان اندھیرے میں صحیح وسالم گھوڑوں کی پیٹھ پر جو نیچے اصطبل میں ہوتے ہیں بار ہو جائے تو اوس وقت کچھ دیر کے لئے یہ خیال اوسکے دل میں آتا ہوگا کہ سیاحت ایران پر یہی مثل صادق آتی ہے کہ

"گلاہ دلکش ست امابدر دسر نمی ارزد"

اور وہ یہ سوچتا ہوگا کہ انگلستان میں جو خوشی واطمینان میسر ہے وہ یہاں کہاں۔

چاپار کے گھوڑے

ایرانی چاپار کے گھوڑوں سے متعلق میں ایک آدھ جملہ درج کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص چند ہفتوں کی مدت میں ان جانوروں میں سے ساٹھ ستر پر

---

[1] شاہ انگلستان کے ایک محل کا نام ہے۔ مترجم

سوار ہو اور اونکی جنس کے متعلق کوئی عام رائے قایم نہ کرے۔ اس مین شک نہین
کہ برُے گھوڑون مین سے مسافر اپنے لیے سب سے اچھا گھوڑا پسند کرتا ہے لیکن
چاپار شاگرد کی ضرور نگرانی کرنی چاہیے کیونکہ اوسکو ہر ایک جانور کی خوبیان پوری طرح
سے معلوم ہوتی ہین اور اگر اوسکی روک نہ کی جائے تو وہ اپنے لیے سب سے بہتر
گھوڑے کا انتخاب کرے گا اور اپنے مالک کی آسایش کا ذرا خیال نہ کرے گا جس وقت
مسافر چاپار خانہ سے نکلتا ہے اور اپنے نئے گھوڑے کو کچھ دور چلا کر دیکھتا ہے تو
وہ وقت بھی اوسکے لئے نہایت ہی تذبذب کا ہوتا ہے تین سو گز کے اندر اندر اوسی
معلوم ہو جاتا ہے کہ جو تین یا چار گھنٹہ کا سفر اوسکے سامنے ہے آیا وہ قابل برداشت
ہوگا یا پر عذاب۔ تھوڑے سے تجربہ کے بعد جو چال یورپین اپنے لئے پسند کرتا ہی
وہ یہ ہے کہ کبھی تیز پویہ جائے کبھی قدم قدم۔ ایرانی جب پویہ یا سرپٹ نہین جاتے
ہین تو وہ ایک بھدی تکلیف دہ دلکی اختیار کرتے ہین جو انگریزی زین پر مغز کو ہلا ڈالی
سواری چاپار کے کل اثنا مین مجھے صرف دو دفعہ ایسے گھوڑون پر سوار ہونے کا
اتفاق ہوا جو انگریزی دلکی چل سکتے تھے۔ چاپار شاگرد اپنے ساتھ چمڑے کا ایک چابک
اپنے ہمراہ رکھتا ہے اور ہر ایک مسافر کو بھی چاہیے کہ ایسا چابک ساتھ لیکر چلے
چاپار شاگرد کی چابک کی تڑاقون کی آواز ایسی ہوتی ہے کہ پناہ بخدا۔ لیکن گھوڑا جو چابک
کھانے کا عادی ہو رہا ہے اوس سے جھرجھری تک نہین لیتا۔ چاپار شاگرد کو ہم نے
وقتاً فوقتاً "پوسٹ بائے" (یعنی چاپار طفلک) لکھا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ شاگرد

"طفلک" نہین ہوتا بلکہ اچھا خاصا مرد ہوتا ہے۔ وہ زین پر سوار نہین ہوتا بلکہ عموماً سامان کے ڈھیر پر بیٹھ جاتا ہے اور اوس کی دونون ٹانگین دونون طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہین نہ اوسکے ہاتھ مین باگین ہی ہوتی ہین بلکہ صرف ایک رسا جو قری کے ایک سرے سے بندھا ہوا ہوتا ہے وہ ہاتھ مین لئے رہتا ہے۔ اوسکی نسبت باور تو یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رہنمائی کریگا اور سرعت رفتار کا معیار خود قایم کریگا لیکن مجھے جلد یہ بات معلوم ہو گئی کہ ایک دن مین ستر میل کا فاصلہ اس طرح طے نہین کیا جاسکتا اور یہ کہ ایک غیر ملک مین بھی اپنا رہنما آپ ہی بننا چاہیئے۔ اگر روشنی ہو تو عموماً راہ کے متعلق غلطی نہین ہوسکتی کیونکہ اگرچہ یہان کوئی سڑک موجود نہین اور رستہ خچر کی صرف ایک پگڈنڈی ہے جو میدانون کو قطع کرتی پہاڑون پر چڑھتی اور درون مین اوترتی ہوئی جاتی ہے اور بعض وقت صرف ایک ہی لکیر ہوتی ہے اور بعض اوقات متوازی راہون کی ایک چوڑی دہاری ہوتی ہے لیکن پھر بھی بے شمار جانورون کے کھرون کے نشانات زمین پر کچھ ایسے قایم ہو گئے ہین کہ جس سمت مین جانا ہوتا ہے وہ سامنے کئی میلون تک نظر آجاتی ہے۔ رات کے وقت اگر چاپار شاگرد کی مدد نہ ہو جس کی نظر اور حافظہ کبھی غلطی نہین کرتے تو اجنبی فوراً راہ گم کر جائے۔

چاپار کے گھوڑے کی شوخیان

ایران کے چاپاری گھوڑے کا مشہور ترین خاصہ یہ ہے کہ خواہ مخواہ سکندری کھاتا ہے۔ ان مین سے اکثر کے گھٹنے چھلے ہوئے ہوتے ہین اور گھوڑے کے

انتخاب کے وقت سب سے پہلی یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ اوسکے گھٹنے کے بال بالکل اوڑے ہوئے تو نہیں ہین مجھے یہ بات معلوم نہ ہوسکی کہ آیا گھوڑے کے ٹھوکر کھانے کی وجہ لگام کا تنگ رکھنا تھا اوسے ڈھیلا چھوڑ دینا اور اس لئے مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ چاپار کے گھوڑے کی قسمت ہی مین یہ لکھا ہے کہ سال مین اتنی ٹھوکرین کھایا کرے۔ ان مین سے بعض تو اسباب ظاہری اور بعض اوس کی اپنی مرضی پر منحصر ہین۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ کوئی مجبور کرنے والا پر اسرار قانون یہ سب کی سب ٹھوکرین اوسکو کسی نہ کسی طرح کھلوائے۔ اس واقعہ سے کہ مین ایران مین مشرقی علاقہ سے وسطی علاقہ اور وسط سے جنوب تک گھوڑے پر سوار ہوکر گیا اور ایک دفعہ بھی نہ گرا۔ بجائی اسکے کہ میرے نظریہ کی تردید ہو اور اوس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ کوئی وجہ موجہ ایسی نہ تھی کہ میرے ساتھ ایسی رعایت کی جائے۔ البتہ اس کی توجیہ اس دلیل سے ہوسکتی ہے کہ میرے بچاؤ کا خمیازہ دوسرے لوگ یا تو پہلے ہی اوٹھا چکے ہونگے اور یا آگے چلکر اوٹھائین گے۔ میرے ایرانی ملازم کا جو میرے پیچھے پیچھے سوار آتا تھا پٹخنی کھاکر فرش خاک پر گرکے درد و تکلیف سے کراہنا میرے لئے مساوات ہوگیا تھا۔ چاپار شاگرد اگر دن بھر مین ایک دفعہ نہ گرلیتا تو اوسے نہایت ہی مایوسی ہوتی۔ ایرانی چاپار کے گھوڑے کی بے اعتباری کی حمایت مین یہ بات البتہ کہی جاسکتی ہے کہ شاذونادر ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سوار گھوڑے پر سے گرے اور اوسے سخت چوٹ آئے۔ حوادث یا صدمات کی تعداد گرنے کی تعداد کے مقابلہ مین نہایت

ہی خفیف ہے۔ دوا ور عیوب میرے دیکھنے مین آئے جوان گھوڑون مین پائے جاتے ہین۔ بعض مریل سے مریل گھوڑے بھی سوار کو اپنے اوپر چڑھنے نہین دیتے جو اس بات کا عجیب ثبوت ہے کہ اون کی یادداشت نے سابق کے تجربہ سے فایدہ اُٹھایا ہے۔ ایک دفعہ مجھے البتہ حادثہ پیش آنے ہی کو تھا۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک گھوڑا جس پر سے مین اُترا میرے رکاب مین پاؤن رکھتے ہی بھاگا۔ اور قریب تھا کہ اپنے آپ کو اور مجھے ایک کھلی ہوئی قنات کے گڑھے مین گرادے اسکے علاوہ جب سوار اپنا دہنا ہاتھ چابک کے ساتھ بلند کرتا ہے یا خالی ہاتھ اٹھاتا ہے تو اوس سے ان جانورون کی یادداشت پر ایسا برہم کرنے والا اثر پڑتا ہے کہ وہ بسا اوقات کترا کر بائین طرف کو دفعتہ پلٹا کھا جاتے ہین۔ جب ایرانیون کو کسی چاپار کے گھوڑے سے خاص طور پر نفرت ہو جاتی ہے تو وہ بعض دفعہ انتقاماً اوس کی دم کاٹ ڈالتے ہین جسکی وجہ سے وہ ایک ایسے ملک مین جہان دم کا ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے ہمیشہ کے واسطے ناقابل کار ہو جاتا ہے۔ مگر یہ فعل اگر بےرحمانہ نہین تو معاندانہ تو ضرور ہے اور اجنبیون کا اس سے اجتناب کرنے مین کوئی نقصان نہین۔ ایرانی چاپار کے گھوڑے اور طریقہ چاپار کے متعلق ہم گریز کے خاتمہ پر مین شاید موزون طور سے ٹیورنیر کا وہ مہتم بالشان فقرہ درج کرسکتا ہون جو تین سو سال سے بھی پہلے اوسنے اپنے سفرنامہ ایران کے دیباچہ مین لکھا تھا۔ وہ کہتا ہے:

"مسافر ایشیا مین اوسطرح سفر نہین کرسکتا جس طرح یوروپ مین کرسکتا ہے۔

دونون براعظمون کے اوقات سفر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین اور جو آسانیان یوروپ مین مسافرون کو حاصل ہوتی ہین وہ ایشیا مین نہین ہوتین "

سڑک کی عام حالت

[decorative initial] سے طہران کو جو سڑک گئی ہے اوس کی اندرونی دلچسپیان ایسی محدود ہین کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانیکی سخت ضرورت اگر داعی نہ ہو تو کوئی شخص اسے کبھی اختیار نہ کرے۔ راستہ بھر یعنی ۵۶۰ میل کے پورے فاصلہ مین ایک بھی چیز ایسی دیکھنے مین نہین آتی جسے خوبصورت کہا جاسکے اور ایسی چیزین بھی بہت ہی کم دیکھی جاتی ہین جو باعث دلچسپی ہون۔ بہرحال فصل خزان کے آخری حصہ مین اسکا منظر رنگینی سے معرا اور ویرانی لئے ہوئے ہوتا ہے سڑک یا یون کہیئے کہ بٹیا لمبے پتھریلے میدانون مین سے لہراتی۔ غیر خوشنما پہاڑون کو قطع کرتی اور اجڑے ہوئے گاؤن اور قصبون مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ جابجا اس بات کا قوی ثبوت بہم پہونچتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان کی آبادی زیادہ گھنی تھی اور اسلیئے آجکل کے مقابلہ مین اس علاقہ کی زیادہ احتیاط کے ساتھ نگہداشت کی جاتی تھی۔ مسافر کا گذر ایسے قصبون مین ہوتا ہے جو بالکل سونے پڑے ہین اور سوا ے متزلزل دیوارون اور منہدم برجون کے اندوہ فزا امتزاج کے اور کچھ وہان موجود نہین۔ اوسکے دیکھنے مین ایسے قلعے اور مستحکم مقامات آتے ہین جو انحطاط کے آخری درجہ کو پہونچ چکے ہین اور اب مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حیثیت نہین۔ ایسے مسدود اور متروک قنابون

کی لمبی لمبی قطاریں نظر آتی ہین جنکے ذریعہ سے کبھی پہاڑون سے میدانون مین پانی لایا جاتا ہوگا۔ شہرون کی دیوارون کے کھنڈر رہ گئے ہین اور اون مین بڑے بڑے سوراخ نظر آتے ہین۔ جو عمارتین قابل ذکر تھین وہ اب گر رہی ہین۔ اور جن مکانون مین پہلے لوگ بود و باش رکھتے تھے اون کی اب یہ حالت ہو رہی ہے کہ تودہ ہاے خاک سے اون کی حقیقت زیادہ نہین جہان سے کتے بھونکتے ہوئے سنائی دیتے ہین غلیظ و کثیف قبرستان جنکی حرمت کی ذرا پروا نہین کیجاتی۔ اور جو ہر ایک شہر کے باہر کئی کئی گز تک پھیلے ہوئے ہوتے ہین اور جن مین لوح مزار کا نقش مٹ چکا ہے اور قبرین زمین مین دھنستی ہوئی چلی جا رہی ہین ایسے وحشت انگیز نہین ہوتے جیسا کہ شہر کا اندرونی حصہ جہان زندون کی حالت بھی ویسی ہی ہو رہی ہے جیسی مردون کی۔ مسافر اگر زیادہ سے زیادہ کسی نئی بات کے پیش آنے کی توقع کرسکتا ہے (اگرچہ جیسا کہ مین پیشتر ذکر کرچکا ہون مجھے اس بارہ مین ناکامی ہوئی) وہ یہ ہے کہ اوس کا گھوڑا سکتہ ہی کھا کر اگر اپنے گھٹنون کو نہ پھوڑے تو سفر کی شل کر دینے والی یکسانیت کے تسلسل ہی کو توڑے۔

عبرت

لیکن اگرچہ یہ رستہ بیرونی دلچسپیون سے معرا ہے پھر بھی تاریخی اور عملی لحاظ سے اس سے دو سبق حاصل ہو سکتے ہین۔ اس سفر کے اختیار کرنے سے مسافر محض اوس راہ کو طے نہین کر رہا ہے جسے کم از کم پانچ سو سال سے ہزارہا زائرون نے طے

کیا ہے بلکہ وہ فوجون کی طوفان بارگذر گاہ کو دہرا رہا ہے اور عظیم الشان فاتحون
اور فرمانرواؤن کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اور اگر اوس ویرانی مین جو اوس کے
چارون طرف پھیلی ہوئی ہے اوس کی چشم بصیرت کو یہ نظر نہین آتا کہ یہ ملک ایک زمانہ
مین کیا تھا اور اب کیا ہے تو کم از کم وہ اس امر کے متعلق تو ضرور رائے قایم کرسکیگا
کہ جنگ اور وبا کے خوفناک نتائج نے کہنہ بدنظمی کے زیادہ تر خوفناک نتائج کے
ساتھ ملکر اس ملک کی کیا حالت کر دی ہے اور اس بوسیدہ شہرون اور ویران مکانون
کے اجڑے ہوئے طبقہ مین وہ زبان حال سے ایران کے دیرینہ زوال کی داستان
سنے گا۔

منزلون اور فاصلہ کی فہرست

ذیل کے نقشہ مین اون منازل کے نام اور فاصلے درج کیے جاتے ہین جو مشہد اور طہران[۱]
کے درمیان واقع ہین۔

نام مقام	فاصلہ حساب فرسخ تخمینی	فاصلہ حساب میل تخمینی	نام مقام	فاصلہ حساب فرسخ تخمینی	فاصلہ حساب میل تخمینی
مشہد	۰	۱۰	شوراب	۷	۲۵
شریف آباد	۹	۲۲	زعفرانی	۵	۱۸
قدم گاہ	۷	۲۹	سبزوار	۷	۲۴
نیشاپور	۶	۱۷	مہر	۷	۳۲

۱ اس سڑک پر بہت سے سیاحون نے سفر کیا ہے اور اسکے تفصیلی یا جزئی حالات بھی قلمبند کیے ہین چنانچہ ان مین

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل	نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
مزینان	۶	۳۰	اہوان	۷	۲۴
عباس آباد	۷	۲۳	سمنان	۶	۲۴
میان دشت	۶	۲۳	لسگرد	۶	۲۲
میومائی	۷	۲۴	دہ نمک	۸	۲۵
ارمیان	۴	۱۷	نشاک	۷	۲۶
سنگاہ رود	۷	۲۷	ایوان کیف	۶	۲۱
دہ ملا	۴	۱۶	کبود گنبد	۷	۲۶
دامغان	۶	۲۶	طہران	۷	۲۵
گشاہ	۷	۲۳	میزان کل	۱۵۴	۵۵۹

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۲ سے مین صرف اون لوگون کا نام لیتا ہون جو سب سے زیادہ مشہور یا علم و فضل کے اعتبار سے سر برآوردہ ہین :- الاصطخری (سنہ ۹۵۰ تا سنہ ۹۵۱ء) "اورینٹل جاگرفی" (ترجمہ "مسالک الممالک") - صفحہ ۱۸۱ + رائی ڈی کلاویجو (سنہ ۱۴۰۴ء) "نیریٹو آف ایمبسی" (داستان سفارت) + وان میراپ (سنہ ۱۷۴۴ء) - جے ہینوے "ہسٹاریکل اکاؤنٹ آف برٹش ٹریڈ" (تاریخی حالات تجارت برطانوی متذکرہ جے ہینوے) - جلد اول - صفحات ۳۵۷ الی ۳۵۹ + کپتان ٹرولہیر (سنہ ۱۸۰۷ء) "ڈاسی کی سرگذشت سفر" (بزبان فرانسوی) + جے - بی - فریزر (سنہ ۱۸۲۱-۲۲) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) - باب سیزدہم الی ہفدہم + کپتان اے - کونولی (سنہ ۱۸۳۰ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر) - جلد اول - صفحات ۱۹۴ الی ۲۲۰ + ای - ایل - مسٹفورڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "لینڈ مارچ" (سفر خشکی) - جلد دوم - صفحات ۱۳ الی ۳۴۰ + ڈاکٹر جے - وولف (سنہ ۱۸۳۱ء و سنہ ۱۸۴۳ء)

دوسرا راستہ



اسکے کہ مین کچھ اور ذکر ون مین یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون کہ مشہد سے نیشاپور تک کی پہلی تین منزلون کا سفر ایک اور راستے سے بہی کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ڈاک کی چوکیان اور منزلین دوسرے یعنی جنوبی راستہ پر واقع ہین اس لیے اس راہ کو جو زیادہ تر شمالی سمت مین واقع ہے چاپار کے ذریعہ سے جانے والے مسافر اختیار نہین کر سکتے۔ البتہ اس طرف سے کاروان جاتے ہین (جن کے ہمراہ اونٹ نہ ہون) اور خصوصًا گرمی کے موسم مین اس راہ کو اختیار کرتے ہین۔ کیونکہ اگرچہ سڑک خراب ہے لیکن جس علاقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۲ – "ٹریولس اینڈ ٹیریٹو آف مشن" (سفرنامہ و حالات سفارت) + جے۔ پی۔ فیریر (سنہ ۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ صفحات ۵۴ - الی - ۱۱۵ + کپتان سی۔ کلارک (سنہ ۱۸۵۷ء)۔ "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رائل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد سی و یکم۔ صفحات ۳۷ - الی ۴۵ + این۔ ڈی۔ خانیکاف۔ (سنہ ۱۸۵۸ء) "میمائر اٹ ایشیا" (تذکرہ وغیرہ)۔ صفحات ۷۲ - الی - ۹۷ + ای۔ بی۔ ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ء)۔ "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱۳۴ - الی - ۱۹۱ و ۲۷۱ - الی - ۲۹۵ + آرمینس ویمبری (سنہ ۱۸۶۴ء)۔ "لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگزشت) باب بست و ہشتم + شاہ کجکلاہ ایران (سنہ ۱۸۶۷ء و سنہ ۱۸۷۳ء) "سفرنامہ شاہ ایران" (بزبان فارسی) + ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو (سنہ ۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔ صفحات ۳۶۸ - الی - ۴۱۱ + کرنیل ایون اسمتھ (سنہ ۱۸۷۶ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۶۶ - الی - ۳۸۸ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (سنہ ۱۸۷۶ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۴۲ - الی - ۱۷۶ + ای۔ اوڈونوون (سنہ ۱۸۸۲ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول باب بست و دوم - الی بست و ہشتم۔

مین سے یہ ہوکر گذرتی ہے وہ زیادہ تر سر تفع ہے (یعنی ۶۲۰۰ فیٹ) اور اوسکے مناظر سبزہ اور خوش نمائی کے باعث زیادہ تر دلچسپ ہین مشہد کے خاک افشان میدانون اور عریان چٹانون سے چند ہی میل کے فاصلہ پر بہتے پانی اور سبز و شاداب درختون مین پہونچکر مسافر کو حقیقت مین تعجب ہوتا ہے منزلین حسب ذیل ہین [ل۱]

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب
مشہد	۰	۰
جاغرق	۵	۲۰
دہ رود	۶	۲۲
نیشاپور	۶	۱۸
	میزان کل ۱۷	۶۰

میری روانگی مشہد سے

ایرانی دستور کے مطابق جسے تقاضائے اخلاق مستحسن طور پر ہر جگہ برتا جاسکتا ہے۔ کرنیل اسٹوارٹ اور دوسرے احباب میرے ہمراہ شہر کے پھاٹک کے باہر کچھ دور تک مشایعت کے طور پر سوار آئے۔ ایک اور قابل تحسین ایرانی رواج کے بموجب کرنیل اسٹوارٹ

ل۱ اس راہ کو مفصلہ ذیل سیاحون نے اختیار کیا ہے اور بیان بھی کیا ہے :- جے بی فریزر (سنہ ۱۸۲۱ع) + اے - بی - ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ع) + ایچ ڈبلیو بیلیو - اور کرنیل - ایوان اسمتھ (سنہ ۱۸۷۲ع) + کرنیل ولنٹائن بیکر (سنہ ۱۸۷۳ع)

نے مجھے پہلی منزل کے سفر کے لئے اپنے اصطبل مین سے ایک گھوڑا ٹٹو کم کر دیا
اور ایک تیسری قسم کی تعمیل مین مین نے یہ قصد کیا کہ پہلے دن ایک ہی منزل جاؤن گا
اس کا یہ مقصد تھا کہ نوکر چاکر دن اور خیمہ وخرگاہ کی حالت ٹھیک ہو جائے اور مین کل
زیادہ کڑی منزل طے کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤن۔ مسطح میدان پر ایک گھنٹہ
تک سفر کرنے کے بعد اون تند و تیز آندھیون مین سے ایک نے چلنا شروع کیا
جسے مشرق کا سیاح اپنے تکلیف دہ تجربہ سے جانتا ہے یہ آندھی طوفان کی طرح
تھپیڑے مارتی ہوئی چلی اور خاک کے ایک بادل سے زمین آسمان کو اس نے ایک
کر دیا۔ میری آنکھون اور کانون اور منہہ کو اس کثیف طوفان نے خاک جھونک جھونک کر
بھر دیا۔ یہ آندھی ٹھیک میری سمت مقابل سے چل رہی تھی اور نہایت گرم تھی۔ جب
مشہد سے روانہ ہو کر ہم سات میل کے قریب طے کر چکے تو ہم اُن پہاڑون کے دامن
مین پہونچے جو مشہد کے میدان کو نیشاپور کے میدان سے جدا کرتے ہین اور حقیقت
مین کوہ بنالود کا جنوبی و مشرقی منتہا ہین۔ جاغرک سے لیکر رودتک کی سڑک اس
سلسلہ کوہ کو بلا تکلف طے کرتی ہے لیکن ڈاک کی سڑک ایسے ڈھلوان چڑھاؤ سے
کترا کر جنوبی و مشرقی سمت کو جاتی ہے اور اس سلسلہ کی پست تر پہاڑیون اور پہلوؤن
ہی کو طے کرتی ہے۔

زایرون کا زندوالتقا

ہر ایک پہاڑی کی چوٹی پہ جہان سڑک جلد جلد چڑھتی ہوئی پہونچی ہے زایرون

نے اس مقدس شہر کی طرف جاتے وقت اظہار شکر و منت کے طور پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے سنہری کلس کو دیکھ کر بتقاضائے زہد و ورع لگا دئے ہین۔ ان ڈھیرون سے مراد یہ بیان کی جاتی ہے کہ زایر یا تو اپنے کسی عزیز مرحوم کے لئے یا اپنے پس ماندون کے لئے اور یا خود اپنے لئے پہلے سے ایک مکان تیار کرتا ہے تاکہ دوسری دنیا مین اونکے یا اوس کے کام آئے۔ ہر ایک ٹیکرے کی چوٹی پر زہد و اتقا کی یہ علامات کثرت سے موجود ہین۔ سب سے بلند ٹیلا جہان سے نووارد اوّل اوّل متبرک عمارت کو دیکھتا ہے سلام تپی یعنی کوہ سلام کہلاتا ہے اور وہ رود کی سڑک پر بھی اسکے مقابل کا موقع موجود ہے۔

ایک شیعہ مسلمان جب اول اول یہان پہونچکر اپنی منزل مقصود کو دیکھتا ہے تو فرط جوش سے اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہے اور اون مصائب و آلام کو یاد کر کے زار و قطار روتا ہے جو اوسکے مذہب کے شہدا کو سہنے پڑے۔ یہان وہ اپنے لباس کو پارہ پارہ کرتا ہے اور ان دھجیون کو کسی شاخ یا جھاڑی سے باندھ دیتا ہے۔ تاکہ امام صاحب اوسے پہچان لین اور قیامت کے دن اوس کی شفاعت کرین۔ یہان وہ اپنے رنگین علم کھولتا ہے اور یا علیؑ۔ یا حسینؑ اور یا امام رضاؑ۔ کے نعرے مارتا ہوا اوس منزل مقصود کی طرف جلد جلد بڑھتا ہے جسکی اوسے اتنی مدت سے تمنا تھی۔ مین نے کئی دفعہ پیچھے مڑکر دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا کیونکہ پوری وادی گرد و خاک کے ایک طوفان مین لپٹی ہوئی تھی جسکے سفید بادل آسمان کی طرف کسی آتش زدہ

گہاس کے جنگل کے درمیان کی طرح عظیم الشان مرغزارون مین اوٹھ رہے تھے ۔

ان پہاڑیون مین سے ایک کی چوٹی پر پتھر کی ایک سل سیدہی کھڑی ہے جو یہان خراسان کے ایک سابق گورنر جنرل کے عہد اتفاق کی یادگار کے طور پر نصب لیگئی ہے ۔ یہ گورنر جنرل طہران مین بعہدہ عظیم سپہ سالار کے جلیل القدر عہدون پر سرفراز ہو چکنے کے بعد معتوب ہو کر اس عہدہ پر بھیجدیا گیا تھا اور یہان اوس نے مشہد کی حالت درست کرنے اور اس مین عمدہ عمدہ کاروان سرائین بنانے کی وجہ سے لوگون مین عموماً زایرون مین خصوصاً بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی ۔ اوس کا نام ابھی تک زندہ ہے نہ صرف پتھر کی سل پر بہت سے اشخاص ان مشہدیون کی زبان پر

شریف آباد

تار برقی کے ستونون کی ہمراہی سے بہت سی اونچی نیچی اور چٹیل پہاڑیون کے سلسلہ کو طے کرتے ہوئے ہم ترخ کی کاروان سرائے مین جو ایک ندی کے کنارہ واقع ہے پہونچے سڑک پر پیادہ روان تھے ۔ اونٹون اور گدہون کا ہجوم تھا اور مین نے ایک گاڑی بھی دیکھی جو ان پہاڑیون مین سے ایک پر ایک جگہ پھنس گئی تھی ۔ آخرکار ایک وادی مین ہم شریف آباد کی قلعہ دار کاروان سرائے مین پہونچے جسے تربت حیدری والے مشہور اسحاق خان نے موجودہ صدی (انیسوین) کے شروع مین تعمیر کیا تھا ۔ یہ اسحاق خان وہی ہے جسکا ذکر مین خراسان کے باب مین کر چکا ہون یہین ۱۸۳۱ء مین ڈاکٹر والف جسکے دماغ مین کچھ سنک تھا ۔ پہلی مرتبہ مشہد کو جاتے وقت وحشی ہزارایون کی ایک جماعت کے ہاتھہ پڑنے

ست بال بال بچا۔ کاروان سرا سے کے چاروں طرف ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہے
اور بچا پارخانہ قریب ہی واقع ہے۔

میت لیجانے والے قافلے

صبح کے وقت آفتاب نظر نہین آیا۔ پہاڑون پر سردی پیدا کرنے والا سفید کہر چھا رہا تھا۔ روانہ ہونے کے دو گھنٹے بعد ہم سلطان آباد کے گاؤن اور کاروان سرائے کے پاس سے ہوکر گزرے جہان میرے سامان کا گھوڑا موقع پاکر گاؤن کی پیچدار گلیون مین بھاگ گیا اور مین اوسے باہر نکالنے کے لئے کچھ دیر تک اچھی خاصی آنکھ مچولی کھیلا۔ بڑی سڑک پر کئی سو مسافر تھے جن مین سے زیادہ مشہد کی طرف جانے والے تھے۔ یہ سب کے سب یا قریبا سب کے سب گھوڑون پر سوار تھے جس سے گدھے کی سواری کے مقابلہ زیادہ خوشحال ہونے کا ثبوت ملتا تھا۔ مین یہ دیکھ رہا تھا کہ شیعہ مردون کی لاشین تابوتون مین مشہد کے بڑے مدفن کی طرف جا رہی ہین اور سیاحان سابق کے بیانات کی رو سے مین نے تابوتون کو دیکھتے ہی پہچان لیا بعض تابوت سیاہ بانات مین لپٹے ہوئے تھے اور گدھون کے دونون جانب لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن ایک آدمی ایک بہت لمبا تابوت اپنے سامنے زین پر رکھ کر لیجا رہا تھا اور ضرور ہے کہ کبھی کبھی اوس کے دل پر عجب کیفیت طاری ہوتی ہو بعض دفعہ کوئی میت لیجانے والا قافلہ ملتا ہے جسے اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ شیعون کی اس قدر میتین مشہد تک پہونچا دے۔ لیکن بعض

دفعہ ایک غیر پیشہ ور شخص جو لاش لیجانے والا بھی وسیلہ بنتا ہے جو اپنے سفر کا خرچ نکالنے اور آخر مین کچھ روپیہ مرنے والے کے لیے پس انداز کرنے کو اپنے کسی زیادہ متمول ہم وطن یا دوست کی لاش لیجانے کا ذمہ لیتا ہے۔

قدم گاہ

قدم گاہ مین وہ رستہ جو شہر سے دہرود کو آتا ہے پہاڑون پر سے اوتر کر میدان کی طرف آتا ہے اور اوس رستہ سے مل جاتا ہے جسپر مین سفر کر رہا تھا۔ قدم گاہ کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام طوس کو تشریف لیجاتے وقت یہان فروکش ہوئے تھے اور یہان کے آتش پرستون پر اپنی کرامت ظاہر کرنے کے لئے اونہون نے اپنے قدم کا نشان ایک کالے پتھر پر چھوڑا۔ چنانچہ یہ پتھر بعد مین ہمیشہ کے لیے زیارت گاہ ہو گیا[۵]۔ اس مقدس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ اس مسجد کا بانی شاہ عباس تھا۔ مگر اوس کا خیال صحیح نہین حقیقت مین اس مسجد کا بانی شاہ سلیمان تھا اور اس مقام کے تقدس کی وجہ سے یہان بہت سے سید

[۵] فارس کے صوبہ مین اصطخر کے قریب ایک اور قدمگاہ بھی ہے جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہان ایک چٹان پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھوڑے کے سم کا نشان ثبت ہے۔ دیکھو پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (رودیاد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم بابت ۱۸۸۳ء جس مین کپتان ویلس کا مضمون مندرج ہے۔ سترہوین صدی کے مصنفین نے بعض ساسانی پتھر کی مورتون کو بھی جو شیراز کے قریب باغ گہن قدم گاہ لکھا ہے۔

رہتے ہین جو بد معاش ہونے کے لحاظ سے اپنے اکثر دوسرے بھائیون سے کم
نہین ہین - مسجد ایک بڑے باغ کے اوپر کے کنارے پر ایک مرتفع چبوترہ پر واقع ہے
کسی زمانہ مین اس باغ کے کئی خوبصورت درجے پھولون کی کیاریون - حوضون اور
بہتے پانی کی نہرون سے مزین ہوتے تھے - اگرچہ یہ باغ اب بہت کچھ ویران ہو گیا
ہے پھر بھی کثیر التعداد درخت اس پر اپنا سایہ کئے ہوئے ہین - مسجد کے اندر ایک
ہی درجہ ہے جس مین ابھرے ہوئے کنارے والے محراب مین سے داخل ہوتے
ہین اور اسکے اوپر ایک بہت بڑا قبہ ہے - پتھر جس پر قدم ہے مسجد کے اندر ہے
اور یہ کچھ مقام تعجب نہین کہ امام صاحب کے قدم کا نشان معمولی قدمون کے نشان
سے بڑا ہے - ان سب بڑے آدمیون کے پاؤن بھی بڑے تھے مین نے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان حضرت عمرؓ کی مسجد واقع یوروشلیم مین اور بدھ
کے پاؤن کا نشان کوہ آدم پر سیلون مین دیکھا ہے اور اونکے قدمون کے بہت
بڑے ناپ کو دیکھکر مجھے تعجب ہوا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے قدم کا نشان
نسبتاً اسقدر کیون چھوٹا ہے - قبے کے بیرونی حصے پر کسی زمانہ مین کاشی کا کام تھا
لیکن اب وہ اکھڑ کر نیچے گر پڑا ہے اگرچہ ابھی تک ایک صحیح و سالم کتبے کی دھاریان
گنبد کے پیٹ اور رو کار پر نمایان ہین - مسجد کے باغ سے نہر نکلکر سڑک کے بیچون
بیچ صنوبر[1] کے درختون کی ایک شاندار قطار کے پاس سے بہتی ہوئی چاپار خانہ اور

---

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ جن بیجون یا مخروطی پہلو [illegible] ن سے یہ صنوبر اوگے ہین اونہین چار سو سال قبل ایک زاہد کوہستان

ایک بڑی کاروان سرا سے کے درمیان گذرتی ہے - زیارت گاہ سے اوپر ایک پہاڑی پر جو سطح میدان سے پانچسو فیٹ بلند ہوگی- قدم گاہ کا گاؤن اور قلعہ ہے اور وادی کی سمت مقابل مین جو یہان پہاڑون مین پیدا ہوئی ہے ایک اسی طرح کی پہاڑی پر ایک پرانی گڑھی واقع ہے -

نیشاپور کا میدان

قدم گاہ سے روانہ ہونے کے ایک گھنٹہ بعد ہم نیشاپور کے مشہور و معروف میدان مین پہونچے جسکی تعریف مین مورخین سابق اسقدر رطب اللسان ہوئے ہین - اسکے عجائبات کا اظہار کثرت کے اعتبار سے بارہ کے عدد کے اضعاف کی وساطت سے کیا گیا ہے - مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ یہان فیروزے - تانبے - سیسے - سرمہ - لوہے - نمک - مرمر اور سیلکھری کی بارہ بارہ کانین ہین - پہاڑون سے نکل کر ہمیشہ بہنے والی بارہ ندیان ہین - بارہ سو گاؤن ہین اور بارہ ہزار قناتین ہین جو بارہ ہزار چشمون سے نکالی گئی ہین - یہ شاعرانہ دولت بالکل ضایع ہوچکی ہے - لیکن نیشاپور کا میدان ابھی تک زرخیز و شاداب ہے اگرچہ یہ شادابی و زرخیزی ویسی نہین جس سے روایات کے صفحے معمور ہین - مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اقطاع کی شادابی (کم از کم موسم خزان کے آخری حصہ مین) انگلستان کے سیر حاصل علاقہ کی شادابی سے کچھ بھی مناسبت رکھتی ہے - سوا ے اون درختون سے ڈھکے ہوئے چو کھونٹے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۱ - ہمالیہ سے لایا تھا -

قطعات سے جہاں گاؤں واقع ہیں اور کہیں سبزہ کا نشان نہیں پایا جاتا لیکن یہ قطعات ہر پانچ یا چھ میل کے بعد واقع ہیں اور کثیر التعداد نالیوں اور پشتوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کل علاقہ زیر آبپاشی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اناج یہاں بیج سے دس گنا پیدا ہوتا ہے لیکن آجکل یہاں کی تمام پیداوار۔ آلو۔ انیسوں اور تمباکو ہیں۔ فریزر جو ۴۵ سال قبل زیادہ اچھی فصل میں اس سمت گذرا اس کی دلفریبیوں کا ذکر نہایت جوش سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے "میں نے ایسا سے پیشتر یہاں ہی سبزہ کی کہیں ایسی فراوانی نہ دیکھی تھی اور جب نگاہ دور دور تک سبزہ زاروں پر پڑتی تھی تو مجھے آسانی سے سمجھ میں آجاتا تھا کہ ایران کے فرمانروایان قدیم کو نیشاپور سے کیوں ایسا خاص انس تھا"

شہر نیشاپور

نیشاپور "نسایا۔ بانسوا۔ مورد رحمت یزدان۔ مولد ڈایونیسس[ا] رب النوع روایات یونان۔ اور فردوس ایران" کی شکستہ دیواریں اور برج جن پر ایک بلند مسجد کی چھت اور مینار چھائے ہوئے ہیں۔ شہر میں پہنچنے سے بہت دیر پہلے ہمیں نظر آنے شروع ہو گئے تھے ایک وسیع قبرستان میں سے گزر کر جس کی کثیف قبریں اوس غلاظت کا ثبوت دیتی تھیں جو ایران میں کیا موت اور کیا حیات دونوں میں ساری ہے اور شہر کی جنوبی دیوار کا چکر کاٹ کر ہم چاپارخانہ میں جو مغربی پھاٹک کے ٹھیک باہر واقع تھا پہونچے۔ شہر پناہ جو کسی زمانہ

ا قدیم یونانیوں کے عقیدے کے مطابق شراب کا دیوتا۔ مترجم

مین بلند تھی اس وقت کو جیانی کی شہر پناہ سے بھی زیادہ ویران حالت مین تھی ہر پچاس گز کے اندر دیوار مین بڑے بڑے سوراخ تھے اور دیوار کے بعض بعض حصے تمام وکمال غائب ہو گئے تھے۔ لیکن ایک مقام پر کچھ آدمی مرمت کے کام پر لگے ہوئے تھے اور ایک برج کو از سر نو تعمیر کر رہے تھے۔ ایک کھائی مین سے گیلی مٹی کی چکیتیان کھود کر دست بدست اوپر پہونچا دی جاتی تھین جہان اونہین ایک دوسری پر جما دیا جاتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھہ مین بالکل نہین آسکی کہ اس ترمیم سے اب کیا فائدہ مترتب ہوگا۔ اگر غنیم چاہے تو دھاوا کرتا ہوا وہ نیشاپور مین ایسی ہی آسانی سے داخل ہو سکتا ہے جیسی آسانی سے براسپٹن کی سڑک تک اگرچہ فائدہ اوسکو ایسا کرنے سے اوسی قدر ہوگا جس قدر براسپٹن کے قبرستان پر فوجی قبضہ کر لینے سے۔

نیشاپور کی تاریخ اور شہرت

نیشاپور کا نام عرف عام مین نے یا نو اور شاپور سے مشتق ہے۔ اور روایت یون ہے کہ شاپور نے از سر نو اس کو بنایا یا ایسے مقام پر بنایا جو نے زار تھا۔ لیکن یہ شہر شاپور سے بھی پہلے کا تھا اور اس کی روایتی بنیاد طہمورث سے منسوب کی جاتی ہے جو فرمانروایان سلسلہ پیشدادی کا ایک بادشاہ تھا اور نوح علیہ السلام سے چوتھی پشت مین تھا۔ اس کا صحیح ماخذ نو (آجکل کے فارسی لفظ نیک کا مرادف) اور شاپور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شہر کو سکندر اعظم نے برباد کیا اور بعد مین شاپور اوّل یا شاپور ذوالاکتاف (ایرانی روایت انکو ہمیشہ مخلوط کر دیتی ہے) نے از سر نو تعمیر

کیا۔ شاپور ذوالاکتاف کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے اپنا ایک بہت بڑا مجسمہ تیار کرا کر نصب کرایا جو مسلمانون کے حملے تک یہان قایم رہا۔ لیکن شاپور کے شہر کا موقع وہ نہین تھا جو موجودہ نیشاپور کا ہے بلکہ زیادہ تر جنوب ومشرق کی طرف تھا جہان اسکے کھنڈر ابھی تک ایک نیاگون گنبدوالے مقبرہ کے گرد پائے جاتے ہین جو سڑک کی بائین جانب واقع ہے۔ نیشاپور جو دنیا کے ہر شہر سے یقیناً زیادہ برباد ہوا اور پھر بنایا گیا۔ عربون کے زمانہ مین از سر نو پھلا پھولا اور اسکے بعد دیگرے خاندان طاہریہ اور محمود غزنوی کا جب کہ وہ حاکم خراسان تھا اور فرمانروایان خاندان سلجوقی کا پایۂ تخت رہا۔

سلجوقیون کے پہلے سلطان طغرل بیگ نے اسے اپنا مستقر بنایا اور اوسکے عہد مین یہ عظمت وشان کے منتہائے عروج کو پہونچا۔ بہت سے مشہور ومعروف سیاحون نے اسکی عظمت وشوکت اور شہرت وناموری کا ذکر کیا ہے۔ دسوین صدی مین عرب سیاح الاصطخری نے اسے مربع شکل مین پایا جو چارونطرف ایک ایک فرسخ کے فاصلہ مین پھیلا ہوا تھا۔ جسکے چار پھاٹک تھے اور اطراف مین وہ وسیع آبادیان تھین۔ گیارہوین صدی مین ناصر خسرو بیان کرتا ہے کہ اگر قاہرہ کا ہمسر کوئی دوسرا شہر ہے تو وہ نیشاپور ہے۔ ایک عرب نے اسکی قناتون اور اسکے باشندون کے متعلق یہ ظرافت آمیز فقرہ کہا ہے کہ "یہ شہر کیا ہی نفیس ہوتا اگر اس کی نہرین بالائے زمین ہوتین اور اسکے باشندے زیر زمین"۔ ایک اور مصنف ابوعلی العلوی نے بیان کیا

ہے کہ یہ شہر فسطاط[1] (قاہرہ قدیم) سے زیادہ بڑا۔ بغداد سے زیادہ آباد۔ بصرہ سے زیادہ منتظم اور قیروان سے زیادہ شاندار ہے۔ اس میں ۴۴ محلے ۵۰ بڑی بڑی سڑکیں۔ ایک شاندار مسجد اور ایک مشہور آفاق کتب خانہ تھا۔ سلطنت خراسان کے چار[2] بادشاہی شہروں میں اس کا بھی شمار تھا۔

نیشاپور کی بربادی

اب بدبختی کا دور آیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ بارہویں صدی کے بعد سے اگر نیشاپور اس غرض سے تباہ ہوا کہ از سر نو تعمیر کیا جائے تو جوں ہی کہ اس کی مکرر تعمیر عمل میں آئی بربادی بھی ساتھ ہی ساتھ آئی۔ کسی شہر نے کسی زمانہ میں ایسی سخت جانی نہیں ظاہر کی۔ کوئی شہر کسی زمانہ میں ایسی سفاکانہ تباہی کا کھلونا نہیں بنایا گیا۔ خود قدرت نے

---

[1] فسطاط کی بنا حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زمانہ تسخیر مصر میں ڈالی۔ اس شہر کے بنا ڈالے جانے کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے جسکو علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"عمرو نے چند روز تک یہاں قیام کیا اور یہیں سے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ علاقہ فتح ہو چکا۔ اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجیں بڑھائی جائیں۔ وہاں سے منظوری آئی۔ عمرو نے کوچ کا حکم دیا۔

اتفاق سے عمرو کے خیمہ میں ایک کبوتر نے گھونسلا لگا لیا تھا۔ خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو عمرو کی نگاہ پڑی۔ حکم دیا کہ اسکو یہیں رہنے دو کہ ہمارے مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ چونکہ عربی میں خیمہ کو فسطاط کہتے ہیں اور عمرو نے اسکندریہ سے واپس آکر اسی خیمہ کے قریب شہر بسایا اس لئے خود شہر بھی فسطاط کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج یہی نام لیا جاتا ہے" الفاروق مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۹۶۔ مترجم

[2] باقی کے شہر مرو بلخ اور ہرات تھے۔

انسان کی اوسکے انتقام کے وحشیانہ عزم مین اعانت کی کیونکہ جو کچھ فاتح کی تسخیر سے بچ رہا تھا اوسے زلزلہ نے منہدم کیا[1]۔ بارہوین۔ تیرہوین اور پندرہوین صدیون مین یہان تین بڑے زلزلے آئے۔ ان کے ہاتھون جو تباہی نیشاپور پر نازل ہوئی اوسکا آغاز ترکمانون نے کیا جنہون نے ۱۱۵۳ع مین مشہور سلطان سنجر کے عہد مین اسکو ایسا غارت کیا کہ جب یہان کے باشندے لوٹ کر آئے تو اونہین اپنے گھرون کا نشان تک نہ ملا۔ لیکن اگر ترکمانی صولت "تازیانہ کا حکم رکھتی تھی تو "مغلی جلاوت" نے نیش عقرب کا کام دیا۔ چنگیز خان کے مغلون نے اوسکے بیٹے تلوی خان کی ماتحتی مین ۱۲۲۱ع مین شہر کو شعلہ وشمشیر کے حوالہ کیا[2] اور ایک معتبر مورخ بیان کرتا ہے کہ اونکی خونناک

---

[1] عرفی نے جسکے کلام مین آثار ایران کا جابجا ذکر ہے اور جس کے اس مشہور شعر کو سنکر کہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

بے اختیار ایران کی گذشتہ شان وشوکت کا عبرتناک نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے۔ اپنے ایک مشہور نعتیہ قصیدے مین جسکا مطلع

سپیدہ دم چو زدم آستین بہ شمع شعور — شنیدم آیۂ استغفروا ز عالم نور

ہے نیشاپور کے تباہ کن زلزلون کی طرف اسطرح سے اشارہ کیا ہے۔

نعوذ باللہ اگر روز حشر طے نہ کند — شفاعت تو عمل نامۂ اناث و ذکور

ز شرم کثرت عصیان من بہ رعشہ فتد — حساب گاہ قیامت چو ارض نیشاپور

[2] اسی چنگیز گردی مین خواجہ فریدالدین عطار جنہین صوفیہ کرام کے طبقہ مین ایک ممتاز درجہ حاصل [illegible] پندنامہ زبان زد خاص وعام ہے شہید ہوئے۔ مترجم

سفاکی کی پیاس اوس وقت تک نہ بجھی جب تک کہ اونہون نے سترہ لاکھہ چالیس ہزار نفوس کا خون نہ بہا لیا اور شہر کو ایسا مسمار نہ کردیا کہ گھوڑا اوسپر ٹھوکر کہائے بغیر جا سکے۔ پچاس سال نیشاپور پھر آباد کیا گیا لیکن مصیبت اور عذاب کے جن جن مرحلون کو اس نے اوسوقت سے طے کیا ہے اون کا ذکر کرنا موجب طوالت ہوگا۔ مغلون تاتاریون۔ ترکمانون اور افغانون نے یکے بعد دیگرے اسے اپنا شکار بنایا اور بتدریج اسے اوس شکل مین منتقل کردیا جسے اٹھارہوین صدی مین ایک وسیع کہنڈر سے تعبیر کیا گیا سنہ ۱۷۴۷ء مین نادرشاہ کی وفات پر اس شہر نے احمد شاہ ابدالی افغان کے حملہ کی مدافعت کی لیکن چھہ مہینے کے محاصرے کے بعد اوسنے اسے مسخر کرلیا اور جو واقعات کہ اس تسخیر کے وقت پیش آئے وہ اگرچہ چنگیز خان کی سفاکیون کے مساوی نہ تھے تو کم از کم اونکے یاد دلانے والے ضرور تھے۔ لیکن فاتح جس قدر کامیاب ہوا اوسی قدر حزم و احتیاط سے بھی اوسنے کام لیا۔ جس ترک سردار عباس قلی خان نے اوس کا مقابلہ کیا تھا اور جسکو وہ تعظیم کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا اور جسکی بہن سے اوس نے شادی بھی کرلی تہی اوسی کو اس شہر کی حکومت احمد شاہ نے پھر دیدی۔ عباس قلی خان اس احسان کے معاوضہ مین عمر بھر احمد شاہ ابدالی کا مطیع رہا۔ اور شہر کو آرایش و تزئین کے لحاظ سے اپنی ہمت و مستعدی سے حالت اصلی پر لے آیا۔ اوسکے جانشین کی عمر ختم ہوگیا اور آخر سنہ ۱۷۹۶ء مین نیشاپور بلا کسی جھگڑے کے قاجار غاصب آغا محمد خان کے ہاتھ آگیا اور اوسوقت سے ابتک دولت ایران کے ماتحت رہا ہے سنہ ۱۸۲۱ء

مین فریزر نے اسکی آبادی کا اندازہ ۰۰۰ ۵ کیا۔ کرزن نے ۱۸۸۹ء مین آبادی کی تعداد ۰۰۰ ۸ ہزار بیان کی ہے۔ گولڈ اسمتھ نے بھی ۱۸۷۲ء مین یہی تعداد بیان کی۔ سب سے بعد کا اندازہ دس ہزار کا ہے اور یہ شہر اوس ترقی کے لحاظ سے جسکی ایک طویل امن کے زمانہ مین امید کی جاسکتی ہے کچھ زیادہ نہین۔

مقبرہ عمر خیام



سے انگریزی ناظرین شاید نیشاپور کو صرف اس تقریب سے پہچانتے ہونگے کہ یہ ایران کے اوس ہیئت دان شاعر عمر خیام کا دار القرار ہے جس کا نام اور جس کا کلام موجودہ نسل کو فٹز جیرلڈ کے بے نظیر ترجمہ اور اس سے کمتر درجہ کے بہت سے شعرا کے مطابق اصل و تصرف آمیز تراجم کے ذریعہ سے اچھی طرح معلوم ہوگئے ہین مجھے یاد پڑتا ہے کہ اصحاب ثانی الذکرین سے کسی ایک کی تصنیف کے دیباچہ مین مینے یہ منکسرانہ درخواست لکھی ہوئی دیکھی تھی کہ "کاش کوئی شخص میری اس کتاب کو نیشاپور مین لے جاکر عمر خیام کے مقبرہ پر نذر چڑہاوے" اگر میرے پاس یہ کتاب موجود ہوتی تو یقیناً مین نے راقم کی درخواست کی تعمیل کی ہوتی اور جسوقت مین نے اپنا غیر ضروری سامان علیحدہ کیا تھا اوسی وقت شاعر کی قبر پر اس کتاب کو بھی نذر چڑہا دیتا۔ اگرچہ مین مجھے خوف ہے کہ اگر عمر خیام کی قبر کی تباہ حالت کو اوسکے انگریزی معترفین دیکہ[ین] تو اونہین سخت صدمہ پہونچتا۔ یہ قبر ایک ویران سے باغ مین ہے جسکے گرد دیوارین ہین وہ خود ساختہ کی کیاریان اور پانی کی نہرین تہین مگر اب سوائے خس و خاشاک ... پہلے کدال سے

رہا۔ قبر پر کوئی کتبہ نہین ہے جس سے شاعر کے نام یا شہرت کا پتہ چل سکے۔ اور مقام افسوس ہے کہ آجکل کے ایرانی عمر خیام کی مشت خاک کی طرف سے ویسے ہی بے پرواہ ہین جیسے اونیسوین صدی کے اہل لندن میتھیو پیرس[٥١] یا ولیم آف ماس[٥٢] بری کی خاک کی طرف سے۔

ٹرکین

نیشاپور مین مشہد و طہران کے سلسلہ تار برقی کا ایک دفتر تار ہے جس مین ایرانی عملہ مامور ہے۔ مزید بران علاوہ اون دونون سڑکون کے جو مشہد سے آتی ہین۔ یہ اور کئی قابل ذکر سڑکون کا مقام اتصال ہے۔ جانب جنوب ایک سڑک ترشیز سے آتی ہے اور جانب شمال ایک پگڈنڈی معادن[٥٣] سے ہوتی ہوئی جہان فیروزے کی کانین

٥١ میتھیو پیرس ازمنہ وسطی کا ایک مشہور مورخ ہے جو ١١٩٥ء مین پیدا ہوا۔ اوس کی سب سے بڑی کتاب "ہسٹوریا میجر" (تاریخ کبیر) ہے جس مین اوسنے ابتداے آفرینش سے اپنی وفات کے زمانہ تک جو ١٢٥٩ء مین وقوع مین آئی۔ دنیا کے واقعات قلمبند کئے ہین۔ مترجم

٥٢۔ یہ ایک انگریزی مورخ ہے جو سامرسٹ شائر واقع انگلستان مین ١٠٩٥ء پیدا ہوا۔ اوس نے آکسفورڈ مین تعلیم پائی اور عباے رہبانیت پہن کر مامسبری کے کلیسا کے کتب خانہ کا خازن ہو گیا اور اسی لحاظ سے اوسکو مامسبری کا انتساب ہے۔ اوس کی خاص تصنیف انگلستان کی ایک تاریخ ہے جس مین ولیم فاتح کے حملہ سے لیکر ١١٤٢ء تک [illegible] درج ہین۔ اوس کا سنہ وفات بھی ١١٤٣ء ہے۔ مترجم

ہوگیا اور [illegible] نے اس رستہ کا ذکر ١٨٧٦ء مین اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)

٥٣ ۔ باقی گے [illegible] ص ١٧١ پر کیا ہے۔

ہین کو جان کو جاتی ہے اور مغرب کی طرف وہ قدیم فراموش شدہ بحیرہ اخضر کی طرف جانیوالی تجارتی راہ واقع ہے جسکی نسبت یہ باور کیا جاتا ہے کہ ازمنہ وسطی ہین چین، ہندوستان اور براعظم یوروپ کو جو بڑے خشکی کے رستہ کی زنجیر باہم ملاتی تھی اوس کا یہ ایک حلقہ تھی۔ یہ راہ نیشاپور سے عربی شہر اصفرائن کو اسی نام کے میدان مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے اور پھر مغربی سمت اختیار کرکے پہاڑون کو اوس درہ کی طرف سے جو دہانہ گرگان کے نام سے مشہور ہے۔ اورجس مین دریائے گرگان بہتا ہے طے کرتی ہوئی اوس میدان مین جانکلتی ہے جو ڈہلتا ہوا بحیرہ اخضر کی طرف چلا گیا ہے۔ اس راہ کی منزلیں اسٹوڈورساکن جیرکس اور الاصطخری نے اپنے سفرنامون مین بیان کی ہین اور شاہ عباس اعظم نے جو کاروان سرائین اس پر بنائی تہین وہ ابھی تک کھڑی ہین اگرچہ اب اون کے کہنڈر رہ گئے ہین۔

فیروزے کی کانین

نیشاپور سے شمالی ومغربی سمت مین قریباً چھتیس میل کے فاصلہ پر متذکرہ بالا سڑکون مین سے پہلی پر وہ مشہور ومعروف فیروزے کی معاون واقع ہین جو نیشاپور کے قریب ہونے کے باعث ہمیشہ سے نیشاپور کی کانین کہلاتی ہین۔ اگرچہ فیروزے جو ایران مین اور جگہہ بھی ہوتے ہین[۱]۔ اور بعض اوقات یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دومغ اور دیوا

[۱] ایران مین فیروزے کی دوسری کانین جن کا ذکر مین نے سنا ہے یا جن کے حالات مین نے پڑہا وہ خود ساغند مین نزد (؟)، ترشیز کے قریب جنہین گورنمنٹ نے ۱۸۸۹ء مین ہزار تومان سالانہ کے ٹہیکہ پر دیدیا گیا پہلے کدال۔

ملکون مین بھی یہ پتھر پیدا ہوتا ہے لیکن تمام عملی مطالب کے لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا مین بھی صرف ایسی کانین ہین جو کان کنی کے مصارف کی ایک بڑی معیار پر تلافی کرتی ہین اور ہزار فیروزون مین سے جو بازار مین بکنے کیلئے آتے ہین ۹۹۹ کا مخزن ہوتی ہین - یہ کانین جن کی تعداد کثیر یہان موجود ہے جن مین کھدائی کا کام جاری ہے یا جو بند ہو گئی ہین ایک ضلع مین جسکا رقبہ چالیس مربع میل ہوگا واقع ہین - یہ ضلع معدنی پیداوار کے لحاظ سے نہایت زرخیز ہے - یہان ایک نمک کی کان موجود ہے جس مین سے اس وقت نمک نکلتا ہے - ایک سیسے کی کان ہے لیکن اس مین سے اب سیسا نکالا نہین جاتا - اس کے علاوہ اس نواح مین بھربھرا پتھر بھی نکلتا ہے - فیروزے پہاڑیون کے ایک سلسلے مین پیدا ہوتے ہین جسکے اجزائے ترکیبی سنگ سماق، سنگ سبز، چونے کے پتھر اور بھربھرے پتھر ہین - یہ سلسلہ سطح سمندر سے کبھی ۵۸۰۰ سے زیادہ یا ۴۸۰۰ فیٹ سے کم بلند نہین رہا - فیروزون (۱) کے نکالنے کے دو طریقے ہین - یا تو کانون کو جو چٹانون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۱ - ہوتا - ان کا ذکر بیلیو نے کیا ہے (۲) طبس کے قریب - جن کا ذکر مسگر یگر اور ہربرٹ نے کیا ہے (۳) کرمان کے قریب جن کا ذکر مارکو پولو - لیفنگلے اور ہربرٹ نے کیا ہے (۴) تفت واقع ضلع یزد مین پائی جاتی ہین ان کا حال خانیکاف - بنیبر اور ہربرٹ نے بیان کیا ہے (۵) قلعہ زری مین جو برجند اور نہہ کے درمیان بصیران انتاپ واقع ہے - ان کانون کا حال خانیکاف نے بیان کیا ہے - کرمان کے ضلع مین متعدد کانین پائی جاتی ہین (الف) کانین جو کوہ احمر مین ہین (ب) مشیز کے قریب (ج) شہر بابک کے قریب - لیکن ان تمام کانون عمر دی ... ہو گیا اور آگے ... اون کی رنگت نہایت زردی مائل ہوتی ہے اور وہ زیادہ قیمتی نہین ہوتے -

---

۵۴۳ - باقی کے

سے کے اندر غلام گردشون کی شکل مین تیار کی گئی ہین کہودنے یا بارود سے اوڑانے سی اور یا پرانی کانون کے ملبے یا اوس مٹی کی ڈہونڈنے سے جسے ندیان پہاڑیون کی پہلو سے میدان مین بہا لاتی ہین - بہترین فیروزے اب بالعموم ثانی الذکر طریقہ سے حاصل ہوتے ہین - کان کنی اور فیروزہ تراشی وغیرہ مین پندرہ سو آدمی مصروف ہین جو معدن بالا اور معدن پائین کے دو بڑے گاؤن اور اسی نواح کے چند چہوٹے چہوٹے موضعون مین رہتے ہین -

کان کنی کی تاریخ

باور کیا جاتا ہے کہ زمانہ سابق مین بہ عہد فرمان روایان خاندان صفویہ جبکہ ایران تمول اور شہرت کے نصف النہار پر پہونچا ان کانون پر خود سلطنت کی طرف سے کام ہوتا تہا - اٹہارہوین صدی کی بدعملی اور شورش و فساد کے زمانہ مین ان کانون کی طرف یا تو بالکل التفات نہین کیگئی اور یا انہین بالکل گاؤن والون پر چہوڑ دیا گیا جنہون نے جو کچہ ممکن تہا ان مین سے نکالا جب امن و امان قایم ہوا تو گورنمنٹ نے پہران پر قبضہ کرلیا اور اس صدی (انیسوین صدی) مین برابر یہ سب سے زیادہ بولی بولنے والے کو ٹہیکہ پر دی جاتی رہی ہین - لیکن کان کنی کا کوئی معینہ اور منضبطہ طریقہ پہلی موجود نہ تہا - جو شخص جسطرح چاہتا تہا کہودتا تہا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سی پرانی کانون کی چہتین اور دیوارین گرپڑین اور نہایت قیمتی پیداوار کا مخزن بالکل مسدود ہوگیا - اس کے علاوہ خود سائنس کی ترقی نے کان کنی کے کام کو زیادہ سلیے اصول کردیا کیونکہ جہان پہلے کدال سے

احتیاط کے ساتھہ کام لیا جاتا اب وہان غیر مقرر طور پر بارود کا استعمال کیا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے پتھر نکالتے وقت چکنا چور ہو جانے لگے۔

آمدنی

کنولی کا بیان ہے کہ جب حسن علی مرزا حاکم خراسان تھا تو فیروزے کی کانون کا سالانہ محصول ایکہزار تومان اور پتھر کے نمک کی کانون کا تین سو تومان لیا جاتا تھا۔ فریزر کے زمانہ مین (۱۸۲۱ء) دو ہزار خراسانی تومان یا دو ہزار سات سو پاؤنڈ کل کانون کے لئے اور تیرہ سو تومان سب سے بڑی کان کے لئے طلب کئے گئے۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ ۱۸۶۲ء مین محصول صرف ایکہزار تومان یعنی چار سو پاؤنڈ تھا۔ دس سال بعد جماعت مامورہ تصفیہ سرحد کے اراکین کو معلوم ہوا کہ کل کانون کا محصول آٹھہ ہزار تومان یا تین ہزار دو سو پاؤنڈ تھا۔ گو کہ ۱۸۷۴ء مین کپتان نیپیر نے محصول کی مقدار چھہ ہزار تومان یا دو ہزار چار سو پاؤنڈ ہونا بیان کی۔ ۱۸۸۲ء تک محصول کی مقدار آٹھہ ہزار تومان رہی لیکن اس زمانہ مین شاہ نے دانشمندی و دوربینی کی راہ سے یہ خیال کیا کہ اس سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس سال اُسنے پندرہ سال کی مدت کے لئے مخبر الدولہ وزیر صیغہ تعلیمات و تاربرقی و معادن کو یہ کانین اس شرح سے پٹہ پر دے دین کہ سال اوّل وہ نو ہزار تومان ادا کرے اور اسکے بعد ہر سال اٹھارہ ہزار تومان[۵۱]۔ وزیر موصوف نے چند مالدار لوگون کو اپنا شریک

---

۵۱ بنجیمن اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشئنس" (ایران اور اہل ایران) کے صفحہ ۹۴ پر اپنی معمولی غلط بیانی سے یہ تعداد اسی ہزار ڈالر یعنی سولہ ہزار پاؤنڈ ہونا بیان کرتا ہے۔

بنا لیا اور طباع دیکھتا جرنیل شنڈلر کو جس کی خدمات سے ہر ایک مجوزہ (کاش مین لفظ مجوزہ کے بجائے مکملہ استعمال کرسکتا) اصلاح کے کام مین استفادہ کیا جاتا تھا ایک سال تک خدمت نظامت پر مامور رہا۔[۱] معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس نے شرکا کو اپنا طریقہ کان کنی غیر نافع ثابت ہوا کیونکہ جب مین یہان آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجلس مسطورہ نے کانین ملک التجار مشہد کو (یہ وہی باہمت شخص ہے جس نے کوچان کی سڑک کی تیاری کا ذمہ لیا تھا) دس ہزار تومان یا دو ہزار آٹھ سو پچاس پونڈ سالانہ کے شکمی ٹھیکہ پر دے دین۔ اور اُس قدیم طریقہ کے بموجب جس پر ہر اجارہ دار اپنی باری مین کاربند ہوتا ہے ملک التجار نے بھی گاؤن والون کو اپنا شکمی حصہ دار بنا لیا۔ اوس کا ان اسامیون مین سے بعض کے ساتھ ابھی ابھی اسبات پر جھگڑا ہو چکا تھا کہ جو پتھر اونہین سے ملے اون مین سے بعض کلانی و عمدگی کے لحاظ سے متعدد پتھرون سے زیادہ بیش قیمت تھے۔ چنانچہ اوسنے یہ پتھر ضبط کرکے اون کا اجارہ منسوخ کردیا۔ سال گذشتہ (سنہ ۱۸۸۹ع) مین کل فیروزون کی قیمت جو

[۱] ان کانون کا سب سے بہتر حال اوس کی مرتبہ رپورٹ مین مندرج ہے جو "ڈپلومیٹک اینڈ کانسیولر رپورٹس" (سیاسی و سفارتی رپورٹین) کے حصہ دوم مطبوعہ سنہ ۱۸۸۴ع مین شایع کیگئی۔ جن اور سیاحون نے معاون فیروزہ کو جاکر دیکھا ہے اور اونکے حالات بیان کئے ہین وہ حسب ذیل ہین:۔ جے۔ بی فریزر (سنہ ۱۸۲۲ع) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب شانزدہم۔ وضمیمہ "ٹریولس ساؤتھ آف دی کیسپین" (حالات سیاحت جانب جنوب بحیرہ اخضر)۔ صفحات ۴۴۳۔ الی۔ ۴۴۶ + ایلیکس چوڈزکو (سنہ ۱۸۳۸ع) "ریویو دو ریانت" (سیر مشرق) بزبان فرانسوی + این ڈی خانیکاف (سنہ ۱۸۵۸ع) "میموائر اینسٹرا" (سرگذشت وغیرہ)۔ صفحات ۹۰۔ الی۔ ۹۳ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (سنہ ۱۸۷۳ع) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۶۶۔ الی۔ ۱۷۱۔

کانون سے نکلے اسّی ہزار تومان یعنی بائیس ہزار آٹھ سو پچاس پاؤنڈ سے کم نہ تھی۔

فیروزون کی خریداری

فرض کرلینا غلطی مین داخل ہوگا کہ مشہد یا نیشاپور مین بلکہ کان کے مُنہ پہ بھی جا کر سیاح کو نادر بہتر معقول قیمت مین مل سکتے ہین۔ ستر سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ فریزر نے یہ کوشش کی تھی لیکن اون سے جُل دینے کی جو بے ڈہب کوششین کی گئین اون کی وجہ سے اوسے اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔ اِسکے بعد جو سیاح یہان آئے اون سب کو یہی تجربہ ہوا۔ بہترین پتھرون کو کمیشن ایجنٹ کان سے نکلتے ہی خرید لیتے ہین اور یا تو یورپ روانہ کر دیتے ہین اور یا امراے ایران کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہین۔ باوجود تلاش و تفحص کے مجھے نہ تو مشہد مین اور نہ طہران مین ایک بھی اچھا فیروزہ دستیاب ہوا۔ مین اپنے تجربہ کے اظہار کے لئے بعینہٖ ٹیورنیر کے الفاظ کا اعادہ کر سکتا ہون جو اوس نے دو سو سال پہلے استعمال کئے تھے۔

"سابق مین مشہد کے جوہری ایران کی پرانی کانون سے کچھ فیروزے لاتے تھے لیکن گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ سے کوئی فیروزہ اس طرح کا دستیاب نہین ہوا۔ جب مین پچھلی دفعہ وہان تہا تو صرف تین فیروزے دیکھنے مین آئے جو اچھے تھے۔ نئی کانون کے فیروزے بالکل نکمے ہوتے ہین اون کا رنگ برقرار نہین رہتا بلکہ کچھ مدت مین ہرا زردی مائل ہو کر پھیکا پڑ جاتا ہے۔"

فریب دہی



وزون کے خریدار کو چاہیئے کہ مشرق کے جوہری کی عیاری سے جو مضرب المثل ہے اپنے آپکو بچائے ایک سچے فیروزے کا جو گہرا نیلا رنگ ہونا چاہیئے اوسکو مصنوعی طور سے بیچنے کے وقت تک قایم رکھنے کا ایک طریقہ ہے جسے یہ لوگ استعمال کرتے ہین - فیروزے مٹی کے گیلے برتنون یا کسی اور طرح سے نمی ہین اوس وقت تک رکھے رہتے ہین جب تک کہ وہ بایع کے ہاتھ مین چلے نہ جائین - اس ترکیب سے اون کا رنگ آسمانی رہتا ہے - خریدار دام چکا کر فیروزہ لئے ہوئے گھر چلا جاتا ہے لیکن مایوسی کے ساتھہ دیکھتا ہے کہ پتھر کا رنگ روز بروز پھیکا پڑ جاتا ہے یہان تک کہ کچھ مدت کے بعد پیلا سبزی مایل ہو جاتا ہے - معمولی قسم کے پتھر ایران مین خصوصاً اور مشرق مین عموماً لگامون گھوڑے کے ساز یراق - بٹن قبض کے دستون اور میانون کے مرصع کرنے کے لئے استعمال مین لائے جاتے ہین لیکن ان چپٹے سنگریزون نے کبھی عمدہ نمونے مجھے دستیاب نہین ہو سکے - سب سے زیادہ معمولی قسم کے پتھر تعویذ اور نگینون کے کام آتے ہین - ان پر عربی آیات کندہ کر دی جاتی ہین تاکہ اون کی رنگین اور نقص چھپ جائین - اس قسم کے تعویذ اور نگینے مشہد مین زایرون کے ہاتھ کثرت سے بیچے جاتے ہین -

زعفرانی

اس جملہ معترضہ کے بعد مین پھر اپنے حالات سفر کا سلسلہ شروع کرتا ہون - نیشاپور -

کے میدان کو میدان سبزوار سے جو بقدر ایک ہزار فیٹ کے زیادہ نشیب مین واقع ہے۔
زشت و بدنما پہاڑیون کا ایک جھکتا اور اوٹھتا ہوا سلسلہ جسپر سے سڑک گزرتی ہے
جدا کرتا ہے۔ نیشاپور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر زمین آباد کی بڑی کاروانسراے
آتی ہے۔ اسکے بعد ایک پست دہانہ مین سے گزر کر مسافر پہاڑیون مین داخل ہوتا ہی
اور کچھ دور جاکر شورآب کا چھوٹا سا گاؤن جہان چاپارخانہ بھی ہے ایک وادی مین
نظر آتا ہے جب دوسری منزل آئی تو مجھے چاپار کے متعلق وہ تجربہ پیش آیا جس سے
زیادہ تکلیف دہ تجربہ کا ایران کے تمام سفر مین مجھے اتفاق نہین ہوا۔ جس کم بخت جانور
پر مین سوار تھا اوس سے ایسی گھناونی بو آتی تھی کہ بمشکل تمام مین اوس کی پیٹھ پر بیٹھ سکا
اور وہ خود درد اور کرب کے مارے اس طرح سے کراہتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اوس پر
عذاب الیم نازل ہو رہا ہے۔ جب اوس پر سے زین اوتاری گئی تو معلوم ہوا کہ اوس کی
پیٹھ پر ایک بہت بڑا گھاو تھا۔ اس پر مین نے غلام سے گھوڑا بدلا۔ مگر مجھے معلوم ہوا
کہ اوس کے بھی وہی حالت ہو رہی ہے۔ اٹھارہ میل تک برابر ان مصیبت
کے مارے ہڈیون کے ڈہانچون پر سوار ہونے پر مجبور رہنا راکب اور مرکب دونون
کے لئے سوہان روح تھا۔ کئی میل تک ہموار میدان کا ایک قطعہ طے کرنے کے بعد
ہم مقام زعفرانی مین پہونچے۔ یہان ایک زمانہ مین ایک عالی شان کاروانسراے
تھی جسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس سے بڑی کاروانسراے ایران مین اور کوئی
نہین۔ ایرانی جو ہر ایک شے کی تاویل مین حتی الامکان شاعرانہ نازک خیالی کو ملحوظ رکھتے

ہین بیان کرتے ہین کہ زعفرانی کی وجہ تسمیہ یہ روایت ہے کہ ایک دولتمند سوداگر نے اس عمارت کے تیار کرتے وقت اینٹون مین کچھہ زعفران ملادی جو اوسنے امداداً ایک غریب شخص سے خریدی تھی جو یہ زعفران معاکرامت سے سونے کی خاک ہوگئی اور اسکے بعد ہمیشہ اینٹون مین چمکتی رہی ؎۵۔ اس عمارت کو جس مین ایک زمانہ مین حماموں نہ کانون اور باغون کے علاوہ سترہ سو حجرے ہونے بیان کیے جاتے ہین لیکن جو اب سب کے سب معدوم ہوگئے ہین۔ بعد سیاح شاہ عباس سے منسوب کرتے ہین۔ لیکن خانیکاف کی یہ رائے نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ طرز عمارت اور کتبون سے جو کوفی خط مین ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کاروان سرا سے عربون کے زمانے مین تعمیر کیگئی اور قیاساً اس کا زمانہ تعمیر ملک شاہ سلجوقی کے عہد کو قرار دیتا ہے۔ اسکے منہدمہ آثار پر اوس خیر خواہ خلایق صدر اعظم نے جسکا حال اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ زمانہ حال کی وضع کی ایک خوشنما کاروانسرا تعمیر کی۔ زعفرانی سے آگے چلکر شمالی پہاڑون سے کچھہ فاصلہ پر سڑک سبزوار کے میدان مین داخل ہوتی ہے۔ اور اس کو قطع کرتی ہوئی کچھہ دور جاکر شہر سبزوار مین پہونچتی ہے

سبزوار

سبزوار ایک شاداب وسیر حاصل ضلع کا صدر مقام ہے جہان ۱۸۷۱ء مین سخت قحط پڑا تھا اور یہ ضلع پھر اب کچھہ پنپنے لگا ہے۔ ۱۸۷۱ء سے پہلے سبزوار کی آبادی کا

؎۵۔ اس روایت کو فریزر۔ فیریرا اور ایسٹوک نے علی الترتیب اپنی اپنی تصانیف کے صفحات ۳۸۵ و ۳۸۶ اور صفحات ۱۰۲ و ۱۰۳ اور جلد دوم صفحہ ۱۸۰ پر مختلف طور سے بیان کیا ہے۔

کا تخمینہ تیس ہزار لگایا جاتا تہا مگر قحط کی وجہ سے فوراً ہی کم ہو کر دس ہزار سے بھی گھٹ گئی لیکن اب پھر اٹھارہ ہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ شہر کے گرد حسب معمول کچی اینٹون کی ایک فصیل کھنچی ہوئی ہے اور شمال کی طرف ایک ٹیلے پر اس مین ایک ارک واقع ہے سبزوار کی روایتی بنا مشرق کے اور شہرون کی طرح عہد سلف کے بعید ترین طبقون سے تعلق رکہتی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے اس کا آغاز زیادہ موزون طور پر فرمانروایان سلسلہ سلجوقیہ کے زمانہ سے منسوب کیا جا سکتا ہے جسکے طرز عمارت کا سراغ اس کے بعض باقیات مین ملتا ہے۔ اپنے اکثر ہمسایون کی طرح سبزوار بھی کئی دفعہ برباد ہوا چنانچہ محمد شاہ خوارزمی نے جو قیقہ اسکی تباہی مین اٹھا رکہا تھا اوسے تیمور نے ۱۳۸۰ء مین پورا کیا۔ جو خوشحالی اسنے بعد مین از سر نو حاصل کی اوسے افغان حملہ آورون نے اٹھارہوین صدی مین اپنی حقیقی قومی خصوصیت کے اقتضا سے ملیا میٹ کر دیا۔ موجودہ شہر کی عمر سو سال سے زیادہ نہین کیونکہ علی یار خان مزینانی خراسان کے ایک طاغی حاکم نے بعہد فتح علی شاہ اسے نئے سرے سے تعمیر کیا۔ کچھ عرصہ سے سبزوار مین تجارت کو ترقی ہو گئی ہے کیونکہ یہان روئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ اون کی برآمد کی یہ ایک بہت بڑی منڈی ہے۔ شہر مین ارمنی سوداگرون کا ایک کارخانہ ہے جنکے تجارتی تعلقات روس کے ساتھ براہ استرآباد و گز[لہ] ہین۔ یہ سوداگر روئی اور اون روس کو بھیجتے ہین اور

[لہ] اس رستہ کے بجائے اب خراسان مین داخل ہونے کا وہ جدید رستہ اختیار کیا جاتا ہے جو عاشق آباد سے کوچان جاتا ہے۔ یہ نیا رستہ جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون سبزوار سے آسانی کے ساتھ مل سکتا ہے۔

تنکر اور چھینٹ کا کپڑا وہان سے منگواتے ہین۔ سبزوار مین ایک موٹا سوتی کپڑا تیار ہوتا ہے اور تانبے کی بدوضع دیگچیان بھی یہان بنتی ہین۔ یہ تانبا تین کانون سے جو اس نواح مین ہین اور جو شمالی ایران مین پیداوار کے لحاظ سے سب مین زیادہ مشہور ہین نکلتا ہی لیکن یہ توقع نہین کی جاسکتی کہ "پرشین مائننگ رائٹس کارپوریشن" (کمپنی محافظ حقوق معدنیات ایران) ان کی پوری طرح سے چھان بین کرے گی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ شمالی ایران کے جن جن مقامات مین بابیون کی کثرت ہے اون مین سے سبزوار بھی ہے

مینار خسرو گرد

ایک اجنبی کے لیے سبزوار مین اگر کوئی دلچسپ شے ہے (بہ شرطیکہ اس غلطی کو جائز رکھا جائے) تو وہ شہر کے باہر واقع ہے۔ یہ ایک تن تنہا مینار ہے جسے ایرانی روایتاً خسروگرد[۱] کہتے ہین اور جو موجودہ شہر کی فصیل کے دوسری طرف مغرب کی سمت مین

۱؎ مقام تعجب ہے کہ کرنیل ویلنٹاین جیسے باریک بین اور دقیقہ سنج سیاح نے اس مینار کا ذکر کرتے وقت اپنی کتاب "کاوڈس ان دی ایسٹ" (کہنا مشرق مین) کے صفحہ ۱۶۲ پر لکھا ہے کہ "یہ عجیب شکل کا مینارہ جو پکی اینٹون کا بنا ہوا ہے خسرو کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے" خسرو سے اس مینار کو منسوب کرنا اوسی درجہ قرین عقل ہے جس درجہ ایڈورڈ دی کنفیسر (شاہ انگلستان) یا کنفیوشیس سے۔ اوڈونوون بھی اس بلند مینار سے کو ایرانی فن عمارت مین جس کی رو سے اذان دینے کے لئے عموماً مینار پر ایک غلام گردش بنادی جاتی ہی ایک غیر معمولی وضع سے تعبیر کرتا ہو لیکن اوسے یہ خیال نہین رہا کہ جس زمانہ مین یہ مینار بنایا گیا وہ سنیون کا دور تھا نہ کہ شیعون کا۔ خسروگرد ضلع بیہق کا جو موجودہ سبزوار کا دوسرا نام تھا خاص مقام تھا۔

چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے مگر بلا شبہ اوس قدیم شہر کی حدود کے اندر تھا جسے محمد شاہ
خوارزمی نے برباد کیا۔ یہ بات مشکل سے سمجھ مین آتی ہے کہ کسی کو بھی اس مینار کی حقیقت
کے متعلق جس مین عربی فن عمارت کی ہر ایک نشان پائی جاتی ہے محض اسوجہ سے تذبذب
واقع ہوا ہو کہ جو مسجد کسی زمانہ مین اسکے ساتھ موجود تھی وہ باقی رہی ہے۔ علی الصباح اسکے
دیکھنے کیلئے مین جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تو مین نے دیکھا کہ جاڑے کی آمد مین
شمال اور جنوب کی طرف پہاڑون کی چوٹیان برف سے جو تازہ ہی گری تھی سفید ہو رہی تھین
آفتاب نے طلوع ہو کر اپنی شعاعین جب ان کی چمکتی ہوئی چوٹیون پر ڈالین۔ تو وہ نورانی
نظر آنے لگین اور اون کے دامن ہائے زیرین کی اودی اور ارغوانی سنجاف عجب
بہار دکھانے لگی۔ اود ڈونووان نے تعظیم کے خیال کو بالائے طاق رکھکر اس مینار کو دور
سے کسی کارخانے کے دود کش سے تشبیہ دی ہے۔ اس مین شک نہین کہ یہ تشبیہ
کسی حد تک صحیح ہے لیکن جب ہم اس مینار کے پاس پہونچتے ہین تو یہ وہم رفع ہو جاتا ہے
اس وقت ہمکو نظر آتا ہے کہ یہ ایک اونچی لاٹھ ہے جو ایک سو فیٹ بلند ہوگی۔ اور
جس کی اینٹون کی چنائی اسطرح ہوئی ہے کہ بیرونی سطح پر آرایشی کام نظر آتا ہے۔ یہ لاٹھ
گاؤدم ہوتی ہوئی اوپر کو چلی گئی ہے۔ اور خط کوفی کی ابھری ہوئی اینٹون کی دھاریان اس پر
ثبت ہین۔ چوٹی ٹوٹی ہوئی ہے اور اسلئے لاٹھ ناتمام معلوم ہوتی ہے۔ یہ لاٹھ ایک
چونے اور کنکر کی تیار کی ہوئی کرسی پر کھڑی ہے جو چھ فیٹ نظر آتی ہے اور ایک اور چبوترہ
پر جو قریب آٹھ فیٹ کے بلند ہے قایم ہے اس چبوترہ کے گوشون پر دروازے

بنے ہوئے ہین اور اسکے گرداگرد چھوٹے چھوٹے ستون اور ایک پست سی کچی مٹی کی دیوار کھینچی ہوئی ہے۔ فریزر نے ۱۸۲۱ء مین اس لاٹھ پر ایک چکر دار زینے سے جو اسکے اندر ہے اوپر چڑہا تھا اور اوڈونوون نے بھی ۱۸۷۹ء مین اوس کی تقلید کی۔ یہ زینہ اب منہدم ہو گیا ہے۔

اس مینار کی تاریخ

سیاح کوئی خط پڑھ سکتا ہوگا اوسے زمانہ قدیم کی اس دلچسپ یادگار کی تاریخ کے متعلق کبھی بھی شبہ وارد نہ ہوا ہوگا کیونکہ جو کتبہ مینار پر ثبت ہے اوس مین لکھا ہی کہ ۵۰۵ھ (مطابق ۱۱۱۱ء) مین یہ مینار ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے سلطان محمد کے عہد مین جب کہ سلطان سنجر فرمانروا ے خراسان تھا تعمیر کیا گیا۔ افغانون نے جب ۱۷۲۲ء مین حملہ کیا تو اس مینار کو سخت صدمہ پہونچا مگر بعد مین نادر شاہ نے اسے درست کر دیا اور اب یہ اوس شہر اور اوس عظمت وشان کی ایک ہی یادگار رہ گیا ہے جو دنیا کے صفحہ سے مٹ چکی ہے۔

شہر اور عزیان

سبزوار کے قریب زمین زراعت سے سرسبز تھی۔ علی الخصوص کپاس کے کھیت کثرت سے کھڑے تھے لیکن ایک گھنٹہ سے بھی کم کی مسافت ہم نے طے کی ہوگی کہ کھیتیان نظر آنی موقوف ہو گئین۔ ہمارے سامنے اور داہنے بائین ایک ویران کنکریلا میدان پھیلا ہوا تھا جسکے وسط مین کچھہ فاصلہ پر ایک پہاڑ جسکی دو مخروطی چوٹیان تہین کھڑا تھا اور

جب ہم اسکے پاس پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ اسکی ریڑھ کچھہ دور تک پہیلی ہوئی چلی گئی ہے
اس پہاڑ کو اپنی بائین طرف چہوڑ کر ہم اوس برف پوش سلسلہ کوہ کے قاعدہ کی طرف بڑہے
جو شمال کی طرف واقع ہے اور پانچ گہنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم موضع مہر مین پہونچے یہ
پہلی آبادی تھی جو تیس میل کے بعد ہمارے دیکھنے مین آئی - چاپار خانہ گاؤن کے عین وسط
مین واقع ہے اور گاؤن کی سب سے بڑی گلی کے بیچون بیچ ایک تیز اور گدلی نہر بہتی ہے
مہر اور مزینان کے درمیان مین نے پہلی مرتبہ ایک کویر یعنی دشت نمک دیکھا یہ وہ عجیب و غریب
اور وحشت انگیز صحرا ہین جو بعض دفعہ سخت میدان اور بعض دفعہ فریبندہ دلدل کا حکم رکھتے
ہین اور وسط ایران کے اکثر حصہ مین پہیلے ہوئے ہین - آگے چل کر مین ان کا ذکر خاص طور
سے کرونگا - ریت کے سفید قطعے لون کی ایک پتلی تہ کے نیچے چمکتے ہوئے نظر
آتے تھے اور کچھ دور سے معلوم ہوتا تہا کہ گویا وہ تھلے ڈابر ہین - مزینان کسی زمانہ مین بہت
بڑی آبادی تھی اور مستحکم گاؤن اور شہرون کے ایک مجموعہ کا مرکز تھی مگر ۱۸۳۱ع مین ایک
باغی سردار کی سرکشی کا خمیازہ اسکو بہگتنا پڑا اور عباس مرزا نے اسے برباد کر ڈالا - اب
اس مقام کی حالت نہایت ہی تباہ ہے - جو مکانات یہان موجود ہین وہ بوسیدہ یا ویران
ہین - گاؤن کے حوالی مین گزشتہ زمانہ کی ایک یادگار ایک کاروان سرائے کی شکل مین
جسے شاہ عباس نے تعمیر کیا تھا موجود ہے - ایک اور دلکشا عمارت بھی یہان موجود ہے
جو ہارون الرشید کے بیٹے اور حضرت امام رضا کے قاتل مامون کی بنائی ہوئی ہے
اب اجڑ چلی ہے چارون طرف دوسرے قصبات یا دیہات کے آثار نظر آتے

ہین جو سب کے سب ویران ہین۔ جب مین ایک بج بار صبح کے پانچ بجے مزینان سے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا تو دونون بڑی کاروانسراؤن مین زایرون کے قافلے کوچ کی تیاریان کر رہے تھے اور گاہ بیگاہ کسی رفیع الصوت سید یا حاجی کے اللہ اکبر کی ضرب لگانے کی آواز کانون مین پڑتی تھی جسکے جواب مین زایرون کی کل جماعت صدائے بازگشت کی طرح وہی ضرب لگاتی تھی جسکی آواز سرد ہوا مین دور تک گونجتی ہوئی سُنائی دیتی تھی۔ گاؤن کے دوسرے کنارے پر سے بھی اسی طرح کی آوازون کی گونج بلند ہوتی تھی۔ غرضکہ اس شور اور پکار کے ساتھ ان مقدس ابناء السبیل کے لئے ایک نئے دن کا آغاز ہوا۔

زایرون کے قافلے

روزمرہ کے سفر مین زایرون کی جو تعداد کثیر میرے دیکھنے مین آئی اور جنھون نے مشہد کی سڑک کو گویا اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اون کا ذکر مجھے اس بات کا شوق دلاتا ہے کہ اپنے ہر روز کے سفر کے غیر دلچسپ حالات مین اون انسانی حوالی کی کیفیت کے اضافے سے ذرا لاین پیدا کرون جو مشہد کی سڑک کے محیط ہین۔ زایرون کی جماعتون کے سفر کا رخ اوس سمت کے مقابل تھا جس مین مین سفر کر رہا تھا۔ بعض اوقات میلون سے کوئی کاروان پہنائے وسیع پر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا نظر آجاتا تھا جب یہ کاروان قریب پہونچتا تھا تو زایرون مین سے کسی متقی یا خوش الحان شخص کی آواز قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہوئے سنائی دیتی تھی یا کوئی زیادہ تر زندہ دل مسافر کسی ایرانی اُستاد کے

اشعار گاتا ہوا سننے مین آتا تھا۔ جب اس قافلہ کا لمبا سلسلہ بالکل پاس آجاتا تھا تو اس مین گوناگون راکب اور انواع و اقسام کے مرکب نظر آتے تھے۔ متمول اور خوشحال لوگ گھوڑون پر سوار قلیان کا دم لگاتے جاتے تھے۔ کچھ لوگ اونٹون پر سوار تھے۔ خچر بھی بہت سے تھے جن پر کجاوے[له] لدے ہوئے تھے۔ لیکن

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است — چون بار ہمی برد عزیز است

عام طور سے بوجھ اوٹھانے کے لئے گدھا ہی دیکھنے مین آتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے جانورون پر اسقدر بوجھ لدا ہوا تھا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہانڈیان اور دیگچیان اور برتن اور بندوقین اور پانی کی صراحیان اونکے دونون طرف لٹک رہی تھین اور گھر بھر کا کل سامان اون کی پیٹھ پر تھا اور اس تمام سامان پر سخرہ انگیز متانت و سنجیدگی کے ساتھ مالک سامان کی مرغیان بھی موجود تھین۔ غریب زائرون کے لیے یہ معمولی بات ہے کہ پیدل سفر طے کرتے ہین اور جب تھک جاتے ہین تو کچھ دور کے لئے گدھے پر سوار

له کجاوہ جو نہایت تنگ ہوتا ہے اور جس مین تکلیف دہ ہچکولے لگتے ہین یورپیون کے لئے جن کا نیچے کا دھڑ اہل مشرق کی طرح ہر طرف مڑ اور دب سکنے کا عادی نہین ہے نہایت ہی زحمت کی سواری ہے بلکہ اس مین سوار ہونا یورپیون کے لئے قریباً ناممکن ہے۔ آدم اولیریس جو ۱۶۳۷ء مین ہالسٹین کے ڈیوک کی سفارت کے ہمراہ بطور سکرٹری مامور ہو کر آیا اپنے مصائب و آلام کی کیفیت حسب ذیل بیان کرتا ہے "طبیب سفارت کو اور مجھے کٹزادہ (کجاوہ) مین ایک ہی اونٹ پر بٹھایا گیا۔ جس سے ہمین سخت تکلیف ہوئی۔ ایک عذاب تو ہمین اس بڑے جانور کی چال سے سہنا پڑتا تھا جو ہر قدم پر ہمین غضب کا جھٹکا دیتا تھا اور دوسرا تمام اونٹون کی ناقابل برداشت عفونت سے جو سیدھی ہماری ناک مین آکر حلول کرتی تھی۔"

ہو لیتے ہین - صبح کے وقت بسا اوقات یہ دیکھنے مین آتا ہے کہ مالک اپنے گدہے پر سوار بے خبر سو رہا ہے اور دھڑام سے زمین پر گر پڑا ہے - ہر ایک قافلہ کا ایک کاروان باشی یعنی قافلہ سالار ہوتا ہے جسکی علامت اکثر یہ ہوتی ہے کہ ایک سرخ پرچم جو ایک نیزہ پر لہرا رہا ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ رکھتا ہے - مرد اپنے بڑے بڑے اونی فرغلون مین جن سے اون کا سر تک ڈہکا ہوا تھا اور جن کی خالی آستینین دونون طرف بغلون پر سے بڑے بڑے کانون کی طرح نکلی ہوئی ہتین سپٹے ہوئے جا رہے تھے اور بسا اوقات اونکے چہرہ کا پہچاننا مشکل تھا - لیکن اگر مردون کا پہچاننا مشکل تہا تو اون نیلے سوت کے ہیولائی تودون کا پہچاننا جو گدہون کی پیٹھ پر لدے ہوئے تھے اور بھی زیادہ مشکل تھا اور میری حمیت مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ مین اون کا انسانی الاصل ہونا باور کرون -

ایک یا دو دفعہ جب ایک اس طرح کے قافلہ کے پاس سے مین ہو کر گزرا تو مین نے جان بوجھ کر گھوڑے کو مہمیز لگائی اور سرپٹ دوڑایا کیونکہ گدہون کا اپنے پیچھے گھوڑے کی ٹاپون کی آواز سنکر دولتیان جھاڑتے ہوئے رستہ سے کترا کر بھاگ جانا اور جو بے ڈول تودے اون پر لدے ہوئے تھے اون کا ہلنا اور ڈگمگانا اور آخر مین چیخین مارنا اور نقابون کا اون کے چہرون پر سے اتر جانا اور اپنی سواری پر سے نیچے گر پڑنے کے خطرے مین مبتلا ہونا ایسا سمان نہ تھا کہ کوئی دیکھے اور ہنسی کے مارے جسکی ایسی اشد ضرورت تھی اور جس سے لطف اوٹھانے کیلئے اس قدر محنت کیگئی تھی پیٹ مین بل نہ پڑ پڑ جائین - عام طور سے ہر قافلہ کے ہمراہ فقیرون کی ایک جماعت بھی ہتی جو ادہر مجھہ سے

بہیک مانگتے تہے اور اودہر کافر سمجہہ کر مجہپر تیین حرف بہیجتے تہے۔ اسکے علاوہ پہٹے حال درویش بہی تہے جو اسلامی ممالک مین سب سے زیادہ تکلیف دہ اوسوقت ہوتے ہین جب وہ بہیک مانگتے ہین۔

دوسرے لوگ

نہین کہا سکتا کہ جسقدر لوگون سے ہم دوچار ہوئے وہ سب کے سب زیارت کرنے کیلئے جارہے تہے۔ برخلاف اسکے ہمین بعض دفعہ خاموش و متین سوداگرون سے بعض دفعہ ملاؤن سے جو موٹے تازے گدہون یا خچرون پر سوار تہے۔ بعض دفعہ سرکاری عہدہ دارون اور سپاہیون سے اور بعض دفعہ قبایل کے قبایل سے جو ہجرت کرکے دوسرے علاقہ مین جارہے تہے سابقہ پڑتا تہا۔ ہر صنف و قسم اور سن و سال کے مسافر سڑک پر موجود تہے۔ سوار اور پیدل۔ امیر اور غریب۔ شریف و رذیل غرضکہ شاندار۔ غریبامور۔ نفرت انگیز سحراتہ مشرقی دنیا کے سبہی طرح کے نمونے دیکہنے مین آتے تہے۔

کاروانسرائین

رات کے وقت یہ گوناگون اور متنوع عناصر (کیونکہ مختلف ممالک کے زایر یہان آتے ہین۔ اون کاروان سراؤن مین پناہ لیتے ہین جو تمام راہ مین دس دس پندرہ پندرہ میل کے فاصلہ سے واقع ہین۔ ان عمارات کا مین نے اتنی مرتبہ ذکر کیا ہے کہ مین یہان ضمنی طور پر اون کا کسیقدر تفصیلی حال بیان کرنا مناسب سمجہتا ہون۔ کاروانسرائے کو مشرق کی سرائے سمجہنا چاہیئے۔ لیکن انگلستان کی سرائے کے ساتہہ اگر اسکو کوئی مشابہت

ہے تو وہ صرف برائے نام ہے۔ کیونکہ کاروانسرائے پر نہ کوئی شاندار علامت ثبت ہوتی ہے۔ نہ کوئی فرحت افزا اور دلکشا نشستگاہ ہوتی ہے۔ نہ کوئی صاف ستھرا کمرہ ہوتا ہے جہاں سامان خورد نوش مہیا ہو اور نہ کوئی منکسر خادم یا خندہ پیشانی مالک سرائے تمہارے خیر مقدم کے لیے بڑھتا ہے۔ کاروانسرائے کا محافظ اور نگران شاید ایک ہی شخص ہوتا ہے اور بس مسافر کو ہر ایک چیز کا اہتمام بذات خود کرنا پڑتا ہے۔ اپنے جانورون کی نگہداشت اوسے خود کرنی پڑتی ہے۔ اپنے سامان کے ڈھیر کی نگرانی بھی خود وہی کرتا ہے۔ اپنے لیے آگ وہ خود جلاتا ہے اور اپنا کھانا وہ آپ پکاتا ہے عمارت عموماً اینٹ یا پتھر کے ایک وسیع مربع یا مستطیل مکان کی شکل کی ہوتی ہے جس کے اندر ایک کھلا صحن اور اوسکے گرداگرد حجرے بنے ہوئے ہوتے ہین۔ اسکے دو بیرونی پہلو اور عقب کی دیوارین سادہ ہوتی ہین اور کچھ دور سے دیکھنے پر یہ عمارت ایک بہت بڑا قلعہ معلوم ہوتی ہے اور بسا اوقات بانیان عمارت نے اس خیال کی پوری پوری تصدیق اسی ارادہ سے اس طرح کی ہے کہ زاویون پر باہر کو نکلے ہوئے برج ہین اور اوپر ایک فصیل ہے۔ سامنے کی بیرونی دیوار یا دوکار بڑے بڑے محرابی طاقون کا ایک سلسلہ ہے جسکے ساتھ دو فیٹ اونچا ایک چبوترہ بھی ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم مین راتون کو بسا اوقات ان چبوترون پر مسافر سوتے ہین۔ وسط مین ایک بہت بڑا پھاٹک ہے جسکے اوپر بعض دفعہ ایک برج یا بالاخانہ ہوتا ہے اس پھاٹک کی راہ سے اندر کی انگنائی مین داخل ہوتے ہین جسکا رقبہ شاید پچاس گز مربع ہوتا ہے اور جسکے اطراف مین دو کھلی

ہوادار درجے بیرونی دیوار کے درجون کی طرح ہوتے ہین۔ اعلی درجہ کی کاروانسراؤن
مین ان محرابی درجون مین سے ہر ایک کی پشت پر ایک دروازہ ہوتا ہے جس مین سے
ایک اندرونی حجرہ مین داخل ہوتے ہین جو سردی کے موسم مین رات کے وقت خواب
گاہ کا کام دیتا ہے۔ ان کے پیچھے بیرونی دیوار سے ملے ہوئے گرم و تاریک
طویلون کی قطارین ہوتی ہین جن مین جانور باندہ دئے جاتے ہین اور جنمین چارون کونون
سے داخل ہوتے ہین۔ غرضکہ ایک عام ایرانی کاروانسرا کی یہ ہیئت ہوتی ہے
چند ترقی دادہ یا جدید وضع کی کاروانسراؤن مثلاً برازجان کی کاروانسرائے مین جو خلیج فارس
کے قریب واقع ہے (یہ عمدہ ترین سرائے تھی جو کل ملک مین میرے دیکھنے مین آئی)
ذی رتبہ یا ذی ثروت مسافرون کے لئے اوپر کی منزل پر چند درجے ہوتے ہین۔ مگر علی العموم
ایران کی سرائے کی تدبیر منزل مین جمہوریت کا عنصر زیادہ تر ساری ہے۔

رات کے وقت اونٹ کا سفر

مشرق کے اس قسم کے سفر کی جو بہت سی غیر معمولی یادگارین مسافر اپنے ساتھ لیجاتا
ہے اون مین شاید سب سے زیادہ وحشت خیز اور پر اثر یاد اون اونٹون کے قافلون کی
ہے جن سے دور بستے مین رات کے وقت دوچار ہوتا ہے۔ شب تاریک مین دور سے
فریاد جرس سنائی دیتی ہے اور اسکی ماتمی آواز جو تہوڑی تہوڑی دیر بعد بلند ہوتی ہے
بتدریج زیادہ قریب آتی جاتی ہے اور گاہ بیگاہ کسی چہوٹی گھنٹی کی ٹن ٹن اسکے ساتھ ملکر
بتاتی ہے کہ اوسی قافلہ کا آخری حصہ بھی قریب آپہونچا ہے۔ بڑا جرس قطار کے

پہلے اونٹ کے گلے مین پڑا ہوتا ہے لیکن جب اوس کی آواز قریب تر اور بلند تر ہوتی جاتی ہے تو نہ تو کوئی اور آواز اوس کا ساتھہ دیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز ہی نظر آتی ہے دفعتاً تاریکی مین سے ایک جہاز کے سایہ کی طرح قافلہ کا سرگروہ وبے پاؤن نمودار ہوتا ہے۔ اوسکے گرد گرے نمودون کی دہنک ریت کے نرم بچھونے پر آہستہ آہستہ پڑتی ہے اور بیابانی غولون کی ایک بڑی مسلسل قطار کی طرح یہ خاموش سلسلہ پاس سے گذر جاتا ہے اور شب تار کی پہنائی مین نگاہ سے غایب ہوجاتا ہے۔

لطف تقابل

انوکہا اور ہمیشہ یاد رہنے والا ہے وہ تناقص جو مشرقی ساحت اور انگلستان کے طرز زندگی اور ذرایع نقل وحرکت مین پایا جاتا ہے۔ نہ یہان بہاری ارلبے اور روزنی چھکڑے کسان کے مکان اور اوسکے کہیتون کے درمیان آتے جاتے ہوئے نظر آتے ہین۔ نہ ہلکی گاڑیان اور تیز رو سواریان مکاومی سڑکون پر سرعت کے ساتھہ جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہین۔ افسوس! یہان سڑکین ہی نہین ہین اور جب سڑکین نہین ہین تو پہر گاڑیان اور چھکڑے کیسے؟ جس پوش اور کہپریل کے مکان۔ کہیتون کی بیچ کی گذرگاہین جہاڑیون کی باڑین۔ صاف ستہری کہیتیان۔ چھلکتی ہوئی ندیان اور ان سب کے بعد ریل کا دہوین کی قطار اپنے پیچھے چھوڑکر ناگہانی جھپٹ کے ساتھ گرجتے ہوئے پاس سے گزر جانا یہ سب باتین ایسی ہین کہ مشرق کے مسافر کو خیال ہوتا ہے کہ یہ سرے سے دنیا مین ہین ہی نہین۔ اور کم از کم اہل ایران کے

لئے جن کی باوجود تنگ خیال اور غیر نشو ونما یافتہ ہونے کے یہ کیفیت ہے

وکہ جس حال مین ہین اوسی مین ہین شادان،

حقیقت مین ان چیزون کا وجود ہی نہین - وہان تو یہ حالت ہے کہ جس چیز مین دیکھو نقل وحرکت - تیزی وسرعت اور مستعدی وچالاکی کا تلاطم بپا ہے اور یہان یہ کیفیت ہے کہ قرار وسکون - کہنگی وفرسودگی اور غیر تغیر پذیری وکاہلی کی ایسی مہر لگی ہے کہ ٹوٹتی ہی نہین

ترکمانی تاخت وتاراج

[م]زینان اور شاہ رود کے درمیان جن مین تقریبًا ایک سو میل کا فاصلہ حایل ہے چار منزلین واقع ہین جو سابق مین منازل ہفتخوان کی طرح دشوار گذار سمجھی جاتی تہین - یہان خراسان کے پہاڑون کی مغربی حدود جو اوس پر پیچ سلسلہ کوہ سے شاخون کی شکل مین پہٹ کر نکلی ہین جو دریائے اترک کے طاس کے گرد حلقہ زن ہین میدان سے آملتی ہین اور سڑک اون کے دامنون اور نشیب وفراز مین سے لہراتی ہوئی گذرتی ہے یہ تمام کوہستانی علاقہ ایک زمانہ مین ترکمان قزاقون کی دستبرد اور لوٹ مار کا دنگل تھا اور ان وادیون اور گہاٹیون سے نکلکر وہ بلائے ناگہانی کی طرح مشہد کو جانے والے یا وہان سے آنے والے مسافرون کی بیکس جماعتون پر چھاپہ مارتے تہے اور جو کچھہ نقد وجنس اونکو ملتا تھا اوسے لوٹتے - جانورون کو اپنے آگے آگے ہانکتے اور قیدیون کو اپنے آگے گہوڑون پر بٹھا کر وہ اوسی تیزی سے اپنی پہاڑی کمین گاہون مین چلے جاتے تہے جس تیزی سے آئے تہے - مشہد سے مزینان تک جس رستہ کا مین ذکر کرچکا

ہوں اوسکے کنارہ کنارہ مین سے اون کی موجودگی کے خوف کا بین ثبوت اون چھوٹے چھوٹے مدور برجون کی شکل مین دیکھا جو میدان پر جابجا اس طرح کھڑے تھے جسطرح کسی بساط پر شطرنج کے مہرے اور جو عاشق آباد سے مشہد اور سرخس سے فرہ بلکہ شاہ رود سے قم تک ان خوفناک سرحدی لٹیرون کی مخصوص شکارگاہ کے نشانات تھے۔ بعض بعض مقامات پر تقریبًا ہر ایک کھیت مین ایک اس قسم کی عمارت کھڑی ہوئی نظر آتی تھی جو اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ جون ہی گرد کے اوٹھنے سے غنیم کے آنے کا حال معلوم ہوتا کسان فورًا ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سے جو تہ مین ہوتا تھا اسکے اندر گھس کر سوراخ کے منہ پر دو بڑے پتھر رکھ دیتا تھا اور جب تک کہ یہ طوفان گذر نہ جاتا تھا او سوقت تک اندر چھپا رہتا تھا۔ ترکمان لٹیرون کا جو خوف اس زمانہ مین لوگون کے دلون پر چھایا ہوا تھا۔ اور اپنی حفاظت آپ کرنے کی وجہ سے محصوری کی جو حالت عام طور سے ملک مین پھیلی ہوئی تھی اوسکا اسی طرحکا ثبوت اون گڑھیون سے ملتا ہے جو اوس تمام علاقہ کے ہر ایک گاؤن مین بنی ہوئی ہین جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ خوف کے وقت انہین گڑھیون مین باشندے پناہ لیتے تھے بیچارے مصیبت کے مارے کسان جب ایک دفعہ گڑھی کی چاردیواری کے اندر داخل ہو جاتے تھے تب تو وہ سلامت رہتے تھے لیکن اگر کہین کھلے میدان مین وہ دشمن کے قابو مین آجاتے تھے تو اسکے صرف دو نتیجے ہوتے تھے یا تو بخارا یا خیوا کا نخاس اور یا موت۔

فوجی بدرقہ



نصیب دہقان کو جس مصیبت کا ہر روز سامنا کرنا پڑتا تہا وہ سڑک کے اس خوفناک قطعہ پر جس کا مین اب حال بیان کرنے والا ہون ڈرپوک زایر کو بھی پیش آتی تھی - اس خطرہ کی مدافعت کے لئے بہت کچھہ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جاتی تہین شاہ رود اور مزینان سے مہینے مین دو دفعہ ایک فوجی بدرقہ روانہ ہوتا تھا - اس مین پیدل سپاہیون کی ایک جمعیت توڑے دار بندوقون سے مسلح اور ایک رسالہ ایک پرانی توپ کے ساتھ ہوتا تھا - میان دشت دونون بدرقون کا مقام اتصال تہا جہان ایک دوسرے کو سبکدوش کرتا تھا - مزینان کی جمعیت کا صرف جس مین ڈیڑھ سو توڑے دار بندوقون والے جوان اور توپ خانہ کے بارہ سوار تہے مزینان کے گاؤن والون پر بجائے معمولی محصول کے عاید کیا جاتا تھا - اور ۱۸۷۲ء مین بھی جب جماعت ماسورہ تصفیہ سرحد سیستان کے اراکین طہران جاتے ہوئے ادہر سے گذرے تو اونکے ساتھ حفاظت کے لئے مزینان اور شاہ رود کے درمیان ۸۰ توڑے دار بندوقون والے جوان ساڑہے چار پونڈ کے گولے والی ایک توپ جس مین چھہ گھوڑے جتے ہوئے تہے اور ڈیڑھ سو سے لیکر دو سو سوارون تک کی ایک جمعیت متعین تہی -

زایرون کا بیم وہراس

کونولی - فریزر - ایسٹوک - اوڈونوٹن اور دوسرے مصنفین نے جنہین زایرین کے کاروانون کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے اپنے زاہد وعابد ہمراہیون

کے خوف وہیبت سے حالات کی بے نظیر یادداشت چھوڑی ہے - ایرانی ہمیشہ
بزدل ہوتا ہے گر ایرانی زائر اوس سے بھی بدتر ہوتا ہے اور جب ترکمان پاس
ہو تو یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ گویا اوس میں جان ہی نہیں رہتی - پہلے تو تشویش ناک افواہین
پھیلتی ہین اور روانگی مین توقف ہوتا ہے اوسکے بعد کسی مبہم خبر کو سنکر قافلہ روانہ ہوتے
ہوتے رہ جاتا ہے اور انجام کار بڑی ہمت کرکے قدم آگے بڑہاتا ہے اور اکثر رات
کے وقت سفر کرتا ہے جب کہ تاریکی خطرہ کو رفع کرنے کے بجائے اور اوسکی معین ہوتی
ہے - اوّل توڑہ دار بندوقون والے جوان اپنے توڑون کو سلگاتے یا تو پیدل اور یا
گدہون پر سوار نکلتے ہین - اوسکے بعد رسالہ کے جوان چقماق والی بندوقین اور سپاہی لئے
آتے ہین اور اِن کے بعد زائرین کی بڑی جماعت آتی ہے جو حتی الامکان توپچیون اور
توپ کے قریب رہتی ہے - توپ کو محافظ جان و مال سمجہا جاتا تہا مگر واقعات
بتاتے ہین کہ اس غرض سے یہ ایک دفعہ بھی چلائی نہین گئی - اِن سب کے بعد
پھر سپاہی آتے ہین اور گرد و غبار مین لپٹا ہوا پریشانی اور تشویش کے عالم مین
قافلہ آگے بڑہتا ہے - اون کے چلّانے اور گانے اور وظیفہ پڑہنے اور ایک دوسرے
کو برا بھلا کہتے اور آپس مین لڑنے جھگڑنے کا شور میلون سے اونکے آنے کی خبر
دیتا ہے اور اگر وہ لوٹے جانے سے بچتے ہین تو اس کی وجہ یہ نہین کہ قزاقون کو گرفتاری
کا خوف ہوتا ہے یا وہ توپ سے ڈرتے ہین بلکہ اوسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ مال غنیمت
اس قدر نکما ہے کہ لیٹرون کی نظرون مین اوس کی کوئی قدر و قیمت نہین ہو سکتی کیونکہ

مسلمان زائر جب روانہ ہوتے ہین تو اپنا تمام مال و متاع پیچھے چھوڑ آتے ہین غرضکہ اُن کے خوف زدہ تصور مین ہر ایک جھاڑی دشمن کی کمینگاہ ہوتی ہے۔ ہر ایک ہوا کا جھونکا جس سے گرد اڑے غنیم کے حملہ کا قاصد ہوتا ہے اور ہر ایک پہاڑی ایک چھپے ہوئے سوارون کے دستے کے مامن کا حکم رکھتی ہے۔ جب قافلہ منزل مقصود کو پہونچتا ہے اور خدا کی تائید سے اوسکے یہ خاص بندے صحیح وسلامت وہان پہونچ جاتے ہین تو بآواز بلند خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور یا علیؑ یا حسینؑ اور شیعہ مذہب کے دوسرے تمام ائمہ کے نام لے لے کر نعرے مارے جاتے ہین۔

گرفتاری کے قصے

لیکن یہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ اگرچہ ایک قافلہ کا بیم و ہراس قابل تحقیر تہا تاہم انفرادی حیثیت سے لوگون کا خوف بلا وجہ نہ تھا۔ ابھی تک بہت سے واقعات اس قسم کے بیان کئے جاتے ہین کہ ترکمان قزاقون نے اکیلے دکیلے مسافرون یا چھوٹی جماعتون کو گرفتار کر لیا اور اس نواح کے دیہات مین مشکل ہی سے کوئی ایسا کسان ملیگا جس پر کبھی نہ کبھی اوسکے کھیتون یا پانی کے چشمون پر قزاق نہ آگرے ہون اور جسے اگر خوبی قسمت سے سالہا سال کی غلامی کے بعد فدیہ دیکر رہا کرا لیا گیا ہو تو اوسکے جسم پر سفاکی و بیدردی وطوق و سلاسل کا عمر بھر نہ مٹنے والا نشان نہ پایا جاتا ہو۔ کرنیل ایون اسمتھ نے یہ بیان کرنے مین غلطی کی ہے کہ موسو ڈی بلاکول فرانسیسی عکاس جس نے اس فن کو شوقیہ طور پر اختیار کیا تہا اور جو ۱۸۶۰ء مین مرو کی مہم کے ساتھ

جسکا انجام بربادی اثر ہوا اس غرض سے گیا تھا کہ تصویرین اتارے اور شاہ کے لیے میدان جنگ کا ایک رنگین مرقع کھینچے اسی سڑک پر گرفتار کیا گیا اور اوس وقت تک رہا نہ ہوا جب تک ۱۵ مہینے کی قید بھگتنے کے بعد اوس کے شاہی سرپرست نے گیارہ ہزار تومان (جو اوس زمانہ مین پانچ ہزار پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے) کا فدیہ اوس کی رہائی کے لئے ادا نہ کیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ترکمانون نے اوس حملہ مین اوسے گرفتار کیا جو اونھون نے بمقام مرو ایرانی دستہ فوج پر کیا تھا۔ البتہ یہ واقعہ درست ہے کہ اسی سڑک پر ایرانی فوج کا ایک جرنیل جسکے زیر کمان چھہ ہزار فوج تھی جب دو یا تین لمحون کے لیے اپنی فوج کے پیچھے قلیان کا ایک آخری کش لگانے کے لئے ٹھیرا تو ترکمان اوس کی فوج کے دیکھتے دیکھتے اوسکو پکڑ کر بھگا لے گئے اور چند ہفتون مین وہ خیوا کے بازار مین چند پاونڈ کو بیچ ڈالا گیا۔

روسیون کا کارنمایان

صوبہ خراسان پر روس کی نیت کے متعلق خواہ کچھہ بھی کہا جائے لیکن اس مین

لہ بیان کیا جاتا ہے کہ اول اول ترکمانون نے اس نا شاد عکاس کی قیمت تین پاونڈ دس شلنگ لگائی۔ لیکن جب اونکو معلوم ہوا کہ یہ شخص یورپ زادہ ہے اور ذی وقعت بنہے تو اونکے مطالبہ کا نرخ بتدریج بڑھتا گیا اس اثنا مین خان خیوا کو معلوم ہوا کہ قیدی کے پاس آلات نقشہ کشی موجود ہین اور اسس سے یہ قیاس لگا کر کہ وہ ضرور کوئی فوجی انجنیر ہے اوسے لے لینا چاہتا کہ اوس کی مدد سے وہ اپنے دار الحکومت کو مستحکم کرسکے۔ کرنیل ویلنٹائن بیکر نے فرط سیرچشمی سے فدیہ کی تعداد جو آخر مین ترکمانون نے لینی منظور کی المضاعف بتائی ہے۔ موسوی بلاکول نے اپنی سرگزشت ماہ اپریل ۱۸۶۰ء مین اپنی کتاب "تور دے ماندے" (سفر عالم) (بزبان فرانسوی) مین قلمبند کی۔

تو شک نہین کہ اس بلا سے بچے رہنا یعنی ترکمان لٹیرون کے استیصال سے اوسنے
نہ صرف ایران کو بلکہ ہر ایک سیاح کو جو طہران اور مشہد کے درمیان سفر کرتا ہے ہمیشہ
کے لئے اپنا رہین منت بنا لیا ہے - ماوراء النہر کے آتشی ترکمانون کے برخلاف
اس کامیابی کے ساتھہ کہ آرا ہوتے وقت بلاشبہ وشک روس کی علامت غالی خود
غرضی سے بیجا نہتھی اور یہی کہا جا سکتا ہے کہ اوسنے ایران کی اغراض کو مدنظر رکھکر
یہ کام کیا یا یہ کہ کافہ انام کی بہبودی کے لحاظ سے یہ خدمت اوسنے اپنے ذمہ لی لیکن
کم از کم اس بارہ مین تو روس کی نیت سے قطع نظر کیا جا سکتا ہے اور ہم اپنے آپ کو
اور اوس کو اس کامیابی پر مبارکباد دے سکتے ہین - اسکابیلت کی ۱۸۸۱ع کی کامیاب
فوج کشی اور اخال تقی کے الحاق کے بعد سے مشہد اور طہران کے درمیان کی سڑک
بالکل محفوظ و سلامت ہوگئی اب کوئی پہرا یہان مامور نہین ہے اور نہ اوس کی ضرورت
ہی باقی ہے اور زائرون کو درگاہ ایزدی مین عجز و الحاح کے ساتھہ تائید چاہنے کی اب
کوئی خاص وجہ باقی نہین رہی مسافر اگر اب اچانک خوفزدہ ہو سکتا ہے تو اوس کا باعث
اس سے زیادہ تشویش ناک نہین کہ گاہ بیگاہ کبک کہساری جوان پہاڑون مین کثرتا
سے ہین دفعتہً فراٹا بھرتے ہوئے اوسکے گھوڑے کے قدمون کے تلے سے
سے اوپر کو اڑتے ہین -

پل ابریشم

مزینان سے روانہ ہونے کے بعد ہماری سڑک شمال کی سمت مین پہاڑیون کی طرف

بڑھی۔ صبح کی دھندلی روشنی مین مین نے جنگلی ہرنون کا ایک بہت بڑا گلہ سڑک سے
تین سو گز کے فاصلہ پر دیکھا لیکن میرے طپنچہ کی گولیون کا اثر اس سے زیادہ نہین
ہوا کہ وہ معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ نگاہ سے غائب ہو گئے۔ چودہ میل طے
کرنے کے بعد ہم صدرآباد کی ویران کاروانسرا ئے اور قلعہ مین پہونچے۔ جیسا کہ نام
سے واضح ہوتا ہے یہ عمارات اوس صدراعظم کی تعمیر کی ہوئی ہین۔ جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا
ہے مگر قلعہ اور اوس کی فوج عملی لحاظ سے بالکل بیکار تھی کیونکہ اس فوج کی طاقت صرف
اسی قدر تھی کہ وہ دوسرون کی حفاظت کا خیال دل مین لائے بغیر فقط اپنا بچاؤ آپ
کر سکے۔ صدرآباد سے دوسری طرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہم پل ابریشم پر پہونچے
جسے ابتداءً نادرشاہ نے تعمیر کیا تھا اور جسکی حال ہی مین مرمت ہوئی ہے۔ یہ پل دریائے
ابریشم پر بنا ہوا ہے جسکے پانی مین اون نمکین چشمون کی وجہ سے جو اسکے منبع کے
قریب واقع ہین۔ بہت زیادہ کھاری پن پایا جاتا ہے۔ دریائے ابریشم شمال کی طرف
سے بہتا ہوا یہان آتا ہے اور قالمورا کا نام اختیار کرکے آگے چلکر جنوب کے ایک
کویر مین جذب ہو جاتا ہے۔ قالمورا کو عموماً خراسان کی مشرقی سرحد خیال کیا جاتا ہے اور
اٹھاروین صدی مین یہ احمد شاہ درانی کی افغانی سلطنت کی شمالی و مغربی سرحد تھا۔
جب مین یہان سے گذرا تو دریا کی تہ جس کا عرض تقریباً ۲۰ گز ہوگا بالکل خشک تھی بگلمتی
سورج نے مجھکو اسکا عکس لے لینے کی اجازت دی اور اس کی تصویر سے جو مقابل کے
صفحے پر درج ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایران کا بطور نمونہ پیش کئے جاسکنے والا پل ہے۔

اسکے بعد ہین جلد جلد آگے روانہ ہوا۔

عباس آباد



میل آگے چلکر ہم ایک مقام پر پہونچے جو چشمہ گز کے نام سے مشہور ہے اور جہان ایک چھوٹا سا سوتا متعدد ڈابرون کو بھرتا ہے اور گھاس کے چند قطعات کو سیراب کرتا ہے۔ یہ مقام عہد سابق مین نہایت خوفناک سمجھا جاتا تھا کیونکہ ترکمان قزاق کوہستان مین اپنے گھوڑون پر دور و دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد یہان اپنے گھوڑون کو پانی پلانے لایا کرتے تھے اور یہین بدقسمت مسافر بسا اوقات اون کے ہتے چڑہ جایا کرتا تہا۔ ۱۸۴۵ء مین اسی مقام کے قریب فیریر کو بھی اون سے دست و گریبان ہونا پڑا۔ اس منزل کے ختم پر عباس آباد کے گاؤن کا خوش سواد قلعہ واقع ہے جو ایک ٹیکرے پر درجہ بدرجہ بنا ہوا ہے اور اس کی رفیع الشان ردکار بے شمار دریچون سے مشبک اور برجون سے آراستہ ہے مگر یہ برج اب بوسیدہ ہو چلے ہین۔ اسکے باشندے سو گرجستانی خاندانون کی ایک نوآبادی کی نومسلم نسل سے ہین جسے شاہ عباس اعظم نے تین صدی پہلے اس غرض سے لا بسایا تہا کہ شمالی سرحد پر وہ اوسکی فوجی نوآبادیون کی زنجیر کے ایک حلقہ کا کام دین اوسنے اونکے لئے سو تومان نقد اور گیہون کے سو خروار کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا تہا مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ وظیفہ بند کر دیا گیا۔ تیسری نسل مین اونکو گرجستانی زبان بولنے کی ممانعت کردی گئی اور اس لئے وہ مسلمان ہو گئے مگر بعض سیاحون نے اون کی بولی مین اونکی مادری زبان کا عنصر ابھی

تک پایاب ہے۔ ترکمانون کے خطرناک زمانے مین عباس آباد کا ایک بہی السا مرد نہ تہا جو ایک سے زیادہ دفعہ قیدی بنا کر نہ لیجایا گیا ہو۔

میان دشت



اور چٹیل ٹیلون کے اوپر سے گذرتے اور روہانہ الحق نام ایک وادی کی کنکریلی تہ کو طے کرتے ہوئے ہم اسی نام کے ایک میلے کچیلے گاؤن مین پہونچے جہان کسی زمانہ مین پچاس فوجی سپاہیون کا ایک دستہ سڑک کی محافظت کے لئے مامور تہا۔ اسکے بعد اسی قسم کے مناظر اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے ہم عباس آباد سے روانہ ہونے کے بعد ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر پہونچے اور آخر کار میان دشت[۱] کی عالی شان کاروان سرائے مین جس کی اونچی فصیلین اور آگے کو نکلے ہوئے برج اسے ایک بہت بڑی گڑہی کے مشابہ بناتے ہین اور کئی میلون سے نظر آتے ہین وارد ہوئے۔ یہ تمام منازل ہفتخوان کا مرکز تہا جہان پہونچکر مسافت کا نصف خطرہ رفع ہوجاتا ہے اور زائر جمع ہوکر اظہار مسرت کرتے ہین یا تشویش ناک خبرین پھیلاتے ہین۔ یہان ایک پرانی کاروانسرائے بہی ہے جسے شاہ عباس نے بنایا تہا چنانچہ شاہ موصوف کا نام اسکے پہاٹک پر لکہا ہوا ہے لیکن نئی کاروانسرائے جو ایک بہت بڑی برجون والی عمارت ہے اور پکی اینٹون کی بنی ہوئی ہے حال مین بنائی گئی

---

[۱] کونولی نے اسے میرگان دشت لکہا ہے اور وان میر نے تقریبًا سو سال قبل زیادہ صحت کے ساتھ میون دشت لکہا تہا۔

ہے۔ اس کی فصیل کا ارتفاع ۲۰ فیٹ ہے۔ ایک صحن جس مین بچاپاپ خانہ واقع ہے دونون کو آپس مین ملاتا ہے اور پانی تہت بڑے آب انبارون یعنی باولیون مین رہتا ہے جن مین پتھر کے گہرے زینہ کی راہ سے پہونچتے ہین۔

دہانۂ زیدار

ان دشت کے پرے وہ علاقہ واقع ہےجسکو زمانہ سابق مین سفر کے سب سے زیادہ خطرناک حصے کی گذرگاہ سمجھا جاتا تھا۔ سڑک پست دہانون مین چکر کاٹتی ہوئی گول ٹیکرون اور ٹیلون کے بیچ مین سے گذرتی ہے جہان ہر ایک موڑ پر ایک چھپا ہوا نشیب ہوتا ہے اور ہر ایک بلندی پر دشمن کی کمین گاہ کے موجود ہونے کا خوف ہوتا ہے پہاڑیان چٹیل اور سنگلاخ ہین۔ رو ئیدگی ادہر اگر کہین ہے تو نہایت ہی پست جہاڑیون کی شکل مین پائی جاتی ہے۔ ان مین کبک کثرت سے رہتے ہین جو بعض دفعہ جوڑون اور بعض دفعہ پانچ پانچ چھ چھ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے ہین۔ یہ ایسے ہلے ہوئے ہین کہ سڑک پر ادہر ادہر دوڑتے پھرتے ہین اور مسافر کے پاس آجانے پر بھی نہین بھاگتے[1]۔ یہان وہ مشہور دہانہ زیدار واقع ہے جس مین سے

---

[1] یہ کبک یعنی عام سرخ ٹانگون والا تیتر ہے۔ ایران مین کبک دری کی بھی ایک قسم ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ درّاج یعنی ہندوستان کا کالا تیتر بھی پایا جاتا ہے۔ تیہو یعنی ریت مین رہنے والا تیتر بھی ہوتا ہے جس کی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا کہ اس کی دوڑ شیطان کی سی ہے۔ مزید بران جیسر فتی یعنی جہاڑیون مین رہنے والا تیتر۔ کبک چیل یعنی خاکی تیتر اور بجری کرا۔ یا باتر غرا یعنی جنگلی مرغ بھی یہان پائے جاتے ہین۔

ہوکر ترکمان بالعموم تاخت وتاراج کے لئے آیا کرتے تھے اور اسکے منہ پر زیدار کا
چھوٹا سا قلعہ واقع تھا جس مین پچاس سرباذن کی ایک جمعیت متعین تھی مگر یہ قلعہ
اب مسمار ہوگیا ہے۔ پہاڑیون کو طے کرنے کے بعد ہمین میومائی کے اوپر تواہ
چوٹیون[۱] والا پہاڑ نظر آتا ہے اور اسکے شمالی دامن کا چکر کاٹکر ہم موضع میومائی مین پہونچے
ہین جہان شاہ عباس ثانی کی تعمیر کی ہوئی ایک عمدہ کاروانسرائے واقع ہے اور کچھ
عالی شان پرانے چنار بھی کھڑے ہین۔ میومائی کے چاپارخانے کے جس بالاخانے
مین مین مقیم ہوا اوسی مین اوڈونووَن کو عرب حاجیون کی ایک غضبناک جماعت
نے گھیر لیا تھا جس سے وہ بال بال بچا تھا اور اسی کاروان سرائے مین ڈاکٹر جان
کارمک جو کئی سال تک عباس مرزا کا طبیب خاص رہا ۱۸۳۳ع مین بعارضہ ٹائیفس مرا۔

ارمیان

اس کے بعد کی منزل جو میومائی سے لیکر شاہ رود تک کی ہے اور جو کا ٹھ سلہ اسمٰعیل
ہے ایران مین سب سے زیادہ لمبی ہوا کرتی تھی اور بہت سے مسافرون نے اسکی
تکالیف پر نوحہ خوانی کی ہے لیکن ڈاک کے مطالب کے لیے اب اس کو ارمیان
کی منزل اور چاپارخانہ سے دو حصون مین تقسیم کردیا گیا ہے۔ سڑک کا پہلا حصہ جو اوسی
سلسلہ کوہ کے قاعدہ کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ نہایت پتھریلا ہے۔ رستہ مین

[۱] فریزر اس پہاڑ پر ۱۸۳۴ع مین چڑھا اور اس کی سب سے اونچی چوٹیون پر اوسنے دو نہایت ہی قدیم ویران قلعے بنے ہوئے دیکھے۔ دیکھو "اے ونٹرس جرنی ٹو (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱۵۴ الی ۱۶۴۔

دو چھوٹے چھوٹے گاؤن واقع ہین جن مین سے ہر ایک کی زندگی کا دار و مدار ایک چھوٹی سی ندی پر ہے جسکی کوہستانی گذر گاہ کا سراغ سفیدون کی ایک پتلی قطار سے ملتا ہے۔ ارسیان ایک پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور اس کا منظر خوش آیند ہے چاپارخانہ کے دروازے کے باہر سڑک کے ساتھ ساتھ ایک پانی سے بھری ہوئی ندی بہتی ہے اور بہت سے سرسبز کھیتون کو جو گاؤن کے قریب ہین شاداب کرتی ہے شاہ رود تک کی مسافت کا پہلا نصف حصہ پہاڑیون کے اوس پست تر سلسلہ مین سے چکر کاٹتا ہوا گذرتا ہے جو بتدریج ڈھلکر شاہ رود کے میدان مین جو ارسیان سے ایک ہزار فیٹ نیچے ہے ضم ہو جاتا ہے۔ شاہ کوہ جو شاہ رود اور استرآباد کے درمیان البرز کی بلند ترین چوٹی ہے اوس کا برفانی تاج دن بھر میری نظرونکے سامنے رہا اور مجھے معلوم تھا کہ شاہ رود اسکے دامن مین واقع ہے۔ جب شاہ رود گیارہ میل رہجاتا ہے تو ایک مسطح میدان پر نظر پڑتی ہے جس کا عرض دس میل ہوگا اور جس پر درختونکے تین علیحدہ علیحدہ سبز جھنڈ کھڑے ہوئے نظر آتے ہین۔ انمین سے جو دو قریب تر ہین وہ تو چھوٹے چھوٹے ناقابل ذکر گاؤن تھے اور ان سے پرے جو سب سے بڑا تھا اور گویا البرز کا دامن اوڑھے ہوئے تھا وہ شاہ رود تھا یہ قصبہ درختون مین ایسا چھپا ہوا تھا کہ باغون کی دیوارون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹون مین سے بہت دیر تک گذر کرنے کے بعد مین دفعتًا بازار مین جا نکلا۔

شاہ رود



یک سابق کے باب مین شاہ رود کے موقع کی حربی اہمیت کا بیان پہلے ہی ذکر کر چکا ہون - یہ قصبہ بہت سی سڑکون کا مقام اتصال ہے - ہرات سے مشہد کو جو سڑک جاتی ہے طبس - ترشیز - یزد - استرآباد - مازندران اور دارالسلطنت سے جو سڑکین آتی ہین وہ سب کی سب یہین ملتی ہین - شاہ رود ایک میدان پر واقع ہے جسکی زرخیزی اور سرسبزی کے متعلق نومبر کا مہینا ہونے کی وجہ سے مین کوئی صحیح رائے قایم نہین کر سکا لیکن اس کی پیداوار کی بہت بڑی استعداد اور ذرایع آبرسانی کی فراوانی اور بہتات مین کوئی کلام نہین - رود شاہ اوس گلی کے پاس سے ہو کر بہتی ہے جو چاپار خانہ کے باہر واقع ہے لیکن اس موسم مین اوسکی حقیقت ایک چھوٹی سی ندی سے زیادہ نہ تھی اور اس لحاظ سے اوس عظمت وشان کی مستحق نہ تھی جو اس کے نام سے مترشح ہوتی ہے - یہ مقام باعتبار مستحکم ہونے کے میری نظر مین نہایت ہی حقیر ہے کیونکہ ایک اُجڑے ہوئے قلعے اور دو چھوٹے چھوٹے مٹی کے برجون کے علاوہ جو ایک مخروطی شکل کی پہاڑی کی چوٹی پر بنے ہوئے تھے اور کوئی تعمیر اِس کے بچاؤ کے لئے موجود نہ تھی - شاہ رود اپنے مقامی ساخت کے جوتون کی تیاری کے لئے مشہور ہے اور شاہ اور شاہی خاندان اس صنعت کے سرپرست بیان کئے جاتے ہین - اسکے علاوہ اس مقام کو اوس ہیبتناک موذی شبگز یا غریب گز کی وجہ سے شہرت حاصل ہے جس نے یہان اوڈونون پر حملہ کیا تھا مگر شکر ہے کہ بندہ پر اوس نے نظر التفات

رکھی - مزید براں یہ مقام نہ صرف مازندران کی مقامی پیداوار کی منڈی ہے بلکہ روسی
مال درآمد براہ گز واستراباد روسی اور روسی الاصل ارمنی سوداگروں کی وساطت سے
بکثرت یہاں آتا ہے[۱]۔ روسی کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی کا بھی ایک ایجنٹ اس شہر مین رہتا ہے
اسکی آبادی پانچہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ یہاں ایک ایرانی تار کا دفتر ہے اور استراباد
تک تار کا سلسلہ قایم ہے جہاں چکشلیار کی راہ سے قزل اروات اور ماوراالنہر کے
ساتھہ مزید تعلقات تار برقی قایم ہین۔ روسی سفارت متعینہ طہران کو جب کوئی پیغام عاشق آباد
مین پہونچانا مقصود ہوتا ہے تو اسی سلسلہ کی راہ سے پہونچاتی ہے۔

بازار

چونکہ مین شاہ رود مین دوپہر کے وقت پہونچا تہا۔ اس لیئے مین نے کچھ دیر شہر کی
سیر مین گذاری۔ اس مین ایک بہت بڑا مسقف بازار ہے چھت چھپر کی نہین بلکہ
پختہ ہے اور دکانین وسیع اور آراستہ ہین۔ میرے مشاہدات اور استفسارات نے
اون خبرون کی پوری تصدیق کی جو مین نے مشہد مین سنی تہین۔ سب کی سب شکر روسی
تہی اور سب کی سب چاء ہندوستانی تہی جو بندر عباس سے براہ یزد لائی گئی تھی۔ رنگین
دریسون اور چھینٹون کا زیادہ تر حصہ روسی ساخت کا تہا لیکن لٹھے پر کی بمبئی کے کارخانے

[۱] عاشق آباد سے سبزوار تک کوچان کی راہ سے جو نیا تجارتی رستہ کہولا گیا ہے اوس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ابہی
سے اوسکے باعث روس کی اوس تجارت مین جو شاہ رود کے ساتھہ ہوتی ہے بہت کچھہ کمی واقع ہوگئی ہے یا
یا شاید مجھے یون کہنا چاہیئے کہ تجارت کا رخ ایک طرف سے دوسری طرف بدل گیا ہے۔

کا نشان ثبت تھا اور میں نے نہ صرف مانچسٹر کے سفید دہلے ہوئے سفید سوتی کپڑوں کا ایک بہت بڑا انبار جس پر مہر بھی کی چٹھیاں لگی ہوئی تھیں دیکھا بلکہ بہت سے کورے تھان بھی میرے دیکھنے میں آئے جو سیدہے مانچسٹر سے یہان لائے گئے تھے۔ یہ بات قابل اطمینان تھی کہ باوجودیکہ شاہ رود عملی لحاظ سے بحیرہ اخضر کی ایک ... بندرگاہ سے صرف چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے پھر بھی مانچسٹر کا بنا ہوا کپڑا یہان دیسی ... مین آیا۔ مین نے کچھ خوش طعم سفید انگور چند پنس فی رکابی یہان خریدے۔ ان سے شاہ رود مین شراب بنائی جاتی ہے۔

بسطام

اگرچہ شاہ رود ضلع بسطام شاہ رود کا صدر مقام ہے پھر بھی گورنر یہان نہین رہتا اور نہ یہان دار الحکومت ہی ہے۔ دار الحکومت شہر بسطام مین ہے جو شاہ رود سے شمال و مشرق کی سمت مین ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر رود شاہ کے منبع کی طرف واقع ہے۔ بسطام کو شاہ رود سے ایک سنگلاخ پہاڑی جدا کرتی ہے بسطام (جو ایک مازندرانی نام ہے) شاہ رود کے مقابلہ مین زیادہ زرخیز اور سیر حاصل ہے اسکے علاوہ یہ مقام مسلمان زائرون کے نزدیک نہایت متبرک ہے کیونکہ مشہور شیخ یا سلطان بایزید جو صوفیہ کرام مین سے ہین یہان ایک خوش نما مسجد کے صحن مین ۸۷۵ء مین دفن کئے گئے۔ یہ مسجد اب بہت کچھ ویران ہو گئی ہے۔ اس مسجد کا گنبد کسی مغل فرمانروا نے ۱۳۱۳ء مین تعمیر کیا تھا اور اسکے ساتھ ایک مینارہ

مینارۂ لرزان بھی اوسی قسم کا ہے جنھین آگے چلکر اصفہان کے ذکر مین بیان کرون گا۔ اس مینارہ کو جب چوٹی پر سے ہلاتے ہین تو یہ جنبش کرنے لگتا ہے۔ کرنیل لیوٹ نے اس نظارہ کو اون اینٹون اور چونے کی لچک سے منسوب کیا ہے۔ جو اسکی تعمیر مین صرف کیا گیا ہے اور زیادہ مدت کے گذرنے کی وجہ سے زیادہ لچک دار ہو گیا ہے اور اسکو اسی طرح کے اوس نظارے سے تشبیہ دیتا ہے جو سنگ لرزان کی سلون مین دیکھنے مین آتا ہے[۵۱]۔ اس کے علاوہ بسطام مین اینٹون کا بنا ہوا ایک عجیب وغریب برج ہے جس کا بیرونی دور متعدد نمایان زاویون کی وجہ سے کتے کے دانتون کے مشابہ ہے اور اوس برج کے ہم شکل ہے جسکا ذکر مین آگے چلکر رے[۵۲] کے بیان مین کرونگا۔

گورنر کی طرف سے وکلا مع تحف و ہدایا

شاہ رود کے چاپار خانہ مین جو اس لحاظ سے کہ اوس مین بالاخانہ کے تین درجے

۵۱۔ پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی (روداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدیدہ جلد پنجم صفحہ ۷۹ مطبوعہ ۱۸۸۳ع۔ بسطام کی عمارات کا بہترین بیان خانیکاف کی کتاب "میموایر اسے ٹسٹراگر تذکرہ وغیرہ" کے صفحہ ۷۹ پر درج ہے۔

۵۲۔ فریزر اپنی کتاب "جرنی انو خراسان" (سفر خراسان) کے صفحات ۶۱۲ لغایت ۶۱۴ مین ایک اسی قسم کے کثیر الاضلاع برج کا ذکر کرتا ہے جو جرجان کے قریب دریائے گرگان کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہ برج ڈیڑھ سو فیٹ اونچا تھا اس کا اندرونی قطر ونٹس گز اور بیرونی رو بادون گز تھا اور اسکی چوٹی بلند مخروطی شکل کی تھی جس مین ایک اور پیچ لگا تھا۔ عربی زبان کی دو چوڑی سطرون کے پڑھنے سے واضح ہوتا تھا کہ یہ بھی بسطام ہی کی طرح کا برج ہے۔

ہین ۔یکتا ہے جب مین پہونچا تو مین نے دیکہا کہ مہمان خانے کے فرش اور پردون اور دروازون کی وجہ سے تنعم کی غیر معمولی علامات نمایان ہین ۔ بازار سے واپس آکر جب مین منہ ہاتہہ دہونے لگا اور کپڑے بہی مین نے اوتارہی دئے تہے تو بلا کسی اطلاع کے مجہے معلوم ہوا کہ مزید سرکاری توجہہ مجہپر مبذول کی جا رہی ہے پہلے دو آدمی جو تہوڑی سی فرانسیسی بول سکتے تہے بلا اطلاع کے اندر داخل ہوئے ایک تو شاہ رود کی کمپنی مسرس زنگلر کا گماشتہ تہا اور دوسرا اوتا نیا شہر نامی ایک کوٹہی کا کارپرداز تہا چونکہ اونہون نے اپنے آنیکی کوئی وجہہ نہین بتائی اس لئے مین نے قیاس کیا کہ وہ محض بتقاضائے استعجاب آئے ہین لیکن مشرق مین اس قسم کی باتون پر اظہار ناراضی نہین کرنا چاہیئے بلکہ اور اونکو خوش اخلاقی کی علامات سے تعبیر کرنا چاہیئے ۔ لہذا مین مُنہ ہاتہ دہونے اور کنگہا وغیرہ کرنے مین مصروف رہا اور شاہ رود کی تجارت اور سوداگری کے متعلق اون سے باتین بہی کرتا رہا ۔لیکن تہوڑی دیر مین بالاخانہ کے دروازے مین پہر سایہ نمودار ہوا اور تین ایرانی عہدہ دار اندر داخل ہوئے اور ملازمین کی ایک جماعت باہر کہڑی رہی ۔ ان تینون کے پیچہے پیچہے کچہہ نوکر ایک کشتی لئے ہوئے آئے جس مین چاء کے دو ڈبے اور نیلے کاغذ مین لپٹے ہوئے چار مصری کے کوزے رکہے ہوئے تہے ۔ ان کے بعد دو اور آدمی آئے جو ایک دستہ کو جولائین پہینک رہا تہا اوٹہائے ہوئے تہے ۔ ان سب کے بعد ایک اور شخص آیا جو بید کی بنی ہوئی دو کرسیان لایا ۔ یہ نظارہ ایسا پر اثر تہا کہ اگر مین اسکو اپنے ناظرین کے سامنے تہیٹر

کے تماشہ کی شکل مین قلمبند کرکے پیش کرون تو غیر موزون نہ ہوگا۔

تماشہ گاہ - ایرانی چاپار خانہ کا ایک کچا مکان۔

افراد اہل تماشہ۔ ایک انگریز فلالین کی قمیص اور گھٹنا پہنے اور موزے چڑہائے ہوئے

ارمنی سوداگر۔

ایرانی پیشخدمت باشی۔

لالٹین چلاتے ہوئے دُنبے۔

لوازم تماشہ۔ مصری کے کوزے اور بید کی بنی ہوئی کرسیان۔

اب مجھے حقیقت حال معلوم ہوئی اور مین سمجہا کہ گورنر شاہرود نے جو شاہی خاندان سے ہےتھا رسمی طور پر میرے پاس اپنے وکیل بھیجے ہین اور مجھے بسطام مین آکر اپنے ہان مہمان ہونے کی دعوت دی ہے اور ارمنیون کو بطور مقدمہ کے روانہ کیا ہے تاکہ وہ سب کچھ دیکھہ بہال آئین اور ترجمانی کی خدمت انجام دین اونکی مدد سے مین نے گورنر کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور جو تحایف اوسنے میرے لئے بھیجے تھے۔ اونہین مین نے قبول کیا لیکن قدرتی طور پر یہ لازم تہا کہ مساوی قیمت کی کوئی سوغات اوسکے وکیلون کو دون۔ چنانچہ مین نے کچھ تومان ان حضرات کی خدمت مین نذر کئے اور اونہون نے نہایت اطمینان کے ساتھ روپیہ جیب مین ڈالکر یہ سمجہا کہ چلو معاملہ ختم ہوا۔ غرضکہ اونہون نے ظاہر کیا کہ اب آرام کا وقت آپہونچا ہے اور یہ کہہ کر کورنش بجا لاتے ہوئے رخصت ہوگئے۔ ادہر مین نے دُنبہ ذبح کرایا اور بڑے مزے کی

بھُنی ہوئی ران کھانے پر میرے سامنے آئی۔

سفر کا دوسرا حصّہ

شاہ رود کی منزل سفر مشہد و طہران مین قریبًا نصف سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے اس سے سفر کے دو حصّے ہو جاتے ہین لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین کم دلچسپ کونسا ہے۔ انکی ہیئت ظاہری مین ایک عجب تطابق پایا جاتا ہے کیونکہ جس طرح مشہد سے شاہ رود تک کی سڑک پر دو مشہور قدیم شہر نیشاپور اور سبزوار واقع ہین اسی طرح اس سڑک کے شاہ رود سے لیکر طہران تک والے حصہ مین دامغان اور سمنان ہین اور جس طرح پہلے حصہ مین اگر کوئی عمارت قابل دید ہے تو سبزوار اور بسطام کے مینار اور مسجد ہین اسی طرح دوسرے حصّہ مین بھی ہمین دامغان اور سمنان کے اسی قسم کے مقابر پر اکتفا کرنی پڑتی ہے۔ بالآخر اس تطابق کو مکمل کرنے کے لئے جس طرح پہلا مشہور و معروف ترکمانی درون کو طے کرکے ختم ہوتا ہے اسی طرح اس رستہ کا دوسرا حصہ سفر کے آخری دن سے پہلے کے روز اون مشہور تر بحیرہ اخضر کے علاقہ کی طرف رہنمائی کرنے والے درون مین گذرتا ہے جو ورامین کے میدان کا منفذ ہین۔ پتھر رستہ کوبرا اور مریل گھوڑے دونون کی خصوصیات مشترکہ ہین۔

اوجڑے ہوئے شہر

دیہہ ملا کی طرف جاتے وقت ایک نہایت ہی ذلیل گھوڑا مجھے سواری کو ملا اور جس رستے پر مین نے سفر کیا وہ بھی کچھ کم بُرا نہ تھا۔ چاپارخانہ گاؤن کے سواد مین جو کچھ دور

آگے جاکر ایک میدان مین واقع ہے کھڑا ہے یہ گاؤن مٹی کے ایک بہت بڑے
ٹیلے کی وجہ سے ذکر کے قابل ہے جس پر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا جسکی شکستہ
و بوسیدہ دیوارین اب حسرت ناک کھنڈرون کی شکل مین بدل گئی ہین۔ دیہہ ملا
سے لیکر دامغان تک کا رستہ ذرا صاف ہے مگر کسی طرح کٹنے ہی مین نہین آتا میری
دہنی طرف البرز کی سنگلاخ سرخی لئے ہوئے فصیل میدان سے عمودی اوٹھتی ہوئی
چلی گئی تھی اور ایک سد برنجی کی طرح اس عظیم الشان سلسلہ کوہ کی گھاٹیون اور درون
کو اس نے مسدود کر رکھا تھا اور ان سب کے پیچھے مازندران کے دہندلے میدان
بحیرہ اخضر کی طرف ڈہلتے ہوئے چلے گئے تھے۔ بائین یعنی جنوب کی طرف اگرچہ
مین نے اکثر نقشون پر ایک دشت کویر کی علامت دیکھی ہے لیکن میری ذاتی یادداشت
مین مندرج ہے کہ دن بھر کے سفر مین اس طرف کا افق دس میل کے اوسط فاصلہ سے
پہاڑیون کے ایک سلسلہ سے محدود تھا جن کا ارتفاع اسقدر ہے کہ اکثر نقشون پر
اونہین دکھایا جاسکتا ہی لیکن جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے اون مین سے اکثر مین مجھے
ان پہاڑیون کا کوئی سراغ نہین پایا۔ دامغان تک کی سڑک متعدد دیہات مین سے
ہوکر گذری جن مین سے ایک گاؤن مہمان دوست حقیقت مین اسم بامسمے تھا کیونکہ
پیدل اور سوار مسافرون کا اس کی ایک ہی گلی مین بہت بڑا ہجوم تھا۔ دامغان سے
تین میل کے قریب ہم ایک ویران شہر بستاجان کے کھنڈرون مین سے ہوکر نکلے
کچے مکانون کے ایک ویران شہر کا اس سے زیادہ اندوہناک نظارہ تصور مین نہین

آسکتا۔ مکان چھتین اور دیوارین بتدریج منہدم ہوکرمٹی کے ناقابل شناخت تودون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔ مگر پھر ور زمانہ یہ تودے ایسے ٹھوس ہوجاتے ہین کہ بیسیون بلکہ بعض دفعہ سیکڑون سال تک قایم رہتے ہین۔ یہ فرض کرلینا بھی ٹھیک نہین کہ ہر ایک ویران شہر یا موقع کے ساتھ اوسکے باشندون کا نشان بھی روئے زمین سے مٹ چکا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تھا کہ ایران کی آبادی جو اب فلسطین کی طرح منتشر ہے کسی زمانہ مین چین کی آبادی کی طرح گنجان ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ یہ قیاس غلط ہوگا۔ جس طرح ہر ایک بڑے ایرانی فرمانروا یا بانی خاندان شاہی نے کیخسرو کے زمانہ سے لیکر آج تک اپنے دارالسلطنت کو اس خیال سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا کہ اوس کے نام کے ساتھ نئے جاہ وجلال کو انتساب ہو اسی طرح ہر ایک چھوٹے چھوٹے حاکم ضلع یا سردار علاقہ نے اپنے فرمانروا کی مثال کو پیش نظر رکھکر اضلاع مین ایک نئی آبادی کے قایم کرنے کی کوشش کی اور ادنی درجہ کے طبقون مین بھی ہر خاندان کے سردار نے اپنی حالت کی اصلاح اور اپنے پیشینیون پر تفوق لیجانے کے خیال سے نئی عمارت بنائی۔ غرضکہ

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ٭ رفت ومنزل بدیگرے پرداخت

نئی عمارتون کے بنانے کی اس عالمگیر خواہش نے جو ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون کے دلون مین ساری ہے اور قحط۔ وبا اور جنگ کی آفتون نے آپس مین مل کر شہرون اور مکانون کے بے شمار بوسیدہ ڈھانچون کی ترکیب مین حصہ لیا ہے۔

دامغان



میل کے فاصلہ سے دامغان کے دو مینار سے جو سبزوار کے مینار کے مدمقابل ہین پردہ نگاہ پہ ہویدا ہوتے ہین - دونون ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پہ شہر کے مختلف حصون مین کھڑے ہین دونون مین سے جو زیادہ تر اپنی حالت اصلی پر قایم ہے اور جسکے اوپر چڑہا جا سکتا ہے اور جسپر بعد کے زمانہ کی ایک برجی بہی ہے - جس مین موذن کے لئے ایک دروازہ بنا ہوا ہے شہر کی سب سے بڑی گلی کے سرے پر واقع ہے - ایک مسجد اسکے قریب ہے - یہ وہ مسجد نہین جسکے ساتھ یہ ابتدائً ملحق تہا بلکہ حال کے زمانہ کی تعمیر ہے - سبزوار کے مینار کی طرح اسکی روکار اینٹون کی ہے اور اون کی چنائی اس طرح سے کی گئی ہے کہ وہ پر ہندسی شکلین بن گئی ہین اسکے علاوہ خط کوفی مین ابہروان کام کا ایک کتبہ بہی اس پر ثبت ہے - دونون مینار امامزادون کے مقبرون سے تعلق رکہتے ہین اور اونکے نام سے منسوب ہونے کے باعث مینار جعفری اور مینار قاسمی کہلاتے ہین - ان دونون امامون کی زیارتگاہون اور نیز پیر علمدار یعنی حضرت امام محمد فرزند امام ابراہیم کے مقبرے کے حالات کے متعلق مین ناظرین کی توجہ خانیکاف کے عالمانہ

لہ دیکہو "میسو ایرانیہ" و تذکرہ وغیرہ) صفحات ۴۷ و ۵۵ - بیسٹ نے اپنی کتاب "لینڈ آف دی امامس" (سرزمین ائمہ) کے ص ۱۹۰ پر یہ لغو غلطی کی ہے کہ میناروں کا نام چہل ستون اور مسشد جم بتایا ہے اول الذکر نام ایران مین ہر بڑی اور نفیس عمارت سے منسوب کیا جاتا ہے اور اسلئے اوسکا اطلاق مسجد پر ہو سکتا ہے نہ کہ مینار پر - اسی طرح مسشد جم سے اوسکی مراد مسجد جامع ہے جو ایک شہر مین ویسا ہی حکم رکہتی ہے جیسا آکسفورڈ یا کیمبرج مین "یونیورسٹی چرچ" (کلیسا) ۔ (مترجم)

اوراق کی طرف منعطف کرتا ہون - دامغان اگرچہ موجودہ صدی (انیسوین) مین بھی بہت بڑا شہر تہا لیکن اب افسوس ناک انحطاط کی حالت مین ہے ایک بہت بڑے مربع قلعہ کے ویران کھنڈر جن مین ایک کمرہ فتح علی شاہ کا مقام ولادت ہونے کے لحاظ سے مشہور تہا اور دکھایا جایا کرتا تہا بازار کے متناشی میناروں سے اوپر سر اوٹھائے کھڑے ہین لیکن بوسیدہ ہو ہو کر گر رہے ہین مین گھوڑے پر سوار بازار مین سے ہو کر گذرا جو ایک لمبی سقف پوش گلی پر مشتمل ہے اور شاہ رود کے مقابلہ مین بہت کم صاف اور آراستہ ہے - شہر مین ایک ندی بہتی ہے جو ایک پہاڑی چشمہ سے جس کا نام چشمہ علیؓ ہے آتی ہے اس چشمہ پر شاہ کا گرمیون کے رہنے کا محل بنا ہوا ہے اِسکے علاوہ یہ مقام زیارت گاہ بھی ہے کیونکہ یہ منجملہ اون مقامات کے ہے جہان حضرت علیؓ کے گھوڑے نے خشمگین ہو کر اس زور سے اپنا سم پتھر پر مارا کہ اوسکا نشان مستقل طور پر رہ گیا اس کرامت کے موقع کے قریب ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور کرامت ایک چشمہ کی شکل مین موجود ہے جس کا نام چشمہ باد ہے - کہتے ہین کہ اگر چشمہ خاص خاص وقتون مین اس کو جنبش دیجاے تو ایسا طوفان اوٹھتا ہے کہ اوسکے تھپیڑون سے ہر ایک چیز برباد ہو جاتی ہے - [له]

دامغان کی تاریخ

تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے دامغان کے دو پہلو ہین - روایتی اور جدیدا سے ہمیشہ

[له] جے - بی - فریزر - "اے ونٹرس جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۲۰۰ + ای - بی - ایسٹوک - جلد دوم صفحہ ۱۵۷ + کرزن - پرشیا اینڈ دی پرشین کوسچن - جلد اول صفحہ ۲۸۳ +

قدیم شہر ہیکاٹامپیلاس یعنی سو دروازون والے شہر کا موقع قرار دیا گیا ہے یہ نام یونانیون نے اوس شہر کا رکھا تھا جو سلسلہ ارساسیدیہ کے پارتھین فرمانروادن کا پایہ تخت تھا لیکن چند مٹی کے تودون اور متعدد زمین دوز نالیون کے سوا جن کے بنانے مین پتھر کی بڑی بڑی سلین صرف کی گئی ہین دامغان مین نہ تو اس وقت ایسے آثار باقی ہین جن کو اوس رفیع الشان عہد قدیم پر منطبق کیا جا سکے اور نہ تاریخ ہی اس امر کی شاہد ہے کہ کبھی اس قسم کے آثار یہان موجود تھے۔ فریر نے البتہ اس نظریہ کی تردید کی کوشش اس استدلال سے کی ہے کہ سو دروازون والے شہر سے مراد لازمی طور پر ایک ایسا شہر ہونا چاہیئے جہان بہت سی سڑکین آپس مین ملتی ہون حالانکہ دامغان مین صرف دو سڑکین ہین مگر میرے خیال مین اوس کا خیال غلط ہے۔ اسی استنباط کی بنا پر وہ شاہرود بسطام کو ہیکاٹامپیلاس کا موقع قرار دیتا ہے[1]۔ لیکن قطع نظر اس واقعہ کے کہ دامغان مین دو سے زیادہ سڑکین ملتی ہین اس امر کو یقینیات سے تعلق نہین ہے کہ یونانیون نے اس کا جب یہ نام رکہا تو اونکی مراد شہر کے دروازون سے ہی تھی یہ نام اونہون نے مصری شہر تھیبیز کا بھی رکہا تھا جسکی نسبت یہ قیاس کیا گیا ہے کہ سو دروازون سے اشارہ اون کثیر التعداد عالی شان مندرون کے دروازون سے ہے جن سے ریمسیس (فرعون مصر) کا پایہ تخت مزین تھا اور ممکن ہے کہ پارتھئین شہر کے متعلق بھی سو دروازون سے یہی مراد ہو۔ لیکن اگر دامغان اور ہیکاٹامپیلاس کے ایک ہونے کے مسئلہ سے بلحاظ

[1] کارواں جرنیز۔ (سفر بذریعہ کاروان) صفحات ۶۹۔ الی۔ ۷۰۔

اوس کے نظری ہونے کے قطع نظر بھی کیا جائے تاہم دامغان کے موجودہ نام کے ساتھ بھی تاریخی اعتبار سے بہت کچھ دلچسپیاں دالبستہ ہین[۵۱]۔ نہ یہان اس امر کے تکرار کی ضرورت ہے کہ چنگیز خان نے اسے ایک دفعہ برباد کیا اور نہ اس واقعہ کے علاوہ کی حاجت کہ تیمور نے دوسری دفعہ اسکو تباہ کیا۔ بنی نوع انسان کے ان دونون دشمنون کیلئے شہرون کی شان و شوکت کا مٹانا ایک معمولی سی بات تھی۔ ڈان رائی ڈی کلیویجو جب ۱۴۰۴ء مین شاہ کیسٹیل کی طرف سے سفارت پر مامور ہو کر تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے وقت شمالی ایران مین سے ہو کر گذرا تو اوس نے دامغان مین ابھی تک مٹی مین گڑے ہوئے انسانی سرون کے دو برج کھڑے ہوئے دیکھے جو تیمور نے اپنی فتح کی یادگار مین چند سال پیشتر یہان نصب کئے تھے۔ شاہ عباس نے اس شہر کو نئے سر سے تعمیر کیا اور اسکا ارک بنایا۔ ماہ اکتوبر ۱۷۲۹ء مین نادر شاہ نے اپنی مشہور فتح اشرف افغان پر حاصل کی جو سال آیندہ مین افغانون کے ایران سے نکالدئے جانے کا پیش خیمہ تھی۔ اسی مقام پر ۱۷۶۳ء مین کریم خان زند کے وحشی منش سوتیلے بھائی ذکی خان نے جسے قوم قاجار کا بلوہ فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اپنے قیدیون کو سر نیچے اور پاؤن اوپر برابر برابر فاصلہ سے زمین مین گاڑکر ایک باغ لگایا اور یہین ۱۷۹۶ء مین نادر کا مصیبت زدہ پوتا شاہ رخ اوس وحشیانہ عذاب کے اثر سے مرا جو مشہد مین آغا محمد شاہ نے اوس پر روا رکھا تھا۔ موجودہ (انیسوین) صدی مین دامغان کو

---

[۵۱] دامغان کے قدیم حالات کے لئے دیکھو تصانیف اصطخری۔ مقدسی و یاقوت حموی۔

قطعی طور پر بجائے ایک دشمن کے ایک دوست نے تباہ کیا یعنی سنہ ۱۸۳۲ع مین عباس مرزا
کی فوج مین مہینے تک یہان آکر رہی اور اوسکے قیام کے برباد کن اثر سے یہ شہر کبھی
نہین پنپا - کوئی ٹڈی دل بھی ایسی عام تباہی نہ پھیلاتا جو اس فوج نے اپنے زمانہ قیام
مین پھیلائی - آبادی اب ۱۳۰۰۰ ہونا بیان کی جاتی ہے - مگر مجھے باور نہین آتا -

دولت آباد

دامغان سے روانہ ہونے کے بعد سڑک مغرب کا رخ اختیار کرتی ہے
اور ایک میدان کو جو شروع مین کنکریلا لیکن بعد مین زرخیز اور زراعت سے سرسبز
ہے طے کرتی ہوئی غشاہ کی طرف بڑھتی ہے - غشاہ مین صرف دو عمارتین ہین - ایک
کاروانسرائے اور ایک چاپار خانہ اور اگر ضروریات سفر نہ ہوتین تو اس مقام مین جو غیر آباد
ہے یہ عمارتین بھی قایم نہ کی جاتین - رستہ مین اگر کوئی دلچسپ مقام آتا ہے تو وہ دولت آباد
کا ویران قلعہ ہے جسکے گرد تین دیوارین کھینچی ہوئی ہین اور ایک گہری کھائی اوسے
گھیرے ہوئے ہے - ساٹھ سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ سارجنٹ گبنس ایک انگریز نے
جو عباس میرزا کی فوج مین ملازم تھا اسکی نسبت لکھا تھا کہ "ایران مین جو چھوٹے چھوٹے
قلعے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے بہتر ہے[۱]" دامغان کے حاکم
نے جس نے کچھ مدت تک گورنر صوبہ کے استحصال کی مدافعت کی تھی عباس مرزا کو
تیس ہزار تومان نذرانہ اس شرط پر پیش کیا کہ اوسے دامغان کی حکومت پر بحال رکھا جائے

[۱] جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی "روزنامچہ رائل جاگرافیکل سوسائٹی" جلد یازدہم - صفحہ ۱۳۶ (مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ع)

عباس مرزا نے روپیہ تو جیب مین ڈال لیا اور حاکم کو مشہد بھیجا گیا اور مقامی گورنر نے اوس کی غیبت سے فائدہ اوٹھاکر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح کے دوسرے اکثر مقامات کی طرح یہ اب ویران ہے اور انحطاط جلد جلد اسپر اپنا عمل کر رہا ہے۔

کرگان

ان بھر ہلکہ اپنے تمام سفر کے اثنا مین میرا گذر اون متعدد بڑے بڑے تودہ کے گل کے پاس سے ہوا جنکی حقیقت کے سمجھنے مین شمالی ایران کے مسافر کو بہت کچھ دقت پیش آتی ہے۔ یہ مٹی کے بہت بڑے بڑے مدور یا بیضوی ٹیلے ہین جو پچاس سے لیکر سو فیٹ تک بلند ہین۔ ان پر عمارت کا کوئی نشان نہین بلکہ چکنی مٹی کے ٹھوس ڈھیرون سے مرکب ہین جنکے پہلوؤن کو مرور زمانہ نے صاف و ہموار کر دیا ہے۔ مقامی روایت انہین جمشید سے منسوب کرتی ہے جسکے دوسرے لفظون مین گویا یہ معنی ہوے کہ راویون کو ان کی حقیقت کچھہ بھی معلوم نہین تھی۔ بعض لوگ انہین آتشکدون کے موقع سے تعبیر کرتے ہین جو قدیم زمانہ مین جبکہ مذہب زردشت رائج تھا تعمیر کیے گئے ہونگے۔ لیکن مجھے ذرا بھی شبہ نہین کہ اگر وہ سب کے سب نہین تو اون مین سے اکثر مٹی کے قلعے تھے جو گاؤن کی حفاظت کے لیے بنائے گئے تھے اور یہ گاؤن مدت ہوئی کہ پیوند زمین ہو چکے ہین۔ مٹی کے یہ ٹیلے علی العموم اون میدانون مین پائے جاتے ہین جہان قدرت نے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہین پیدا کیا اور اس لیے انسان کو مصنوعی طور پر اوسکے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی بہت سے ٹیلون کی چوٹیون پر ابھی تک

مٹی کی گرٹھیون کی ٹوٹی ہوئی بے شکل دیوارین نظر آتی ہین اور ظاہر ہے کہ یہ گرٹھیان کسی زمانہ مین ان چوٹیون پر بنی ہوئی ہون گی۔ اس کا بین ثبوت بدشت بین جو شاہرود کے قریب واقع ہے اور بجنرد وشاہرود کے درمیان جاجرم مین ملتا ہے۔ جہان یہ ٹیلے جنھین یہان کرگان کہا جاتا ہے صاف اور چٹیل ہین وہان اوپر کی عمارت بالکل مسمار ہو چکی ہے۔ ان ٹیلون کا ایک طویل سلسلہ ابھی تک وادی گرگان مین واقع ہے گمیش تپی (یعنی چاندی کی پہاڑی) سے جو بظاہر انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ٹیلا ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل پر واقع ہے شروع ہو کر مٹی کی ایک تہری قلعبندی کو جو اسکندر اعظم سے منسوب کیجاتی ہے ترکیب دیتا ہوا بجنرد تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ بعض مقامات مین مثلاً قزوین اور طہران کے درمیان اون کے متساوی الفصل ہونے سے یہ بدیہی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ انھین ایک کیمپ کی خبر دوسرے کیمپ کو دینے کے لئے روشنی کے مینارون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔ بہرحال دونون صورتون مین اون کا مقصد فوجی تھا۔ اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ان مین سے کسی کو بھی مقبرہ تصور کیا جائے۔

اہوان

شمشاشے سے روانہ ہو کر سڑک ایک ویران اور غیر مزروعہ میدان مین سے گذرتی ہے۔ اسکے بعد بتدریج ایک چڑھاؤ آتا ہے جسے طے کر کے یہ ایک عسیر المرور درہ مین داخل ہوتی ہے اور پھر دفعتہً ایک تاریک سے نشیب مین جا پہونچتی ہے جہان اہوان کا چاپارخانہ اور

کاروانسرا سے واقع ہین - موجودہ اینٹ کی سرائے شاہ سلیمان صفوی کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے - ایک قدیم تر سرائے بھی ہے جو پتھر کی ہے اور نوشیروان ساسانی سے منسوب کی جاتی ہے مگر اب اوسکے کھنڈر رہ گئے ہین - لفظ اہوان کے معنی جس نے بظاہر یاحمان سابق[۵۱] کو بہت کچھ مغالطہ مین ڈالا ہے غزال صحرائی[۵۲] ہین روایت اس مقام سے اون حیرت انگیز کرامتون مین سے ایک کو منسوب کرتی ہے جو حضرت امام رضاؑ سے سفر طوس کی مختلف منازل مین ظہور مین آئین - یہان اونہین ایک اسیر ہرنی ملی جس نے اونکے مقدس وجود کو پہچان کر گویائی حاصل کی اور اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لئے اون سے مدد مانگی - امام صاحب نے شکاری کو حکم دیا کہ ہرنی کو چھوڑ دے اور خود اوسکی واپس چلے آنے کے ضامن ہوئے - لیکن ہرنی کے لئے اپنے گھر کی خوشیان وعدہ کی ایفا پر غالب آئین اور اوسنے اپنا اقرار پورا نہ کیا - اسپر شکاری نے امام صاحب سے کہا کہ میری ہرنی لائیے چنانچہ اونہون نے اپنی قوت ارادی کے زور سے اوسکو اوسکے صیاد کے پاس واپس بلا بھیجا جسکے پاس وہ بعد کو ہمیشہ بطور ایک اسیر پالتو جانور کے رہی اس مقام پر مسافر اوس کوہستان مین داخل ہوتا ہے جو دامغان اور سمنان کے میدانون مین فاصل ہے - قلۂ فاصل کے بلند ترین مقام سے سمنان بارہ میل

۵۱ فریزر نے اسے اہیاے یون لکھا - فریر نے اہیون اور اوٹو دونود نے اغیوان - اسی طرح غشاہ کا ہجا گاسبک - گوشہ - کوشک اور کوشہ کیا ہے -

۵۲ آہو کے معنی غزال کے ہین اسی لئے آہو برہ (یعنی بچہ غزال) ایران مین برہ کو کہتے ہین -

کے فاصلے سے پتھروں کے فرش پر ایک سبز قطعہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ دوسری طرف اتار گو آسان تھا لیکن رستے میں پتھر بہت بکھرے ہوئے تھے اور گھوڑے کو پوپہ ڈالکر شہر کی طرف جانے میں کوئی لطف نہ تھا۔ رستے میں مجھے ایک بند گاڑی ملی جس میں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان میں سے دو پر سوار بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی کے آگے کچھ سوار بھی جا رہے تھے اور ایک گارد بھی ہمراہ تھا۔ مجھے یہ دیکھکر تھوڑی دیر کے لئے خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ میرے ہی استقبال کے سامان تو نہیں ہیں مگر اس امر کے دریافت کرنے سے مجھے اطمینان ہوا کہ گاڑی میں حاکم ضلع سوار تھا جو غالباً اپنے غیر وسیع علاقہ کا دورہ کرنے کے لئے نکلا تھا۔

سمنان

سمنان ایران میں اپنے وسیع اور شاداب باغوں۔ اپنے پرانے درختوں۔ دامغان کے مقابل کے ایک وسیع مینارے۔ حال کی بنائی ہوئی ایک خوشنما اور آراستہ مسجد۔ چار کی ٹکیوں اور نیلے سوت کے پائجاموں کی مقامی ساخت عورتوں کے حسن اور زبان کے عسیر الفہم ہونے کے لحاظ سے مشہور ہے۔ شاید ان تمام باتوں میں ایک بھی ایسی نہیں جو اجنبی کی توقع کو پورا کرتی ہو۔ چھوٹی گلیوں میں ندیوں کا پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ گلیاں ایران میں عام طور سے نہ صرف سڑکوں بلکہ نالیوں کا بھی کام دیتی ہیں۔ لیکن باوجودیکہ آبرسانی کے ذرایع اس قدر وسیع ہیں پھر بھی شہر ادس سے پوری طور پر منتفع ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ تمباکو کی یہاں کثرت سے کاشت کیجاتی ہے

بازار کے باہر کہلے مقام مین چند پُرانے چنار ہین اور ایک عالی شان درخت خود بازار مین کہڑا ہے اور اس کا دیو قامت تنہ چہت کو چہیدتا ہوا اوپر کو نکلا ہے قدیم مینارہ بھی بازار کے وسط مین واقع ہے اور مسجد جامع سے ملا ہوا کہڑا ہے لیکن مسجد کے اب کہنڈر رہ گئے ہین۔ مینارہ ایک سو فیٹ بلند ہے اور اس مین ایک زینہ ہے جسمین مینارے کی چوٹی تک سو سیڑہیان ہین مینارے کی چوٹی پر موذن کے لئے غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ زلزلہ اور مرورزمان کی وجہ سے یہ جہک گیا ہے۔ فتح علی شاہ کی مسجد مین جو یہان سے تہوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے ایک وسیع چاردیواری پچاس گز مربع ہے اس مین دو خوشنما ایوان بھی ہین جو کاشی کے کام کے چوکہٹون مین نصب ہین۔ اس کے متعلق ایک مدرسہ ہے۔ چار کی ٹکیون کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہی کہ جب ومبری نے جس نے اون کی شہرت ہرات سے بعید مقام مین سُنی ہتی اونہین خریدنا چاہا تو اوسے یہ ٹہیٹ ایرانی جواب ملا کہ ان چیزون کی مانگ اس قدر زیادہ اور اونکی مقدار برآمد اس قدر کثیر ہے کہ مقامی خرچ کے لئے کچھ بھی نہین رہین جسطرح ومبری کو چار کی ٹکیان نہین ملی تہین اوسی طرح خوبصورت عورتین میرے دیکہنے مین نہین آئین۔ زبان کے متعلق مین لاعلمی کے باعث کوئی رائے نہین قایم کرسکا۔ لیکن خانیکاف جیسے محقق السنہ نے بھی سوالات کے ذریعہ سے اس زبان کے حالات دریافت کرنے کی ناکام کوشش مین مصروف رہکر اس سے زیادہ ناطق نتیجہ نہین نکالا کہ یہ ایک مازندرانی بولی ہے جس کی آوازون کا جزو اعظم حروف علت ہین۔ اس کے علاوہ

ایک روایت ہے کہ ایک عالم فاضل نے جسے کسی ایرانی شہنشاہ نے ایک دفعہ اس امر کی تحقیق پر متعین کیا تہا کہ جو زبانین اوسکے ملک کے باشندے بولتے ہین اونکے متعلق بعد تحقیق کیفیت پیش کرے تو اوسنے سمنان کی بولی کی تشبیہ اپنے شاہی سرپرست کے حضور مین اس طرح سے ظاہر کی کہ ایک خالی کدو مین کچہہ سنگریزے ڈالکر اونہین کہڑکہڑادیا[1]۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سمنان مین ۴۰۰۰ گہر اور ۱۶۰۰۰ باشندے آباد ہین لیکن غالباً اس اندازہ مین مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ یہودیون کو یہان رہنے کی ممانعت ہے لیکن پچیس کے قریب ہندو بنئے تجارت مین مصروف ہین کیونکہ سمنان وہ مقام ہے جہان بندر عباس سے براہ نیرو وطبّس ایک رستہ جنوب کی طرف سے آتا ہے اور شمالی صوبون کو مال تجارت بہم پہونچاتا ہے ایک عام وضع کی کچی دیوار جس کے پہلوؤن پر برج اور پہاٹک ہین اور جو معمولی بوسیدگی کی حالت مین ہے۔ شہر کے گردا گرد کہنچی ہوئی ہے اور گورنر ایک مستحکم ارک مین جو شہر کی شمالی و مغربی دیوار سے اوپر کو اوٹھا ہوا ہے رہتا ہے۔

لسگرد

ایک لمبا پتہریلا چڑہاؤ اون چند دلچسپ مقامات مین سے ایک کی طرف ہماری رہنمائی

---

[1] دیکہو "گرامیٹکل نوٹ آن دی سمنانی ڈائیلکٹ" (سمنانی زبان کے متعلق ایک نحوی یادداشت) مصنفہ پادری جے۔ وسٹ مندرجہ "جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی" (روزنامچہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی)۔ جلد شانزدہم۔ صفحہ ۱۲۰۔ (مطبوعہ سنہ ۱۸۸۳ع) اور نیز دیکہو مضمون متعلقہ زبان سمنان مرقومہ۔ اے۔ ایچ شنڈلر۔ مندرجہ تصنیف خود۔ جلد سی و دوم باب سوم

کرتا ہے جو مشہد اور طہران کی درمیانی سڑک پر واقع ہین - یہہ لسگرد کا عجیب و غریب آدمیون کے رہنے کا ڈربہ ہے کیونکہ مین اس سے زیادہ موزون نام اسکے لیئے تجویز نہین کر سکتا - یہان کسی زمانہ مین ایک اونچے مدور گلی ٹیلے پر جو میدان سے شاید اسّی فیٹ اوپر کو اٹھا ہوا چلا گیا ہوگا - ایک قلعہ بنا ہوا تھا - قلعہ اب برباد ہو گیا ہے اور اسکے اندرونی مکانات اینٹ اور خاک کے تودون کی شکل مین بدل گئے ہین - لیکن گاؤن والے انہین ویران کھنڈرون مین آباد ہین اور بیرونی دیوارون کی چوٹیون پر اونہون نے دو منزلہ کچے مکان بنا لئے ہین جن پر اندر کی طرف سے بوسیدہ سیڑہیون کی راہ سے چڑہتے ہین - ان مکانون کی ہیئت کذائی کا سب سے زیادہ نمایان جز ان گھڑ لکڑی کی کڑیون کا ایک چھجا ہے جسے مٹی سے لیپ دیا گیا ہے - یہی کمزور چھجا جبکہ گر کسی کو نیچے گر پڑنے سے بچانے کے لیئے کوئی کٹہرا بھی نہین اور جو مارے سوراخون کے چھلنی ہو رہا ہے - ان لوگون کا آنگن ہے - کچھہ دور سے یہ جگہ یون نظر آتی ہے کہ گویا پرندون کی ایک بہت بڑی ٹکڑی نے یہان آکر بسیرا لیا ہے اور دیوارون مین اپنے رہنے کے لیئے گھونسلے بنائے ہین - اس تمام ٹیلے کی بیرونی شکل ایک بہت بڑے پیپے سے مشابہ ہے - ٹیلے کے اوپر سیڑہیون کے ذریعہ سے جن کی ڈھلان مین بہت کم ڈھال ہے چڑہتے ہین اور اسکے اندر داخل ہونے کی راہ ایک چھوٹا سا چوڑ دروازہ ہے جو پتھر کی ایک سل کا جو ایک چول پر گھومتی ہے مشتمل ہے - مین اندر داخل ہوا اور سیڑہیون پر چڑہکر اوپر کی منزل کے چند گھونسلون (مین اونہین جھونپڑی کے نام سے تعبیر نہین کر سکتا) کو مین نے

جہانک کر دیکھا - عورتون کے مُنہ پر نقاب تھی اور وہ کثافت اور غلاظت مین اٹی ہوئی تھین - مکانون کی عام اندرونی حالت وہی تھی جسکی توقع کسی عقاب کے نشیمن کے آئین خانہ داری سے کی جاسکتی ہے - یہان بھی وہی زبان بولی جاتی ہے جو کرمان مین رائج ہے - قلعہ کے گرد ایک عمیق و عریض خندق ہے جو اب باغ کی شکل مین منتقل کر دی گئی ہے اس باغ کے محاصل خانقاہ حضرت امام رضاؑ واقع مشہد کے اوقاف کی توفیر مین حصہ لیتے ہین -

قشلاق تک کی سڑک

وسے روانہ ہوکر سڑک ایک پہاڑی علاقہ مین سے گذرتی ہے جس مین موسم سرما کے سیلابون کی کاوش نے گہری نالیان اور گھاٹیان پیدا کر دی ہین جن پر پل بندھے ہوئے ہین - جب سڑک پھر میدان مین اُترتی ہے تو موضع دیھہ نمک کم از کم بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بے انتہا ویران اور نفرت انگیز صحرا کے وسط مین واقع نظر آتا ہے - سیاحت ایران مین اوس جھوٹی اُمید سے زیادہ فریب دہ اور کوئی شئے نہین ہوسکتی جو مسافر کو اپنی منزل مقصود کے دیکھنے سے جو بادی النظر مین صرف چند میل کے فاصلہ پر واقع معلوم ہوتی ہے پیدا ہوتی ہے - اور نہ اوس مایوسی سے زیادہ تکلیف دہ اور تھکانے والی کوئی اور شئے ہوسکتی ہے جو اوس وقت مسافر کو ہوتی ہے جبکہ میل طولانی ہوکر فرسخون کی شکل مین بدل جاتے ہین اور منزل مقصود تک مسافر کسی طرح پہونچتا ہی نہین - کچھہ فاصلہ سے دیکھنے پر جو مقام صرف ایک دو مکانات کی

آبادی معلوم ہوتا تھا وہ قریب آنے سے ایک اچھا خاصہ گاؤن نکل آتا ہے جس مین بہت سے مکانات ہین اور جو کف دست بیابان کے خاکستری محیط کے کسی چھوٹے سے نیم سبز شعب مین چھپا ہوا تھا۔ اس کے بعد جو علاقہ آتا ہے اور جو ویرانی مین اس سے کچھ کم نہین اوسمین ہمارا گذر پادیھہ اور ارادان[۱] کے پاس سے ہوتا ہے۔ یہ گاؤن بھی مٹی کے بڑے بڑے مصنوعی ٹیلون کی چوٹیون پر قلعہ کی شکل مین بنے ہوئے ہین اور اجڑے ہوئے ہین۔ لسگرد کی طرح یہ مکرر آباد نہین ہوئے۔ جب ابتدائً یہ قلعے تعمیر اور برجون اور کنگرون سے آراستہ کئے گئے ہونگے تو ان کی شان ہی نرالی ہوگی۔ اب ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ کہین کہین تو قلعہ کی شکل پہچانی جا سکتی ہے اور کہین کہین فقط مٹی کے ٹھوس اور چٹیل ٹیلے رہ گئے ہین جن کے متعلق مین فقرہ سابق مین تفصیلی بحث کر چکا ہون ارادان کی پرے ایک پانی سے بھری ہوئی ندی پہاڑون سے نکلتی ہے اور بہت سی شاخون مین منقسم ہو جاتی ہے جن مین سے کم از کم بیس کو مین نے نصف میل کے فاصلہ مین طے کیا ہوگا۔ زراعت مین بھی اسی نسبت سے ترقی ہو جاتی ہے اور قشلاق سے (جسکے لغوی معنی قیام گاہ موسم سرما کے ہین) جو علاقہ خالصہ ہے طہران کے شاہی اصطبلون کے لئے دانہ اور چارہ بہم پہونچایا جاتا ہے۔ یہ علاقہ ضلع خار کا ہے جسکا ذکر قدیم تاریخون اور سفرنامون مین اکثر آیا ہے اور جو شمالی ایران کے ایک خرمن ہونے کی وجہ سے مشہور ہے یہان سے سڑک شمال و مغرب کی سمت اختیار کرتی ہے اور قشلاق سے

---

[۱] فریزر اس مقام کو ہرالو کہتا ہے۔

آٹھ میل کے فاصلہ پر پہاڑیون کے ایک سلسلہ مین اوس راہ سے داخل ہوتی ہے جس کو عام طور پر مشہور دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے منسوب کیا جاتا ہے اور جو اس لحاظ کے اس علاقہ کے سیاسی مسئلہ کو پیدا کرتا ہے۔

دروازہ ہاے بحیرہ اخضر

اس مقام پر میرا یہ مقصد نہین ہے کہ اس مسئلہ پر بالتفصیل بحث کرون اور اس کے لئے یہان گنجایش بھی نہین۔ اسکے امور تنقیح طلب کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنفین سابق اونکو اپنا مبحث بنایا اگرچہ اونہون نے کوئی قطعی راے قائم نہین کی نظر بران مین اپنے ناظرین کو اس مسئلہ کے متعلق۔ ریٹر[51]۔ اوسلے[52]۔ سور ییر[53]۔ فریزر[54]۔ فیریر[55]۔ ایسٹوک[56] اور گولڈاسمڈ[57] کی تصانیف کی ورق گردانی کا مشورہ دیتا ہون۔ دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے مراد وہ درہ ہے جس مین سے ہوکر اربیلا[58] کی شکست کے بعد دارا بھاگا تھا

۵۱۔ دیکھو دی جاگرفیکل سسٹم آف ہیروڈوٹس" (ہیروڈوٹس کا نظام جغرافی) صفحہ ۱۷۴۔

۵۲۔ دیکھو ٹریولس ان دی ایسٹ" (سفر مشرق)۔ جلد سوم ضمیمہ سوم۔

۵۳۔ دیکھو سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) ۱۸۱۳ء صفحہ ۳۶۴ و ۳۶۵۔

۵۴۔ دیکھو جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ ۱۸۲۱ء صفحات ۲۹۱ الی ۲۹۳۔

۵۵۔ دیکھو کاروان جرنیز" (سفرہاے کاروان)۔ ۱۸۴۵ء صفحات ۵۹ و ۶۰۔

۵۶۔ دیکھو جرنل آف اے ڈپلومیٹ۔ (ایک سفر کا روزنامچہ)۔ ۱۸۶۴ء جلد دوم صفحہ ۱۴۰۔

۵۷۔ دیکھو جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رائل جاگرفیکل سوسائٹی) ۱۸۷۴ء جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۶

۵۸۔ اربیلا جس کا نام اب اربیل ہے موصل سے ۴۰ میل جانب مشرق و جنوب واقع ہے۔ اس کے قریب سکندر نے

کی طرف بھاگا تھا اور جس مین سے سکندر کی فوج نے اوس کا تعاقب کیا تھا۔ اس درہ کی شناخت کے لیے ضروری اطلاع کا اکثر حصہ اریّن[۵۱] اور پلائنی[۵۲] کی تصانیف مین مل سکتا ہے۔ پلائنی کہتا ہے کہ یہ درہ آٹھ میل لمبا ہے اور اٹھائیس[۵۳] میل تک اس کی راہ مین کہین پانی نہین ملتا۔ اور اریّن کہتا ہے کہ سکندر دھاوا کرتا ہوا یہان رستے[۵۴] سے ایک دن مین پہونچا۔ لیکن دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی کا استحقاق چار ور دن کو ہے۔ ایک درہ تنگ شمشیر ہے جس کی نسبت روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۸۔ دارا کو ۳۳۱ قبل مسیح مین آخری شکست دیکر سلطنت ایران کا خاتمہ کر دیا۔ مترجم۔

۵۱۔ ایک فیلسوف اور مورخ تھا جو سنہ [illegible] مین پیدا ہوا۔ سکندر اعظم کی مہم ایشیائی کے مفصل حالات اوس نے قلمبند کیے۔ ہندوستان کے متعلق بہی اوسکی ایک تصنیف موجود ہے۔ یہ تصانیف جرمنی زبان مین ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہین۔ مترجم

۵۲۔ اٹلی کا ایک نہایت مشہور عالم اور مورخ اور سلطنت کا رکن رکین تہا۔ سنہ ۲۳ء مین پیدا ہوا۔ اوسکی مشہور کتاب "ہسٹوریا نیچرلیس" (صحیفہ فطرت) ہے جس کا ترجمہ ہر ایک یورپین زبان مین ہو چکا ہے۔ اس کتاب کو مختلف مضامین کا مجموعہ اور معلومات کا مخزن سمجھنا چاہیے کیونکہ پلائنی کے تمام مشاہدے اور تجربے اس مین مندرج ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اوسکی کتاب مین بیس ہزار مسایل سے بحث کیگئی ہے۔ ۷۹ء مین کوہ ویسوویس کی اوس مشہور آتش افشانی کے موقع پر راکھ اور چنگاریون کے ڈھیر مین دب کر مر گیا جو پمپیائی کی حسرت ناک بربادی کا باعث ہوئی۔ مترجم

۵۳۔ دیکھو ہسٹوریا نیچرلیس (صحیفہ فطرت) کتاب ششم ذیل چہاردہم۔

۵۴۔ دیکھو مہم اسکندر۔ کتاب سوم فصل بستم۔ داوسے کا لفظ مین نے اس لیے لکھا کہ ایرن نے حسب ذیل الفاظ لکھے ہین۔ "دوسرے شخص کے لیے ایک دن کا سفر جو اسکندر کی طرح مسافت طے کرے" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر نے غیر معمولی تیزی کے ساتھ سفر کیا۔

ذوالفقار کے ایک وار سے چٹان کو کاٹ ڈالا۔ یہ درہ اوس سڑک پر واقع ہے۔ جو دارالسلطنت سے شاہ رود کو جاتی ہے اور کوہ البرز کی بلندترین چوٹی شاہ کوہ کے نیچے استرآباد اور شاہ رود کے درمیان ہے اس درہ کا طول ڈیڑھ سو گز اور عرض فقط اٹھارہ فیٹ ہے اور اسکی دونون دیوارین جو چونے کے پتھر کی ہین عمودی چلی گئی ہین نیپیر کہتا ہے کہ "اس مین ذرا شک نہین کہ یہی دروازہ ہاے بحیرہ اخضر ہین"۔ مگر اس مین بھی شک نہین کہ نیپیر غلطی پر ہے کیونکہ نہ صرف اس درہ کی ہیئت کذائی اور طول بیان متذکرہ سے غیر مطابق ہین بلکہ تنگ شمسیر بقدر دو سو میل کے زیادہ تر مشرق کی سمت مین ہے۔ برنس[۵۱] نے درہ گدوک واقع کوہستان البرز کو جو فیروزکوہ کے شمال مین ہے اور جس مین سے ہوکر مازندران کو جانے والی معمولی سڑک گذرتی ہے دروازہ ہاے بحیرہ اخضر قرار دیا ہے۔ شمالی درون مین جو عراق عجم سے مضافات بحیرہ اخضر کی طرف رہنمائی کرتے ہین درہ سوادکوہ متصل فیروزکوہ اور تنگ سرانسرا کو بھی جو یہان سے کچھ دور ہے سنگلاخ اور عمودی دیوارون والی گھاٹیون کے ہونے کی وجہ سے دروازہ ہاے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی ہو سکتا ہے[۵۲]۔ لیکن موریر جو بذات خود یہان آیا اور جس نے اونکی ہیئتون کے تشابہ کو محسوس کیا اوسے بہت جلد یہ بات معلوم ہو گئی کہ فاصلہ کے اعتبار سے جس مشابہت کا ہونا اون مین لازمی تھا وہ ان مین موجود نہین ہے کیونکہ وہ طہران سے

۵۱ "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم صفحہ ۱۱۱۔

۵۲ "سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) مصنفہ موریر صفحہ ۳۶۵۔

۹۰ میل جانب مشرق واقع ہین اور اس لحاظ سے سکندر بھی ایک دن مین اس قدر مسافت طے نہین کرسکتا تھا۔ نظر بران اونسنے یہ رائے ظاہر کی اور فریزر۔ فیریر اور الیسٹوک نے بدلائل موجہ اوسکی تائید کی کہ دروازہ ہاے بحیرۂ اخضر اوس درہ کو سمجھنا چاہیے جو خار اور ورامن کے میدانون کے درمیان واقع ہے اور جہان سفر کرتا کرتا مین اب پہونچا ہون آ

تنگ سر درہ ۔

اس درہ کا نام سر درہ ہے۔ اس مین ایک تنگ گذرگاہ سے جانب جنوب و مشرق داخل ہوتے ہین اور یہ سلسلہ کوہ البرز کی اوس شاخ مین سے پیچ کہاتا ہوا جاتا ہی جو یہان جنوبی و مغربی سمت مین ایران کے بڑے وسطی صحرا کی طرف جاتی ہے۔ جو یادداشت مین نے قلمبند کی اوس کی روسے اس درہ کا طول قریباً چھہ میل[1] ہے۔ ایک شور ندی وادی کی تہ مین بہتی ہے جسکے کنارون پر لونی کی ایک سفید پپڑی جمی ہوئی تہی۔ کبھی کبھی یہ درہ کشادہ ہوکر ایک چھوٹا سا میدان بن جاتا تھا۔ اور پھر سکڑ جاتا تہا۔ وسط ایک پرانی ویران عمارت کہڑی ہے جسکے کونون پر برج ہین اور مغربی مخرج پر دو قدیم قلعون یا برجون کے آثار موجود ہین۔ بظاہر اس جگہ کو اوس زمانہ کے معیار کے مطابق جو توپون سے آشنا نہین تہا اچھی طرح سے مستحکم کیا گیا ہے اور اسی

[1] مصنف جب گہوڑے پر سوار ہو اور اپنا بیان بعد مین شاید حافظہ سے قلمبند کرے تو اس صورت مین فاصلہ کی تعیین مین جو غلط فہمی اوسکو واقع ہوسکتی ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیاجا سکتا ہے کہ اس درہ کے طول کی مقدار کا مختلف مصنفین نے مختلف اندازہ لگایا ہے۔ فیریر ۳½ میل بیان کرتا ہے۔ الیسٹوک ۴ میل اور اوڈونوون ۱۲ میل۔

واقعہ سے اس امر کے قرین احتمال ہونے کی تائید ہوتی ہے کہ عہد سلف مین یہ ضرور ایک مسلمہ کوہستانی گذرگاہ تھی۔ اسکے علاوہ مصنفین عہد عتیق نے اس کارے سے جو فاصلہ قلمبند کیا ہے اور جو قریب چالیس میل کے ہے آجکل کے فاصلہ سے کافی تطابق رکھتا ہے۔

اختلاف آرا

خلاف اسکے اس خیال کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ اس درہ کی طبعی ہیئت ایسی نہین کہ صحیح طور سے دروازون کے لفظ کا اطلاق اوسپر ہو سکے یا پلائنی کے اس بیان کی تصدیق ہو سکے کہ یہ انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے اور بعض مقامات پر سے اسقدر تنگ ہے کہ صرف ایک گاڑی اوس مین سے گذر سکتی ہے۔ اسکے علاوہ اس امر کو بھی پیش نظر رکھنا پڑتا ہے کہ چونکہ یہ درہ خاص سلسلہ کوہ کی صرف ایک چھوٹی سی شاخ کو طے کرتا ہے اس لئے مقام تعجب ہے کہ اسے دوسرے ممتاز تر درون کے مقابلہ مین اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ اور سب سے زیادہ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ سیدھا علاقہ بحیرہ اخضر مین داخل نہین ہوتا بلکہ اسے طے کر کے البرز کا خاص سلسلہ کوہ پھر بھی قطع کرنا باقی رہ جاتا ہے اور اس لئے اس امر کی کافی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ یہ دروازہ ہائے بحیرہ اخضر کے نام سے موسوم ہو[1]۔ بہر حال ان مشکلات مین سے اول الذکر مشکل کو سر ایچ۔ رالنسن نے جسے ایران کے علم الجبال مین بے نظیر دستگاہ حاصل ہے یہ رائے پیش کر کے حل کیا

---

[1] یہ مشکل شاید اس امر کے فرض کر لینے سے رفع ہو سکتی ہے کہ "کیسپین سی" (بحیرہ اخضر) کی طرح اس درہ کی وجہ تسمیہ

ہے۔ کہ اصلی ابواب بحیرۂ اخضر درۂ سردرہ نہین ہین بلکہ اسی سلسلہ کوہ کی ایک دوسری گہاٹی کا نام ہین جو شمال کی طرف چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور تنگ سلوک کے نام سے مشہور ہے۔ اس گہاٹی کو سر ایچ رالنسن نے ۱۸۳۵ء مین جاکر دیکھا اور اس کی طبعی خصوصیات اگرچہ غیر معروف ہین لیکن مصنفین یونان و روما کے بیانات سے مطابق ہین اور اسکے علاوہ رے اور میدان خار کو ایک زیادہ قریب کے راستہ سے یہ گہاٹی ملاتی ہے۔

اصلی دروازے

اس خیال سے گریز نہین کرسکتا کہ جو لوگ یونانی اور رومائی مصنفین متذکرہ صدر کے بیانات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اونہین اس مشکل عقدہ کا یہ حل تسلیم کرنا پڑیگا یا کم از کم اسکی نسبت اونہین یہ باور کرنا پڑے گا کہ آئیندہ چلکر اس کی تصدیق ہوجاے گی اسکے علاوہ یہ اہم واقعہ بھی انداز نہین کیا جاسکتا کہ جو یورپین سیاح اصفہان سے مازندران کو شمال کی سمت مین عباس اعظم کے دربار فرح آباد یا اشرف واقع بحیرۂ اخضر مین گئے جسکو تین سو سال سے بھی کم کا عرصہ ہوتا ہے اونہون نے اون گہاٹیون کے حالات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۲ یہی قوم کیسپیائی ہے جسکا ذکر استرابو[۵] نے اکثر کیا ہے اور جو اس نواح مین رہتی تھی اس قوم کا نام ابھی تک ضلع جاسپ مین جو کاشان کے مغرب کی طرف ہے باقی ہے۔

[۵] استرابو مشہور یونانی جغرافیہ دان اور مورخ۔ حمص مین ۶۶ء قبل مسیح کے قریب پیدا ہوا۔ سنہ وفات کا ٹھیک ٹھیک علم نہین مگر ۲۱ء اور ۲۵ء کے درمیان اس کا واقع ہونا تصور کیا جاسکتا ہے۔ یورپ ایشیا اور افریقہ کے اکثر حصون مین اوسنے سفر کیا اور اوسکے جغرافیہ کے سترہ مقالے ہین جو لندن مین بسلسلہ بانس کلاسیکل لائبریری ۱۸۵۴ء مین شایع ہوے ہین مترجم

سپرد قلم کئے ہین جن مین سے ہو کر وہ اسی نواح مین کوہ البرز کو طے کر کے نکلے اور اونکے بیانات پلائنی کے بیان سے مطابقت رکھتے ہین۔ محلہ باغ سے (جسے ایک ایرانی جغرافیہ دان میدان خار سے تطبیق دیتا ہے) پیٹرو ڈیلا ویلی ۱۶۱۸ء مین اور سر ٹامس ہربرٹ بھمراہی سر رابرٹ شرلی و سر ڈاڈ مور کاٹن ۱۶۲۷ء مین روانہ ہو کر ایک گھاٹی مین سے ہوتے ہوئے حبلہ رود اور فیروز کوہ کو گئے اور وہان سے بحیرہ اخضر کی طرف روانہ ہوئے اس گھاٹی کے جو حالات ان دونون نے بیان کئے ہین وہ پلائنی کے بیان سے بالکل مطابق ہین۔ پیٹرو ڈیلا ویلی بیان کرتا ہے کہ محلہ باغ سے روانہ ہو کر وہ ایک نہایت تنگ و عمیق گھاٹی مین داخل ہوا جس کے دونون طرف بلند پہاڑ تھے اور جو بعض موقعون پر سے اسقدر تنگ تھی کہ فینس کا بھی اس مین سے گذرنا مشکل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس گھاٹی مین کھاری پانی کی ایک چھوٹی سی ندی بہتی تھی۔ ہربرٹ اپنے الوکھے فقرون مین بیان کرتا ہے "اس رات کے سفر کا اکثر حصہ دریائے طارس کی ترمین سی طے ہوا جسکی دیو پیکر پیشانی خلا مین پانی کی پسینے سے تر ہوتی ہے۔ گھاٹی کا عرض چالیس گز کے قریب ہے اور اسکی تہ پر سنگریزے بکھرے ہوئے ہین دونون طرف دیوار کی شکل کی عجیب و غریب پہاڑیان ہین جو دو گولی کے ٹپہ سے بھی زیادہ بلند ہین۔ آٹھ میل تک یہ گلی اس طرح چلی جاتی ہین اور اسکی ہیئت کذائی اوس بیان سے مطابق ہے جو پلائنی اور سالیس نے اسکے متعلق درج کیا ہے۔ غرضکہ یہ ایک عظیم الشان گذرگاہ ہے جسکے مصنوعی یا قدرتی ہونے کی نسبت قطعی طور سے فیصلہ نہین کیا جاسکتا لیکن اگر

مجھہ سے پوچھا جاے تو مین اسکو آفرینندہ کون ومکان کی کنیز یعنی قدرت کی دستکاری سے تعبیر کرونگا" ان مصنفین کے بیانات اون بیان سے کچھہ زیادہ مختلف نہین ہین جو اے چوڈر کو سابق روسی قونسل متعینہ رشت نے اوس درہ کے متعلق قلمبند کیا ہے جس مین ہو کروہ ۱۸۳۵ء مین پھر ہی سر ایچ ۔ رالنسن گذرا تھا ۔ وہ اسے گردن سیالک کہتا ہے اور اسکے بیان مین لکھا ہے کہ یہ ایک مہیب گھاٹی ہے جس کا طول ۲۵۰۰ گز ہوگا جسکی چٹیل اور عمودی دیوارین بلندی مین ساڑھے چھہ سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک ہونگی اور جو سب سے زیادہ چوڑے مقام پر صرف تیس فیٹ اور سب سے زیادہ تنگ حصہ[اہ] پر پانچ فیٹ چوڑی ہوگی ۔ بخلاف اسکے یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ جن درون کا پلا ئنی ـــــ ڈیلاویلی ۔ ہربرٹ اور رالنسن نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ وہ دروازہ ہاے بحیرۂ خضر نہ ہون جن مین سے ہو کر دارا بھاگا تھا اور سکندر نے اوس کا تعاقب کیا تھا اور اس نام کے وجود ایک سے زیادہ درے ہین ۔ یہ حل سب سے زیادہ مظنون معلوم ہوتا ہے کیونکہ تنگ سر درہ بڑے بڑے فاضل اہل الراے کے نزدیک ایرین اور نیز کونٹیس[۵۲] کرٹیس اور مارسیلنس[۵۳] کے بیانات سے کسی اور شمالی یا مشرقی درہ کے مقابلہ مین زیادہ

[۵۱] ۔ "اسینلے وٹے وائٹرے" (حالات سفر) ۔ مطبوعہ ۱۸۵۰ء ۔ حصہ سوم

[۵۲] روفس کونٹیس کرٹیس ایک رومائی مورخ تھا جس نے روضۃ الکبریٰ کے شہنشاہ وسپیسین کے عہد مین جس کا زمانہ سنہ ۶۹ء سے سنہ ۷۹ء تک ہے نشو ونما پایا اوس نے اپنی تاریخ مین جو دس جلدون مین تھی مگر جس کی دو پہلی جلدین گم ہوگئی ہین سکندر کی مہم کا حال لکھا ہے ۔ اوس کی کتاب اول اول ۱۴۷۰ء مین وینس مین طبع ہوئی ۔ اوسکے بعد ۱۴۸۱ء مین برلن مین چھپی ۔ مترجم ۔ [۵۳] امیس مارسیلیس چوتھی صدی کا ایک رومائی مورخ ہے سنہ ۳۲۰ء مین پیدا ہوا ۔ شہنشاہ جولین

مطابق ہے[۱] - لیکن میری راے مین اسے وہ درہ قرار نہین دیا جاسکتا جس کا ذکر پلائنی نے کیا ہے اور نہ اسے اون دروازہ ہاے بحیرۂ اخضر سے تطبیق دیجاسکتی ہے جس سے استرابو نے اسقدر جغرافی اہمیت منسوب کی ہے -

دماوند

رود سے نکلکر ہم ایک مرتفع میدان مین پہونچے جسپر قریب ترین سلسلہ ہاے کوہ کی بادامی اور نارنگی چٹانون کو اپنے سایہ مین لئے ہوئے ایک مخروطی شکل کی متساوی الساقین جگمگاتی ہوئی چوٹی کھڑی تہی اور میری مسحور نظرون کے سامنے دماوند کا عالی شان نظارہ پیش کر رہی تہی اس دن کے بعد سے ایک مہینے تک سواے اوس حالت کے جبکہ صبح کے وقت دہند اور کہر کی وجہ سے مطلع مکدر رہتا تہا یہ رفیع القدر نظارہ جو ہمیشہ طہران پر سایہ کئے رہتا ہے میری نگاہ کے پردے سے محو نہین ہوا اور ۱۰۰ میل تک میرے سفر جنوب کے اثنا مین میرے ساتھ ساتھ رہا - جاپانی مناظر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۵ - نے ایران پر جو چڑہائی کی تہی اور جس کا نتیجہ اوسکے حق مین بادی بخش ہوا اوس مین یہ بہی شریک تہا - اوسنے اپنی تاریخ ۳۰ جلدون مین لکھی ہے مگر پہلی ۱۲ جلدین گم ہوگئی ہین باقی کی ۱۸ جلدین ۳۵۳ء سے لیکر ۳۷۸ء تک کے واقعات درج ہین اور اس لحاظ سے نہایت ہی قابل قدر ہین کہ یہ واقعات اوسکے اپنے چشم دید تہے - جغرافیہ - آثار قدیمہ اور اوضاع و اطوار اقوام کے متعلق اوسنے اپنی تاریخ مین جابجا یادداشتین قلمبند کی ہین اور قومون مین عربون قوم ہن اور جرمنیون پر اور ملکون مین مصر - ایران - شام اور تہریس پر اوسنے نہایت دلچسپ نوٹ دئے ہین - اوس کی کتاب کی بہترین طبع ۱۸۷۴ء مین بمقام لیپزگ ہوگئی - مترجم -

[۱] - جرمن مصنفون مثلاً اسپیگل - ڈرایزن - توماشک اور شنڈلر نے اس خیال کی تائید کی ہے - آخرالذکر مصنف

اختراعاً ایرانیون سے کم نہین ہین تاہم تخیلاً وہ اہل ایران پر سبقت لے گئے ہین۔

یوان کیف

ایک مسطح اور غیر مزروعہ میدان کو طے کرنے کے بعد ہم ایوان کیف[1] کے گاؤن اور چاپار خانے مین پہونچے جس مین داخل ہوتے وقت ہمین ایک تیز اور گدلی پایاب ندی مین سے گذرنا پڑا جو اسکے قریب ہی ہے۔ ایوان کیف سے مراد عشرت منزل ہے اگرچہ بعض لوگون نے اسکی وجہ تسمیہ اور بھی بیان کی ہے یعنی ایوان سے (ایک ویران عمارت جو اس نواح[2] مین ہے اوسکی نسبت روایت ہے کہ کیمبیسس کا محل تھا) اور ایوان کی (منزل بادہ نوشی) جو کچھ بھی اسکی وجہ تسمیہ ہو لیکن میری نظرون مین تو عیش پرستون کے لیے یہ مقام باعث دلچسپی نہ تھا۔ بہت سے مکانات مکینون سے خالی تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ باشندے ان مکانون کو چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے ہین۔ اور جس شہنشاہ نے ایسے گندے اور میلے مقام کو اپنی نزہت گاہ قرار دیا ہوگا وہ بھی بڑا ہی بد مذاق ہوگا۔ ایوان کیف اور کبود گنبد کے درمیان دریائے حاجرود پہاڑون سے نکلتا ہے اور اس موسم مین جبکہ میرا یہان سے گذر ہوا کم از کم پچیس جداگانہ نہرون مین تقسیم ہو گیا تھا جو اپنی کنکریلی تہون مین بہنے کی کوشش کر رہی تھین اور ان سب کا پاٹ ملا جلا کر پاؤ میل ہوگا۔ مین نے ان سب کو پایاب عبور کیا اور کبود گنبد مین تمدن کی

---

[1] فریزا سے یواانک یا ایواتی کیج کہتا ہے۔

[2] ایسٹوک نے اپنے سفرنامہ کی جلد دوم صفحات ۲۷۰، ۴۰۸، ۴۰۹ پر اسکا ذکر کیا ہے۔

اون علامات کی رجعت قہقہری کو دیکھا جن سے نو دن پہلے کہ مین مفارقت اختیار کر چکا تھا - یہ علامات خطوط کے ایک بہت بڑے انبار پر جو دا نگی انگلستان کے بعد پہلی دفعہ مجہے ملے اور ایک عمدہ سے گہوڑے پہ مشتمل تہین جو میرے ایک دوست مقیم طہران نے میرے استعمال کے لئے پہلے سے بہیج یا تھا - مین خوشی خوشی ہوا کے میدان کو تیزی کے ساتھ طے کرنے لگا - جسکے کہنڈر جو کچھ دور رستہ کے پارستونون کی شکل مین نظر آتے تہے ایک ٹیکرے پر میدان کے ایک نشیب مین سے اوٹہتے ہوئے دکھائی دے رہے تہے - دس میل کے فاصلہ سے افق پر مجہے اسطرح کی چمک نظر آئی جیسے اندہیری رات مین دور سے جلتی ہوئی آگ کی ہوتی ہے یہ شاہ عبدالعظیم[۱] کے مقبرہ کے سنہرے کاس کی جہلمگاہٹ تھی جس پر آفتاب کی شعاعین اپنی برچھیان پہینک رہی تہین - سابق مین کاروان کا رستہ اس زیارت گاہ کے پاس سے اوس سلسلہ کوہ کے دامن مین ہوتا ہوا گذرتا تہا جو ویرامن اور طہران کے میدانون کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے - اب تک بھی اس راہ کو زایرین اختیار

---

[۱] شاہ عبدالعظیم قدس سرہ کی خانقاہ باعتبار اپنے تقدس کے زائرین کے لئے گو کیسی ہی مشہور کیون نہ چلی آئی ہو لیکن تاریخی لحاظ سے جس اہم واقعہ نے اسکو ہمیشہ کے لئے مشہور کردیا ہے وہ ایران کے اوس فرمانروا کی حسرت ناک شہادت ہے جو عباس اعظم کے بعد سطوت و جبروت اور بیدار مغزی و سیاست کے لحاظ سے مشرق مین اپنی آپ ہی نظیر تہا - ۱۸۹۶ء مین جب شاہ کجکلاہ ناصرالدین شاہ عبدالعظیم کی خانقاہ مین جہان وہ فرط ارادت سے اکثر آیا کرتے تہے اپنے معمول کے مواق آئے تو خانقاہ سے نکلتے وقت ایک بابی نے گولی مار کر اونکو شہید کیا - مترجم -

کرتے ہین اور اون کا یہ فرض ہے کہ خواہ وہ مشہد کو جاتے ہون یا وہان سے
واپس آتے ہون لیکن اس بزرگ کی خانقاہ کی ضرور زیارت کرین مگر باربرداری کے
جانور اور چاپار کی سڑک اب سلسلہ کوہ کے اوپر سے شمالی سمت مین ایک زاویہ بنائے
ہوئے جاتے ہین - درہ کی چوٹی پر چڑھ کر یہی سڑک پہاڑ کے گرد آلود تھون مین سے
چکر کاٹتی ہوئی گذرتی ہے یہان تک کہ جب شمالی چوٹی آتی ہے تو میدان مین جو پہاڑ
کے قاعدہ سے شروع ہو کر دور تک چلا گیا ہے حد نظر پر سبزہ کا وہ قطعہ نظر آتا ہے
جس مین صرف چند عمارتون کے بام و رواق سر اوٹھائے نظر آتے ہین اور جو ایران
کا دار السلطنت ہے اس سے بھی پرے شہر سے کوئی سات میل کے فاصلہ پر کوہ البرز
تیوری چڑھائے کھڑا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زنگ کھائے لوہے کی ایک فصیل
آسمان سے باتین کر رہی ہے -

طہران

مسافر دور و دراز کا سفر طے کرنے کے بعد جب اوّل اوّل طہران کو دیکھتا ہے تو
اوسکو فرحت ہوتی ہے لیکن اس کا منظر کچھ زیادہ شاندار نہین ہے جب مین پہاڑ کی
پہلو سے اوترا اور طہران کے قریب پہونچا تو یہ بات مین مشکل سے باور کر سکا کہ جو سبز
سی پٹی مجھے نظر آرہی ہے وہ اصل مین ایک بہت بڑا شہر ہے جسکی آبادی قریباً دو لاکھ
ہے - جو عمارتین درختون کی چوٹیون سے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تھین اون مین سے
تو ایک بڑی مسجد تھی جسکے چار کاشی کے کام کے مینارے تھے اور جو اتنی دور

سے ارگن کے رنگین بیلنون کی طرح اور زیادہ قریب پہونچکر کانشیبین وضع کے مصنوعی ستونون کے طرح نظر آتے تھے۔ ایک یا دو برج تھے اور ایک گنبددار عمارت تھی جسکی چھت پر لوہے کی پٹیون کا ایک ڈھانچ تھا جو بعینہ اُس لوہے کے حلقے کی طرح نظر آتا تھا جس مین مدرسون کا کرہ زمین نصب ہوتا ہے۔ قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ آخرالذکر عمارت تکیہ یا امام باڑہ تھی جو شاہ کے محل کی حدود کے اندر واقع ہے۔ دیوارون کے باہر جانب جنوب اینٹون کے بہت سے پزاوے ہین۔ جن کا ٹھیکہ صدر اعظم[1] کے پاس ہے اسی مقام پر مسلخ بھی واقع ہین جن کا محصول سالانہ دوہزار دوسوتیس پاونڈ ہے شہر پناہ کے اندر ایک مزین و منقش پھاٹک مین سے جو آبادی سے کچھہ دور ہے مین شہر کے اندر داخل ہوا اور انگریزی سفارت خانہ مین جو شہر کی شمالی حدود پر واقع ہے پہونچنے سے پہلے مجھے کوئی دو میل تک گلیون مین سے گذرنا پڑا۔

طہران اور مشہد کے درمیان دوسرے رستے

از طہران تا بہ شاہ رود۔ (گرمی کے موسم کا یعنی کوہستانی راستہ براہ دماوند فیروزکوہ اور چشمہ علیؑ۔ ۲۳۷ میل)۔ جے۔ بی۔ موریر (۱۸۱۳ء) سیکنڈ جرنی۔ (سفر ثانی)

---

[1] صدر اعظم حق اجارہ ۱۲ ہزار تومان یعنی ۴۳۴۰ پاونڈ سالانہ ادا کرتا ہے اور اینٹون کا نرخ مقرر کرنے مین اپنے نفع کو مدنظر رکھتا ہے۔ ۱۸۸۶ء مین دو قسم کی اینٹین تیار کی گئین تہین ۔ اور بُری۔ اچھی کی قیمت موسم کے لحاظ سے ۳۵ سے لیکر ۴۰ قران تک اور بُری کی ۲۵ سے لیکر ۳۰ قران فی ہزار تھی۔ اب ایک اور قسم بڑھا دی گئی ہے جسے قسم بدترین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور ان تینون اقسام کی قیمتین علی الترتیب ۴۵ سے ۵۲۔ ۳۵ سے ۴۲۔ اور ۲۰ سے ۲۵ قران فی ہزار تک ہین۔

باب بست و سوم + کپتان آنریبل جی۔ نیپیر (۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد چہل و ششم صفحہ ۶۲ الی آخرہ ۱۸۷۶ء

جو راستے طہران اور مشہد کے درمیان جنرل اے۔ ایچ۔ شنڈلر نے ۱۸۷۶ء میں اختیار کئے اور جن کا ذکر اوسنے نقشہ کے ساتھ اپنی تصنیف مطبوعہ ۱۸۷۷ء کے صفحات ۲۱۵ الی ۲۲۹ پر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:- (۱) سمنان۔ جنوبی راہ براہ فرات تا بہ دامغان۔ (۲) میومائی۔ شمالی راہ۔ براہ شریف آباد تا بہ میان دشت (۳) میان دشت۔ جنوبی راہ۔ براہ خان خودی و دشت گرد تا بہ عباس آباد۔ (۴) عباس آباد۔ شمالی راہ۔ براہ فرومید و جغتائی تا بہ میدان جوین اور وہان سے جنوبی مشرق سمت مین براہ طبس تا بہ سبزوار۔ (۵) نیشاپور شمالی و مغربی راہ تا بہ معادن فیروزہ اور وہا سے جنوبی و مغربی سمت مین براہ شوراب تا بہ زعفرانی۔

جلد اوّل ختم ہوئی۔

